غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

و

تذکرہ مشائخ قادریہ (سادات) اُچ شریف

سیدالاولیاء محبوبِ سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی کے مناقب و سوانح پر
100 سو سالہ قدیم نایاب تصنیف

تصنیف :- امام العلماء شارح نبراس علی شرح العقائد النسفیہ
قاضی محمد برخودار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

محرک : علامہ قاری ظہور احمد اسد چشتی گولڑوی

زاویہ پبلشرز
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ

سیدالاولیا محبوبِ سُبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی کے مناقب و سوانح پر
100 سو سالہ قدیم نایاب تصنیف

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

و

تذکرہ مشائخ قادریہ (سادات اُچ شریف)

تصنیف:- امام العلما شارح نبراس علی شرح العقائد النسفیہ
قاضی محمد برخودار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

محرک: علامہ قاری ظہور احمد اسد چشتی گولڑوی

زاویہ پبلشرز
8-C دربار مارکیٹ۔ لاہور
Ph: 042-37248657- 37112954
Mob: 0300-9467047- 0321-9467047- 03004505466
Email:zaviapublishers@gmail.com

2012ء

باراول............................1000

ہدیہ..............................400

زیرِ اہتمام..............نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

کامران حسن بھٹہ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

راولپنڈی کے سول ڈسٹری بیوٹر

اسلامک بُک کارپوریشن

فضل داد پلازہ۔ اقبال روڈ۔ کمیٹی چوک ۰ راولپنڈی 051-5536111

سلام بک شاپ، مین ایم اے جناح روڈ، کراچی	021-32212167
مکتبہ برکات المدینہ حیدر آباد، کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
مکتبہ سبحانیہ، اردو بازار، لاھور	0315-4318640
مکتبہ نعیمیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاھور	0300-4986439
کتب خانہ حاجی نیاز احمد، بیرون بوھڑ گیٹ، ملتان	0313-8461000
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ، اوکاڑہ	0321-7083119
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ	055-4237699
مکتبہ المجاھد بھیرہ شریف	048-6691763

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شہبازِ لامکانی غوثِ صمدانی سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ خاندانِ اہل بیت کی وہ عظیم ترین ہستی ہیں جن کی ولایت وعظمت کا آفتابِ درخشاں کئی صدیوں سے کائناتِ روحانیت کو منور کیے ہوئے ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ حضور سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم نسبت کے طفیل اللہ تعالیٰ نے خاندانِ اہل بیت کو بے شمار صوری ومعنوی مقامات اور ظاہری وباطنی کمالات سے مزین فرمایا، قرآن وحدیث کے متعدد دلائل اس حوالے سے پیش کیے جاسکتے ہیں جس کے لیے ایک الگ تصنیف کی ضرورت ہے۔

حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ کے دامن گرفتہ مفتی فیض احمد چشتی گولڑوی لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''اخبارالاخیار'' کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''جب خاتم نبوت کی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی تک پہنچی تو اس شجر علم و ولایت سے درخت طوبیٰ کی مانند بے شمار شاخیں پھوٹیں جن کے کمالات ہر جانب سایہ فگن ہوئے اور ساری دنیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نور جمال ولایت سے روشن ہوگئی۔ بالخصوص رسول اللہ کی اولاد عالی نژاد نے بحکم وراثت حقیقی ومناسبت ذاتی ولایت کا پورا پورا حصہ اور فیض حاصل کیا اور اپنی عصمتِ ذاتی کی بناء پر ولایتِ معنوی کا علم بلند کرتے ہوئے ظاہری حکومت دوسروں کے لیے چھوڑ دی، خاندانِ نبوت سے نور ولایت نہ تو کبھی منقطع ہوا نہ ہوگا اور آسمانِ ولایت نے بغیر ان اقطاب کے کبھی قرار نہیں پکڑا۔ انہی میں سے اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا قطبِ الاقطاب عالم، غوثِ بنی آدم اور مرجع جن وانس بنا کر مشرق ومغرب میں مشہور ومعروف کر دیا اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی کو دین اسلام کا دوبارہ زندہ کرنے والا بنایا اگر چہ جمال محمدی تمام آل میں تاباں ودرخشاں ہے مگر محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں اس کا کچھ اور ہی رنگ ہے۔ جو حقیقۃً جمال احمدی وکمال محمدی کا مظہر اتم ہے۔'' (مہر منیر صفحہ ۲۱ مطبوعہ گولڑہ شریف)

صدر الافاضل کا ارشادِ گرامی

حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:
''جب خلافتِ ظاہرہ میں شانِ مملکت وسلطنت پیدا ہوگئی تو قدرت نے آلِ طاہر کو اس سے بچایا اور اس کے عوض خلافتِ باطنہ عطا فرمائی۔'' (سوانح کربلا صفحہ ۴۷)

امام مناوی کا فرمان

حضرت امام زین الدین محمد بن عبدالروف مناوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

و سَریٰ ذالك الٰی ذریتهما و لهذا لَمَّا ذهبت عنهم الخلافة الظاهرة لكونها صارت ملكا ثم لم تتم للحسنين عوضوا منها بالخلافة الباطنة حتّٰی ذهب كثيرون الٰی ان قطب الاولياء لا يكون فی كل زمان الا منهم۔ (اتحاف السائل، صفحہ ۴۰)

یہ فقر وتصوف حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں چلا۔ اس لیے ملوکیت میں تبدیل ہو جانے کی وجہ سے ظاہری خلافت ان سے چلی گئی تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے خلافت باطنی عطا فرمائی حتیٰ کہ اکثر علماء کرام کا مذہب ہے کہ ہر زمانے میں قطب الاقطاب یعنی تمام زمانے کے ولیوں کا سردار اہل بیت میں سے ہوتا ہے۔

امام سمہودی نے جواہر العقدین میں صفحہ ۲۰۶ پر اور امام ابن حجر ہیتمی مکی نے الصواعق المحرقہ بعینہٖ یہی عبارت لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری خلافت کے عوض اہل بیت کو باطنی خلافت عطا فرمائی ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد گرامی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے صاف لفظوں میں یہ وضاحت فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم اور نائب مطلق ہیں اور پھر حضور علیہ السلام سے یہ خلافت و نیابت کا منصب و مقام حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو ملا اور پھر ائمہ اہل بیت سے حضور محبوب سبحانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک یہ مقام بلند ورفیع پہنچا۔

اعلیٰ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''تکمیل وارشادِ

باطنی کا سہرا اسی نوشاہِ بزمِ عرفان کے سر ٹھہرا۔ غوث قطب ابدال و اوتاد اسی سرکار کے محتاج اور طالبانِ وصلِ الٰہی کو اسی بارگاہ کی جبیں سائی معراج۔

سلامی ہے جس کے در کا ہر ولی ہے
علی ہے ہاں علی ہے ہاں علی ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نیابت عامۃ وخلافت تامۃ حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کو حاصل، عالم علوی وسفلی میں ان کا حکم جاری فرماں روائے کن کو ان کی زبان کی پاسداری، تدابیر وتصرف کی باگیں ان کے ہاتھ میں دی گئیں...... سکہ وخطبہ ان کا ملاء ادنیٰ سے عالم بالا تک جاری ہوا۔ دین ودنیا میں جو جسے ملتا ہے اُن کی بارگاہِ عرش اشتباہ سے ملتا ہے حضور ارشاد فرماتے ہیں اعطیت مفاتیح الارض اور فرماتے ہیں:

اوتیت مفاتیح کل شی۔
مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

علماء فرماتے ہیں نبی ﷺ خزانہ راز ہیں، اور انہی کے توسط سے عالم کے سب کام نفاذ پاتے ہیں۔ عالم میں کوئی اُن کے ارادہ ومشیت کو پھیرنے والا نہیں، پھر حضور کی بارگاہ میں یہ کارِ خطیر و منصبِ جلیل حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو مرحمت ہوا تمام اقطابِ عالم اس جناب کے زیرِ حکم، مدبرات الامر میں سروروں پر سروری افسروں پر افسری جملہ احکام عزل ونصب، عطاومنع وکن ومکن انہیں سرکارِ والا سے شرفِ امضاء پاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حاجت مندان عالم اپنے مطالب ومقاصد میں ان سے استمداد کرتے ہیں اور آستانِ فیض نشان پر سرِ ارادت دھرتے ہیں یہاں تک کہ عرف مسلماناں میں مولا مشکل کشا اس جناب کا نام ٹھہرا اور نادِ علیًا مظہر العجائب کا غلغلہ سمک سے سماک تک پہنچا۔ (مطلع القمرین صفحہ ۳۱، طبع جامعہ اسلامیہ کھاریاں)

ایک مقام پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے قاضی مظہری علیہ الرحمۃ کی السیف المسلول کے حوالے سے لکھا:

''کارخانہ ولایت کے فیوض وبرکات جو خدا کی بارگاہ سے اولیاء اللہ پر نازل ہوتے ہیں پہلے ایک شخص پر اترتے ہیں اور اس شخص سے تقسیم ہو کر اولیائے وقت میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ واستعداد کے برابر پہنچتے ہیں اور کسی ولی کو بھی اس کی وساطت کے

بغیر کوئی فیض نہیں پہنچتا اور اہل اللہ میں سے کوئی بھی اس کے وسیلہ کے بغیر درجۂ ولایت نہیں پا تا جزئی اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء ونقبا اور تمام اقسام کے اولیاء اللہ اس کے محتاج ہوتے ہیں اس منصب بلند والے کو امام اور قطب الاقطاب بالاصالۃ بھی کہتے ہیں اور یہ منصب عالی ظہور آدم علیہ السلام کے زمانے سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی روح پاک کے لیے مقرر تھا اس کے بعد ذکر فرمایا کہ ائمہ اہل بیت سے یہ مقام حضور غوث اعظم کو ملا اور امام مہدی کے ظہور تک آپ اس مقام پر ہوں گے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ صفحہ ۸۱۱)

اعلیٰ حضرت آگے مزید تحریر فرماتے ہیں:

"میاں اسماعیل صراطِ مستقیم میں لکھ گئے حضرت مرتضیٰ کو ایک گونہ فضیلت حضرات شیخین پر بھی ثابت ہے اور وہ فضیلت متبعین کی کثرت اور مقامات ولایت بلکہ تمام خدمات قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرھا میں وساطت کے لحاظ سے ہے سب حضرت مرتضیٰ کے عہد کریم سے لے کر اختتام دنیا تک ان ہی کے واسطے سے ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، صفحہ ۸۱۵)

حضرت قاضی مظہری کا مزید ارشاد

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مظہری عثمانی مجددی رحمۃ اللہ علیہ السیف المسلول میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"انا مدینة العلم و علی بابھا سے مراد علم ظاہر نہیں ہے کیونکہ اس میں سب صحابہ کرام شامل ہیں بلکہ اس سے مراد علم باطنی ہے اور قطب ارشادِ کمالات ولایت کے حضرت علی مرتضیٰ ہیں وہ دیگر صحابہ دریں کمالات ولایت بوئے محتاج اند اور دوسرے صحابہ کرام کمالات ولایت میں آپ کے محتاج ہیں۔" (السیف المسلول فارسی صفحہ ۲۳۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بلند سب سے بہتر و افضل لوگوں کو اپنے محبوب کریم علیہ السلام کے صحابہ ہونے کے لیے منتخب فرمایا۔ یہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں کہ کوئی بھی

شخص محبت و ریاضت کسب و مجاہدہ سے ان کے مقام رفیع تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضور علیہ السلام کی صحبت بابرکت کے فیض سے تمام صحابہ کرام ولایت باطنی اور روحانی بلندی کے اس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ بعد میں آنے والے اس کا ادراک تک نہیں کر سکتے۔

نامور مورخ ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی لکھتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحابہ کرام کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے صحابہ سے مخصوص فرمایا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مال و جان پر ترجیح دی اور آپ کے لیے ہر حالت میں اپنی جانوں کو قربان کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے شرک کو ذلیل کیا اور سرداران شرکت کو ختم کیا ان پاکیزہ نفوس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ وہ زندگی میں بھی اللہ کے دوست تھے اور موت کے بعد بھی زندہ ہوں گے وہ آخرت میں پہنچنے سے پہلے ہی آخرت کی طرف سفر کر گئے وہ دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ابھی تک دنیا میں موجود ہیں۔'' (مروج الذہب حصہ سوم صفحہ ۸۰)

مشاجرات میں اہل سنت کا موقف

اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کے ماسوا کوئی بھی معصوم نہیں ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بلند مرتبہ کے باوجود غیر معصوم انسان تھے، ان کے آپس میں جتنے اختلافات ہوئے یا جھگڑے ہوئے ان کے بارے میں کف لسان کا حکم دیا گیا ہے حضرت پیر سید مہر علی شاہ مجدد گولڑوی علیہ الرحمۃ تمام ابحاث کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کر کے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''واجب العصمت تو صرف ملائکہ و انبیاء ہیں نہ صحابہ کرام، ان کے باہمی اختلاف کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہمیں تو نہیں دیا گیا اور نہ ہی ہم سے سوال ہو گا تم نے فیصلہ کیوں نہیں کیا نہ ہم اس وقت موقع پر حاضر تھے اور نہ ہی ان کے تنازع کے درمیان بولنا ہمیں زیب دیتا ہے۔'' (ملفوظات مہریہ صفحہ ۱۱۱، ملفوظ ۱۵۰)

حضرت جناب علی مرتضیٰ و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مشاجرات کے بارے میں تمام اہل

سنت کا موقف یہ ہے کہ ان جنگوں میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور آپ کے مخالفین خطاء پر تھے، تاہم ان میں سے کسی ہستی پر طعن وتشنیع کرنا، لعن طعن کرنا حرام ہے۔ خطاء کے بارے میں علمائے اہل سنت کے دو نظریے ہیں، ایک نظریہ یہ ہے کہ یہ خطاء اجتہادی تھی اور دوسرا نظریہ یہ ہے کہ خطاء منکر تھی، علامہ عینی حنفی شارح بخاری، مولانا عبدالرحمن جامی اور بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی محققین کے نزدیک یہ خطاء منکر ہے امام عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

''قلت کیف یقال کان معاویۃ مخطئًا فی اجتہادہ فما کان الدلیل علی اجتہادہ۔ میں کہتا ہوں کہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاء اجتہادی تھی اور ان کے اجتہاد پر کیا دلیل ہے جبکہ انہیں یہ حدیث پہنچ چکی تھی کہ حضرت عمار بن یاسر کو باغیوں کا گروہ شہید کرے گا اور عمار کو حضرت امیر معاویہ کی فوج نے شہید کیا۔'' (عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۲۴، صفحہ ۲۸۶)

حضرت صدرالشریعۃ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ بہارِ شریعت میں لکھتے ہیں:

''خطا دو قسم ہے خطائے عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں ہے اور خطائے اجتہادی یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس سے اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا یہ وہ خطائے اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہوتا ہو، دوسری خطائے منکر یہ وہ خطائے اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے گا کہ اس کی خطاء باعثِ فتنہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے خلاف اسی قسم کا تھا۔'' (بہارِ شریعت جلد اول صفحہ ۵۴)

لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ خطاء منکر سے آگے کوئی تنقیص کا کلمہ استعمال کرنا، توہین کرنا ہرگز جائز نہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شرف صحبت مسلم ہے اور صحابہ کرام کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا طریقہ روافض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو روافض وخوارج ونواصب کے شر سے محفوظ فرمائے۔ حضرت قاضی برخوردار ملتانی نے کتاب ھذا کے صفحہ ۵۷ پر صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ

''امیر معاویہ کو بے ایمان، مرتد، ملعون سمجھنا ان کی تذلیل وتوہین کو محبت اہل بیت سمجھنا خلاف طریقہ اہل بیت نبوی واولیاء کرام نیز خلاف نبی سید الانام ہے۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فتاویٰ عزیز میں ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے:

''حضرت معاویہ بن ابی سفیان صحابی ہیں اور آنجناب کی شان میں بعض احادیث بھی وارد ہیں آنجناب کے بارے میں علمائے اہل سنت میں اختلاف ہے۔ علماء ماوراء النہر اور مفسرین وفقہاء کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حرکات جنگ وجدل جو حضرت علیؓ کے ساتھ ہوئیں وہ صرف خطاء اجتہادی کی بناء پر تھیں محققین اہلِ حدیث نے بعد تتبع روایات دریافت کیا ہے کہ یہ حرکات شائبہ نفسانی سے خالی نہ تھے۔'' (فتاویٰ عزیزی، صفحہ ۲۵۰)

اور اسی فتاویٰ میں صفحہ ۴۳۶ پر لکھا ہے کہ اجتہاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ خواہشات نفسانی سے بالاتر ہو۔

کتاب کے بارے میں

قاضی برخوردار ملتانی علیہ الرحمۃ نے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے احوال پر اس کتاب میں بہت محنت کی ہے۔ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے والد گرامی سے لے کر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک شجرۂ نسب کے تمام افراد کے حالات قلمبند فرمائے۔ نیز سرکار غوث پاک کی مشہور ترین کرامت مستند کتب سے ثابت کی گئی ہے جس میں ڈوبا ہوا بیڑا ترانے کا ذکر ہے۔

مسئلہ قرطاس اور فدک کے معاملہ میں اہل سنت کے مذہب کی حقانیت کو نہایت قوی دلائل سے ثابت کیا اور شیعہ کے دلائل کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ تاہم علماء معصوم نہیں ہوتے، ہر عالم کے دوسرے عالم سے اختلاف کا حق حاصل ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> ''ایک فائدہ ایمانیہ ہمیشہ نصب العین رکھنا چاہیے کہ اگر دامن انصاف پکڑ کر اس پر عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ بہت کام آئے گا اور اکثر تسویلات ابلیس لعین سے بچائے گا کہ علماء سب بشر تھے اور سہو وخطاء سے غیر معصوم، ہر شخص کے کلام میں اگرچہ کیسے ہی درجۂ علوشان ورفعت مکان میں ہو ایک دو لغزشیں ضرور ہوتی ہیں وہاں کامل معیار اکابر سلف وجمہور کے کلمات ہوتے ہیں نہ یہ کہ کسی عالم سے جو لفظ سبقت قلم سے نکل گیا اسے حرزِ جان کیجیے۔'' (مطلع القمرین صفحہ ۱۸۱، مکتبہ بہارِ شریعت)

اس کتاب میں بھی قاضی صاحب نے زہر خورانی امام حسن رضی اللہ عنہ اور نکاح سیدہ ام کلثوم

رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بعض ایسی روایات نقل کی ہیں جو درایت و روایت کے لحاظ سے پایۂ استناد تک نہیں پہنچ پاتیں اس لیے اہلِ علم ان کے ردو قبول کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں اور اہلِ انصاف کو دلائل پر غور و فکر کرنے کا موقع بھی ملنا چاہیے۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس سے خصوصی نسبت اور تعلق وعقیدت کی بناء پر کتاب ھذا کی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبول عطا فرمائے۔ آمین

ظہور احمد چشتی گولڑوی

عرضِ ناشر

زاویہ پبلشرز عقائد و نظریات کے حوالے سے دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف اور بالخصوص ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازھری کے دامن سے وابستہ ہے، تاریخی علمی وراثت اور معلوماتی ذخیرے عوام الناس تک پہنچانے میں ہمہ دم مصروف عمل ہے، بعض احباب کے اصرار پر کتاب ھذا کی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے، اگر اہلِ علم کو ہماری کسی مطبوع کے کسی مقام پر اختلاف ہو تو وہ شائستہ ادبی زبان میں لکھ کر ہمیں ارسال کریں۔ ادارہ بصد شکریہ بلا حیل و حجت اس کی اشاعت کا اہتمام کرے گا۔

احوالِ مصنف

العلماء عمدۃ الفضلاء محسنِ اہلسنت قاضی محمد برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علمی حلقوں میں تعارف کی محتاج نہیں ہے، "نبراس علیٰ شرح العقائد" پر آپ کا مفصل حاشیہ القسطاس عرصہ دراز سے اہلِ تحقیق کے لیے رہنمائی کا سامان مہیا کر رہا ہے، القسطاس کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی آشکار ہو جاتی ہے کہ قاضی محمد برخوردار ملتانی بیک وقت تمام علومِ عقلیہ ونقلیہ پر کامل دسترس رکھتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم رسمیہ کے ساتھ علوم باطنیہ سے بھی نواز رکھا تھا، شرح نبراس میں حسبِ موقعہ شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہما جیسے بزرگوں کی اسرار و معارف سے لبریز کتب سے استفادہ کرتے ہیں، کہیں امام غزالی و امام رازی کے چمنستان علم وحکمت سے خوشہ چینی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کہیں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے علم کے موتی چن چن کر قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ یہ سب شواہد بتاتے ہیں کہ قاضی صاحب موصوف علومِ شریعت وطریقت کے مجمع البحرین ہیں۔

محترمہ ڈاکٹر عذرا شوذب صاحبہ نے اپنی تصنیف "ملتان میں اردو نثر کا آغاز وارتقاء" میں قاضی صاحب کی تصانیف کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور آپ کے کچھ احوال بھی ذکر کر دیے ہیں۔

قاضی محمد برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے آباء واجداد افغانستان سے ہجرت کر کے ملتان تشریف لائے تھے۔ آپ کا تعلق افغان قوم کے مشہور قبیلہ نادر سے تھا۔ قاضی صاحب علومِ عقلیہ ونقلیہ کے ساتھ ساتھ اردو، عربی، فارسی، پشتو اور پنجابی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے دور کی عظیم روحانی شخصیت شیخ المشائخ مسند آرائے خانقاہ قادریہ حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ حضور سید صدر الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہ کر مختلف مواقع پر ترجمانی کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ ڈاکٹر صاحبہ لکھتی ہیں۔

قاضی برخوردار، حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور اُن کے خانوادے کے ایسے مؤدب اور مہذب مرید نظر آتے ہیں جو اپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت وارادت رکھتا ہے، اسی لیے

اُن کی تصانیف میں عربی اور فارسی کے اثرات کے علاوہ تصوف کی ایک باطنی لہر بھی نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ (ملتان میں اردو نثر کا آغاز وارتقاء صفحہ: ۱۵۰)

مورخ سید محمد اولاد علی گیلانی نے بھی اپنی تصنیف ''مرقع ملتان'' میں صفحہ ۵۵۷ سے ۵۵۹ تک قاضی محمد برخوردار ملتانی کا تذکرہ کیا ہے۔

قاضی محمد برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اور آباء و اجداد کے ایمان کے موضوع پر ایک عظیم تحقیقی کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ''ارشاد الغبی الیٰ اسلام آباء النبی'' ہے اس کے علاوہ اہل بیت کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت خواجہ ابوطالب کے ایمان ونجات کے لیے ''القول الجلی فی نجات عم النبی ابی العلی''نام سے رسالہ تصنیف فرمایا۔

نبراس علیٰ شرح العقائد پر قاضی محمد برخوردار ملتانی علیہ الرحمۃ کا مفصل حاشیہ القسطاس المعروف حاشیہ نبراس ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے، قاضی صاحب نے اپنی حیات میں اسے چھپوایا تھا پھر عرصہ دراز کے بعد استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نگرانی میں ذاتی دلچسپی کی بناء پر شیخ عبدالحق اکیڈمی بندیال شریف سے طبع کروایا۔ بعدازاں پشاور اور کوئٹہ سے متعدد بار چھپ چکا ہے اور دستیاب ہے بالخصوص افغانستان اور سرحد کے مدارس کے مدرسین شرح عقائد پڑھاتے وقت اس سے استفادہ کرتے ہیں اور اس کی مقبولیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

اہلِ علم کے لیے قاضی برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا یہ پہلو قابلِ تقلید نمونہ ہے کہ آپ نے متعدد مقامات پر صاحب نبراس کے نقطۂ نظر سے اختلاف کیا مگر کہیں بھی کوئی ناشائستہ وناز یبا جملہ نہیں لکھا ہے۔ انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ صاحب نبراس کا ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی اختلاف کا اظہار فرمادیتے ہیں۔ آغاز کتاب میں جن القابات کے ساتھ صاحب نبراس علامہ پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے:

> الحافظ العلامة الحبر افهامة حامل لواء الشريعة محقق المسائل الاعتقادية صاحب التصانيف الجليلة محدث و مفسر حاوی للمعقول والمنقول ماهر للفروع والاصول۔ (حاشیہ نبراس صفحہ:۲)

زیرِ نظر کتاب قاضی صاحب کی بہت تحقیقی اور اہم تصنیف ہے۔ اس میں حضور نبی کریم علیہ السلام کی

سیرت کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مختصر حالات ہیں۔ حضور غوثِ اعظم کے والد گرامی سے سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ تک تمام آباءواجداد کا تذکرہ بھی ہے۔

جمادی الاول ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء میں آج سے سو سال پہلے صابر یہ کتب خانہ ملتان سے یہ کتاب شائع ہوئی تھی، عرصہ سے یہ کتاب نایاب تھی، اللہ بھلا کرے، محسنِ اہلسنت حضرت علامہ پیر سید زین العابدین راشدی مدظلہ العالی کا جنہوں نے اپنی ذاتی کتب خانہ سے یہ کتاب عنایت فرمائی اور مجاہد اہل سنت علامہ قاری ظہور احمد چشتی گولڑوی نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے اظہارِ عقیدت کے لیے اس کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔

طابع وناشر محترم نجابت علی تارڑ اور ان کے تمام معاونین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

محمد کامران نقشبندی

فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

۹/اگست ۲۰۱۲ء

غوث الاعظم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر ذکر سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین المرسل الی کافۃ الخلق اجمعین سیدنا فی الوجود صاحب لواء الحمد ومقام المحمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

نام ونسب وغیرہ حضور سرور عالم کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ الذبیح۔ مورخین واصحاب السیر نے آپکی ولادت ربیع الاول کی بارہویں تاریخ سنہ ۴۲ جلوس خسرو اعظم کسریٰ نوشیروان مین لکھی ہے۔ (سید اقبال سیرۃ النبی وخمیس) آپ کی ولادت کا وقت تمام جبار شام معلوم ہوگیا تھا۔ وجہ علم یہ بیان کیجاتی ہے۔ کہ اُن کے پاس جُبہ یحییٰ خون آلودہ محفوظ تھا۔ اور اسکی نسبت پیشینگوئی بھی یہ تھی۔ کہ جسوقت یہ جُبہ سفید ہوجائے۔ اور خون کے قطرات اس سے ٹپکین۔ تو وہی وقت خاتم النبیین محمد رسول اللہ کے والد کی ولادت کا ہوگا۔ آپ نہایت ہی خوبصورت صاحب جمال تھے حضرت یوسف پر صرف زلیخا کا عشق مشہور تھا یہان تمام نساء قریش آشفتہ ووالۂ تھین۔ ذبیح باین وجہ لقب ہوا۔ کہ آپکے والد عبدالمطلب نے بوجہ قلت اعوان بوقت حفر زمزم یہ منت مانی۔ کہ اگر خدا تعالےٰ نے مجھے دس فرزند عطا کئے۔ اور ہر ایک بالغ طاقتور ہوکر میرے دست بازو ہوا۔ تو ایک فرزندان مین سے پتھد ذبح کرونگا۔ جب یہ مراد پوری ہوئی۔ تو ایفاء نذر کیلئے ہوتے ہوتے حضرت عبداللہ کا

نام متعین ہوا۔ عبد المطلب نے اپنے فرزند عبد اللہ کا ہاتھ پکڑا۔ اور چھری میان مین کرتے ہوئے بجانب مذبح روانہ ہوئے۔ قریش مطلع ہوکر دوڑے کہ یہ کیا معاملہ ہے عبد المطلب بجد تھے۔ کہ ذبح کرنا ضروری ہے۔ قریش مانع ہوئے۔ کہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ آخر دانایان قوم نے اپنی رسم و رواج کے موافق یہ فیصلہ کر دیا۔ کہ دس دس شتر پر قرعہ اندازی کرتے جاؤ۔ حتے کہ قرعہ اندازی بنام شتران قائم ہو۔ دسوین دفعہ قرعہ اونٹونکے نام برآمد ہوا۔ مبارک سلامت کا غلغلہ ہوا۔ سو اونٹ قربانی کر دیے گئے۔ اور حضرت کی مخلصی ہوئی۔ چونکہ ذبح کے لئے پہلے پہل آپکا نام متعین تہا۔ اسلئے ذبیح کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حدیث شریف مین بھی ہے۔ کہ انا ابن الذبیحین ایک ذبیح سے حضرت اسمٰعیل یا حضرت اسحاق علے اختلاف الروایات مراد ہین۔ اور دوسرے سے حضرت عبد اللہ والد حقیقی

ابن عبد المطلب ان کا نام شیبۃ الحمد تھا۔ وجہ تسمیہ مین لکھا ہے۔ کہ پیدا ہوتے ہی سر مین سفید بال تھے۔ ابن قتیبہ کا قول ہے۔ کہ نام عامر تہا۔ کنیت ابو الحرث تھی۔ عبد المطلب کے نام پر بایں وجہ مشہور ہوئے۔ کہ جب وہ گم ہوگئے تھے۔ تو اُنکے چچا مطلب اُن کو تلاش کرکے ردیفا سوار کرلائے۔ چونکہ اُن کی حالت و شکل و شباہت متغیر تھی۔ اسلئے رستہ مین پوچھنے والون کو اُن کا نام عبد بتلایا کرتے۔ کیونکہ اپنی شرافت و ناداری پر اس ہیئت مین برادر زادہ کہنا پسند نہ کیا۔ پھر لوگون نے عبد المطلب کہنا شروع کر دیا۔ اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ شیخ عبد الحق دہلوی مدارج النبوۃ مین یہ وجہ لکھی ہے۔ کہ کہ بعد از وفات پدر چچا مطلب کی پرورش مین تھے اس لئے برسم عرب عبد المطلب سے نامزد ہوئے۔ آپ سخاوت مین مشہور تھے۔ ابن قتیبہ معارف مین لکھتا ہے۔ کہ آپکے لنگر خانہ سے انسان۔ وحوش۔ طیور سب فیضیاب ہوتے۔ غار حرا مین پہلے پہل آپ ہی عبادت مین مصروف ہوئے۔ مجاب الدعوۃ تھے۔ آپکا لقب فیاض تہا۔ فاطمہ بنت عمر بن عائذ سے نکاح کیا۔ سو ناقہ اور دس اوقیہ زر مہر مین دیا۔

ہاشمیون کے باوا آدم یہی ہین۔ محدثین۔ مفسرین۔ فقہا۔ مورخین۔ قاطبۃً متفق ہین کہ تمام روئے زمین پر کوئی ہاشمی ہنین ہوسکتا جب تک بحجۂ صحیح اسناد کے ساتھ حضرت

عبدالمطلب تک اپنا سلسلہ نہ پہنچا وے۔ انکی تحقیق مین سید راجن شاہ صاحب گیلانی ملتانی نے جو اپنے اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ ہونیکے علاوہ سمی کلام اللہ حضرت اقدس جناب موسیٰ پاک شہید قدس العزیز کے سجادہ مخدوم المخادیم رئیس ملتان حضرت مخدوم محمد صدر الدین شاہ صاحب دام مجدہم کے برادر عزیز بھی ہین۔ ایک رسالہ جسے گوہر نایاب یا آفتاب و عالمتاب کہین۔ توبھی ناموزون نہ ہوگا بنام دلیل المتحیرین[۱] تالیف کرکے شائع کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ بن ہاشم آپ کا نام عمرو ہے۔ ہاشم باین وجہ مشہور ہوئے۔ کہ آپ مساکین و فقرا کے لئے بزمانہ قحط ثرید تیار کرتے۔ اور کہلاتے۔ تاریخ خمیس مین لکھا ہے۔ کہ ہاشم اپنی قوم کا برگزیدہ اور عالی مرتبہ تھا۔ مہمانوں کے لئے دسترخوان دوامی بچھا رہتا۔ مسافرونکا ہمدرد و خائفین کا ملجا تھا۔ رسول اللہ کا نور انکی جبین مین چمکتا تھا۔ حبر من الاحبار اگر دیکھ لیتا۔ تو بجز دست بوسی چل نہین سکتا تھا۔ گل و بوٹا وغیرہ سجدہ کرتے۔ احبارون نے اپنی دختران جمیلہ نکاح کے لئے پیش کین۔ ہرقل روم نے اپنی لڑکی اجمل النسا کی درخواست بھی کی۔ لیکن یہ سب نامنظور ہوئین۔ سلمیٰ بنت عمرو بن زید بن سہیلا سے نکاح ہوا۔ یہی ہاشمی ہین۔ جن کے نام پر ہاشمی مشہور ہین ولہ مناقب و فضائل

---

[۱] محدثین اور فقہاء متقنین اور مورخین محققین سے کالشمس فی النہار ثابت کرکے دکھلایا ہے کہ حضرت ہاشم کی اولاد بجز وساطت حضرت عبدالمطلب ناممکن ہے۔ ہم نے اس رسالہ کو بغور مطالعہ کیا۔ اور منقولات کو منقولات عنہا سے مقابلہ کیا۔ حرف بحرف صحیح پایا۔ یقین ہوا کہ حضرت غوث زمان فخر ملتان حضرت بہاؤالدین ذکریا قدس اللہ العزیز فقط قریشی نسب تھے۔ نہ ہاشمی علاوہ ازین ہم تفحص مین بھی رہے۔ کہ شاید بطور اختلاف ضعیف ہی کہین سے پتہ چل پڑے۔ کہ آپ ہاشمی ہین۔ لکن انی ذالک بلکہ کتب بینی کرتے ہوئے خیال ہوا۔ کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو ہندوستان کے محققین علماء سے ہین اور انہون نے مدارج النبوۃ کے جلد دوم نسب النبی مین بھی بیان کیا ہے۔ فورا اسے بھی دیکھ لین۔ شاید موقعہ ہاتھ آجائے۔ دیکھا تو اس مین یہی لکھا تھا۔ کہ ہاشم چہار پسر داشت اسد کہ پدر والدہ علی المرتضیٰ است و نضلہ و صفی و عبدالمطلب کہ جد پیغمبر است و ازہمہ اولاد نماند مگر از عبدالمطلب انتہی"۔ پھر کچھ عرصے کے بعد گنجینہ سروری مفتی غلام سرور قریشی کی حضرت بہاؤالدین ذکریا کی اولاد دکھلاتا ہے۔ نظر سے گذری تو اس مین صاف لکھا تھا۔ کہ بہاؤالدین از عاظم اقطاب سلسلہ سہروردیست پیر ابخیر مین لکھا ہے۔ و سلسلہ آبائے وے بچند واسطہ بحضرت صدیق میرسد و روضۂ وے در ملتان اندرون قلعہ زیارتگاہ خلق است تاریخ ابن خلدون لکھا ہے۔ ولم یعلم لہاشم ولد غیرہ اے غیر عبدالمطلب اس پر طرہ یہ کہ جلسہ دربار تاج پوشی سلطان الوقت جارج پنجم خلد اللہ ملکہ بمقام دہلی مین منعقد ہوا تھا۔ تو حضرت مخدوم صدرالدین شاہ صاحب گیلانی سجادہ نشین بارگاہ

حضرت موسیٰ پاک شہید قدس اللہ العزیز نے اس ہیچمدان کاتب الحروف کو بھی باریابی کی عزت شرف لیب لسر ماکر سینت کا اعزاز بخشا تھا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جسقدر اس سفر میں اس عاجز پر آپ کی ذات بابرکات نے فیوضات ظاہری و باطنی مبذول فرمائے تھے۔ اس کا شمہ بھی اگر بیان ہو۔ تو دفتر سے ابد دام اللہ بقاء ہ ورفع درجاتہ و شانہ۔ القصہ اسی موقع پر خاص بوقت سعید میں تاجپوشی جانشین دام اقبالہٗ کے جلوس میں جناب پیرزادہ صاحب دام اقبالہٗ و عالیجناب فخر قوم رفیع القدر جناب سید شیر شاہ صاحب گیلانی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر یعنے دونوں آفتاب و ماہتاب ایک ہی منزل میں بمنزلہ قران السعدین جلوہ افروز تھے۔ اثناء گفتگو میں حضرت پیرزادہ صاحب نے رسالہ دلیل المتحیرین کی تحقیقات و تدقیقات کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سچ ہے۔ کہ وہ دونوں منفرد تھے۔ لیکن میرے پاس ایک کتاب خود حضرت زکریا ملتانی قدس اللہ سرہ العزیز کی تصنیفات سے ہے۔ انہوں نے خود اپنا نسب بیان کیا ہے کہ وہ قریشی ہیں نہ ہاشمی انتہیٰ

بن عبد مناف ان کا نام مغیرہ تھا۔ بن قصی۔ تصغیر ہے قصی کی۔ قصی بعید کو کہتے ہیں چونکہ آپ اپنے قبیلہ سے بعید تھے۔ یعنی بوجہ خدمت والدہ بلاد قضاعہ میں جا کر بسے۔ اس لئے قصی کے نام سے مشہور ہوئے۔ ورنہ نام آپ کا مجمع تھا۔ بن کلاب ان کا نام حکیم یا عروہ تھا۔ عرب کی عادت تھی۔ کہ اپنے غلاموں کے نام تو اچھے رکھتے اور لڑکوں کے نام بُرے مثل کلاب۔ سباع۔ ذئب وغیرہ۔ ایک دفعہ اعرابی سے کسی نے پوچھا۔ کیا وجہ ہے۔ کہ تم اپنے لڑکوں کے نام قبیح رکھتے ہو۔ اور غلاموں کے حسن۔ اس غیرت مند نے جواب دیا۔ کہ ہم غلاموں کے نام اس لئے عمدہ رکھتے ہیں۔ کہ ہمارا دل خوش ہو۔ اور لڑکوں کے نام اس لئے مہیب رکھتے ہیں۔ کہ دشمنوں کا جگر پاش ہو۔ کلاب بھی اس قبیل سے ہوگا۔ کلب محاورہ عرب میں شیر کو بھی کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں بھی یہ معنے مستعمل ہوا ہے۔ یا کالبت العدا و مکالبتہ کے قبیل سے ہوگا۔ بن مرہ بن کعب یہ وہ پہلے بزرگ ہیں۔ جو قریش کو جمعہ کے دن جمع کر کے خطبہ سناتے۔ اور بعثت سرور کائنات کے علامات و برکات کا وعظ فرماتے۔ اور معلوم کراتے کہ وہ رسول مکرم ہماری اولاد سے ہوگا اور قریش کو فہمائش کرتے کہ ان کے ساتھ ایمان لانا اور اتباع کرنا اور دردناک لہجہ میں یہ شعر زبان پر لاتے۔ ؎

یا لیتنی شاھدا نجواء دعوتہ   اذا قریش یبغی الحق خذلانا

کلاب۔ لقب بہ لانہ کان یحب الصید وکان اکثر صیدہ بالکلاب ۱۲

ہائے افسوس ہیں سرورِ عالم کی دعوت اسلام ہیں حاضر ہوتا۔ جبکہ قریش حق کو مخذول کرکے نکال دیں گے۔ بن لوی تصغیر ہے۔ لای کی اور لائی ثور یعنی بیل کو کہتے ہیں۔ بن غالب۔ بن فہر۔ فہر کا نام قریش ہے۔ قریش انہیں کیطرف سے منسوب ہیں جو ما فوق فہر ہے۔ ان کو کنانی کہتے ہیں۔ نہ قریشی قریش کی وجہ تسمیہ میں چند اقوال ہیں مشہور تو یہ ہے۔ کہ قریش ایک آبی جانور کا نام ہے۔ کہ وہ تمام آبی حیوانات پر غالب رہتا ہے۔ چونکہ وہ بھی دیگر اقوام پر غالب رہتے تھے۔ اس لئے قریش کے نام پر موسوم ہوئے تھے بعضے یوں کہتے ہیں۔ کہ قریش تقرش سے ماخوذ ہے۔ اور اسکے معنے اکٹھا ہونے کے ہیں۔ یہ قوم بھی متفرق ہونے کے بعد حرم شریف میں جمع ہوئی تھی۔ اس لئے اس نام سے پکارے گئے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ قریش ماخوذ ہے تقریش سے جسکا معنے تفتیش ہے چونکہ مسافروں کی تفتیش کرتے ہوئے مناسب ہمدرد ہوا کرتے تھے بانوجہ اس نام سے نامزد ہوئے۔

نادرہ اب ہم یہ بھی بتلاتے ہیں۔ کہ غالب داخل النسب ہے۔ اور دو فرزند دیگر غالب کے بھائی محارب اور حرث بھی تھے۔ جو خارج النسب ہیں۔ محارب سے قبیلہ بنو محارب اور حرث سے بنو الخلج پیدا ہوئے۔ انہیں سے ابو عبیدہ بن جراح صحابی ہیں۔ جو منجملہ عشرہ مبشرہ کے ہیں۔ پھر غالب سے لوی داخل النسب ہیں۔ تیم الادرم اس کا بھائی ناقص الذقن بھی خارج النسب ہے۔ تیم مذکور سے بنو الادرم ہیں۔ پھر لوی کے چھ پسر ہوئے۔ ایک کعب یہ داخل النسب ہے۔ باقی پانچ خارج النسب ہیں۔ جن کے نام سعد خزیمہ۔ حارث۔ عامر۔ اسامہ و جشم۔ ان کی اولاد بجز حارث اپنے اپنے باپ کی طرف منسوب ہوا اولاد عامر لوی سے عمرو بن عبدود سوار و شجاع عرب ہے جسکے مقابلہ میں بمقام غزوہ خندق کوئی صحابی نہ نکلا اور اسد اللہ علی المرتضیٰ نے بخدمت سرور عالم خود درخواست کرکے مقابلہ کیا۔ اور اسے قتل کر ڈالا اسی موقعہ پر بعض کتب میں لکھا ہے کہ حضور سرورِ عالم نے فرمایا کہ مبارزة علی خیر من عبادة الثقلین پھر کعب سے مرة داخل النسب ہے اور دو بیٹے ہصیص اور عدی ہیں ہصیص سے بنو جمیح کا قبیلہ ہے جن کے مشاہیر سے امیہ بن خلف اور

اُبی بن خلف دشمنان سرور عالم ہین - اور عدی سے قبیلہ بنی عدی ہے جن کے
حضرت عمر فاروق رض اور سعید بن زید ہین - جو عشرہ مبشرہ سے ہین - پھر مرہ سے کلاب داخل
ہین - دو فرزند دیگر تیم اور لقیط ہین - ابوبکر رض صدیق قبیلہ تیم کے مایہ فخر ہین - اور حضرت
طلحہ رض منجملہ عشرہ مبشرہ بھی - اور لقیط سے بنو مخزوم کا قبیلہ مشہور ہے جس کی طرف
خالد بن ولید اور ابوجہل فرعون ہذہ الامۃ ملتے ہین - پھر کلاب سے قصے داخل النسب
ہین - بنو زہرہ کا قبیلہ انہین کیطرف منسوب ہے - عشرہ مبشرہ کا سعد بن ابی وقاص رض اور
عبد الرحمٰن بن عوف اسی قبیلہ کے ہین - حضرت آمنہ رض والدہ مکرمہ سرور عالم بھی اسی
قبیلہ کے درۃ التاج ہین - یہ قصی عظیم الشان اور تمام قریش کے سربر آوردہ تھے - خانہ
کعبہ کی کلید برداری جو خزاعہ کی قابو مین آگئی - اور قریش کمزور سمجھے جانے لگے تھے
انہون ہی نے اس سے واپس کرالی - اور قریش کو جمع کرکے اُن کی شرافت و بزرگی کو
متحقق اور مضبوط کر دیا - پھر قصی سے عبد المناف داخل النسب ہے - اور دو پسر عبد العزیٰ
و عبد الدار خارج النسب ہوے - عبد الدار سے قبیلہ بنو شیبہ ہوا - نضر بن الحارث
دشمن سرور عالم اس قبیلہ کا تھا - جسے سرور عالم فداہ ابی و اُمی نے یوم البدر قتل
کیا - اور عبد العزیٰ سے زبیر بن عوام اصحابی ہین - جو عشرہ مبشرہ کی سلک مین منسلک
ہین حضرت خدیجہ بنت خویلد ام المومنین بھی - اس خاندان کی عزت افزا ہین - اور
ورقہ بن اسد بھی - پھر عبد المناف سے حضرت ہاشم داخل النسب ہین - عبد الشمس
اُمیہ ہوئے - جس کی طرف بنو اُمیہ منسوب ہین - انہین مین سے حضرت عثمان غنی رض
معاویہ بن ابی سفیان - سعید ابن العاص - عقبہ بن ابی معیط - عقبہ بن ربیعہ بھی ہین - اُسی
عقبہ کی لڑکی ہندہ ہے - جو معاویہ کی بیوی ہے -

عقبہ بن ابی معیط کو سرور عالم نے جنگ بدر مین قتل کیا - مطلب سے قبیلہ مطلبیون
ہے - امام شافعی رح انہین کے برگزیدہ ہین - اور نوفل سے نوفلیون ہین - پھر ہاشم سے
عبد المطلب داخل النسب جد رسول اللہ خاتم النبیین ہین - ماسوائے عبد المطلب
کوئی لڑکا حضرت ہاشم کا نہین سُنا گیا - جسکا نسب چلا ہو - الا کذا با و مردود

پھر عبدالمطلب سے عبداللہ والد ماجد سرور عالم و خسل النسب پیدا ہوئے۔ باقی اُن کے تمام بھائی حضرت حمزہ رض حضرت عباس رض۔ ابو طالب۔ ابو لہب۔ غیداق وغیرہ ہین۔ پھر حضرت عبداللہ سے قبلۂ کون و مکان سلطان ہر دو جہان شافع روز جزا حبیب خدا جناب شفیعنا و سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اُس سال مین عزت افزائے ہوئے۔ جس مین ابرہہ بادشاہ حبش نے کعبہ شریفہ پر چڑھائی کی تھی۔ کذا نقلہ المولوی غلام احمد فرخ آبادی

بن مالک بن النضر ان کا نام قیس تھا۔ بن کنانہ بن خزیمہ تصغیر خزمہ ہے۔ اخزم بالفتح شگ کرنے کے معنے مین آتا ہے۔ شتر کی ناک مین نکیلی ڈالنے کے معنے مین بھی مستعمل ہے۔ بکری کو سیخ پر چڑھانا بھی اسی کا معنے ہے۔ بن مدرکہ بن الیاس کے ہمزہ کو کسر و فتح دونون سے پڑھا جاتا ہے۔

ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ آپ اپنی پشت مبارک سے سرور عالم کی لبیک ایام حج مین سنا کرتے تھے۔ بن مضر یہ پہلے وہ شخص ہین۔ جو اونٹون کو گیت یعنے حدا مین مست کیا کرتے تھے۔ ہمعصر انہین وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بن نزار۔ نزار بمعنی قلیل ہے۔ جب نور محمدی اُن کی پیشانی مین چمکا۔ تو اُن کے والد دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ اور عام دعوت کی۔ اور لوگون کو اس شکریہ مین کھانا کھلایا۔ اور کہا۔ کہ اس نعمت کے شکریہ مین یہ بالکل قلیل ہے۔ وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔ بن معد بن عدنان تا بس یہی نسب نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا۔ ابن مسعود نے جب یہ آیہ شریفہ تلاوت کی۔ الم یاتکم نبؤا الذین من قبلکم قوم نوح و عاد و ثمود والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ۔ تو فرمانے لگے کہ عدنان سے زیادہ تجاوز کرنیوالے نسابون جھوٹے ہین۔ اسی طرح ابن عباس رض وغیرہ کا قول ہے۔ (مواہب لدنیہ) حضور فداہ ابی و امی کی والدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف زہرہ بن کلاب بن مرہ تھین۔ یہ معلوم نہین ہوا۔ کہ حضرت آمنہ کا کوئی برادر تھا۔ کہ اُسے حضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ماموں کہا جائے۔ بنو زہرہ کا خیال ہے کہ ہم نبی کے ماموں ہین۔ کیونکہ حضرت آمنہ

ہم سے تمین- واللہ اعلم (معارف بن قتیبہ) سرورعالم کا سنہ ولادت عام الفیل ہے (اس کا قصہ سورہ الم ترکیف مین بیان کیا گیا ہے) اور یہی قول ہے ابن عباسؓ کا بعض علمارنے اس پر اتفاق کیا ہے سن ولادت سرورعالم عام الفیل ہے- اور نیز یہ بھی کہا ہے- کہ جو قول اسکے مخالف ہو- وہ وہم ہی وہم ہے- اسی طرح بقول مشہور باتفاق جمہور آپ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول مین ہوئی- تاریخ ولادت مین گو اختلاف ہے- لیکن قول محقق ۱۲ ربیع الاول ہے- طیبی نے لکھا ہے- اتفقوا علے انہ ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول- یعنی اس امر پر اتفاق ہے- کہ آپ بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول پیدا ہوئے- اتفاق منقول فیہ ہے- (ماثبت بالسنۃ فی ایام السنہ) کلینی شیعہ صاحب نے بھی اپنی اصول کافی کے جلد اول صفحہ ۲۷۷ چھاپہ نولکشور مین لکھا ہے- ولد النبی صلے اللہ علیہ وسلم لاثنتے عشرۃ لیلۃ مضت من شہر ربیع الاول فی عام الفیل الخ یعنے سرورعالم ۱۲ ربیع الاول عام الفیل مین پیدا ہوئے- حدیث صحیح مین وارد ہے- کہ سرورعالم سے دوشنبہ کی نسبت سوال کیا گیا- آپ نے جواب مین فرمایا- یہ وہ دن ہے جس مین مین پیدا ہوا-

سعید ابن المسیب سے مروی ہے- کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہوین ربیع الاول کے دن بوقت صبح پیدا ہوئے اس قول پر اجماع ہے- اور اہل مکہ کا اس پر عمل ہے- اسی تاریخ کو مولد رسول اللہ کی زیارت کیجاتی ہے شیخ امام شمس الدین محمد بن سالم معروف بخلالی کتاب جعفر کبیر مین لکھتے ہین- کہ امر صحیح ہے- کہ آنحضرت شہر ربیع الاول ۲۰ نیسان عام فیل نوشیروان کے زمانہ مین پیدا ہوئے- نیسان کا مہینہ ہمیشہ اپریل کے مطابق ہوتا ہے- تو اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی- کہ آپکی ولادت فصل ربیع مین ہوئی- مروج الذہب مسعودی سے یہ معلوم ہوتا ہے- کہ آپ کی ولادت سنہ ۵۷۱ء مین ہوئی- مؤرخ ابن الملقن مختصر التواریخ مین لکھتے ہین- کہ جسوقت نوشیروان فوت ہوا- حضور سرورعالم کی عمر تقریباً آٹھ برس کی تھی- وقیل غیر ذلک

لطیفہ

ربیع الاول[1] یہ مہینہ چونکہ خریف میں پہلا ہوتا تھا اور اس میں مینہ برستا تھا گھاس اگتی تھی۔ درختوں میں پھول آتے تھے۔ اس لئے اس کو ربیع الاول کہتے تھے۔ فصول میں عرب خریف سے ابتدا کرتے تھے۔ یہ اسلام میں نہایت مبارک مہینہ ہے۔ اس مہینہ کو بڑا شرف اس سے حاصل ہے کہ سرور عالم اس میں پیدا ہوئے۔ بارھویں شب یا دن کو اہلسنت مجلس مولود اس طور پر کیا کرتے ہیں کہ پاک وصاف مقام میں جمع ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی عالم باورع وفضائل ومناقب بیان کرتا ہے۔ ذکر ولادت باسعادت وحلیہ وصفات جلیہ ومعجزات بابرکات کا مذکور بھی ہوتا ہے (بعض خوش آواز مولود نظم بھی پڑھتے ہیں) بعد اختتام حضار پر ماحضر تقسیم بھی کرتے ہیں ذکر ولادت کیوقت قیام بھی کرتے ہیں۔ اگر یہ مجلس شب کو منعقد ہو تو چراغ یا لیمپ جھاڑ یا فانوس یا دیوارگیریں جلائے جاتے ہیں لیکن بجز ذکر میلاد کوئی چیز اس محفل کی جز نہیں سمجھی جاتی۔ اہل سنت اس مجلس کو جس طرح ۱۲ ربیع الاول میں کرتے ہیں اسی طرح دوسری تاریخوں اور دوسرے مہینوں میں بھی کرتے ہیں اور سب کا ثواب برابر سمجھتے ہیں حفاظ محدثین جواز مجلس میلاد کے قائل ہیں۔ احادیث صحیح سے اس کا استخراج کیا ہے فرقہ وہابیہ کو جواز مجلس میلاد کے انکار پر سخت اصرار ہے۔ یہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مجلس مولود باعث خیر وبرکت ہے اس سے شر وآفت دور ہوتی ہے جو لوگ تعصب سے اس کا انکار کرتے ہیں انکے لئے برے نتیجے ظاہر ہوتے ہیں میرے زمانہ میں دو واقعے عبرت انگیز ہوئے ہیں پہلا واقعہ نواب محمد علی خان بہادر والی ٹونک نے مرآۃ السنیہ در تقبیح مجالس المولودیہ میں مجلس مولود کی نسبت سخت زبان برتا تھا لیکن چند ہی روز کے بعد ولایت ٹونک سے معزول ہو کے بنارس میں بند کئے گئے عمر بھر مصیبت جھیلنی پڑی اور حکومت کی حسرت کو ساتھ لے گئے۔ دوسرا واقعہ نواب صدیق حسن [illegible] خان بہادر نے بعض

---

[1] مجمع البحار میں لکھا ہے کہ انہ شہر الامر بالامطار المجود فیہ کل ملا علی قاری رسالہ مولد النبی میں فرماتے ہیں
لہذا الشہر فی الاسلام فضل ومنقبۃ تفوق علی الشہور ربیع فی ربیع فی ربیع ونور فوق نور فوق نور

وجوہ سے بھوپال میں ایسا رشد پیدا کیا کہ امیر الملک والاجاہی کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ اتفاق سے
بھوپال میں کسی اہلسنت نے اپنے گھر مجلس میلاد کی۔ نواب صاحب نے برہم ہو کے سخت انزجار کیا یہاں
تک کہ مکان کھودنے کا حکم دیا۔ تھوڑے دن گذرے تھے کہ حکومت ہاتھ سے جاتی رہی خطاب
سلب ہو گیا۔ عزل کی تاریخ یہ ہے۔

چو نواب بھوپال معزول شد — بگیر بہ بند اَیُّھَا الْغَافِلُوْنَ
پئے سال تاریخ ہاتف زغیب — چنین گفت لَا یُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ

غرض یہ ایسا مہینہ ہے جس میں تواترات علمائے حرمین شریفین یہ ہے کہ شب دوازدہم کو بڑے
اہتمام سے مجلس مولود کرتے ہیں۔ حفاظ محدثین اس تعیین و تخصیص کو بہتر سمجھتے ہیں اور اس ماہ کو
شہر مولد النبی کہتے ہیں۔

(تقویم الاسلام علامہ وکیل احمد)

یا رب صل وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلہم

نادرہ[1] - حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ناجی اور صاحب ایمان تھے
علامہ سیوطی نے اس کے ثبوت میں چھ رسائل لکھے ہیں علامہ محمد بن عبد الرسول متوفی ۱۱۰۳ھ
برزنجی نے ایک مبسوط رسالہ اس مسئلہ میں لکھا ہے اور خوب تحقیق کی ہے اور حجج براہین کتاب و
سنت اس طرز سے بیان کیے کہ بجز تسلیم چارہ نہیں۔ علامہ آفندی شہیر عثمانی نے رسالہ
اثبات النجات والایمان لوالدی سید الاکوان بڑے زور شور کا لکھا ہے۔ ملا علی قاری سے
سخت تعجب ہے کہ اس نے عدم ایمان میں رسائل لکھ کر اپنی بے رونقی کی۔ قول مستحسن یہی

[1] ابن جوزی محدث جو سید احمد بن شاہ ولی اللہ کے مشائخ سے ہیں اس کا بیان ہے کہ ... میں بادشاہ مصر نے
محفل مولد کی تھی میں بھی اس محفل میں شامل تھا ... ہزار مثقال زر سرخ کا اندازہ تھا محدثین فقہا
ہمیشہ سے محفل مولد کو بابرکت سمجھ کر کرتے آئے۔ خاندان قطب الدین التزام کیا کرتے تھے۔ علامہ قاری فرماتے ہیں
لا زال اہل الاسلام یحتفلون فی کل سنۃ جدیدۃ یحتفلون بشہر ولادۃ مولدہ الکریم ویظہر علیہم من برکاتہ کل فضل عمیم
[illegible]

اخیر عمر میں علی قاری کی توبہ لکھی ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک

درمختار کی مثال کو علامہ طحطاوی نے رد کیا ہے لکھا ہے الاستدلال بہ لیس بجید لاقتضائہ کفر الوالدین وفیہ اساءۃ ادب والذی ینبغی اعتقادہ حفظہما من الکفر وان اللہ احیاہما وامنا بہ کما وردبہ الحدیث لیسنا یعنی حضور کے فرمودہ کو کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ سفاح سے۔ اس کو اس امر کی دلیل بنایا کہ جو نکاح بین المسلمین صحیح ہے وہ بین اہل الکفر بھی صحیح ہے۔ ٹھیک نہیں کیونکہ یہ طرز حضور کے کفر کی مقتضی ہے اور اس میں بے ادبی ہے مسلمان اور اہل ایمان کو مناسب اور لائق ہے کہ حضور کے والدین کو کفر سے محفوظ ہونے کا اعتقاد رکھیں علاوہ بریں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپکے والدین کو زندہ کیا اور حضرت سرور عالم کے ساتھ ایمان لائے گو یہ حدیث لین میں ہے لیکن اہل کشف کے نزدیک یہ صحیح ہے۔ پھر اس طحطاوی شارح درمختار میں لکھا ہے کہ فقہ اکبر میں الفاظ یوں ہیں کہ والدیہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم ماتا علی الکفر فیہ سوس علاوہ بریں محققین نے تصریح کی ہے کہ فقہ اکبر مصنفہ ابو حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی ہے۔ نہ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کی۔ اگر فرض بھی کر لیا جائے تو حذف مضاف ہوگا یعنی ماتا علی زمان الکفر اس سے اتصاف کفر لازم نہیں آتا۔ فھو المطلوب قال اللہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین مراد ساجدین سے ساجدات کو بھی شامل ہے تو معنے یہ ہوا کہ اصلاب طاہرین سے ارحام طاہرات میں تیرا منتقل ہونا پھر علامہ طحطاوی تنبیہ کر کے فرماتے ہیں کہ لاینبغی ذکر ھذہ المسئلۃ الامع مزید الادب علامہ طحطاوی نے اس موقعہ پر ایک حکایت لکھی ہے جس کا بیان خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

فرماتے ہیں ایک فاضل کسی رات اسی فکر میں رہا کہ علما کا حضور کے والدین کے ایمان میں مختلف ہونا اور حدیث احیا میں بھی مختلف ہونا بہت مضرت کا باعث ہے کیا جمع بین الاقاویل ہو سکتی ہے یا نہ اسی فکر کرتے ہوئے یہاں تک مدہوش کیا کہ چراغ نے اس کے کسی حصہ کو جلا دیا۔ اسی رات کی صبح کو ایک لشکری کسی کے پاس آیا کہ وہ اس کی دعوت کو منظور کرے پس وہ اسے لیکر اپنے گھر کیطرف متوجہ ہوا تو راستہ میں ایک سبزی فروش

ملا اور شیخ کی سواری کو روک کر کہا شعر

امنت ان ابا النبی واٰلہ ۔ احیاھما الحی القدیر الباری

حتی لقد شہدا لہ برسالۃ فصدق فتلک کرامۃ المختار

وبہ الحدیث ومن یقول بضعفہ فھو الضعیف عن الحقیقۃ عاری

پھر شیخ فاضل کو کہا کہ اسے یاد رکھ اور اپنے غم وہم مین ایسا نہ مستغرق ہو کہ تجھے چراغ جلاوے تو جہان کا ارادہ کرتا ہے۔ جا۔ وہان لقمہ حرام مزے سے کھا۔ شیخ مبہوت ہوگیا اور اسی سبز پوش کی طرف توجہ کی وہ نظر سے غائب ہوگیا۔ قرب وجوار سے دریافت کیا لیکن کسی سے کچھ پتہ نہ چلا پھر وہ فاضل واپس گھر چلا آیا اور اس لشکری کی دعوت قبول نہ کی ۔ (طحطاوی جلد دوم حاشیہ درمختار) علامہ شامی نے جلد ثالث صفحہ ۲۹۸ مین ایمان یاس مقبول نہین کے نیچے فرماتے ہین۔ قوم یونس مستثنیٰ ہے۔ کرامۃ وخصوصیۃ لنبیہم پھر فرماتے ہین کیا تجھے معلوم نہین کہ ہمارے نبی کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور وہ سرور عالم کیساتھ ایمان لائے اور یہہ بوجہ اکرام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوا۔ اس حدیث کو قرطبی نے صحیح کہا اور اسی طرح حافظ الشام ناصر الدین وغیرہ نے۔

پھر فرماتے ہین کہ حضور کے والدین کا تنفع بالایمان ہونا علے خلاف القاعدہ بکرامۃ النبیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ پھر لکھتے ہین اموات کی جماعت ہمارے نبی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے زندہ کی۔ پھر لکھا ہے کہ ردالشمس بعد الغروب حضور کی برکت سے ہوا۔ اور صحیح بھی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز عصر بعد الرد ادا کی پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا یہ اکرام کیا کہ عصر کا وقت ختم ہو جانے کے بعد پھر ردالشمس کیا تاکہ عصر ادا ہو جائے۔ اسی طرح ایمان کا وقت فوت ہونے کے بعد عود حیات کرکے وقت ایمان بنا دیا۔ فرمایا یہہ جو کہا گیا ہے کہ ولا تسئل عن اصحاب الجحیم حضور کے والدین کے حق مین نازل ہوئی۔ صحیح نہین اور حدیث مسلم مین یہہ کہ ابی وابوک فی النار یہہ قبل علم تھا۔ (شامی)

علامہ شامی نے جلد دوم کتاب النکاح مین اس مسئلہ کو مفصل لکھا ہے پھر بعد المقاصد التی ہیہ فیصلہ دیا کہ لاینبغی ذکر ھذہ المسئلۃ الا مع مزید الادب

شعر: دل و جانم فدایت یا محمد ۔ سرمن خاکپایت یا محمد

تتمہ

یہ تو معلوم ہے کہ سرورِ عالم کے والد حضرت عبد اللہ نے قبل از ولادت سرورِ عالم جان بجان آفرین سپرد کی۔ اور والدہ مکرمہ حضرت آمنہ بھی حضور سرورِ عالم کی صغر سنی ہی میں فردوس بریں کو پہنچیں۔ ایمان سے اگر ایمان بہ محمد رسول اللہ کی بحث ہے تو بے سود ہے کہ وہ موقوف سرورِ عالم کے چالیس برس بعد ہو گا۔ اگر ایمان بانبیاء ماقبل ہے تو اس کی نفی کہیں نہیں پائی جاتی اصل فطرت ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ شرک سے مبرا ہونے کی نقول موجود ہیں۔ پھر ایمان بہ محمد صلعم حاصل کیا۔ اس سے فضیلت دوبالا ہوئی۔ نہ یہ کہ کفر ایمان سے مبدل ہوا۔ فتامل واللہ اعلم۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختنہ شدہ ہی پیدا ہوئے آپکا جد امجد عبد المطلب اس علامت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا میرے اس فرزند سعادت مند کا نشان عالیشان ہوگا۔ بیہقی محدث کا بیان ہے کہ آپ کے جد امجد نے ساتویں دن بڑی دھوم دھام سے عقیقہ کیا اور قریش کو دعوت دی۔ قریش جب دسترخوان سے فارغ ہوئے تو بالاتفاق التماس کی۔ کہ اے عبد المطلب جس مولود مسعود کی بدولت ہم کو یہ شرف ہوا کہ ہم ایسی مجلس بابرکت میں باریاب ہوئے۔ کیا ہوسکتا ہے؟ کہ ہمیں اس غیرت آفتاب بچہ کے نام سے اطلاع بخشیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کا نام محمد رکھا ہے۔ قریش نے چونکہ یہ نام کبھی نہیں سنا تھا اور نہ قریش میں ایسے نام کا دستور تھا۔ اس لئے انھوں نے کہا کہ اے عبد المطلب؟ تو نے اپنے خاندان کے ناموں سے کیوں اعراض کیا۔ جواب میں فرمایا کہ میرا ارادہ اس نام سے یہ ہوا کہ آسمانوں میں خدا کا محمود ہو۔ اور

زمینوں میں مخلوق کا۔ (لقطۃ العجلان)

یہ امر باتفاق مورخین منقول ہے کہ شب ولادت بادشاہ کسریٰ کا رفیع الشان مکان زلزلہ میں آیا اور (۱۴) کنگرہ ساقط ہو گئے اور فارس کی آگ جو ہزار برس سے دہکتی آئی تھی۔ بوقت ولادت سرور عالم یکدم بجھ گئی وغیرہ وغیرہ۔

ف چونکہ بعض بے ادب اور دریدہ زبان جنہیں تنقیص فضایل خیرالانام میں مزا آتا ہے وہ تنکیس الاصنام وغیرہ کو جو بعہد ولادت مولود مسعود کی تکذیب پر کمربستہ ہو کر باین تہذیب بفقرہ (۱) اپنے نامہ اعمال کی شکل میں بدلگام ہوتے ہیں کہ بتوں کا گرنا غلط قصر کسریٰ سے ۱۴ کنگروں کا سقوط گپ۔ آگ فارس کا جو ہزار برس سے دہکتی چلی آئی تھی ٹھ۔ کوئی مورخ یا محدث اس کا قایل نہیں۔ حدیث صحیح کیا ضعیف بھی اس پر شہادت نہیں دے سکتی لہذا مناسب معلوم ہوا کہ ایسے کور مغز کور باطنوں کی جہالت کی قلع قمع کرنیکے لیے سمند قلم کو قرطاس کے میدان پر جولان دینا مناسب ہے۔ تاریخ طبری میں بسند متصل بیان کرتے ہیں کہ مخزوم بن ہانی اپنے والد سے راوی ہیں کہ لما کانت لیلۃ ولد فیہا رسول اللہ ارتجس ایوان کسریٰ وسقطت منہ اربع عشرۃ شرفۃ وخمدت نار فارس الخ صفحہ ۱۳۱ علامہ عبد الصمد بکری کتاب الانوار میں حضرت عبد المطلب کی زبانی لکھتے ہیں کہ موقع ولادت پردہ کعبہ میں تھے دیکھا کہ بت جو کعبہ کے ارد گرد تھے گر پڑے اور ہبل بت بھی جو بڑا تھا گرا اور آواز آیا کہ ولد رسول اللہ اور کعبہ پر قندیل کا نوری روشن ہوئی وخمدت النیران صفحہ تاریخ حلبیہ میں فرماتے ہیں کہ خصائص الصغری سیوطی میں ہے کہ ان من خصائصہ تنکیس الاصنام لمولدہ اور اس میں ہے عن عبد المطلب قال کنت فی الکعبۃ فرایت الاصنام سقطت فی اماکنہا وخرت سجدا وسمعت صوتا فی جدار الکعبۃ یقول ولد المصطفیٰ صفحہ ۸۰ وانہ فیہ ارتجس وانشق ایوان کسریٰ وسقط منہ اربع عشرۃ شرفۃ صفحہ ۷۹ وانہ فیہ خمدت نار فارس صفحہ ۸۱ مواہب لدنیہ میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں رات ام رسول اللہ حین وضعتہ نورا اضاءت لہا قصور الشام حتی راتہا قال الحافظ ابن حجر صححہ ابن حبان والحاکم صفحہ ۳۳ اسی میں یہ بھی ہے اس میں ہے ومن عجائب ما وقع ایضا ما روی من ارتجاج کسریٰ وسقوط اربع عشرۃ شرفۃ وغیض بحیرہ طبریہ وخمود نار فارس وکان لہا الف لم تخمد رواہ البیہقی وابو نعیم والخرائطی وابن عساکر صفحہ ۳۳ مواہب تاریخ ابوالفداء میں بھی ہے کہ ذکر البیہقی اسنادا الی مخزوم بن ہانی عن ابیہ قال لما کان اللیلۃ التی ولد فیہا رسول اللہ ارتجس ایوان کسریٰ وسقطت منہ اربع عشرۃ شرفۃ وخمدت نار فارس ولم تخمد قبل ذلک بالف عام الخ صفحہ ۱۰۱ (لقطۃ العجلان) میں صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد لکھتے ہیں قال البیہقی … لما کانت لیلۃ التی ولد فیہا رسول اللہ ارتجس ایوان کسریٰ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵ پر دیکھو

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد از تولد اپنی والدہ نے ۷ دن دودھ پلایا۔ اس کے بعد ثوبیہ عتیقہ ابولہب بشرفِ ارضاع مشرف ہوئی پھر دائی حلیمہؓ بنت ابی ذویب سعدیہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کے لیے اپنے گھر لے گئی اور دو سال کے بعد لائی۔ چونکہ عجائبات و غرائبات امور کا معائنہ کر چکی تھی اور خیر و برکات کا مشاہدہ بوجہ قدوم خیر لزوم نبی معصوم پیش نظر تھا اس لیے درخواست کی کہ چند مدت کے لیے پھر اجازت دی جائے کہ ابھی اس کے دیدار فیض آثار سے سیری حاصل نہیں ہوئی۔ حضرت آمنہؓ والدہ حضور نے حلیمہ کی ملتمس کو قبول فرمایا۔ حلیمہؓ خوش ہو کر اس مولود بے بدل کو اپنے گھر لائی۔ چند ماہ کے بعد دائی حلیمہؓ کے گھر شق صدر ہوا اور مابین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴

وسقطت منہ اربع عشرۃ شرفۃ وخمدت نار فارس ولم تخمد قبل ذلک بالف عام۔ عارف جامی نے بھی شواہد النبوۃ کے صفحہ ۲۲ پر ستون اور چودہ کنگروں کا گرنا لکھا ہے۔ نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد اپنے شمامۃ العنبریہ میں لکھتے ہیں آپ کی شب ولادت کو کاخ کسریٰ حرکت میں آیا اس کی آواز سنی گئی چودہ کنگرے گر گئے آتش فارس جو ہزار سال کی دہکتی آئی تھی بجھ گئی صفحہ ۹ اسی صفحہ پر لکھا ہے جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت نہ ہو شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے۔ وہ مسلمان نہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی مدارج النبوۃ میں مذکورہ عجائبات کا ذکر کیا ہے۔ تاریخ خمیس میں [illegible] کنگروں کا گرنا وغیرہ وغیرہ بیان کیا ہے۔ یعنی [illegible] یہ بھی لکھ دینا مناسب ہے کہ باب الفضائل بلکہ فضائل اعمال میں محدثین روایتیں پرکھا جاتی ہیں تساہل و اغماض کرتے ہیں بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ کثرت طرق ضعیف کو بھی حسن کر دیتی ہے لیکن جن کے دلوں میں انکار معجزات و رنج و کینہ بھرا ہوا ہے۔ وہ تحقیق کے لباس میں کبھی اس کے منکرین وغیرہ کے بہانے سے اپنے مطلب کو پورا کرنا چاہتے ہیں ورنہ جیسے اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے مناقب قرآن شریف و احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اور نہ [illegible] کو ابھی سمجھتے ہیں تعجب ہے [illegible] وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور حضور کے [illegible] الرسول میں [illegible] وغیرہ قرآن شریف و بخاری میں درج ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کا [illegible] اگر قرآن شریف میں نہ ہوتا اور حدیث میں نہ ہوتا تو مرض انقلاب کوئی بہانہ بنا کر ٹال دیتے کہ یہ خدائی دعوی ہے۔ عالمین کی رحمت و بشر رحمۃ للعالمین کی محبت کیلئے یہ رحمت ہوئی کہ پیدا ہوتے ہی [illegible] آیا [illegible] سے [illegible] اللھم صل [illegible] وسلم علیہ وعلی آلہ

کتفین مہر نبوت بمقدار سیب جس کا رنگ بعینہ رنگ بدن تھا اور اُسپر چند خال تھے موضوع ہوئی۔ ونعم ماقلیل۔ رباعی ؎

پیغام خدا نخست آدم آورد	انجام بشارت ابن مریم آورد
باجملہ رسل نامہ بے خاتم بود	احمد بر نامہ وخاتم آورد

القصہ جب دائی حلیمہؓ نے جبکہ سرور عالم کی عمر پانچ برس سے تجاوز ہو چکی تھی۔ لاکر خدمت والدہ ماجدہ حضور پُر نور کے سپرد کیا۔ جب حضور سرور عالم شش سالہ ہوئے تو حضرت آمنہ داعی اجل کو لبیک کرتی ہوئی بہشت کو سدھاریں عبدالمطلب جد امجد نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ ۸ سال دو ماہ کے جب ہوئے تو عبدالمطلب راہی جنت ہوئے۔ پھر جناب ابوطالب جو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد متکفل ہوئے۔ فرع النامی۔

جناب ابوطالب کے ایمان کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیان میں بیان کرونگا۔ لیکن یہہ کہے بغیر تو میں یہاں نہیں رہ سکتا کہ اگر ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں جو ناصر دین خدا اور حافظ ومصدق رسول اللہ ہو تو کاش ایسا کافر میں ہوتا کہ بقدر اپنی طاقت وقدرت کے اس مشکل وقت میں حضور کیخدمت کرتا۔

جب حضور سرور عالم بارہ سال اور دو ماہ کے ہوئے تو ہمراہی اپنے چچا ابوطالب کے شام کو روانہ ہوئے۔ بصرے میں پہنچے تو بحیرا راہب نے علامت نبوت کو شناخت کیا اور ابوطالب کو کہا کہ حضور کو ساتھ نہ لیجائیں کیونکہ قریش درپے ایذا ہونگے۔ چونکہ بحیرا عالم کتب سماویہ تھا۔ ابوطالب نے بموجب اسکے کہنے کے حضور کو مکہ معظمہ میں بھیجدیا۔ پھر پچیس برس کی عمر میں میسرہ کیساتھ جو بی بی خدیجہ کا غلام تھا بتقریب تجارت شام کو روانہ ہوئے۔ وہاں بنفع کثیر واپس ہو۔ چونکہ اس سن شریف میں ارہاصات ومعجزات کثیرہ وقوع میں آچکے تھے اور بی بی خدیجہ بھی شاہد گزرچکی تھیں اسلئے باستمزاج جناب ابوطالب یہہ قرار پایا کہ نکاح حضور کا بی بی خدیجہ کیساتھ ہو۔ پچیس ۲۵ دو ماہ دس یوم کی عمر میں حضور کا نکاح بی بی خدیجہ کیساتھ بمہر ۸۰۰ درہم مجمع قریش میں منعقد ہوا خطیب ابوطالب تھے حضرت خدیجہ کی عمر اُسوقت بقول مشہور چالیس سال تھی۔ اسی ہی سال سے حضور

کو ہاتف غیبی ہونے لگا۔ یعنے آوازین مسموع ہوئین۔ اور تایل بصر نہ۔ بہرروشنائی مشاہدہ ہوتے تھے جس کی تعریف ناممکن نہین۔ تو مشکل ضرور ہے۔ اس روشنائی سے آپ مسرور تھے۔ جب ایام وحی قریب تر ہوئے۔ تو آپ کو تنہائی پسند ہونے لگی۔ کوہ حرا کی غار مین جو مکہ معظمہ سے ۳ میل ہے۔ جاکر ذکر قلبی مین مشغول ہوتے۔ تباشیر نبوت پھٹنے لگی۔ جس درخت یا پتھر پر سے گذرتے۔ اسی سے زبان فصیح السلام علیکم کی آواز نمودار ہوتی جو خواب دیکھتے باصواب ہوتا۔ مدت خلوت در روپا چھ ماہ تہی۔ چالیس سال ایک دن کے جب ہوئے۔ تو بروز دوشنبہ ۹ ربیع الاول کو غار حرا مین جبرائیل علیہ السلام آپ پر ظاہر ہوئے۔ اور اللہ تعالے کیطرف سے رسالت کی بشارت کی خبر دی اور اقرأ باسم ربك الذی خلق لائے۔ اس کی تفصیل اول بخاری اور فتح الباری مین ہے آپ اس وقت خدیجہ مکرمہ کے پاس آئے۔ اور فرمایا مجھے کپڑے سے ڈہانک دو۔ پھر چند مدت وحی بند رہا۔ لیکن جبرائیل کی آمدرفت رہی۔ پہر تین سال کے بعد پے درپے وحی ہوا۔ اور خلقت کو اسلام کی دعوت شروع ہوئی۔ پہلے پہل آپ کی حلیلہ جلیلہ حضرت خدیجہ جو عاقلہ بی بی تہین۔ اور سالہا کے تجربہ سے آپ کی صفات دیانت۔ امانت حق پسندی سے بخوبی واقف تہین۔ ایمان لائین۔ ان کے بعد آپ کے عم زاد بھائی علی المرتضے جنہون نے آنکھین کہول کر پہلے پہل خانہ خدا اور رسول خدا کے جمال با کمال کو دیکھا تھا۔ اور آپ کے آغوش عاطفت مین تربیت پذیر تھے۔ اور لحمك لحمی ودمك دمی کا بیش خطاب پاتا تھا۔ مشرف باقرار ہوئے۔ پہر عبداللہ بن ابی قحافہ جو نہایت وجاہت اور سرفراز بنی تھے۔ اور بعد ازان دفتر اسلامی کی فہرست مین ابوبکر صدیق رض اور یار غار کے لقب سے ممتاز ہونے والے تہے آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ حضرت بلال رض حضرت عثمان رض۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ جعفر بن ابیطالب۔ ابوذر۔ عمار بن یاسر وغیرہ وغیرہ رضی اللہ علیہم اجمعین۔ مشرف باسلام ہوتے گئے۔ یہ حال ہوتے ہی قوم بخصومت قایم ہوگئی۔ نبوت کے ساتوین سال بنو ہاشم بنو مطلب نے سرور عالم و مسلمانان کو شعب مین محاصرہ کیا۔ جب ۴۹ سال کی عمر ہوئی۔ تو آپ

باہر تشریف لائے۔ پھر ۸ ماہ ۔۲۱ یوم کے بعد جناب ابو طالب صاحب نے جان بجان
آفرین سپرد کی۔ مشہور قول مین اسکے تین دن بعد جناب خدیجۃ الکبرےٰ داخل
فردوس ہوئین۔ چونکہ دونو غمگسار سردار عالم مفقود ہوگئے۔ آپ نے اس سال
کا نام عام الحزن رکھا۔ ۵۲ سال ۹ ماہ کی عمر مین بمرتبہ معراج المخصوص ہوئے۔
سُبحَانَ الَّذِی اَسْرٰی مین اس کا بیان ہے۔ اور اسی شب اسریٰ کو نماز پنجگانہ فرض
ہوئی۔ جب ۵۳ سال کی عمر مبارک ہوئی۔ تو بحکم آلہی مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت
کی۔ دس سال مدینہ منورہ مین اقامت گزین ہوئے۔ **وفات شریف بعمر**
۶۳ سال دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ یہہ متفق علیہ اہلسنت وشیعہ امامیہ ہے۔
المخالف مخالف معارف ابن قتیبہ مین لکھا ہے۔ کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم ۱۲ ربیع الاول یوم الاثنین پورے دس سال مدینہ عالیہ رہکر پردہ پوش ہوئے۔
شیخ عبد الحق محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ مین لکھتے ہین۔ سرور عالم کا وصال
یوم دوشنبہ کو بلا خلاف بوقت نصف النہار ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوا۔ کلینی شیعہ
نے اصول کافی کے جلد اول مین لکھا ہے۔ کہ بقی بمکۃ بعد مبعثہ ثلث عشر سنۃ ثم
ہاجر الے المدینۃ ومکث بہا عشر سنین ثم قبض لاثنتے عشرۃ لیلۃ مضت من ربیع الاول
یوم الاثنین وہو ابن ثلث وستین سنۃ۔ **یعنی** صاحب کلینی تحریر فرماتے
ہین۔ کہ سرور عالم بعثت کے بعد ۱۳ برس مکہ معظمہ مین رہے۔ پھر مدینہ عالیہ کو
ہجرت کی۔ اور وہان ۱۰ دس سال اقامت کی۔ پھر ۱۲ ربیع الاول سوموار کے دن
مقبوض ہوئے۔ آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ فنعم الوفاق۔

اہل علم پر پوشیدہ نہ ہوگا۔ کہ کلینی شیعہ کے صحاح اربعہ مین سے ہے۔ اور شیعہ
کلینی کو رئیس المحدثین کے عہدہ سے نامزد کرتے ہین۔ بلکہ یہ بھی بیان کرتے ہین۔ کہ
امام العصر حجۃ اللہ المنتظر سلام اللہ علیہ یعنی بارہوین امام نے کلینی کے حق مین
فرمایا ۔ کہ ہذا کاف لشیعتنا۔ ہمارے شیعوں کو کلینی کافی ہے۔ شیعہ
متوجہ ہون

عجیبہ

جاہل شیعہ جاہل سُنیون پر اعتراض کرتے ہین - کہ تمہارے ملانون نے کہانے کے لئے ایک وفات کو ۱۲ وفاتین بنا دیا - اس کا جواب یہ ہے - کہ کبہی مُلانے بارہ وفاتین نہین بنائین - اصل لفظ بارہوین وفات تھا - کثرت استعمال سے بارہ وفات ہوگیا - فافہم

امام جعفر علیہ السّلام اپنے والد بزرگوار امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت کرتے ہین - کہ میرے والد یعنے امام زین العابدین علیہ السلام کیخدمت مین ایک شخص قوم قریش سے حاضر ہوکر کہنے لگا - کہ کیا مین آپ کو سرورعالم کی حدیث بیان کرون - آپ نے فرمایا - کہ ہان ضرور بیان کرنی چاہئے - اُس نے کہا - کہ جب سرور عالم بیمار ہوئے - تو آپ کی خدمت مین جبرائیل نے حاضر ہوکر عرض کی - کہ مجھے پروردگار نے خاص آپ کیخدمت مین بھیجا ہے - باوجود اس کے اللہ تعالےٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہین - اور آپ کے حالات سے بھی زیادہ اعلم ہین - پوچھتے ہین - کہ مزاج مبارک کیسا ہے - آپ فرمانے لگے - اے جبرائیل مین مغموم ہون - اور مکروب ہون - پھر دوسرے دن جبرائیل خدا تعالےٰ کی طرف سے عیادت اور مزاج پرسی کو آئے - تو سرورعالم نے وہی جواب دیا - جو پہلے دن دیا تھا - پھر تیسرے دن بھی وہی کیفیت رہی - جو یوم اوّل وثانی گذرچکی - پھر جبرائیل کے ساتھ اسمٰعیل فرشتہ بھی حاضر ہوا - جو اپنے لاکھ فرشتہ کا سردار تھا - کہ ہر ایک فرشتہ اس لاکھ کا لاکھ لاکھ فرشتہ پر مؤکل تھا - عزرائیل نے درِ دولت پر پہنچکر حضور سرورعالم فداہ ابی وامی کیخدمت مین حاضر ہونے کے لئے اذن طلب کیا - حضور سرورعالم نے جبرائیل سے دریافت کیا - کہ یہ کیا معاملہ ہے - جبرائیل نے عرض کیا - کہ یہ ملک الموت ہے - اسنے نہ پہلے کسی سے اذن طلب کیا نہ آپ کے بعد پھر کسی سے اذن طلب کریگا - صرف آپ ہی کا یہ مرتبہ ہے - کہ بجز اجازت داخل نہین ہوسکتا

سرورِ عالم نے فرمایا۔ آنے دو۔ اس نے آتے ہی سلام علیکم کرتے ہوئے باادب گذارش کی۔ کہ مجھے خلاقِ زمان نے خدمت عالیہ مین بھیجا ہے۔ اگر ارشاد ہو تو روح مبارک کو قبض کر لون۔ ورنہ نہ۔ آپ نے فرمایا۔ اے ملک الموت تو میری روح قبض کرتا ہے۔ عرض کی۔ ہان۔ لیکن ساتھ ہی یہ حکم ہے۔ کہ آپ کا مطیع رہون۔ سرور عالم نے جبرائیل سے استمزاج کیا۔ جبرائیل نے کہا۔ کہ پروردگار آپ کا مشتاق ہے۔ سرور عالم نے ملک الموت سے فرمایا۔ کہ جو تیرا کام ہے کر۔ اس نے حسب الارشاد روح پرفتوح قبض کیا۔ (کیفیت قبض وگفتگو بوقت قبض مین اخبار آثار واحادیث مختلفہ ہین) جب حضور کی وفات ہو چکی۔ تو آنحضرت نے تعزیت کی رواہ البیہقی فی دلایل النبوۃ ۱۲ مشکوٰۃ باب وفات النبی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہین۔ ممکن ہے۔ کہ راوی جو بشکل قریش تھا۔ خود حضرت خضر ؑ ہون واللہ اعلم۔ مشکوۃ شریف کے باب الکرامات میں ہے۔ کہ کعب احبار جب ام المومنین کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ تو رسول الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام (ما دامالقمرین) کا ذکر ہوتے ہوئے یہہ بیان کیا۔ کہ ہر ایک دن ستر ہزار فرشتہ سرور عالم کی مزار مبارک پر حاضر ہوتا ہے۔ اور قبر کو گھیر لیتا ہے۔ تمام دن پرون کو پھڑپھڑاتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا کرتے ہین۔ شام تک ان کی یہی حالت رہتی ہے۔ پھر شام ہوتے ہی وہ چلے جاتے ہین۔ اور دوسرے ستر ہزار فرشتے حاضر ہو جاتے ہین۔ پھر صبح تک اُن کی وہی حالت رہتی ہے۔ اور اسی طرح ہوتے ہوتے یہ نوبت پہونچے گی۔ کہ قیامت کے دن آپ ستر ہزار فرشتہ کے درمیان اپنی قبر مبارک سے نمودار ہو کر تسلی دہ عاصیان ہونگے۔ ۱۲ اللھم صل وسلم وبارک علی محمد وعلے آل محمد کما تحب وترضی۔

قرطاس کے واقعہ پر جداگانہ بحث

"طلب المیراث کا واقعہ صدیق رض کے تذکرہ مین ہوگا" قرطاس کاغذ کو کہتے ہین۔ چونکہ حضور سرور عالم نے کاغذ طلب کیا تہا۔ کہ اس مین وصیت مکتوب ہوجائے۔ اس لئے اسے واقعہ قرطاس کہتے ہین۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جس سوموار کو آپکی وفات ہوئی۔ اس سے ماقبل کے خمیس کو آپ کا مرض بہ نسبت سابق بڑہ گیا۔ اور درد شدید رونما ہوا۔ اور اسی روز یہ واقعہ ہوا۔ حدیث قرطاس صرف بخاری ہی مین چھ یا سات موقعون پر مکتوب ہے۔ مین کتاب المرضے بخاری سے لکھکر تفصیل بیان کرتا ہون۔ بخاری شریف مین کتاب المرضے باب قول المریض قوموا عنی جلد رابع صہ مطبوعہ مصری مین حدیث قرطاس بایں الفاظ درج ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لما حضر رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم وفی البیت رجال من قرابتہ وصحابتہ فیہم عمر بن الخطاب قال النبی صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم ھلم اکتب لکم کتابًا وفی روایتہ ایتونی لا تضلوا بعدہ فقال عمر ان النبی صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم قد غلب علیہ الوجع وعندکم القراٰن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اہل البیت فاختصموا منہم من یقول قربوا یکتب لکم النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کتابا لن تضلوا بعدہ ومنہم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند النبی صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم قوموا وفی روایتہ قوموا قال عبید اللہ وکان ابن عباس یقول ان الرزیتہ کل الرزیتہ ما حال بین رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم وبین ان یکتب لہم ذٰلک الکتاب من اختلافھم ولغطہم"

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین۔ کہ جب سید الخلائق قریب وصال تھے۔ اور گہر مین مردون کی جماعت تہی۔ جو قرابتی صحابی تھے۔ جس مین حضرت عمر فاروق رض بھی تھے۔ تو حضور سرور عالم نے فرمایا۔ کہ لائیے۔ مین تمہارے لئے ایک حکمنامہ یا وصیت نامہ لکھدون۔ تاکہ تم اس کے بعد پہر گمراہ نہ ہوجاؤ۔ امیر عمر رض نے کہا۔ کہ حضور پر اس وقت غلبہ درد ہے۔ اور

تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ اللہ کی کتاب ہمین کافی ہے۔ جو جماعت مردون کی اس گہر مین موجود تھی۔ اور مامور تھی۔ انہون نے آپس مین اختلاف کیا۔ اور جھگڑا قائم کر دیا۔ بعضے از جماعت تو اسپر تہے۔ کہ اسباب کتابت حاضر کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ تمہارے لئے حکمنامہ لکھدین۔ بعضے از جماعت امیر عمرؓ کے ساتھ شامل تھے جب حضور رسالت مآب سب نے لغو اور اختلاف کو بحد کثرت پہنچا دیا۔ تو سرور عالم نے یکدم سب کو فرمایا۔ کہ مجھ سے دور ہو جاؤ۔ عبید اللہ کہتے ہین۔ کہ ابن عباس فرمایا کرتے تھے۔ کہ اعلےٰ ترین مصیبت یہی ہے۔ کہ جماعت کے اختلاف اور بیہودہ گوئی رسول للہ اور اور رسول اللہ کی کتابت کے درمیان جو انکے فائدہ کے لئے تہی حائل ہوگئی۔

اس حدیث پر جسقدر شیعہ اور سنیون نے طبع آزمائیان کین ہین۔ اور سفید بے داغ کاغذون کو سیاہ کیا ہے۔ وہ دانشمند و نپر مخفی نہین۔ لیکن چند امور کی یہان بین کرنے مین معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔

(۱) صحابہ و اہلبیت علیہم الرضوان مین بجز ابن عباس رضؓ کوئی اور بھی اس حدیث کا راوی ہے یا نہین۔

(۲) خود ابن عباس رضؓ اس واقعہ مین موقعہ پر موجود تھے۔ یا نہ۔

(۳) ان الرزیۃ کل الرزیۃ یہ صرف ابن عباس کا خیال ہے۔ یا کوئی اور صاحب بہی ان کے ہمخیال تھے۔

(۴) گہر مین جو مردونکی جماعت تھی۔ ان سب کو علے السویہ حکم تہا۔ کہ لاؤ مین لکھدون یا کسی خاص فرد کو تھا۔

(۵) تو مواعنی سب کے لئے تہا۔ یا صرف انہی کے لئے جو بشدت وجع تعمیل فوری سے مانع تھے۔

(۶) یہ حکم لاؤ۔ فرض سے لیکر اباحت تک جو اصولیون نے ۱۶ درجہ قائم کئے ہین۔ کونسا درجہ تھا۔

(۷) رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ فرمودہ منجانب پروردگار تہا۔ یا بطور مصلحت۔

(۸) کیا یہ جائز ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مامور من اللہ ہو کر کسی حکم کو بوجہ اختلاف متبعین صحابہ ٹال دیتے۔

(۹) یہ سلسلہ چہڑا کیون۔ وحی ہوا تہا۔ یا لوگون سے کسی نے درخواست کی تہی۔ کہ کچھ لکھدو۔

جواب لکھنے سے پہلے یہ سمجھہ لینا چاہیئے۔ کہ اہلبیت علیہم السّلام سے صرف حضرت علیؓ اور حسنین اور فاطمہ زہرا۔ اور ازواج طاہرات بوقت طلب قرطاس موجود تھے۔ یا موجود ہونے کا احتمال ہے۔ اور یہ قابل توجہ ہے۔ کہ واقعہ خاص گہر کا ہے۔ اور جسوقت یہ واقعہ چہڑا۔ تو اس مین رجال یعنے بہت مرد موجود تھے۔ وقوع اس واقعہ کا یوم الخمیس ہوا۔ جس کے بعد حضور صرف ۴ یوم دار الفنا مین رہے ابن عباس نہ اس وقت رجل تھے۔ اور نہ موجود تھے۔ بایں وجہ کہ دقیقہ شناس فن حدیث علامہ ابن حجر نے فتح الباری مین کتاب العلم حدیث باب کے نیچے لکہا ہے۔ کہ ابن عباسؓ اس وقت حاضر نہ تھے۔ ابن عباس کی عمر بوقت وفات سرور عالم ۱۳ یا ۱۴ برس سے زاید نہ تھی۔ یہ امر بہی قابل فروگذاشت نہین ہے کہ موجودہ حضرات سے زیادہ حضور سرور عالم کے مہمات کا نکتہ شناس کوئی نہین ہوسکتا۔ یہ امر بہی مسلم ہے۔ کہ افضل صحابہ جو رات دن خدمت بابرکت مین حاضر رہتے تھے۔ اور فیض صحبت کی وجہ سے شریعت کے اداشناس ہوگئے تھے۔ اُن کو یہ تمیز کرنا نہایت آسان تھا۔ کہ کون احکام شرعی حیثیت رکھتے ہین۔ اور کون احکام انتظامی وغیرہ۔ اصطلاح المحدیث کا بیان طول طویل ہے۔ اسلئے قلم انداز کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بتلانا ضروری ہے۔ کہ احادیث الصحیحین اللتی لیست بمتواترۃ انما تفید الظن فانہا احاد و الاحاد انما تفید الظن علے ما تقرر ولا فرق بین البخاری وغیرہما فی ذالک۔

(مقدمہ شرح صحیح مسلم نووی) یہ بھی معلوم ہو کہ روایت صحابی مقبول اور فہم صحابی حجۃ نہین (اصول حدیث) جواب نمبروار دیا جاتا ہے۔

(۱) روایت مذکورہ کا تمامہا باین الفاظ بجز ابن عباس کوئی راوی نہین۔ (فاروق شبلی) (۲) ابن عباس خود موجود نہ تھے (فتح الباری) (۳) یہ صرف ابن عباس کا خیال تھا۔ جو بوقت روایت بیان کرتے (کما یفہم من الفتح) (۴) حدیث مذکور مین کوئی تخصیص نہین۔ لیکن مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مامور صرف حضرت علیؓ ہی تھے۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہین۔ کما فتح الباری قال و فی مسند احمد من حدیث علیؓ انہ المامور بذالک ولفظہ امرنی النبی ان اتیہ بطبق ای کتف یکتب مالا تضل امتہ من بعدہ ۱۲

افسوس سے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت علی شیر خدا نے بھی امیر عمرؓ سے دب کر حضور سرور عالم کے ارشاد کی تعمیل نہ کی۔ لیکن یہ شکر ہے۔ کہ سبیون کی زبان سے محفوظ رہے۔ والخارجی خارج۔ اگر امیر عمر کی طرح ان پر بھی زبان دراز ہوتین۔ تو بیچارے سنی کیا کر سکتے تھے۔ لیکن با انصاف گروہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ حقیقت کیا ہے۔ مجھے کوئی موقعہ ایسا نہین ملا کہ مین کسی فاضل شیعہ سے دریافت کرون۔ کہ حضرت علیؓ ہمخیال امیر عمر تھے۔ یا نہین۔ گروہ ثانی۔ حدیث احمد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسد اللہ الغالب بھی ہمصفیر فاروق اعظم رہے۔ ورنہ اُن کو لا دینے مین کیا رکاوٹ تھی۔ جبکہ مامور بھی یہی تھے۔ اور کاتب بھی (۵) سب کے لئے تھا۔ جو کہتے تھے۔ کہ قلم دوات حاضر کر دو۔ اُن کے لئے کیون۔ کیا دونون ناحق پر تھے۔ ہان یہ وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ جو کہتے تھے۔ کہ نہ لا دو۔ وہ بوجہ انکار ہٹا دئیے گئے۔ جو کہتے تھے۔ کہ لا دینے مین کوئی ہرج نہین۔ وہ لائے کیون نہ۔ عمرؓ کے مخالفت کی وجہ سے انہون نے سرور عالم کے ارشاد کی تعمیل نہ کی۔ کیا حکم نبوی موافقت عمر کا محتاج تھا۔ اُن کے ہٹا دینے کی یہی وجہ ہوگی۔ لیکن اگر یہ مان لیا جائے۔ تو صرف امیر عمر کی تشنیع۔ ترجیح بلا مرجح ہوگی۔ جو نہایت بے انصافی ہوگی۔ اصل یہ ہے

کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ یا یوں کہئے۔ کہ اہلبیت وصحابہ اسلامی آسمان کے آفتاب اور ماہتاب ہیں۔ ان پر نکتہ چینی کرنی اپنی عاقبت کو برباد کرنا ہے۔ راز منکشف ہو گیا ہے۔ فانظر (۶) فتح الباری میں لکھا ہوا ہے۔ اتیونی امر و کان حتی لمامور ان یبادر للامتثال لکن ظہر لعمرؓ مع طائفۃ انہ لیس علے الوجوب وانہ من باب الارشاد الے الاصلح فکرہوا ان یکلفوہ الخ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی شرح مشکوٰۃ میں اسی طرح لکھا ہے۔ "دانست وے" کہ وین حکم وامر آنحضرت بجزم وایجاب نبود بلکہ برائے مصلحت ایشان بود۔ اگر بکنند مختار اند واگر نکنند۔ ایشان دانند و عادت مستمرہ بود کہ چون امر میکرد صحابہ را نہ بطریق ایجاب والزام و ایشان مراجعت میکردند ازان میگذاشت ایشانرا برائے وصلاح دید ایشان واگر امر ضروری ولابدی بود نمیگذاشت ایشان را با ایشان وعمرؓ دانست کہ شاید امرے باشد شاق وسخت بر صحابہ موجب امتحان وفتنہ ازین جہت اشارت کرد۔ کہ ترک آن اولے است۔ آنحضرت نیز ترک کردہ انتہے۔ علی قاری شرح شفا میں لکھتے ہیں۔ قال بعضہم انہ لم یکن منہ امر عزیمۃ بل امر ردہ الے اختیارہم ولا یبعد امرہم فی مقام امتحانہم واختیارہم۔ بہت بڑی دلیل اس پر یہ ہے۔ کہ اس کی تعمیل حضورؐ نے نہ امیر عمرؓ کے سامنے کرائی۔ نہ پس پشت (۷) اگر منجانب پروردگار ہوتا تو ضرور ہے۔ کہ واجب ہوتا۔ لو کان واجبا لم یترکہ لاختلافہم لانہ لم یترک التبلیغ لمخالفت من خالف (فتح الباری) علی قاری شرح شفا میں لکھتے ہیں۔ لو کان امر عزیمۃ لما ترکہا۔ (۸) ہرگز نہیں بدلیل قولہ تعالے۔ بلغ ما انزل الیک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس (۹) ضرور جرم ہے (۱۰) بالکل نہیں۔ (۱۱) بعض صحابہ نے درخواست کی تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ فارسی میں لکھا ہے۔ طائفہ گفتہ اند کہ این امر ازان حضرت ابتدا نبود۔ بلکہ خواست بعضے ازوے طلبیدند کہ چیزے بنویسید پس اجابت کرد رغبت ایشانرا وچون دید کہ بعضے راغب نیستند چنانچہ عمرؓ وہر کہ موافق وے بود ترک کردہ کذا قال الحافظ

عیاض فی الشفا۔ چونکہ کتاب مین اختصار منظور ہے۔ اسلئے سوال وجواب کا سلسلہ بالکل مختصر طریق پر ختم کر دیا جاتا ہے۔ حقیقت امر یہ ہے۔ کہ اگر اس حدیث کو مان لیا جائے۔ کہ باین الفاظ اسی قدر ہے۔ جو بیان ہوئی۔ تو اس پر سوالون کی بوچھاڑ نہ صرف امیر عمرؓ پر ہوتی ہے۔ بلکہ تمام حاضرین پر۔ بلکہ ممکن ہے۔ کہ مثالب صحابہ و اہلبیت کے بیان کرنیوالی جماعت سے بڑا ہا چڑا ہوا۔ کوئی بدبخت یہ بھی کہدے۔ کہ خود معصوم فداہ ابی وامی نے تبلیغ مین کوتاہی کی۔ جو کام کرنا تھا۔ وہ نہ کر سکے۔ والامر لیس کذالک۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ محدثین نے اپنی شرائط کے ساتھ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت زمانہ کے بعد جسقدر الفاظ ہاتھ آئے۔ لکھدیئے۔ ابن عباس کا خود موقعہ پر موجود نہ ہونا۔ جیساکہ بیان کیا گیا۔ اور اسپر طرہ یہہ کہ راوی کا نام نہ لینا باوجود صغر سنی اور عدم تمیز اس کے کہ بیان کنندہ کس وجہ کا آدمی ہے۔ اور کب اس سے بیان کیا۔ مجلس کیصورت کیا تھی۔ امیر عمرؓ اور اسد اللہؓ کے سوا کون کون آدمی تھے۔ طرز ادا کیا تہا۔ صاف بتلارہا ہے۔ کہ اس واقعہ مین وہ الفاظ اور واقعات جو اس واقعہ کی جان تھے۔ بیان نہین ہوسکے۔ یا محدثین نے بوجہ طول زمان اپنے شرائط کے معیار پر ٹہیک نہ ہونے کی وجہ سے قبول نہین کئے۔ پس ایسی روایت سے جس مین راوی نے نہایت ضروری خصوصیتیں ترک کردی ہون۔ یا مقبول نہ ہوسکی ہون۔ کسی واقعہ کی کیونکر مستدل بن سکتی ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ حسبنا کتاب اللہ کا کیا موقعہ تہا۔ جو امیر عمرؓ نے بوقت طلب قرطاس حضورؐ کے جواب مین کہا۔ یہہ سایل کی غلطی ہے۔ بلکہ امیر عمرؓ نے بجواب مخالفین (جو کہتے ہین قرطاس لادو) کہا تھا۔

علی قاری نے لکھا ہے۔ قول عمر حسبنا کتاب اللہ ای کافینا رد علے من نازعہ لا بے خالفہ فی امر الکتاب علے ما راد عمرؓ ان ترکہ ہو الصواب فی مقام فصل الخطاب لا ردا منہ علی رسول اللہ انہ لا یتصور منہ فی ہذا الباب ۱۲ غلطی کیوجہ یہہ ہوئی۔ کہ حدیث باب باوجود خبر واحد ہونیکے جو مفید علم قطعی نہین۔ اور بوجوہات

مذکورہ قابل وثوق بھی نہیں۔ مضطرب بھی ہے۔ حدیث ایک واقعہ ایک الفاظ مختلف طرز ادا مختلف با این ہمہ سایل خود غرض متعصب پھر تو خدا حافظ خلاصۃ الکلام یہ کہ سایل بوجہ تعصب صحابہ خصوصًا خلیفہ ثانی رضہ سوق کلام سمجھ نہین سکا۔ اور اعتراض کر دیا۔ ورنہ وعندکم القرآن صاف بتلا رہا ہے۔ کہ مخاطب صحابہ تھے۔ جو امر کتابت مین ان کے مخالف تھے۔ نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ کہ امیر عمر رضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہان تک پاس ادب کرتے تھے۔ اگر کوئی کلمہ ہتک آمیز حضور کی نسبت سن لیتے تو طیش مین آجاتے۔ اور اجازت مانگتے۔ کہ ہتک کنندہ کی گردن مار ڈالون۔ اسی طرح اگر فیصلہ سرور عالم پر کوئی راضی نہ ہوتا۔ تو بجز گردن مارنے کے آرام نہ کرتے۔ ملاحظہ ہو۔ قصہ غزوہ بنی المصطلق آیہ لیخرجن الاعز منہا الاذل وکتب احادیث اور تاریخ الخلفا۔ (قاعدہ) جو حدیث کہ موافق اصول نہ ہو۔ وہ قابل قبول نہین۔ اگرچہ باسناد صحیح ثابت ہو۔ سید ابوالقسم رضوی شیعہ لوامع التنزیل مین لکھتے ہین۔ اخباریکہ مطابق موازین وقوانین اصول نباشد اگرچہ صحیح الاسناد باشد چہ اخبار احاد قابل اعتماد در اصول دین اصلًا نیستند اگرچہ بسیار باشند زیراکہ موجب ظن نیستند فضلا عن العلم وامور اعتقادی برہانی اند عمل بر ظن نمے توان شد۔ (پھر لکھا) کہ لہذا اجل شریف علم الہدےٰ در چنین مقامات طعن بر عظیم محدثین چنین اخبار وروات فرمودہ انتہی مختصرا۔

سید حامد حسین شیعی استقصار الافحام کے جلد اول مین لکھتے ہین۔ ہر حدیث صحیح جائز العمل ہم نیست۔ چہ جائیکہ واجب العمل باشد ۱۲

غرض حضور سرور عالم اس واقعہ کے بعد چار یوم جہان دنیا مین رہے۔ اور وقتًا فوقتًا ہدایتین اور وصیتین فرماتے رہے۔ لیکن قرطاس کا واقعہ قولًا وفعلًا کچھ نمودار نہ ہوا۔ آخرکار بروز دوشنبہ ۱۱ھ ہجری حضرت عائشہ رضہ ام المومنین کے حجرے مین جان بجان آفرین سپرد کی۔ آپ کی وفات سے جو صدمہ صحابہ واہلبیت پر

ہوُا۔ اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؁

وفات سرورعالم کا ذرا تفصیلی تذکرہ

سرورعالم کو بیوم چہارشنبہ اخیر ماہ صفر ۱۱ھ نوبت حضرت میمونہ کے گہر دردسر شروع ہوُا۔ اور بڑہتا گیا۔ چونکہ حالت معلوم تہی۔ کہ کیا ہونا ہے۔ اس کا اظہار باین مضمون کربہی دیا۔ کہ مجھے خزائن دنیا کی چابیان دی گئین۔ اور دنیا مین ہمیشہ رہنے کو بہی فرمادیا ہے۔ اور اخیر مین بہشت بہی۔ لکن مین نے لقاء پروردگار کو پسند فرمایا۔ دنیا ومافیہا کی پرواہ نہین کی۔ ابومویہبہ نے عرض کی۔ کہ توقف فرمالیتے۔ فرمایا۔ نہین۔ اخترت لقاربی۔ مگریہ کمرباندہ لی۔ کہ بوقت افاقہ استغفار اُمت ضروری ہے۔ خصوصًا اُن جان فدایون اور پروسیون کے لئے جو بقیع الغرقد وغیرہ گورستانون مین عالم خموشان بسا رہے تہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رض اور حضرت سرورعالم مین جسقدر محبت تہی۔ اُس سے اہل دانش بے خبر نہین۔ اسلئے سرورعالم کی علالت سے ام المومنین مذکورہ بہی گہلی جاتی تہی۔ سرورعالم اس کی دلجوئی اور خوش مزاجی کر حوصلہ دلاتے تہے۔ تقسیم اوقات برابر حسب دستور بین النساء کا التزام تہا۔ اخیر ایام مین بوجہ تکلیف آنے جانے کے ایک بیوی کے گہر قیام کا خیال ہوُا۔ ام المومنین میمونہ کے گہر سب بیویون کو بلواکر استمزاج کیا۔ کہ مین بیماری کے ایام مین عائشہ کے گہر قیام کرون۔ توکیا تم اذن دیسکتی ہو۔ تمام ازواج مطہرات نے آپکا منشا دیکہکر عرض کی کہ بہتر برسروچشم۔ چونکہ اشتداد مرض اور کمزوری تہی۔ اسی وقت بحالت سربندہی فضیل بن عباس اور علے المرتضٰے کے کندہون پر تکیہ لگائے حجرۂ عائشہ رض مین تشریف فرما ہوئے۔ پاؤن مین اتنی سکت نہ تہی۔ کہ زمین پر جم سکتے لڑ کہڑاتے ہوئے زمین پر لکیرین نمودار کرتے ہوئے جلوہ گر ہوئے۔ بیمارپرسی کرتے ہوئے حضرت عباس کو ایک دفعہ ذات الجنب کا اندیشہ ہوُا۔ لیکن حضور نے

بوقت افاقہ فرما دیا۔ کہ ذات الجنب شیطانی مرض ہے۔ خدا مجہپر وہ مسلط نہ کریگا۔ حرارت تپش کا غلبہ تھا۔ سرور عالم پہلو بہ پہلو بدلتے تھے۔ فرمایا۔ کہ سات مشکین پوری کی پوری مجہپہ بہا دو۔ امید کہ مجھے قدرے استراحت ہو۔ اور مین لوگون سے کچھ کہہ لون۔ اُسی وقت سات مشکین منگائی گئین۔ اور ام المومنین حفصہ کے طشت مین بٹھا کر وہ ساتون مشکین آپ پر بہائی گئین۔ آپ کو قدرے آرام ہوگیا۔ پھر آپ نے کھڑے ہوکر خطبہ فرمایا۔ جس مین حمد الٰہی اور اُحد کے شہدا کے لئے مغفرت کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا۔ کہ دنیا مین رہنا پسند کرون۔ یا اُن مشاہدات وتجلیات اور انعامات کو پسند کرون۔ جو عند اللہ ہین۔ لیکن مین نے ماعند اللہ کو پسند کیا ہے۔ اِس جملہ کے استماع سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تہ کو پہنچ گئے۔ کہ آفتاب رسالت بدلی مین چھپنے والا ہے۔ روئے اور بہ غلام سرور عالم کی مرض مین آزاد کردیئے۔ چونکہ حضرت بتول فاطمۃ الزہرا دیکھہ دیکھہ کر گھبراتی تہین۔ اور نقشہ سرور عالم کی دواع کا آنکھون مین پھر جاتا تھا۔ روتی تہین۔ روایت مین ہے۔ کہ سرور عالم نے معصومہ مطہرہ کے کان مین کچھ فرمایا۔ تو ہنس پڑین۔ حضرت عائشہ نے استفسار کیا تھا تو فرمایا۔ کہ مین اسرار سرور عالم کا افشا کرنا پسند نہین کرتی۔ وفات سرور عالم کے بعد تبلا دیا۔ کہ پہلی سرگوشی مین اپنی وفات کی خبر دی تھی۔ اور دوسرا یہ کہ مین ہی سب سے پہلے آپ سے ملونگی۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا۔ کہ تو سیدۃ النسا ہے۔ اِن ایام مین امامت بنام ابو بکر صدیق کر دی تہی۔ سات دینار ام المومنین عائشہ صدیقہ کے پاس تھے۔ حکم دیدیا۔ کہ وہ فی سبیل اللہ خرچ کر دو۔ تاکہ دنیا سے بالکل فارغ البالی ہو۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر عیادت وزیارت کو اس حالت مین آئے۔ کہ اُن کے ہاتھ مین مسواک تھا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہین۔ کہ مین اُس وقت سرور عالم کو سہارے مین لئے بیٹھی تہی۔ آپ اسوقت خاموشی مین تھے۔ طاقت گویائی کم تہی۔ مسواک کو دیکھکر میری طرف بار بار دیکھنا شروع کیا۔ بہ [illegible] شناسی مین نے معلوم کیا۔ کہ شاید آپ مسواک لینے کی خواہش کرتے ہین۔ مین نے عرض کی۔ کہ مسواک ہو۔

اشارتاً ہاں فرمایا۔ مین نے مسواک لے کر اپنے مُنہ مین نرم کرکے دیا۔ آپ نے لیکر مسواک کیا۔ اس اخیری وقت مین سرورِ عالم کی اور میری ریق جمع ہوگئی۔ جب وفات کا دن ہوا۔ تو لوگ صبح کی نماز کے وقت ابھی صفوف ہی مین تھے کہ سرورِ عالم نے حجرہ کا درپردہ اُٹھوا کر آخری مشاہدہ فرمایا۔ اور مُسکرائے۔ ابو بکر صدیق مقامِ امامت سے پیچھے ہونے لگے۔ کہ شاید حضور تشریف لاتے ہین۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ کہ نماز تمام کرو۔ اور درپردہ چھوڑ دیا گیا۔ الحقنے بالرفیق الاعلےٰ بار بار فرماتے۔ خدا تعالےٰ کیطرف سے جبرئیل چند بار عیادت اور کیفیت مزاج کے لئے استیناساً آتے رہے۔ وقت مقررہ پر حضرت عزرائیل نے بصورت عرب درِ دولت پر ندا دی جس سے اہلخانہ دہل گئے۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے۔ کہ مجھے قریب بلوا کر وصایا کئے۔ اور ایسا ہزار باب علم مجھے عطا فرمایا۔ کہ جس کے ہر ہر باب سے دیگر ہزار مفتوح ہوا۔ آخر کار ملک الموت کو اذن داخلی دیا گیا۔ اُس نے حاضر ہو کر التماس کی۔ کہ تابع فرمان ہون۔ اگر حکم ہو۔ تو قبض روح کرون۔ ورنہ واپس چلا جاؤن۔ ارشاد ہوا۔ کہ کُلُّ نفسٍ ذائقۃُ الموت اس جسر کا عبور لابدی ہے۔ لو بسم اللہ۔ ناگاہ اللّٰھم الحقنے بالرفیق الاعلےٰ فرماتے ہوئے دست دراز کیا۔ اور بعالم وصال ارتحال۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ڈ سے

رفت آن طاؤس عرشی سوئے عرش چون رسید اندر مشامش بوئے عرش
شاہ بازی این قفس درہم شکست رفت و خوش بر ساعدِ سلطان نشست

اُس وقت ازواج مطہرات کی گریہ وزاری اور فاطمۃ الزہرا کی اشک باری و دلفگاری و حسنین شریفین کی بیقراری حضرت علیؓ و بنی ہاشم کی جان گدازی اور صحابہؓ کرام کی دلسوزی۔ حیوانات متعلقہ کا نالہ و اضطراب اسکے بیان کی برداشت نہین ہوسکتی۔ نہ یہ رسالہ تفصیل کا متحمل ہوسکتا ہے۔ (مصطفےٰ ماسبق)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

سرورِ عالم کے قیام گاہ کے قریب ایک پردہ یمانیہ چادرون کا بنایا گیا۔ جس مین حضرت عباسؓ وحضرت علیؓ۔ حضرت فضیل۔ اسامہ۔ قثم۔ شقران نے باقاعدہ نہلایا۔ امیر الغسال علی مرتضےٰ تھے۔ سرورِ عالم کے پپوٹون مین جو پانی جمع ہو جاتا۔ حضرت علی اُسے چوس لیتے۔ حسب الوصیت بیر غرس کے پانی کی سات مشکون سے نہلائے گئے۔ پارچات اُتار کر نہین نہلایا گیا۔ کفن کے پارچات کی تعداد مختلف بیان کی جاتی ہے۔ تین یا سات پھر یہ بھی کہ قمیص وعمامہ ان مین محسوب نہین واللہ اعلم۔ صلوٰۃ الجنازہ بغیر امام فرادے فرادے پڑہی گئی۔ وہ بھی اسی طرح بوجہ انبوہ خلائق گروہ گروہ ہو کر جاتا۔ اور فارغ ہو کر نوبت بنوبت نکلتے ترتیب یون بیان کیجاتی ہے۔ کہ اول گروہ بنی ہاشم پھر گروہ گروہ مہاجرین پھر انصار پھر دوسرے لوگ۔ پھر نساء۔ افسوس ہے۔ کہ عام شیعہ زمانہ موجودہ کھلے منہ کہتے ہین۔ کہ سرورِ عالم کا جنازہ صحابہ نے نہین پڑہا۔ حالانکہ ان کی کلینی نے اصول کلینی مین ابو جعفرؑ سے بصراحت لکھا ہے۔ کہ لما قبض النبی صلت علیہ الملائکۃ والمہاجرین والانصار فوجا فوجا۔ دوسری روایت مین دس دس کا ذکر ہے۔ جلاء العیون مین صحابہؓ کا جنازہ پڑہنا بحکم مرتضےٰ بتلایا ہے۔ کفے بہی قدوۃ سیرت حلبی مین شیخین کا مقام صف ہے! بتلا دیا ہے۔ صلواۃ الجنازۃ حسب الامر مرتضےٰ یہ دُعا تہی۔ اِنَّ اللہ وملٰئکتہ یُصلّون علی النبیّ یا ایّھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما۔ لبیک اللھم ربنا وسعدیک صلواۃ اللہ البر الرحیم والملئکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وما سبح لک من شیٔ یا رب العلمین علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العلمین الشاھد البشیر الداعی الیک باذنک السراج المنیر وعلیہ السلام والتفصیل والاختلافات فی المطولات۔ لحد بنا کر حجرہ صدیقہ مین مدفون کئے گئے۔ مروی ہے۔ کہ دفن کے بعد حضرت بضعتہ رسول اپنے شوہر نامدار کو نہایت دردناک لہجہ مین فرمایا۔ کہ آپ نے کیسے گوارا کیا۔ کہ نبی الرحمۃ کو مٹی مین دبایا

اور لحد پر مٹی ڈالدی۔ جواب ہُوا کہ لامرد لامر اللہ تعالےٰ۔ دختر نبی رو تی تھین اور یاابتاہ وارسول اللہ وانبی الرحمتہ الآن لایاتی الوحی الآن ینقطع عنا جبرئیل اللہم الحق روحی بروحہ واشفعنی بالنظر الے وجہہ ولا تحرمنی اجرہ وشفاعتہ یوم القیامتہ۔ اور حضرت سرور عالم کی قبر مبارک کی خاک سونگھ کر فرمایا۔ ماذا علی من شم تربتہ احمد لم ان لایشم مدی الزمان غوالیا۔ صبت علی مصائب۔ لو انہا صبت علی الایام صرن لیالیا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا مختصر تذکرہ

یہ تو مانی ہوئی بات ہے۔ کہ ازواج مطہرات بلحاظ افضلیت شوہر تمام نساء بنی آدم پر فضیلت رکھتی ہین۔ عمدۃ البیان شیعی بھی اپنی تفسیر مین اسکا مقر ہے۔ چنانچہ آیہ لستن کاحد من النساء مین لکھا ہے۔ تم کو اور عورتون پر فضیلت ہے بسبب تمہارے شوہر کے انتہی۔ ہان اس امر مین کسی قدر علماء کا اختلاف ہی کہ ترتیب کس طرح تھی۔ اور کتنی بیویان قبل از وصال حضورؐ وفات پاچکین اور کتنی بیویون سلے زفاف ہوا۔ اور کتنی قبل زفاف علیحدہ ہوئین۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہم مشہور بلکہ اشہر اقوال کا ذکر کرتے ہین۔ جو غالبًا اجماع اور اتفاق سے مزین ہوگا۔ ترتیب نہین ہوسکی۔ ازواج مطہرات سے پہلی بیوی ام المومنین حضرت خدیجہ[۱] بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی ہے۔ جن کا لقب سرور عالم کے ساتھ تیرھوین پشت مین ملتا ہے۔ ظہیری۔ یہی بیوی ہین جسے بجز ابراہیم حضور کی اولاد کی مان ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اس کے فضایل ومناقب بکثرت ہین۔ ازانجملہ سرور عالم کی زبان مبارک پر خیر نساءہا خدیجہ بنت خویلد کا لقب پانیوالی ہے۔

[۱] یہ بیوی نہایت عقلمند جلیل القدر۔ کثیر المال بڑی شان ولیاقت دار تہین۔ نساء قریش کی سیدہ مشہور تھین۔ عفت وعصمت بحدے تہی۔ کہ زمانہ جہالت مین طاہرہ لقب تہا۔ اسلامی دروازہ مین سب سے پہلے انہین داخل ہونیکا شرف حاصل ہوا۔ ظہیری

ازان جملہ یہ ہے۔ کہ جبرائیل خدا تعالے کا سلام لیکر سرور عالم کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ اور عرض کی ناقرء علیہا السلام من ربہا۔ متفق علیہ یہ بیوی پہلے عتیق بن عابد مخزومی اور ابو ہالہ نباش تیمی سے یکے بعد دیگرے نکاح کر چکی تھین۔ سرور عالم سے اسکا جب نکاح ہوا۔ تو اس کی عمر اسوقت چالیس سال تھی۔ اور حضور اقدس کی عمر پچیس سال۔ کما بیش ۶۴ برس کی عمر مین ہجرت سے تین سال اور ابو طالب کی وفات کے بعد تین ایام جان بجان آفرین سپرد کی۔ اور بہشت برین کے محل اکمل مین مروارید مین جا بسین۔ جب تک یہ کریمہ زندہ رہین حضور نے کوئی نکاح نہین کیا۔ حضرت فاطمہ جیسی بی بی کی مان ہونیکا فخر بھی انہین کو حاصل ہے۔ تمام سادات کی جدہ ہونے کا اعزاز انہین کے نام متعدد رہا۔ بڑی مضبوطی کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت خدیجہ کے برابر خوش نصیب عورت تمام دنیا مین نہین ہو سکتی۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت سودہ رض قریش بنت زمعہ ہے۔ جو پہلے سکران بن عمر کی بیوی تھین۔ مکہ معظمہ مین اس سے نکاح ہوا۔ یہ بیوی تقریباً ۵۵ھ مین فوت ہوئین۔ اس بیوی کو بڑھاپے کیوجہ سے معلوم ہوا۔ کہ شاید سرور عالم مجھے طلاق دینا چاہتے ہین۔ اُس نے التماس کی۔ کہ میری نوبت اور باری بعائشہ صدیقہ سپرد ہو۔ اور مجھے یہی فخر حاصل رہے۔ کہ مین حضور کے دامن و سلک ازواج مین رہون۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نکاح ہوا جو ابو بکر صدیق کی چہیتی بیٹی تھین اسوقت حضور سرور عالم کی عمر تقریباً ۵۱ برس کی تھی۔ زفاف (رسم ملاپ) مدینہ عالیہ مین ہوا۔ اسوقت عمر ام المومنین ۹ برس کی۔ سرور عالم کی بیویون سے کوئی بیوی بجز اسکے بکر نہین۔ اس کے مناقب و فضایل مشہور ہین۔ جسقدر سرور عالم کی محبت اس سے تھی۔ وہ محتاج بیان نہین۔ اور جسقدر اسکو علم عطا ہوا۔ وہ کالشمس فی وسط النھار کی طرح روشن ہے۔ بوقت وفات سرور عالم اسکی عمر ۱۸ برس کی تھی۔ اس بیوی کی وفات ۱۷ ماہ رمضان ۵۷ھ یا ۵۸ھ مین ہوئی۔ اسکے بعد حضرت ام المومنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب سرور عالم نے ہجرت کے تیسرے سال

نکاح کیا۔ یہ پہلے خنیس ابن عبد اللہ کی بیوی تہین۔ یہ بیوی مدینہ عالیہ مین حضرت عثمان رضہ کی خلافت مین ۴۵ھ فوت مین فردوس برین مین پہنچین[1]۔ پہر حضرت زینب بنت خزیمہ سے ہجرت سے تیسرے برس نکاح کیا۔ یہ پہلے عبیدہ بن حرث بن عبد المطلب کی بیوی تھین۔ اس بیوی کا لقب ام المساکین بھی ہے۔ یہ ایک سال نکاح کے بعد فوت ہوگئین۔

زینب بنت جحش۔ یہ بیوی سرور عالم کی پہوپھی (عمتہ) کی بیٹی ہے۔ ہجرت کے پانچوین سال سرور عالم سے نکاح کیا۔ یہ پہلی ام المومنین ہے۔ کہ سرور عالم کے بعد تمام امہات المومنین سے پہلے پہل دار فانی کو خیر باد کہتی ہوئین بزمانہ خلافت عمر رضہ بہشت برین کو سدہارین۔ سن وفات (۲۰) لکھا ہے۔ پہلے زید بن حارث کے نکاح مین تھین۔ نصرانی اسکے حق مین بہکی بہکی باتین کرتے ہین۔ اول من حول فی نعش بھی انہین کے حق مین کہا گیا ہے۔ ام حبیبہ نام اسکا رملہ ہے۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیان اخت معاویہ رضہ یہ ام المومنین پہلے عبید اللہ ابن جحش کے نکاح مین تھین۔ وہ نصرانی ہوکر حبشہ مین جامرا۔ سرور عالم نے ہجرت کے چھٹے سال اس سے نکاح کیا (اس کی تفصیل تذکرہ امیر معاویہ رضہ ہوگی) مشہور یون ہے۔ کہ نجاشی نے بہر چارسو درہم اس کا نکاح حبشہ مین سرور عالم کے ساتھ کر دیا تہا۔ جس سریر مبارک پر حضور رضہ کا جنازہ اُٹھایا گیا تھا۔ وہ اسی بیوی کے گہر کا تھا۔ اور اب تک مدینہ مین انہین کے متعلقین کے پاس ہے۔ خلافت معاویہ رضہ تک زندہ رہین۔ ام سلمہ۔ یہ ام المومنین ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی کے خاندان سے ہے۔ اس کا بہائی عبد اللہ ابی امیہ سرور عالم کا سخت ترین دشمن تھا۔ پہر لفضلہ تعالےٰ مسلمان ہوکر طائف مین شہید ہوا۔ ابی امیہ ابوجہل کا چچا تھا۔ یہ ام المومنین پہلے ابو سلمہ بن عبد الاسد کے نکاح مین تھین۔ ہجرت کے چوتھے سال اس سے سرور عالم نے نکاح کیا حسن بصری کی والدہ اسی بیوی کی خادمہ تہی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے اسے نہایت دلچسپی اور محبت تہی حضرت

---

[1] سوادہ اور قوامہ اس بیوی کا لقب تہا۔ ۱۲

امام حسینؓ کی شہادت کے متعلق اسی کے پاس ایک خاص علامت تھی سنہ ۱ یا سنہ ۶۲
مین یہ بیوی فردوس عدن مین پہونچین۔ میمونہ حضرت میمونہ بنت الحرث یہ
ام المومنین ابن عباسؓ کی خالہ ہے۔ پہلے ابی سبرہ بن ابی اہم العامری کی بیوی تھین
سرور عالم نے ہجرت کے ساتوین سال مین اس سے نکاح کیا۔ اس بیوی کی وفات
کے سنہ مین اختلاف ہے۔ صفیہ۔ صفیہ بنت حیی ابن اخطب نضیری۔ یہ بیوی پہلے خیبر
کے یہودیون مین سے کنانہ نام ایک یہودی سے نکاحی ہوئی تھین۔ چونکہ وہ بارتکاب
جرم حلال الدم (واجب القتل) ہوگیا تہا۔ غزوہ خیبر مین قتل کیا گیا۔ اور اس کا اہل
وعیال قیدی ہو کر اسلام کے قبضہ مین آیا۔ حضور انورؐ نے حضرت صفیہ کو ازاد
کر کے سنہ ہجری مین لسلک ازواج مطہرات منسلک کر دیا۔ اس وقت اس کی
عمر ۱۷ سال تھی۔ اسکے سن وفات مین اختلاف کثیر ہے۔ معارف مین سنہ ۳۶ لکھا
ہے۔ واللہ اعلم۔ جویریہؓ۔ بنت حارث مجھے یہ نہین معلوم ہوسکا۔ کہ یہ بیوی پہلے کس کی
منکوحہ تھی۔ صرف اتنا معلوم ہوا۔ کہ غزوۂ بنی المصطلق مین اسیر ہو کر ثابتؓ بن قیس
کے حصہ مین آئین۔ انہون نے اُسے مکاتب کیا تہا۔ وہ بانیوجہ حضورؐ کی خدمت مین
حاضر ہوئی۔ کہ میری طرف سے مال کتابت ادا کرین۔ آپ نے اسکی مسکنت اور
خواہش کو معلوم کر کے فرمایا۔ کہ نہ صرف مال ہی دیتا ہون۔ بلکہ اگر تو امہات
المومنین کے ہمسلک ہونا منظور کرے۔ تو بھی دریغ نہین۔ وہ اسے سنکر خوش ہوگئی۔
آپ نے اس سے بعد آزادی سنہ مین نکاح کر لیا۔ سنہ ۵۶ مین اس ام المومنین
کی وفات ہے۔ ریحانہ بنت زید یہ بیوی بھی یہود کے خاندان سے تھی۔ یہ بھی چھٹے
سال حضورؐ کے نکاح مین آئی۔ اور حجۃ الوداع سے جب حضورؐ تشریف واپس لائے
تب یہ فوت ہوئین۔ رضی اللہ عنہن (دیکھو معارف ابن قتیبہ اور اشعۃ اللمعات وغیرہ)
مذکورہ بالا وہ بیویان ہین۔ کہ جن سے زفاف بھی ہوا۔ اور آخر دم تک سرورعالم
کے زیر دامن رہین یا سامنے حضورؐ کے بہشت برین مین پہنچین۔ اب رہین وہ بیویان
کہ جن سے نکاح تو ہوا۔ لیکن خلوت تک نوبت نہین پہنچی۔ کہ وہ جدا کر دی گئین۔

یا بوقت نزول آیۃ قل لازواجک الایۃ دنیا اختیار کرکے علیحدہ ہونا اختیار کیا یا وہ عورتین جن سے خواستگاری ہوئی تہی۔ لیکن نکاح نہیں کیا تھا۔ اُن کی تعداد بیس سے بہی زیادہ ہے۔ اور تفصیل اُن کی مطولات مین مذکور ہے خصوصاً جامع الاصول مین (اشعۃ اللمعات) کنیزگان مین سے مشہور یہ ہین۔ ماریہ قبطیہ ام ابراہیم ابن رسول اللہ۔ ریحانہ بنت شمعون یا بنت زید اس کا ذکر ہوچکا ہے۔ ام ایمن اس کا نام برکت تھا۔ اور بھی ہین۔

اولاد سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ تو مسلم ہے۔ کہ سرور عالم کی جملہ اولاد بجز ابراہیم حضرت خدیجہ سے ہوئے۔ ابراہیم کی والدہ ماجدہ ام المومنین ماریہ قبطیہ ہے۔ کما ستعرف باقی بیویون سے اولاد نہین ہوئی۔ کما لایخفی۔ ہان یہ ہے۔ کہ عائشہ صدیقہؓ بھی حاملہ ہوئی تہین۔ لیکن قبل ازوقت حمل ساقط ہوگیا۔ اور سقط لڑکا تھا۔ جسکا نام سرور عالم نے عبداللہ رکہا۔ اور ام المومنین عائشہ کی کنیت ام عبداللہ مقرر کی۔ کما فی عمل الیوم واللیلۃ۔

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باتفاق شیعہ واہل سنت ۴ فرزند اور ۴ صاحبزادیان ہوئین۔ اگرچہ بعض شیعہ جو علم سے عاری بوجہ بغض امیر عثمانؓ خلیفہ ثالث بجز حضرت فاطمہ باقی صاحبزادیونکا انکار کرتے ہین۔ لیکن قرآن اور اخبار دونو شاہد عدل ان کی تکذیب کے درپے ہین۔ بعض کتب اہلسنت مین بھی ان کے اشارات ہین۔ اور اُن کا ضعف ظاہر ہے۔ قال اللہ تعالےٰ قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیہن من جلابیبہن الایۃ۔ اس آیۃ شریفہ سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت سرور عالم کی ایک صاحبزادی نہ تہی۔ بلکہ صاحبزادیان تہین۔ فہوالمطلوب حیات القلوب مین ملا باقر مجلسی شیعی نے سرور عالم کی اولاد کی نسبت کھلے منہ کہدیا ہے۔ کہ چار صاحبزادیان تہین۔ پھر لکہا ہے۔ شرذمۃ قلیلہ

شیعہ یا سنی جو انکار کرتا ہے۔ احادیث صحیحہ اس کی مخالفت کے لئے کمر باندھے
ہوئے ہین۔ انتہے بعناہ کلینی شیعی اپنی اصول کافی کی کتاب الحجۃ جزو سوم مین
لکھتے ہین۔ و کفی بہ تشدوۃ و تزوج (النبی) خدیجۃ وھو ابن بفع وعشرین سنۃ
فولد منہا قبل مبعثہ القاسم۔ ورقیۃ وزینب وام کلثوم و ولد لہ بعد المبعث الطیب۔ والطاہر
والفاطمۃ علیہا السلام وروی انہ لم یولد بعد المبعث الا فاطمہ وان الطیب والطاہر ولدا
قبل المبعث صفحہ ۱۴۶ شافی شارح کافی شیعی اس کا حاصل باین الفاظ نگارش کرتے ہین۔
کہ مراد ذکر اولاد او از خدیجہ است در مکہ لہذا ابراہیم از ماریہ قبطیہ در مدینہ زادہ شد
مذکور نشد۔ انتہی۔ خیرات الحسان مین محمد حسن خان شیعہ اعتماد السلطنت نے لکھا ہے۔
چار پسر۔ کہ قاسم وطیب وطاہر وعبد اللہ نامیدہ شدند و چہار دختر کہ رقیۃ
وام کلثوم (زینب) و فاطمۃ سلام اللہ علیہا باشند حضرت پیغمبر را از بطن خدیجہ مطہرہ
حاصل آمد۔ انتہے۔ سید مرتضے علم الہدیٰ[۱] شیعہ نے سرور عالم کی ۵ دخترین بحر الانساب
مین لکھی ہین۔ فاطمہ۔ زینب۔ امامہ۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ لیکن ادب سے کہا جاتا ہے۔ کہ
ان کی لغزش قلم ہے۔ ورنہ امامہ نواسی ہے۔ نہ دختر۔ تحفۃ العوام چھاپہ نولکشور
صفحہ ۱۰۵ مطبوع حال مین امام علیہ السلام سے اذکار۔ رمضان شریف مین یون منقول
ہے۔ کہ آپ زیارت پڑھنے کے وقت خدا تعالے کی جناب مین بہ نسبت بنات طاہرات
اس طرح عرض کرتے۔ اللّٰہم صل علیٰ رقیۃ بنت نبیک وام کلثوم بنت نبیک انتہے۔
حضرت أسد اللہ علی ولی اللہ کا یہ مقولہ نہج البلاغۃ مین منقول ہے۔ جو امیر عثمانؓ
کے جواب مین لکھتے ہین۔ جبکہ وہ محصور تھے۔ وانت (یا عثمان) اقرب الی رسول اللہ
وشیجۃ رحم منہما (ابی بکرؓ و عمرؓ) وقد نلت من صہرہ مالم ینالا صفحہ ۳۲۴ ان عبارات سے
ظاہر ہے۔ کہ دختران سرور عالم چار تھین۔ اور چارون ہی آپس مین اخوات عینیہ
تھین۔ اس مین بھی کوئی شک ریب نہین۔ کہ حضرت عثمان ذوالنورین کی دو بیبیان

[۱] یہ کتاب ہمارے خان بہادر سید حسن بخش صاحب گردیزی رئیس ملتان جو حسن اخلاق اور تہذیب مین شہرہ آفاق ہین۔
جس کا شمہ بھی مین بیان نہین کر سکتا۔ اپنے سفر بانظفر سے جو کربلا معلے کے لئے کیا تھا۔ لائے تھے۔ اور ان کے پاس موجود ہے

حضرت سرورِ عالم کی دو صاحبزادیاں رقیہ و ام کلثوم تھین سُنی اور شیعہ اس پر متفق ہین
حاجت منقولات نہین۔ والا تطویل بلا طایل ہوگی۔ اور یہ بھی حدیث متفق مین ہے۔ کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مین نے اپنے پروردگار عزوجل کی بارگاہ مین
سوال کیا۔ کہ نہ شادی کرون مین کسی سے۔ مگر وہ جنت مین ہو۔ اور نہ شادی کردون
مین کسی کو مگر وہ جنت مین ہو۔ اور میری ساتھ ہو بہشت مین۔ ابوالقسم متعصب شیعہ
بھی اپنی تفسیر لوامع التنزیل مین اس قسم کے احادیث کو نقل کرکے لکھتے ہین۔ کہ باین
مضمون اخبار لاتعد ولاتحصے اند۔ بعد جمع رواۃ شان بلاشک تواتر معنوی حاصل میشود
لہذا کل فرقات مسلمانان باجد و کد وصیت می کنند در خویشے خود با پیغمبر۔ صفحہ ۳۲۸ جلد ثالث
اگرچہ بعد ازان یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اس مین ایمان شرط ہے۔ گویا اشارہ کیا ہے۔
اپنے بغض و عناد پر۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا فرمایا ہوا یہان خوب بیٹھتا ہے۔
کہ کلمۃ حق ارید بہا الباطل۔

افسوس ہے۔ کہ بعض نادان داماد نبیؐ کہ جس کا لقب بوجہ نبیؐ کی دو صاحبزادیون
سے شادی کرنے کے ذی النورین ہوا۔ اس کے حق مین یون کہدیتے ہین۔ کہ
منافق تھا۔ مرتد تھا۔ بے ایمان تھا۔ معاذ اللہ منہ۔ یہ نہین سمجھتے کہ یہ اعتراض حاشا
نبیؐ پر آتا ہے۔ کہ مشرکون سے بوجہ عدم ممانعت شادیان ہوئی تھین۔ اُن سے
علیحدہ کراکر پھر ایک ایسے شخص منافق سے بیاہ دین۔ جو اُن سے معاذ اللہ
بحکم ان المنافقین فے الدرک الاسفل من النار بدتر تھا۔ خوب ہوا۔ فر من المطر
وقر تحت المیزاب۔ اور پھر طرہ یہ کہ علم اولین و آخرین کا جامع اور عقل کل کا مالک
سچ تو یہ ہے۔ کہ ان کے عقلون پر پتھر پڑ گئے۔ جو آیا بے تکے ہانک دیا۔ فاعتبروا یا
اولے الابصار۔ بھلا ان کا اضطراب اور انکی بیقراری ایسے موقعون پر کسی سے
مخفی ہے۔ کبھی تو انکار کہ نبیؐ کی ایک لڑکی ہے۔ قرآنی آیت قل لازواجک و
بناتک کا انکار یا تاویل بما لا یرضی بہ القایل۔ اپنی صحیح کتب پر تہمت۔ کبھی یہ کہ داماد
نبیؐ منافق تھا۔ اور یہ اور وہ اللہم سلم۔ یہ بات بھی فروگذاشت کرنے کے قابل

نہین۔ کہ حضرت قاسم صرف سات یوم کے ہوکر۔ اور خطیب بہی بحالت صغیر سنی مکہ معظمہ مین فوت ہوئے۔ اور ابراہیم جو ماریہ قبطیہ سے ہوا تہا۔ وہ مدینہ شریف مین ۸ھ پیدا ہوا۔ ایک سال آٹھ ماہ اور آٹھ یوم زندہ رہکر بہشت برین کو سدہارا۔ حضرت سرورِ عالم کی جسقدر اس مولود مسعود سے محبت تھی۔ اور جو غم و قلق اس دُرِ بے بہا کے جدا ہونے سے ہوا۔ وہ اس روایت سے ظاہر ہے۔ کہ آپ اپنے فرزند دلبند سے اُسوقت جبکہ وہ آخری نظارہ دکھلا رہے تھے۔ رو رو کر یون خطاب کیا۔ کہ انا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون۔ حضرت طاہر کی نسبت مجھکو معلوم نہین ہوا۔ کہ وہ کتنی مدت کے ہوکر فوت ہوئے۔ ہان بعض علما نے تین فرزند حضور سرورِ عالم کے بیان کئے۔ اور طاہر لقب کہا ہے۔ نہ مستقل طور پر علم واللہ اعلم۔

حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ مدینہ عالیہ مین ۸ھ کو فوت ہوئین۔ ان کی صرف ایک لڑکی امامہ تھی۔ جو مغیرہ بن نوفل سے بیاہی گئی۔ اس سے ایک فرزند یحییٰ نام عطا ہوا۔ اور لاولد فوت ہوا۔ (معارف) علی قاری لکھتے ہین۔ کہ امامہ نواسی رسول اللہ کو حضرت علیؓ نے نکاح کیا۔ بعد وفات فاطمہ رض کے (شرح فقہ اکبر)۔

حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ۲ھ کو مدینہ عالیہ مین فوت ہوئین۔ حضرت عثمان غنی رض کو ان سے ایک فرزند ہوا۔ جو ۶ برس کا ہوکر فوت ہو گیا۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اپنی اس بہن سے نہایت محبت تھی۔ ان کی وفات کے بعد بھی آپ کی یہ حالت تہی۔ کہ رسول اللہ جب قبرستان تشریف لیجاتے تو آپ ساتھ ہو لیتین۔ اور قبر رقیہ کو دیکھکر روتین۔ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی جذب القلوب مین لکھتے ہین۔ روایت است۔ کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا برکنار قبر رقیہ میگریست و پیغمبر خدا صلوات اللہ علیہ بطرف جامہ خود اشک از رخسارہ او پاک میکرد ۔ حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ۹ھ

ف انس بن مالک سے مروی ہے۔ کہ جب ابراہیم پیدا ہوئے۔ تو جبرائیل نے حضرت سرورِ عالم کو بایں الفاظ سلام پیش کیا۔ کہ السلام علیک یا ابا ابراہیم (ابن السنی)۔

مین فوت ہو کر بقیع مین دفن ہوئین۔ جس قبہ مین یہ قبور فیض گنجور ہین۔ اسے قبہ بنات رسول اللہ کہتے ہین۔ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ان کا نکاح علیؓ مرتضٰے شیر خدا سے مدینہ طیبہ مین سنہ ۲ھ کی اخیر یا سنہ ۳ھ کی ابتدا مین بعد جنگ بدر ہوا اور قریبًا تھوڑے عرصہ کے بعد زفاف ہوگیا۔ وفات بعد رسول اللہ بقول مشہور شش ماہ یا ضد یوم کے بعد ہوئی۔ آپ کے بطن مبارک سے امام حسنؓ امام حسینؓ شہید کربلا و محسن۔ ام کلثوم الکبرٰے۔ زینب الکبرٰے۔ بعضون نے رقیہ کو بھی لکھا ہے۔ یہ سب پیدا ہوئے۔ دیکھو معارف ابن قتیبہ۔ سید مرتضٰے علم الہدٰے شیعہ نے بھی اپنی کتاب بحر الانساب مین اسی طرح اخیر کے بیان کی تصدیق کی ہے۔
حضرت علیؓ کی اولاد کے ذکر مین لکھتے ہین۔ و از ین جملہ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ و محسن و زینب الکبرٰے و زینب الصغرٰی از حضرت فاطمہ علیہا السلام بودند۔ انتہے افسوس ہے کہ ام کلثوم کی جگہ زینب صغرٰی لکھدیا ہے۔ حالانکہ ام کلثوم کا ذکر اوپر کر آئے ہین۔ ہان یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ام کلثومؓ کنیت ہو۔ اور اصلی نام زینب صغرا ہو۔ یا واللہ اعلم علامہ مرتضٰے نے کسی خاص وجہ سے۔ ایر پھیر کیا ہوگا۔ والثانی ہو الاظہر الحال اس تمام مذکورہ بالا مضمون سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سرور عالم کی اولاد کی منبع اور چشمہ حضرت فاطمہ کی ذات بابرکات ہے۔ گو حضرت علیؓ بحر رسالت و نبوت کے تمام فضائل و کمالات سے موصوف ہین۔ لیکن لضعۃ الرسول فاطمہ علیہا السلام کا ایک ادنے کمال یہ ہے۔ کہ آپ کے بطن مبارک کو اللہ تعالےٰ نے ایسا مصدر سیادت بنایا۔ کہ اسی سے سیادت کے دُر آبدار صادر ہوئے۔ کہ تا قیامت ان کا رنگ چمک نہایت آب و تاب سے مثل آفتاب نمودار رہیگا اور سفینہ نوح کی طرح امت کو گرداب۔ آب ظلمات سے بچاتے رہینگے۔ گو سفینہ کی طرح دنیا کے دریا پر بوجہ طغیانی انہین صدمات پہنچین۔ تھپیڑے لگین۔ لیکن ان کا یہی کام ہوگا۔ کہ سب کو اپنی گود مین لیکر کنارہ سلامتی پر جا کر اُتارین۔ وائے ہے اُن خوارج اور دوست نما دشمنو نپر کہ جو اس سفینہ کے نام

سے کڑہتے ہین۔ یا نادان دوست بنکران کی بیجا نقلین کرتے ہین۔ اللہم انا نسألک حبک وحب نبیک وحب اہلبیت نبیک وحب اصحاب نبیک کما تحب وترضیٰ۔
حضرت فاطمہؓ کا نام مبارک فاطمہ اسلیئے رکہا گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اسے اور اسکی اولاد کو دوزخ سے دور کر دیا۔ بلکہ انکے محب تابعدارون کو بھی بچا لیا۔ د شرح فقہ اکبر) طبرانی نے ثقات سے بیان کیا ہے۔ کہ سرور عالم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نہ تجھے عذاب کرنیوالا ہے۔ نہ تیری اولاد سے کسیکو۔ اس پاک دامن بی بی کا لقب بتول اس لئے ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہین حیض و نفاس سے بغیر علت و مرض کے بری کر دیا۔ نسائی شریف مین بحکم حدیث مرفوع اس پاک دامن کو حوراومیہ اور لم تحض سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ بھی ہے۔ کہ بتول اسلیئے ہوئین۔ کہ فضلا ودینا وحسبا ونسبا اپنے زمانہ کی عورتون سے بڑھ چڑہ کر تھین۔ لانقطاعہا عن الدنیا بھی موزون ہے۔ اس مین بھی شک نہین کہ احب البنات الے رسول اللہ تہین۔ کتب احادیث مین لکہا ہے۔ کہ جسوقت حضرت ممدوحہ سرور عالم کی زیارت اور دیدار کو آتین۔ توحضور دوپا کہڑے ہو جاتے۔ اور پیشانی مبارک پر بوسہ دیکر اپنے مقام پر بٹھلاتے۔ علل الشرائع کے مؤلف شیعہ نے باب ۱۴۷ مین کثیر تقبیل حضرت معصومہ مطہرہ کی یہ علت بیان کی ہے۔ کہ جبرائیل نے ایک سیب جنت سے حضور کو لاکر دیا۔ اور حضور نے تناول فرما کر حضرت خدیجہؓ سے خلوت کی۔ اور حضرت خدیجہ حاملہ ہوئین۔ اور حضرت فاطمہؓ اس حمل سے پیدا ہوئین۔ اور اس سیب جنت کا رائحہ (خوشبو) ہمیشہ ان مین رہا۔ جسے حضرت سونگہا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ حضرت فاطمہؓ کا زہد۔ خداپرستی۔ عفت۔ طہارت۔ شرافت سیادت محتاج بیان نہین۔ اس عفیفہ کے مناقب اور فضائل بے شمار ان گنت ہین۔ بعض محققین کا مذہب ہے۔ کہ بعد الانبیاء یہی افضل واکمل ہین۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہ زہرا صدیقۃ الکبریٰ کے درمیان علماء نے طبع آزمائیان کین۔ اور اس مین شک نہین۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ کے فضائل نامحصور ہین۔ اس کا علم اسکا اعزاز۔ عالی رتبہ پر ہے۔ اس کے حق مین جب کسی ناعاقبت

اندیشں نے زبان کہولی - توسورہ نور مین اللہ تعالے ۱۸ آیات اس کی برات و پاکدامنی اور قاذفین کی مذمت مین نازل فرمائین - بلکہ یون ارشاد فرمایا - کہ جب تم نے اس بات کو سنا - تو کیون نہ کہا - ہمارے لئے یہ لایق نہین - کہ ہم ایسی کلام کرین - سبحانک ہذا بہتان عظیم ہذا افک مبین - اس مین بہی کلام نہین - کہ سرورعالم کی جسقدر اُن سے محبت تہی - وہ اس امر کے سمجہنے سے صاف طور پر نمایان ہوجاتی ہے - کہ جب حضور بیمار ہوئے - تو بہی اس بی بی سے جدا ہونا پسند نہ کیا - بلکہ آپ ہی کے حجرہ مبارکہ مین جان بجان آفرین سپرد کی - اور قیام تا قیامت یہین پسند فرمایا - لیکن یہ امر مخفی نہین - کہ یہ سب کچھ بوجہ رشتہ نکاح صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوا - اور حضرت فاطمہ بضعۃ رسول اور جزو رسول ہے کسی نے کیا اچہا کہا ہے - ؎

وے کسے گفت عائشہ در فضل — بہتر از بنت سید البشر است
مصرعے در جواب او خواندم — رشتہ دیگر رگ جگر دگر است

حضرت عائشہ بجائے خود - جب علامہ ابن داؤدی سے سوال کیا گیا - کہ فاطمہ افضل ہین - یا اُس کی والدہ خدیجہ - تو جواب دیا - کہ فاطمہ بنی کا ایک ٹکڑا ہے - فلا نعدل بہا احدا ہم کسی کو اس کا ہم رتبہ نہین سمجہتے[1] - یہ بات بہی بیان کرنی ناموزون نہ ہوگی - کہ بعض کتب مین لکہا ہے - کہ عائشہ و فاطمہ دونون مان بیٹی کے درمیان یہ بحث چہڑی - کہ ہم دونون مین کون بلند رتبہ ہے - نہایت انصاف کے ساتہ یہ بحث چلتی رہی - آخر مین حضرت عائشہ نے اپنی فضیلت کو باینطور ترجیح دی

[1] اس مسئلہ کو میر انعدرہ نے کتاب سند السعادات مین بتفریح شگفتہ بیان کیا ہے - طبرانی نے بسند علی شرط الشیخین حدیث لکہی ہے - کہ حضور سرور عالم نے اپنی بضعۃ قلب کو فرمایا یا بنیۃ اما ترضین انک سیدۃ نساء العالمین قالت یا ابت فاین مریم قال تلک سیدۃ نساء عالمہا - یعنی اے فاطمہ کیا تو راضی نہین - کہ تو تمام جہانون کے عورتون کی سردار ہے - خلاصہ مطلب یہ ہے - کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا دعلیہا تمام دنیا کی عورتون کی سردار ہین - ام عیسٰی پر بہی سبقت رکہتی ہین - کما اختارہ الزرکشی والمقریزی والخیضری والجلال السیوطی فی کتابہ شرح النقایہ و شرح جمع الجوامع لاولۃ واضحۃ واخبار صادقۃ وردت فی ذالک کذا فی الشرع الناری - وقد مر لبعض المناقب فی المقدمۃ فارجع -

کہ مین بہشت برین مین اپنے شوہر کے پاس اور تو اپنے شوہر کے پاس ہوگی۔ اور میرے شوہر کا افضل ترین مرتبہ ہونا مسلم ہے۔ کیونکہ جتنی فضیلت حضرت علیؑ پر میرے شوہر کو ہے۔ اتنا وہ بلند ہونگے۔ تو یہ بات نکل آئی۔ کہ حضرت علی جتنے اندازہ پر میرے شوہر سے کم رتبہ ہین۔ پشت ہونگے۔ اور تو بھی وہان ہوگی۔ لکھا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ اسوقت خاموش ہوگئین۔ اور یہ حکایت حضورؐ انو کے پیش ہوئی۔ تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ کہ عائشہؓ کو یہ خبر نہین۔ کہ مین نے خدا تعالے سے درخواست کی تھی۔ کہ مین اور میری اہلبیت ایک مرتبہ مین میرے ساتھ ہون۔ اور وہ منظور ہوگئی واللہ اعلم۔ وانت ذو قرنیہا یا علی تو جنت کی دونون طرفون کا سردار ہوگا۔ فضایل مرتضے مین ذکر کرینگے۔ فانتظر۔

القصہ جب حضور سرور عالم کی وفات ہوئی۔ تو گو تمام اقارب واحبہ پر جو کچھ صدمہ ہوا۔ وہ اہل دانش پر مخفی نہین۔ لیکن حضرت فاطمہؓ کا جو حال ہوا۔ اس کی نظیر ناممکن نہ ہو۔ تو نہ ہو۔ لیکن مشکلتر ضرور ہے۔ احادیث صحیحہ مین وارد ہے۔ کہ کما بیش شش ماہ[1] بعد ازان زندہ رہین۔ مگر کبھی نہین ہنسین۔ المختصر حضرت سیدہ نساء العالمین۔ ام الآئمۃ الطاہرین۔ جوہرہ قدسیہ۔ قرہ عین النبی۔ بضعۃ الرسول حضرت بتول سرور عالم کی وہ چہیتی بیٹی تھین جس کی نظیر موجود نہین۔ جب سرور عالم سفر کو تشریف بر ہوتے۔ تو آخر ترین وداع اس سیدہ سے کرتے۔ اور جب تشریف لاتے۔ تو اوّل ہی اول زیارت فیض بشارت اس سیدہ کو کراتے۔ پھر اپنے حجرات کو روانہ ہوتے۔ یہ بھی سرور عالم نے فرمایا۔ کہ فاطمہ بضعۃ منی من اذاہا فقد اذانی۔ ومن اغضبہا فقد اغضبنی۔ علامہ سبکیؒ نے اس حدیث کے نیچے لکھا ہے۔ الذی اخترناہ وبہ دیننا ان فاطمہؓ افضل ثم امہا خدیجہؓ ثم عائشہؓ پھر لکھا ہے۔ والحق ان الحیثیات مختلفۃ ولکن لایبلغ احد بحسب شرف الذات و طہارۃ الطینۃ وتقدس الجواہر لفاطمۃؓ والحسنینؓ۔

[1] عزیتہ وتذکرہ وروضۃ الشہدا مین ۳ رمضان شب دو شنبہ ۱۱ھ لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہین۔ کہ مین نے بجز فاطمہؓ کسی کو نہین دیکھا۔ جو سرورِ عالم کے ساتھ سمت (روش) اور ہدی (سیرت) اور دل کیک خرامی مین مشابہ ہو۔ بموجب وصیت حضرت علیؓ نے بمعیت حضرت اسماء بنت عمیس غسل دیا۔ پانی ڈالنے والے حضرات حسنین تھے۔ جنازہ بھی حسب وصیت سیدہ حضرت علی نے شب کو ادا کیا۔ شیعہ کہتے ہین۔ کہ صرف تن تنہا حضرت علیؓ ہی نے جنازہ پڑھا۔ کسی مرد کو اہلبیت وصحابہؓ سے اطلاع نہ کی۔ شیعون کی تفسیر لوامع التنزیل مین لکھا ہے۔ تنہا شوہرش علی اورا نماز خوانده دفن نمود صفحہ ۱۴۵ جزو سوم۔ مؤلف علل الشرائع شیعی اپنی علل مین باب ۱۴۹ مین فرماتے ہین۔ العلة التی من اجلہا دفنت فاطمة باللیل ولم تدفن بالنہار عن ابی حمزة عن ابیہ قال سئلت اباعبداللہ لای علة دفنت فاطمة باللیل ولم تدفن فی النہار قال لانہا اوصت لا یصلی علیہا رجال انتہے۔ اس روایت سے یہ مسئلہ حل ہوگیا۔ کہ وصیت بوجہ غایت پردہ کی تھی۔ اور تھی بھی عام۔ حضرت ابوبکرؓ کو خواہ مخواہ کوسا جاتا ہے۔ جب ذکور ہاشمیون کا آنا ہی پسند نہین کیا جاتا۔ تو تیمی اور عدوی قریشیونکا کیا ذکر ہے۔

واہ رے پردہ۔ اگر ہو تو ایسا ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خصوصیت کے ساتھ آپکے لئے قیامت کے دن محشر گاہ کے لوگون کو خدا تعالے کیطرف سے خطاب ہوگا۔ کہ غضوا من ابصارکم الخ یعنے اپنی آنکھین بند کرو۔ کہ رسول اللہ کی دخترِ نیک اختر جلوہ افروز ہوتی ہین (تفسیر عزیزی مین) اس سے اُن روایات شاذہ کی قلعی بھی کھل جاتی ہے۔ کہ حضرت فاطمہ بعد وفات سرورِ عالم چالیس شب انصار کے گھرون مین ایک کھجورون کے باغ کے لئے دربدر پھرتی رہین۔ کما تفوہ بالجہلة بلکہ رسی سے کھچتی رہین۔ اور کسی نے غمخواری بجائے خود بلکہ التفات تک نہ کی۔ خود حضرت علیؓ کنارہ کش ہوگئے۔ حتے کہ مانند جنین پردہ نشین شدہ؟ کے خطابات سے حضرت سیدہ سے مذمتین سنین۔ اور اپنے نہان خانہ سے نہ ہلے۔ نعوذ باللہ من ہذہ الہذیانات والخرافات۔

علامہ ابن حجر تقریب مین لکھتا ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا رض سیدۃ نساء ہذہ الامۃ کا نکاح سنہ ہجری مین ہوا۔ اور قریباً چھ ماہ بعد الرسول م زندہ رہین۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۲۰ سال سے کسیقدر متجاوز تھی۔ قبر مبارک بقیع یا متصل روضہ سرور عالم ہے۔ حضرت علی رض نے آپ کے مرثیہ مین دو شعر فرمائے۔ شعر

لکل اجتماع من خلیلین فرقۃ وکل الاذی دون الفراق قلیل

وان افتقادی فاطمارض بعد احمدؐ دلیل علی ان لا یدوم خلیل

حضرت شیر خدا کی شعر گوئی کی نسبت آپکے ترجمہ مین بیان کرونگا۔ مدینہ عالیہ مین یوم وفات حضرت سیدہ جو کہرام ہوا۔ اور حضرات حسنین رض کی جو حالت ہوئی۔ اور اہل مدینہ جسقدر مضطرب ہوئے۔ اس کے بیان سے سینہ قلم شق۔ اور روئے قرطاس فک ہے۔ اور اک کاتب دنگ اور میدان کتابت تنگ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

سرورِ عالم کے غزوات کا مختصر تذکرہ

صاحبان بصیرت پر مخفی نہین۔ کہ اہل مکہ ایک مدت تک سرور عالم کے دعوے نبوت کو سرسری سمجھا کئے۔ اور بے توجہی کی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ اور سرور عالم نے بہی جسقدر اس مدت مین تکلیفین اور ایذائین برداشت کین۔ اُن کے لئے ایک علیحدہ دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ لیکن اسلام کا شیوع جسقدر ہوتا جاتا تھا۔ اہل مکہ کی بے توجہی غضب اور بیقراری سے بدلتی جاتی تہی۔ نوبت یہانتک پہنچی کہ جب مخلوقات کا ایک جم غفیر اسلام کا گرویدہ ہو گیا۔ تو قریش مکہ نے زور اور قوت کے ساتھ اسلام کے مٹانے مین سرپٹ کوشش کرنی چاہی حضرت ابوطالب رض کی حیات تک تو ظاہری طور پر کچھہ کر نہ سکے مگر انکے وفات

ہونے کے بعد مخالفین اسلام پر ہر طرف سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جس جس مسلمان پر قادر ہو سکے اُسے اس طرح ستانا شروع کیا۔ کہ اگر اسلام کے پودے نے اُن کے دلون کی زمین مین پورے طور پر جڑین نہ پھیلائی ہوتین اور اپنی چھل پھل کی خوشنمائی اور پھول پھل کی بہار نہ دکھلائی ہوتی۔ تو ایک شخص بھی ثابت قدم نہ رہ سکتا۔ یہ حالت پانچ چھ سال تک رہی۔ اور یہ زمانہ اُس مصیبت اور سختی سے گذرا کہ اس کی تفصیل اور توضیح ایک نہایت دردانگیز اور جانکاہ داستان ہے۔ قصہ حضرت بلال رض عمار رض اسکی والدہ کا مشہور ہے۔ اسی اثنا مین مدینہ طیبہ کی ایک معزز جماعت نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسلئے سرور عالم سے یہہ فرمان صادر ہوا۔ کہ جس جس شیدائی اسلام کو کفار نابکار سے ظلم و ستم سے جان بری نہ ہو سکتی ہو۔ وہ مدینہ منورہ کو ہجرت کر جائین۔ سب سے پہلے ابو سلمہ رض عبد اللہ ابن اشہل۔ پھر حضرت بلال رض اور عمار یاسر نے ہجرت کی اور ہوتے ہوتے یہان تک نوبت پہنچی۔ کہ بجز علی مرتضے اور ابوبکر رض صدیق اور اُن کے گھرانے کے لوگ آپ کے پاس رہگئے۔ مکہ معظمہ مین گھرون کے گھر ویران ہوگئے۔ عتبہ بن ربیعہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر ایک پورانے شاعر کا یہ شعر پڑھا۔ ؎

وکل داروان طالت سلامتہا یوما ستدرکہا النکباء والحوب

المختصر خود سرور عالم نے بھی اپنی طیاری بحکم آلہی کرنی شروع کی۔ مشرکین مکہ کو اندیشہ ہوا۔ کہ مبادا آپ بھی بچکر نکلجائین۔ اسلئے بمعیت شیطان یہ مشورہ ہوا کہ ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک جوان تلوارین لیکر یکدم سرور عالم پر دھاوا کرین۔ اور قتل کر ڈالین۔ کہ گویا ایک ہی شخص نے قتل کیا۔ تمام قبایل سے ان کا مقابلہ نہ ہو سکے گا۔ خون بہا لیکر چون کے تون رہجائینگے۔ سرور عالم نے خدا تعالےٰ سے اس مشورہ کی خبر پاکر اپنے جان نثار عزاد علی مرتضے کو بستر پر سورہنے کو فرمایا۔ اور وجعلنا من بین ایدیہم سدا الآیۃ پڑھتے ہوئے اور اپنے یار غمگسار ابوبکر صدیق رض کو ساتھ لیتے ہوئے ثور پہاڑ کی ایک غار مین رونق افروز ہوئے

پھر وہان سے بسواری شتر مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ ان معجزات کی تفصیل جو سرور عالم کے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ پہونچنے تک ظہور مین آئے۔ بہت طویل ہے مشہور معجزات مثل نسج عنکبوت۔ کبوترون کا انڈے دینا۔ سراقہ کے مرکب کے پاؤن کا زمین مین دھس جانا۔ ام معبد کی لاغر بکریون کا بکثرت دودھ دینا وغیرہ وغیرہ کا عام وخاص پر روشن ہے۔ ابو سلیمان خطابی سے شیخ عبد الحق نے جذب القلوب مین نقل کیا ہے کہ جب سرور عالم مدینہ منورہ کے قریب پہونچے۔ تو بریدہ اسلمی ستر جوانون کے ساتھ باشارہ کفار فجار بطمع صد شتر سرور عالم کے گرفتار کرنے کے ارادہ پر تلاش مین تھا۔ کہ یکایک آفتاب رسالت پناہ مدینہ منورہ کے افق سے طالع ہوا۔ بریدہ بھی سیاہ بادل کی طرح سامنے آیا۔ سرور عالم نے نہایت دلیری سے اس کا نام پوچھا۔ اس نے کہا بریدہ۔ آپ نے تفاول کے طور پر مادہ اشتقاق سے بر ودت نکالکر ابو بکر صدیق رض سے فرمایا۔ بر وامرنا یعنی خوشی وخنکی ہمارے کام مین ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ تو کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا۔ بنی اسلم سے۔ فرمایا خیر وسلامت ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ بنی اسلم کے کس خاندان سے۔ اس نے کہا بنی سہم معلوم نہین۔ کہ اسوقت کیا رحمت کا دریا جوش زن تہا۔ کہ آپ کے منہ مبارک سے یہ نکلا۔ کہ تو نے اپنا سہم (حصہ) پالیا۔ بریدہ کی بھی سعادت زورون پر تھی۔ اور جمال محمدی نے اسکے دل کو روشن کر دیا تھا۔ نہایت ادب سے عرض کی۔ کہ حضور کا نام نامی واسم گرامی۔ آپ نے فرمایا۔ محمد بن عبد اللہ رسول اللہ اس نام کے سنتے ہی مضمحل ہو گیا اور صدق دل سے کہا۔ اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمدا عبدہ ورسولہ۔ پھر جتنے ساتھی تھے۔ وہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ بریدہ نے التماس کی۔ کہ بوقت دخول مدینہ منورہ مجھے علمدار کے منصب سے سرفراز فرمائین۔ سرور عالم نے اس کا التماس قبول فرمایا۔ پھر بریدہ اپنے عمامہ کو سر سے اتار اپنے نیزہ کے سرے پر باندھ سرور عالم کی نقیبی کا شرف حاصل کیا۔ اور آپ سلہ ۱۲ ربیع الاول کو داخل منازل بنی عمرو ہو کر بعد کچھ عرصہ کے مدینہ پہونچے۔ انصار کی خوشنودی وشادمانی بانبساط

وسرور بوجہ قدوم میمنت لزوم حضور سے در عالم جسقدر تہا۔ اس کا اندازہ بجز پروردگار
اس کے رسول مختار کے کون کر سکتا ہے۔ اس کا شمہ جذب القلوب مین درج ہے۔
مدینہ عالیہ مین پہنچکر سب سے پہلے سرور عالم نے مہاجرین کے رہنے کا انتظام کیا۔
اور درمیان انصار ومہاجرین کے بھائی چارا قائم کیا۔ جسکا یہ اثر ہوا۔ کہ مہاجر جس انصاری
کا بھائی بن جاتا۔ انصاری اس کو اپنی ہر ایک قسم جائداد سے نصف تقسیم کر دیتا۔ مدینہ
منورہ سے پہنچکر اسباب کا وقت بہی آیا۔ کہ اسلام کے فرائض وارکان محدود اور
معین کئے جائین۔ مکہ معظمہ مین یہی فرض سب سے بڑا تہا۔ کہ اپنی جان کی حفاظت
کیجائے۔ یہی وجہ ہتی۔ کہ اب تک روزہ۔ زکوۃ۔ صلوۃ الجمعہ۔ نماز عید۔ صدقہ فطر
کوئی چیز وجود مین نہ آئی ہتی۔ نماز دن مین بہی یہ اختصار تہا۔ کہ بجز مغرب باقی وقتون
مین دو دو رکعتین تہین۔ نماز کے اعلان کا کوئی طریقہ معین نہ تہا۔ سرور عالم نے
اس طرف بہی توجہ کی۔ اور انتظام کرنا چاہا۔ یہودیون اور عیسایون کے یہان بوق
اور ناقوس تھا۔ بخاری شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مسئلہ زیر بحث رہکر امیر عمرؓ کی
رائے کے موافق بالفاظ مخصوصہ مروجہ منظور بارگاہ الٰہی ہوا۔ بلالؓ کو حکم ہوا۔ کہ
اذان دے۔ سنہ ۶۲۲ء ۱ھ سے سنہ ۲ھ تک کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہین آیا۔ لیکن
قریش مکہ باین خیال کہ اگر مسلمانون کا جلد خاتمہ نہ ہوا۔ تو زیادہ ہوتے چلے جائین
گے۔ حملون کی تیاریان کرتے رہے۔ اور دو تین دفعہ چہوٹے چہوٹے قلیل تعداد
کے گروہ بہی بڑہاتے رہے۔ جن کی روک بسہولیت کر دی گئی۔ سنہ ۲ھ مین بدر کا واقعہ
پیش آیا۔ بدر ایک چشمہ کا نام ہے۔ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی صفر کے اخیر پر
واقعہ ہے۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی۔ کہ ابو سفیان جو قریش کا سردار تھا۔ تجارت
کا مال لیکر شام سے واپس آرہا تھا۔ کہ یکایک رستہ مین اُسے وہم ہوا۔ یا کوئی غلط
خبر ملی۔ کہ مسلمان تیرا قافلہ لوٹنا چاہتے ہین۔ اُس نے وہین سے قریش مکہ کے پاس
قاصد بہیجا۔ اور وہ تقریر سجہائی۔ کہ اُس نے آگ پر تیل کا کام دیا۔ قریش
اس خبر کے سنتے ہی مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے اُٹھ کہڑے ہوئے بلکہ تمام مکہ اُمنڈ

آیا۔ سرور عالم کو بھی مدینہ منورہ مین خبر پہنچی۔ ماہ رمضان کی آٹھوین تاریخ ۲ھ کو سرور عالم
۳۱۳ بہادرون کے ساتھ جن مین ۸۳ مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ مدینہ منورہ سے
روانہ ہوئے۔ اس تمام لشکر مین دو گھوڑے اور ستر شتر تھے جن پر نوبت بنوبت سوار ہوتے
خود سرور عالم اور علی مرتضیٰ اور زید بن حارثہ ایک ہی شتر پر حصہ رسدی سوار ہوتے بمقام
بدر لڑائی ہوئی۔ قریش مکہ کے ستر آدمی مارے گئے۔ مسلمانون سے صرف ۱۴ شہید
ہوئے۔ جن مین ۶ مہاجر اور باقی آٹھ انصار تھے۔ کفار کے مقتولین سے ۲۴ نامی گرامی
سردار تھے۔ ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ۔ ولید وغیرہ۔ مورخ ابن ہشام لکھتا ہے۔ کہ سرداران
قریش سے ۹ کو علی مرتضیٰ نے لڑ کر مارا۔ اور باقیون کو باقی نے۔ یہ پہلی نوبت تھی۔
حضرت علی مرتضیٰ کو اپنی بے مثل شجاعت کے جوہر دکھلانے کا موقعہ ملا۔ قریش مکہ کا اس
شکست فاش سے زور ٹوٹ گیا۔ تمام مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ وہ سب
مال اسلام کے قبضہ مین آگیا۔ امیر عمرؓ کا ایک ماموں قریش کا معزز سردار تھا۔ اس
کو امیر عمرؓ نے ہی قتل کیا۔ ان کے خصوصیات مین لکھا ہے۔ کہ اسلام کے معاملات
مین قرابت اور محبت کا اثر کبھی اُن پر غالب نہین آیا۔ قریش مکہ کے ستر آدمی جو گرفتار
ہو کر آئے۔ اُن مین بھی بڑے بڑے سردار تھے۔ مثلاً حضرت عباسؓ عقیل برادر علیؓ
ابوالعاص وغیرہ وغیرہ۔ ان سرداران کا نہایت ذلیل ہو کر آنا۔ ایک ایسا تماشا
تھا۔ کہ بی بی سودہ بے اختیار بول اُٹھین۔ کہ بلا ستم کرانا۔ یعنی مطیع ہو کر ذلیل اور
قید ہو کر آئے۔ اور شریفون کی طرح لڑ کر مر نہ گئے۔ بدر کی فتح نے اگرچہ قریش
کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ لیکن گل دیگر شگفت کا معاملہ ہوا۔ وہ یہ کہ مدینہ عالیہ
کے گرد نواح پر مدت سے یہودی قابض تھے۔ جب سرور عالم مدینہ منورہ تشریف
لائے۔ تو ملکی انتظامات سے ایک یہ انتظام کیا۔ کہ یہودیون کو بلا کر معاہدہ کر لیا۔
کہ وہ مسلمانون کے برخلاف دشمنون کو مدد نہ دینگے۔ دوم یہ کہ اگر کوئی دشمن مدینہ
منورہ پر چڑھائی کرے تو مسلمانون کے مددگار ہونگے۔ لیکن جب سرور عالم فتحیاب
ہو کر آئے۔ تو اُنہین خوف چھایا۔ کہ مسلمان کہین زور پکڑ کر ہمارے برابر حریف نہ

بن جائیں۔ چنانچہ انہوں نے خود چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ اور کہا۔ کہ قریش فن حرب سے آشنا نہ تھے۔ ہم سے اگر مقابلہ ہوتا۔ تو دکھلا دیتے کہ لڑنا اسے کہتے ہین۔ نوبت یہان تک پہونچائی۔ کہ معاہدہ بھی توڑ ڈالا۔ سرور عالم نے شوال مین ان پر چڑھائی کی۔ اور بالاخر یہودی گرفتار ہو کر مدینہ سے جلاوطن کئے گئے۔ لڑنا اسے کہتے ہین کی خوب قلعی کہل گئی۔ اسلامی تاریخ مین یہودیون سے جنگین جو نظر آتی ہین۔ ان سب کی ابتدا اسی سے ہوئی۔ بچے بچائے قریش بدر مین شکست کہاکر انتظام کے جوش مین دیوانے ہوئے تہے۔ اور مثل ماہی بے آب بے تاب تہے۔ ابوسفیان نے حلفاً کہا تہا۔ کہ جب تک بدر کا بدلا نہ لونگا۔ تب تک غسل نہ کرونگا۔ چنانچہ ذی الحجہ ہی مین دو سو شتر سوارون کے ساتھ مدینہ منورہ کے قریب پہنچکر دو مسلمانون کا قتل کر دیا۔ سرور عالم کو خبر ہوئی۔ اُن کے تعاقب کے لئے انتظام ہوا۔ لیکن ابوسفیان نکلگیا۔ اس قسم کے چھوٹے چھوٹے اور بہی واقعات ہوئے۔ آخر کار یہ نوبت ہوئی۔ کہ شوال ۳ھ مین جنگ اُحد کا مشہور معرکہ ہوا۔

اُحد ایک سرخ پہاڑ کا نام ہے۔ جو مدینہ خالیہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بدر کی شکست نے اہالیان مکہ کو خصوصاً مقتولین بدر کے وارثون کو خون خواہی اور انتظام کے جوش نے بے چین تو کر رکہا تہا۔ لیکن کچہ بن نہ آتی ہتی۔ عکرمہ بن ابوجہل اور بہت سے سرداران قریش نے۔ ابوسفیان سے جاکر کہا۔ کہ اگر تم مصارف کا ذمہ اُٹھاؤ۔ تو اب بہی بدر کا بدلا لیا جا سکتا ہے۔ بالآخر سب نے ملکر ایک کمیٹی قائم کرکے یہ ریزولیوشن پاس کیا۔ کہ اس مال تجارت سے جسکو ابوسفیان شام سے لایا تہا۔ اور اب تک بلاتقسیم پڑا ہوا ہے۔ مدینہ منورہ پر ایک بہاری فوج جرار کے ساتہ حملہ کرنے کی تیاری کیجائے۔ چنانچہ وہ مال فروخت کرکے اصل سرمایہ مالکان پر بانٹ دیا گیا۔ اور پچاس ہزار مثقال سونا۔ ایک ہزار شتر جو منافع کا تہا۔ جنگ کی طیاری کے لئے رکہا گیا۔ عرب کے مختلف قبایل کے پاس چار معزز لیکچرار ذی اثر اور شاعر با وقر تھے۔ جنگ کی ترغیب دلانے کے لئے وہ بہیجے گئے۔ ان مین ایک

ایک دو مشہور و معروف ابو عزہ شاعر ہی تھا۔ جو بدر کی لڑائی مین پکڑا گیا تھا۔ اور اس وعدہ پر اس کی جان بخشی ہوئی تہی۔ کہ پہر وہ اپنے پر تاثیر اشعار سے مشرکون کو مسلمانون کے برخلاف کبھی برانگیختہ نہ کریگا۔ ان لیکچرارون اور سپیکرون کی کوشش کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ تین ہزار اور ناسخ التواریخ کی روایت کے ساتھ پانچہزار پر جوش سپاہی مکہ مین جمع ہوئے۔ جن مین سات سو زرہ پوش تھے۔ دو سو عربی گھوڑے اور تین ہزار شتر تھے۔ اور پندرہ عماریان جو حسین عورتون کی سواری کے لئے ہم پہونچائی گئین۔ کہ جو بوقت جنگ دفین بجاکر اور غیرت انگیز گیت گا کر لوگون کو لڑنے اور مرنے پر آمادہ کرتی رہین۔ الغرض ابو سفیان سپہ سالار بنکر اس قہار فوج کے ساتھ باکرّ و فر مکہ سے روانہ ہوکر بروز چہارشنبہ مدینہ منورہ کے قریب پہنچکر مقام کیا۔ سرور عالم کا خیال تو یہ تہا۔ کہ مدینہ ہی مین بیٹھکر انکا حملہ روکا جائے لیکن جان نثاران نے متفق ہوکر یہ مشورہ دیا۔ کہ مدینہ سے نکلکر جسطرح مناسب ہو کیا جاوے۔ سَرورِ عَالَم ؐ بمعہ اپنے جان فدایان کے جمعہ کے دن مدینہ سے تشریف بر ہوئے۔ قریش کی سپاہ ایک ٹڈی دل تہی۔ جس کی تعداد تین یا پانچہزار تہی۔ خالد بن ولید میمنہ کے اور عکرمہ بن ابی جہل میسرہ کے افسر تہے۔ ادہر صرف سات سو مسلمان تہے۔ عبداللہ بن ابی منافق بمعہ دیگر منافقین جن کی تعداد تین سو تہی۔ ساتھ ہوئے تہے۔ لیکن قریش سے کنگاش کرتے ہوئے واپس مدینہ کو چلے آئے۔ جن مین ایک سو زرہ پوش اور دو سو سولہ سوار باقی پیادہ احد پہاڑ کے دامن مین دونون فوجین صف آرا ہوئین۔ سرور عالم نے عبداللہ بن جبیر کو ۵۰ تیر اندازون کے ساتھ فوج کے عقب ایک مورچہ پر متعین کیا۔ کہ ادہر سے کفار حملہ نہ کرنے پاوین۔ کیونکہ محل خطر تہا۔ مشرکین کو اپنی کثرت۔ قوت۔ شوکت پر بڑا گھمنڈ تہا۔ ہبل بت کی مورت قلب فوج مین رکھکر بڑے جوش وخروش سے ہفتہ کے دن آگے بڑھے۔ گیت گانے والی عورتون مین جن کی ہنڈن سرپرست ابو سفیان کی جورو تہی۔ اپنے لطیف لطیف لہجہ مین خوش آوازی سے

سپاہیون کو لڑائی کی رغبت اور جرأت دلانی شروع کی۔

گیت

ضربا بنی عبد الدار - ضرباً حماة الدرا ضربا بکل تبار

ہان اے بنی عبد الدار کے بہادرو ایک وار کر کے دکھاؤ۔ اے وطن مکہ کے حمایتو۔ تلوارون کے جوہر دکھاؤ۔ ہان خوب تلوارین مارو۔

مشرکین سنتے ہی حملہ آور ہوئے۔ سب سے پہلے زبیر اسلام کے بہادر نے مع اپنے ماتحتون کے حملہ کیا۔ اور قریش کے میمنہ کو شکست دی۔ پھر عام جنگ ہوئی حضرت علی رض حضرت حمزہ رض حضرت ابو دجانہ رض۔ دشمن کی فوج مین ایسے دلیرانہ بلکہ شیرانہ حملون سے گھس آئے۔ کہ کفار کے کھیت لگا دیئے۔ اور صفین الٹ دین۔ ابو سفیان جو سپہ سالار تھا۔ بھاگتا ہوا نظر آیا۔ کافرون مین بھاگر پڑ گئی۔ اور پاؤن اکھڑ گئے۔

اسلام کی فتح ہو گئی۔ مسلمانون نے باین خیال کہ معرکہ ہو چکا۔ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ تیر انداز بھی مورچہ چھوڑ لوٹنے مین مصروف ہوئے۔ تیر اندازون کا ہٹنا تھا۔ کہ خالد نے دفعۃً عقب سے بڑے زور شور کے ساتھ حملہ کیا۔ ابو سفیان بھی بمعہ فوج پلٹ پڑا۔ اور مسلمانون کو گھیر لیا۔ مسلمان چونکہ ہتھیار ڈال چکے تھے کفار کی اس ناگہانی زد کو نہ روک سکے۔ اور یکایک مخالف سمت سی آندھی کے آجانے کے سبب آپس مین بھی ایک دوسرے کی پہچان نہ رہی۔ اور باہم لڑنے لگے۔ اور بعض شجاعان اسلام کے مارے جانے سے بالکل میدان کا رنگ بدل گیا۔ اور کفار سرور عالم پر ٹوٹ پڑے۔ پتھرون اور تیرون کی بوچھاڑ کی۔ یہانتک کثرت کہ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ پیشانی پر زخم آیا۔ رخسارون مین مغفر کی کڑیان بیٹھ گئین۔ بااینہمہ آپ ایک گڑھے مین بھی گر پڑے۔ اور لوگون کی نظر سے چھپ گئے۔ اسی برہمی مین غل پڑ گیا۔ کہ رسول اللہ ص مارے گئے۔ اس خبر

کے سنتے ہی بعض مسلمانوں کے اوسان ہی چھکے چھوٹ گئے۔ کمرین ٹوٹ گئین۔ استقلال رفوچکر ہوگیا۔ سراسیمہ پریشان ہوگئے۔ کوئی بھاگا۔ کوئی ششدر ہوگیا۔ چونکہ نیت سب کی نیک کی۔ دل باخدا تہا۔ خدا تعالےٰ نے انکی اس قصور کو قرآن شریف مین معاف کردیا۔ آیہ شریفہ معانی یہ ہے۔ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور رحیم

ہان یہ بات خصوصیت سے ذکر کرنے کے قابل ہے۔ کہ حضرت علی رض ایک قدم بھی میدان سے نہ ہٹے۔ چونکہ آپنے سن لیا تہا۔ کہ سرور عالم شہید ہوگئے۔ اسلئے آپ کو طیش تہا۔ کہ یکایک آپنے دیکہا۔ کہ مسلمان کچہ دوسری طرف اب تک لڑ رہے ہین۔ پس آپنے اسطرف کا قصد کیا۔ صفون کو چیرتے۔ لڑتے بہڑتے وہان تک پہونچے۔ کیا دیکہتے ہین۔ کہ ابو دجانہ وغیرہ چند مجاہدین جانباز اپنا سینہ سپر کئے ہوئے سرور عالم کو دشمنون کے حملہ سے بچا رہے ہین۔ سرور عالم کے دیکہتے ہی اُن کی جان مین جان آگئی۔ اور نہایت شجاعت کے ساتھ دشمنون پر متواتر حملے کرکے انکو ہٹا دیا۔ جب یہ خبر مشہور ہوگئی۔ کہ وفات سرور عالم کی خبر غلط تہی۔ آپ زندہ موجود ہین۔ پھر سب مسلمان جمع ہوگئے۔ چونکہ کفار لڑتے مرتے تہک گئے۔ لڑائی رک گئی۔ فتح اسلام کا غلغلہ بلند ہوا۔

غزوہ بنی نضیر

اُحد اور نضیر کے معرکہ کے درمیان کچہ نوکین جہوکین ہوتی رہین لیکن ۴ھ مین غزوہ نضیر پیش آیا۔ یہودیون کے ایک قبیلہ کا نام نضیر ہے۔ دوسرے یہودی تو عہد شکنی مدینہ سے نکالے گئے تہے۔

بنی نضیر سے بہی معاہدہ تہا۔ لیکن یہ بہی اسلام کے سخت دشمن تہے۔ عمرو بن امیہ نے قبیلہ بنی عامر کے دو شخصون کو سوتے ہوئے بایں خیال کہ یہ دشمن اسلام ہین

قتل کر ڈالا۔ حالانکہ یہ معاہد تھے۔ اور بنو النضیر کے حلیف بھی تھے۔ سرور عالم کو جب
خبر ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ عمرو کی غلطی ہے۔ مین ان دونون کی دیت
(عوض خون بہا) ادا کرونگا۔ آپ بمعیت ابو بکر صدیق رض و امیر عمر رض بنو نضیر کیطرف
روانہ ہوئے۔ کہ عمرو کی غلطی کی مکافات کیجائے۔ بنو نضیر نے بجائے اس کے کہ
خوش ہوتے۔ بلکہ مشکور ہوتے۔ کہ سرور عالم ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے ہین۔
اُلٹا انہون نے کہا۔ ایک یہودی کو اپنی چھت پر بایں وجہ آمادہ کیا۔ کہ سرور عالم کے سر
پر پتھر کی چاٹی گرا دے۔ ابھی وہ چھت پر چڑھ بھی نہ سکا تہا۔ کہ آپ کو خبر ہو گئی۔
اُٹھ کر چلے آئے۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ تم مدینے سے نکلجاؤ۔ کہ اطمینان جاتا رہا۔ انہون نے
انکار کیا۔ اور مقابلہ کی تیاریان کین۔ سرور عالم نے اُنپر قابو پاکر جلا وطن کرا دیا۔
اُن مین سے بعض تو شام کو چلے گئے۔ اور باقیون نے خیبر مین آباد ہو کر حکومت
قائم کر لی۔ پھر بوجہ انتظام مکہ معظمہ مین مخالف پارٹی کو ملکر ترغیب دی۔ اور تمام
عرب کے قبایل مین دورہ کر کے ملک مین آگ لگا دی۔ چند روز مین قریش کے
علم کے نیچے دس ہزار آدمی جمع کر دیئے۔ ابو سفیان کی سپہ سالاری مین یہ گرجتا ہوا
سیاہ بادل مدینہ منورہ پر گھر آیا۔ سرور عالم نے بھی خبر پاکر مدینے کے باہر سلع
پہاڑ کے آگے ایک خندق تیار کرائی تھی۔ عرب مین خندق کا رواج نہ تہا۔ کچھ بس نہ
بن آئی۔ مجبوراً محاصرہ کر کے ہر طرف فوجین معین کر دین۔ رسد وغیرہ بھی بند ہو گئی۔
ایک ماہ محاصرہ رہا۔ کفار گاہ بگاہ خندق مین اتر کر حملہ کرتے۔ لیکن ناکامیاب واپس
ہونا پڑتا۔ کیونکہ اکابر صحابہ خندق پر متعین تھے۔ آخرکار کفار نے بڑے زور کا ایک
دن حملہ کیا۔ مسلمانون نے بھی اپنے اسلامی استقلال کے وہ جوہر دکھلائے کہ سبحان اللہ
لڑائی نے یہانتک طول کھینچا۔ کہ عصر کی نماز ادا کرنیکا موقع بھی نہ ملا۔ اس لڑائی
مین عمرو بن عبد ود مشہور بہادر پانسو سوارون کے برابر سمجھا جاتا تہا حضرت علی رض کے ہاتھ

سلہ لکہا ہے کہ جب حضرت علی رض نے سرور عالم سے عمرو بن عبد ود کے مقابلہ کی اجازت چاہی۔ تو آپ نے فرمایا سانہ [illegible]
حضرت علی رض نے جواب مین عرض کی۔ [illegible] سلہ لکہا ہے کہ [illegible] نام کا [illegible] ہے۔

سے گاجر کی طرح دو ٹکڑے ہو کر مارا گیا۔ اسکے مارے جانے سے قریش مین بیدلی پیدا ہو گئی۔ کریں ٹوٹ گئین۔ ادہر بنو نضیر کے گروہ سے نعیم بن مسعود نے مسلمان ہو کر قریش اور یہود کے درمیان پہوٹ ڈالدی مختصر یہ کہ کفر کا ابر سیاہ جو مدینہ منورہ پر چہا گیا تہا۔ روز بروز گہٹتا چہٹتا رہا۔ یہان تک نوبت پہنچی۔ کہ اسلامی ہوا کے جہوکون سے رفو چکر ہوا۔ اور مطلع بالکل صاف ہو گیا۔

سنہ ۶ ہجری مین سرور عالم ؐ نے معہ صحابہ خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا۔ باین غرض کہ قریش کو جنگ کا خیال نہ ہو۔ حکم دیدیا۔ کہ کوئی فرد بشر ہتہیار باندہکر نہ چلے۔ ذوالحلیفہ جو مدینہ منورہ سے ۶۰ میل پر براستہ مکہ معظمہ واقع ہے۔ پہنچگئے۔ حضرت عمر کو خیال ہوا۔ کہ بغیر سلاح جانا اچہا نہین معلوم ہوتا۔ اپنے اس خیال کو سرور عالم کی جناب مین پیش کیا۔ حضور نے ان دلایل کو پسند فرما کر ہتہیار منگوائے۔ جب مکہ معظمہ دو منزل رہ گیا۔ مقام حدیبیہ جو ایک گاؤن ہے۔ اور اس مین اس نام کا ایک چاہ ہے۔ مقام کیا۔ تو مکہ سے بشر بن سفیان نے آکر خبر دی کہ تمام قریش نے عہد و پیمان کر لیا ہے۔ کہ مسلمانون کو مکہ مین قدم ہی نہ رکہنے دینگے۔ زیارت خانہ کعبہ کجا۔ سرور عالم نے حضرت ذی النورین کو سفیر بنا کر بہیجا۔ کہ ہم کو لڑنا مقصود نہین۔ صرف زیارت کر کے واپس ہونگے۔ حضرت عثمان ؓ وہان پہونچے۔ تو ان کو روک رکہا۔ اور مشہور کر دیا۔ کہ وہ شہید ہو گئے۔ سرور عالم ؐ نے وہین درخت کے نیچے صحابہ سے جہاد کی بیعت لی۔ تعداد بیعت شدہ ۱۴ سو مکتوب ہے۔ آیۃ ید اللہ فوق ایدیہم کی تفسیر مین عمدۃ البیان کاشیعی مفسر ہی تعداد بیعت کنندگان مین ہمارا ہم صفیر ہے۔ لکہتا ہے۔ ۱۴۰۰ سو نے حضرت کے ہاتہ پر بیعت کی۔ یہی بیعت ہے کہ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الآیۃ جسکا مورد ہے۔ بیعۃ الرضوان اور بیعۃ الشجرۃ اسی بیعت کا نام ہے۔

قریش کو اصرار تہا۔ کہ سرور عالم مکہ مین ہرگز داخل نہ ہون۔ آخر کار ہوتے

ہوا تے یہ قرار پایا۔ کہ اس دفعہ مسلمان واپس جائین۔ آئندہ سال آئین لیکن
تین یوم سے زیادہ نہ ٹھیرین۔ لیکن وہ آنا ہی باین شرائط کہ (۱) دس سال
جنگ موقوف (۲) اگر قریش کا کوئی آدمی رسول اللہ کے پاس چلا جائے۔
تو اسے واپس کردین (۳) اگر قریش کے ہاتھ کوئی مسلمان آجائے۔ تو انہین اختیار
ہوگا۔ کہ روک رکھین۔ یا واپس بھیجدین۔ اور یہ بھی کہ جو قومین چاہین۔ قریش کا ساتھ
دین۔ اور اُن کے ساتھ دینے مین روک ٹوک نہ ہوگی۔ سرورِ عالم صلعم نے منظور
فرمالیا۔ امیر عمر رض نے اس مین گفتگو کی چونکہ خلاف مصلحت حقیقی تھی۔ اس
لئے قابل توجہ نہ ہوئی۔ چنانچہ جب یہ مصلحت ظاہر ہوئی۔ جیسا ذکر ہوگا۔ تو امیر عمر رض
نادم ہوئے۔ اس کفارہ مین روزے رکھے۔ نفلین پڑہین۔ خیرات دی۔ غلام آزاد کئے۔
الغرض معاہدہ لکھا گیا۔ صحابہ معتبرین کے دستخط کرائے گئے۔ مدینہ عالیہ کو واپس
جاتے ہوئے۔ انا فتحنا لك فتحاً مُبينا الاية۔ نازل ہوئی۔ محدثین نے لکھا
ہے۔ کہ اس وقت تک مسلمان اور کفار بالکل ایکدوسرے سے الگ الگ رہتے
تھے۔ صلح اور معاہدہ ہوجانے مین میل جول ہونے لگا۔ اسلام کے مسایل اور حکم سے
لوگ مطلع ہونے لگے۔ اس کا یہ اثر ہوا۔ کہ دو برس کے اندر اس کثرت سے
لوگ مسلمان ہوئے۔ کہ ماقبل کی وسیع مدت مین نہوئے تھے۔ یہی مصلحت تھی۔
جو بوقت معاہدہ امیر عمر رض کی فہم مین نہ آسکی۔ اور خدا تعالےٰ نے اس صلح
کو فتح مبین مین لفظ فتح سے تعبیر کیا۔ اسی سال سرورِ عالم صلعم نے سلاطین
اور والیان ملک کے نام دعوت اسلام کے خطوط لکھے۔

غزوہ خیبر

خیبر ایک مشہور معروف بڑا شہر ہے۔ مدینہ منورہ سے شام کو جاتے ہوئے
آٹھ منزل پر ہے۔ ۷ھ مین یہ غزوہ ہوا۔ اوپر یہ بیان ہوچکا ہے۔ کہ یہودی بنو
نضیر۔ جب مدینہ سے بوجہ بدعہدی نکالے گئے۔ تو خیبر مین جا کر صرف آبادہی نہین

ہوئے۔ بلکہ حکومت ہی حاصل کرلی۔ المختصر یہ اسلام کے دشمن کبھی بھی آرام سے نہ بیٹھے۔ ہر وقت انکا یہ خیال تھا۔ کہ اسلام یا تو ایک سرے سے مٹا دیا جائے۔ یا کم سے کم ذلیل تو کردیا جائے۔ تعجب یہ ہے۔ کہ جب انہوں نے سر اٹھایا۔ تب ہی خراب اور خاسر ہوئے۔ لیکن ضد۔ اور حسد ایسے دشمن ہیں کہ بجز جان اور ایمان لئے راضی نہیں ہوتے۔ بنو نضیر نے خیبر جاکر دو تین دفعہ دساطتًا یا استقلالًا بہت سر کوششیں کیں۔ اسلام نے سرسری طور پر انہیں سیدھا کرلیا۔ لیکن جب یہ یقین ہوگیا۔ کہ جب تک ان کی پوری گوشمالی نہ کیجائے۔ اور انکا زور نہ توڑا جائے۔ یہ ہرگز ظلم سے باز آنیوالے نہیں۔ تو ضرور ہوا کہ ان کیطرف توجہ مبذول ہو چنانچہ ۷ھ میں سرور عالم نے (۱۴۰۰) پیدل اور دو سو سواروں کے ساتھ خیبر کا رخ کیا۔ خیبر میں یہودیوں نے اسی دن کے لئے بڑے بڑے مضبوط قلعے بنائے تھے۔ لیکن اہل اسلام نے جاتے ہی بآسانی ان کو فتح کرلیا۔ لیکن قلعہ وطیح و سلالم جن پر عرب کا مشہور بہادر مرحب قابض تھا۔ بآسانی فتح نہیں ہوسکتے تھے۔ سرور عالم نے ان کے فتح کرنے کے لئے ابوبکر صدیق رض و امیر عمر رض دونوں سپہ سالار یکے بعد دیگرے معین کئے گئے۔ اور وہ نہایت جانبازی سے لڑے چونکہ فتح بنام علی رض مرتضے تھی۔ دوسرا کون فتح کرسکتا تھا۔ اسلئے وہ دونوں بغیر فتح واپس ہوئے۔ سرور عالم نے فرمایا۔ کل میں ایسے شخص کو علم دونگا۔ جو بغیر فتح واپس نہ ہوگا۔ اگلے دن تمام اکابر صحابہ رض سج دہج بناکر ہتھیار لگائے ہوئے بایں امید حاضر ہوئے۔ کہ یہ شرف ہمیں حاصل ہو۔ مگر قضا و قدر نے یہ فخر حضرت علی رض کے لئے اٹھا رکھا تھا۔ سرور عالم نے کسی کی طرف توجہ نہ کی۔ اور اپنے داماد علی مرتضی کو بلاکر علم عنایت کیا۔ حضرت علی رض شیر کی طرح لپک کر صفیں اڑاتے ہوئے خود مرحب کے سر پر پہنچے۔ اور اس کے سر کو تن سے جدا کر فتح کا ڈنکا بجاتے ہوئے سرور عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خیبر کی زمین مجاہدوں کو تقسیم کردیگئی۔ اسکا

ایک قطعہ ثمغ نامی حضرت عمر رضہ کو ملا۔ بروایت صحیح مسلم امیر عمر رضہ نے ضرورت محسوس کرکے اس کو وقف کردیا۔ اسلام کی تاریخ مین یہ پہلا وقف تہا۔ جو عمل مین آیا۔ اسی سال سرورِ عالم نے امیر عمر رضہ کو ۳۰ آدمیون کے ساتہہ قبیلہ ہوازن کے مقابلہ مین بہیجا۔ وہ اُن کی آمد سنکر بہاگ گئے۔ کوئی لڑائی پیش نہین آئی۔

سنہ ۸ مکہ فتح ہوُا

اس کی ابتدا یون ہوئی۔ کہ مقام حدیبیہ مین جو صلح بشرائط بالا قرار پائی تہی۔ اُس مین ایک شرط یہ بہی تہی۔ کہ جو قومین سرورِ عالم کے سایۂ امن مین آنا چاہین آئین۔ اور جو قبائل قریش مین ملنا چاہین۔ ملین۔ چنانچہ بنو خزاعہ سرورِ عالم کے ساتہ اور بنو بکر قریش کے ساتہہ ہم صفیر ہوئے۔ ان دونون قبیلون مین مدت سے مخالفت اور چہیڑ چہاڑ چلی آتی تہی۔ اور طرح طرح کے جنگ وجدال ہو چکے تہے۔ اب صلح کے بعد دونون لڑائی سے دست بردار ہوگئے۔ کیونکہ شرائط معاہدہ پیش نظر تہا۔ لیکن تہوڑی ہی مدت گذری تہی۔ کہ قبیلہ بنو بکر نے نقض عہد کرکے قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کیا۔ قریش نے بہی برخلاف شرائط معاہدہ۔ ہتہیار بہیجنے سے بنو بکر کی مدد کی۔ بلکہ بعض سرداران قریش خود بہی بتبدیل لباس اُن کے شریک ہوئے۔ اور بنو خزاعہ کو یہان تک عاجز کیا۔ کہ اُنہون نے حرم کعبہ مین پناہ لی۔ مگر نوفل نے وہان بہی ان کا تعاقب کیا۔ اور کہا کہ ہم کعبہ بہی آج کوئی چیز نہین۔ ہم کو اس کا بدلہ لینا چاہئے۔ ناچار بنو خزاعہ نے جون تون کرکے بخدمت سرورِ عالم استغاثہ کیا کہ امداد ہو۔ ابوسفیان کو خبر ہوئی۔ کہ بنو خزاعہ کا استغاثہ بحضور دائر ہوگیا ہے۔ تو چالاکی سے پیش بندی کے لئے سرورِ عالم کی جناب مین پہنچکر قریش کی طرف سے تجدید صلح کی درخواست کی۔ سرورِ عالم نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ اٹھکر ابوبکر صدیق رضہ اور امیر عمر رضہ کی خدمت مین حاضر ہوکر چاپلوسی اور خوشامد سے بیان کیا۔ کہ آپ اس معاملہ کو طے کرا دیجئے۔ حضرت عمر رضہ نے اس سختی سے جواب دیا۔ کہ رہی سہی امیدین بہی اسکی منقطع ہوگئین۔ اور ناامید

ہو کر چلا گیا۔ بنو خزاعہ کے قتل۔ لوٹ مار مین انہون نے کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھا تھا۔ اس لئے بالکل بے انصافی تہی۔ اگر درخواست قریش منظور کیجاتی۔ سرور عالم نے مکہ کی تیاریان کین۔ اور فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور مکہ معظمہ کو رستون کی ناکہ بندی کیگئی۔ تاکہ قریش کو خبر نہ ہونچ سکے۔ رمضان ۸ھ مین دسہزار فوج جرار کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اور مکہ معظمہ کے قریب بمقام مر الظہران نزول اجلال فرمایا۔ اور فرمان جاری کر دیا۔ کہ تمام سرداران لشکر اپنے اپنے خیمون کے آگے رات کو آگ روشن کر دین۔ قریش اس معاملہ سے اگرچہ بے خبر تھے۔ لیکن پہر بہی مطمئن نہ تہے۔ اسلئے مدینہ منورہ کے راستو نپر خبر گیری کے لئے لوگون کو بہیجا کرتے تھے چنانچہ اسی رات کو ابو سفیان۔ بدیل ورقا حکیم بن حزام تفحص اور جاسوسی کرتے ہوئے آرہے تہے۔ کہ اُن کو ایک ٹیلہ پر سے مدینہ کی جانب جابجا آگ جلتی ہوئی دکھائی دی حضرت عباسؓ نے جو مقام مر الظہران مین آکر سرور عالم کا جاہ وجلال دیکہا۔ تو طبع رقیق ہو گئی۔ خیال آیا۔ کہ سرور عالم باین شان وشوکت اور غیظ وغضب مکہ مین گئے۔ تو قریش کا ستیاناس ہو جائے گا۔ اگر کوئی صورت ہو تو ان کو مطلع کر دون۔ تاکہ وہ الحاح کے ساتھ امان طلب کرین۔ حضرت عباس نے باین خیال سرور عالم کے خچر پر سوار ہو کر مکہ کا رُخ کیا۔ رستہ مین ابو سفیان کی آواز سنکر بلایا۔ وہ بھی آواز پہچان کر قریب ہوا۔ حالات دریافت کئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ کیفیت ہے۔ ابو سفیان کے ہوش اُڑ گئے ششدر ہو گیا۔ حضرت عباس نے فرمایا۔ کہ آ مین تجکو رسول اللہ سے امان دلا دون۔ ورنہ تیری خیر نہین۔ ابو سفیان نے اُسے غنیمت سمجھا۔ اور حضرت عباس کے ردیف ہو کر ساتھ ہو لیا۔ راہ مین امیر عمرؓ کا سامنا ہوا۔ وہ تاڑ گئے۔ کہ حضرت عباسؓ کو سفارشی بنا کر لایا ہے۔ نہایت تیزی سے دوڑ کر سرور عالم کیخدمت مین حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ مدتون کے بعد اس دشمن پر قابو ملا ہے۔ اجازت ہو تو اسکی گردن مار دون۔ حضرت عباسؓ نے بھی حاضر ہوتے ہی یہ سن لیا۔ اور کہا اے عمرؓ اگر یہ عبد مناف کے خاندان سے

نہ ہوتا - اور تمہارے قبیلہ کا آدمی ہوتا - تو تم اس طرح اسکی جان کے خواہاں نہ ہوتے -
حضرت عمر رضہ نے جواب دیا - کہ یہ آپ کی عدم توجہی ہے - ورنہ خدا کی قسم اگر خطاب
میرا باپ اسلام لاتا - تو مجھکو اتنی خوشی نہ ہوتی - جتنی اس وقت ہوئی ہے جب آپ
اسلام لائے تھے - سرور عالم نے حضرت عباس کی سفارش قبول فرماکر امان دیدی -
بلکہ یہ اضافہ بھی کر دیا - کہ جو شخص ابو سفیان کے گہر مین پناہ لے گا - وہ بہی با امن ہوگا
ابو سفیان کو اجازت ہوئی - کہ مکہ واپس چلا جائے - سرور عالم نہایت جاہ و جلال کے
ساتھ مکہ معظمہ کیطرف بڑھے - اور مشتہر کر دیا - کہ جو شخص ابو سفیان کے گہر مین پناہ
گزین ہوگا یا حرم کعبہ مین پناہ لیگا - وہ مامون ہے - سرور عالم بلا مزاحمت مکہ معظمہ
مین غایت اجلال کیساتھ داخل ہوئے - اور در کعبہ پر کہڑے ہوکر نہایت فصیح بلیغ
خطبہ پڑہا - پہر حضرت عمر رضہ کو ساتھ لیکر کوہ صفا پر لوگون سے بیعت لینی شروع کی
لوگ جوق جوق آتے - اور بیعت کرتے جاتے - حسب فرمان سرور عالم کی بیعت کی -
خانہ کعبہ مین جو بت اور تصویرین تھین - سب کو ملیامیٹ کر دیا - چند بت کعبہ کی
دیوارونپر باقی رہ گئے - جہان ہاتھ نہین کام کر سکتا تھا - حضرت علی رضہ نے عرض کی
کہ میرے کاندھے پر سوار ہوکر توڑ ڈالیئے - فرمایا نہین - بلکہ تم میرے دوش پر سوار ہوکر
یہ کام کرو - آپ نے بفرمان سید الانس و جان سوار ہوکر تعمیل کی - کسی شاعر نے اس
وقت کی کیفیت کو اچھے لفظون مین ادا کیا ہے - کہتا ہے - ؎

علیؓ بر دوش احمدؐ چشم بد دور   عیان شد معنئ نورٌ علیٰ نور

حضرت امیر رضہ اس بات پر معین تھے - کہ کعبہ کے اندر جو مورتین اور صورتین ہین انکو
مٹا دین - غرض کعبۃ اللہ تمام آلائش سے پاک کر دیا گیا - اور اللہ اکبر کے نعرے
اور لا الٰہ الا اللہ کے غلغلون سے تمام مکہ گونجنے لگا - فللہ الحمد - تمام اہل مکہ کو امان
مل گئی - لیکن یہ خیال تہا - کہ شاید سرور عالم معلوم نہین کہ غلام بنانا پسند کرینگے -
یا کیونکر - کیونکہ جو کچھ ہم نے ان کے مقابلہ مین کیا ہے - وہ ہم پر مخفی نہین - مگر رحمۃ للعالمین
کی یہ کب شان ہے - کہ وہ خلاف رحمت معاملہ کرین - عام اشتہار دیدیا کہ انتم الطلقاء

تم آزاد ہو۔ بلکہ یہ بھی فرمایا۔ کہ لا تثریب علیکم الیوم ان پاکیزہ کلمات اور خوش اخلاقی رحم دلی سے معافی نے وہ کام کر دکھلایا۔ کہ گرد نواح سے اسقدر فوج فوج اور گروہ گروہ آکر اسلام مین داخل ہوئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے سورہ نصر مین ان کو تصویر کھینچ کر دکھلادی۔ اور فرمایا۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔ اس سال غزوہ حنین جسے غزوہ ہوازن اور اوطاس بھی کہتے ہین۔ ظہور مین آیا۔

غزوہ حُنین

حنین اور اوطاس۔ دو مقامون کے نام ہین۔ جو کہ مکہ اور طائف کے بیچ مین ہین۔ ہوازن ایک قوم ہے۔ جن سے ان مقامون پر لڑائی ہوئی۔ ہوازن عرب کا مشہور اور معزز قبیلہ ہے۔ جب سرورِ عالم بارادہ فتح مکہ۔ مدینہ منورہ سے فوج جرار کے ساتھ نکلے۔ تو انہین یہ وہم ہوا۔ کہ ہم پر حملہ کرنا مقصود ہے۔ پس جنگ کی تیاریان شروع کردین۔ جب یہ معلوم ہوا کہ آنجناب مکہ پہنچے۔ تو مکہ پر حملہ کرنے کیلئے سامان کے ساتھ بمعہ فوج کثیر وادی حنین مین ڈیرے جما دیئے۔ اور کمین گاہون کو مضبوط کرلیا۔

سرورِ عالم نے بجمعیت بارہ ہزار اُدھر کا رُخ کیا۔ القصہ حنین مین دونون لشکر صف آرا ہوئے۔ مسلمانون نے پہلے حملے مین ہوازن کو شکست دیکر بھگا دیا جب اہل اسلام غنیمت مین مصروف ہوئی تو ہوازن نے کمین گاہون سے نکل یکدم ایسا حملہ کیا۔ کہ مسلمان سنبھل نہ سکے۔ اور ہلچل پڑ گئی۔ تیرون کی بوچھاڑ نے اُن کا استقلال نہ رہنے دیا۔ بجز معدودہ کبراصحابہ کے کوئی بھی ثابت قدم نہ رہ سکا[۱]

[۱] مسلمانون کو چونکہ اپنی کثرت پر گھمنڈ کیا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے ان پر ابتلا کی۔ کہ اگر نصرت خدا تعالےٰ نہ ہو۔ تو یہ ہوتا کیا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف مین یہ مفصل طور پر مرقوم ہے۔ فرماتے ہین۔ ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ہ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ الخ۔

سرور عالم نہایت شجاعت کے ساتھہ ایک ٹیلے پر کہڑے ہو کر حضرت عباس کو فرمایا کہ بلند آواز سے مسلمانون کو ہوشیار کرے۔ چنانچہ ان کے باحشمت آواز نے کہ اے بہادرو؟ کہان بہاگے جاتے ہو۔ یہ سرور عالم موجود ہین۔ اس عباسی آواز نے مسلمانون کے ٹوٹے ہوئے دلون کو سنبہالا۔ اور پلٹ کر سنبہلگئے۔ لڑائی کی بگڑی ہوئی صورت پہر بن گئی۔ اور ایسا حملہ کیا۔ کہ صرف نری پری فتح ہی نہین بلکہ چہہ ہزار آدمی بہی ہوازن کے گرفتار کرلئے۔ لکہا ہے۔ کہ چند یوم کے بعد بہے ہوازن کے لوگ بخدمت سرور عالم حاضر ہوئے۔ اور نہایت دردناک لہجہ مین عرض کی۔ کہ ہوازن کے قیدی احساناً بلاعوض رہا ہون۔ یہ بات کسی قدر مشکل تہی کیونکہ لڑنیوالی فوج کا اس مین حصہ تہا۔ رحمت للعالمین جبلت ان کو بہی لا کہنا گوارا نکر سکتی تہی۔ مصلحت سوچکر فرمایا۔ نماز کیوقت جب تمام غازی جمع ہونگے۔ وہان یہ درخواست پیش ہو۔ جب نماز ہوچکی۔ تو درخواستی حاضر ہوئے۔ اور بیان کیا۔ کہ ملتمس قبول ہو۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ میرا اور بنی عبدالمطلب کا حصہ معاف مہاجرین وانصار نے مزاج شناسی کرکے عرض کی۔ کہ ہمارے حصص کا بہی اختیار حضور ہی کو ہے آپ نے تمام قیدیون کو بلاعوض احساناً رہا کردیا۔ ؎

دل و جانم فدایت یا محمدﷺ
سرِ من خاکِ پایت یا محمدﷺ

غزوہ تبوک

یہ ایک قصبہ ہے۔ شام اور وادی القریٰ کے درمیان ۹ھ مین یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ قیصر روم تمام گرد و نواح کے عیسایون کے ساتھہ مل کر جنگ کی تیاریان کر رہا ہے۔ سرور عالم نے یہ سنکر صحابہ کو تیاری کا حکم دیا چونکہ نہایت تنگی و عسرت کا زمانہ تہا اسلئے فراہمی مال کیلئے چندہ کی ترغیب دی گئی۔

اکثر صحابہؓ نے بڑی بڑی رقمین پیش کین۔ سامان جنگ با سانی مہیا ہو گیا۔ سرور عالم مدینہ سے تشریف لیجا کر تبوک پہنچے۔ دریافت سے معلوم ہوا۔ کہ وہ خبر غلط تھی۔ اس لئے چند روز ٹھیر کر انتظامات مناسب کرتے ہوئے۔ واپس مدینہ مین رونق افروز ہوئے۔

سنہ ۱۰ھ مین تمام اطراف عرب سے نہایت کثرت سے سفارتین آئین۔ اور ہزارون نہین۔ بلکہ لاکھون آدمی اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اور خاتمہ بالخیر ہوا۔

اعمام النبی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے

حضرت عبدالمطلب کے ۱۲ فرزند لکھے ہین۔ لیکن معارف ابن قتیبہ مین دس بتلائے ہین۔ نام نامی اُن کے یہ ہین۔

(۱) عبداللہ (۲) زبیر (۳) ابوطالب حضرت علیؓ کے والد (۴) عباس (۵) ضرار (۶) حمزہ (۷) مقوم (۸) ابولہب (۹) حرث (۱۰) غیداق۔

اول نمبر حضور سرورِ عالم فداہ ابی و امی کے والد ہین۔ اور باقی چچے ہین۔

عمات النبی سرور عالم کی پھوپھیان

اُن کی تعداد چھ بیان کی گئی ہے۔

(۱) عاتکہ (۲) اُمیمہ (۳) بیضار (۴) برۃ (۵) صفیہ (۶) اروی۔

عاتکہ ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی کی منکوحہ تھین۔ اور امیمہ جحش رباب کی زوجہ تھین۔ بیضار کی شادی کریزہ ابن ابن عبدالشمس سے ہوئی۔ برۃ۔ عبدالاسد بن ہلال مخزومی کے ساتھ بیاہی گئین۔ ابوسلمہ اسی کا فرزند تھا۔ ام سلمہ ام المومنین قبل از سرور عالم اسی کے نکاح مین تھین۔ صفیہ ۔۔۔ امیہ کے عقد مین تھین۔ پھر عوام بن خویلد کی منکوحہ ہوئین۔ وہی ام الزبیر۔ اروی عمیر کے نکاح مین آئی۔ صفیہ جو زبیر کی مان تھی۔ بالاتفاق مسلمان ہوئین تھین۔ اروی مین اختلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

معجزات سرورِ عالم

اس مین کافۂ اہل اسلام متفق ہین۔ کہ معجزات سرورِ عالم افزون تر از حدو عد ہین۔ چکرالی ومن نحا نحوہ شعر۔ ذمۃ قلیلۃ اس حکم ین ہے۔ کہ من شذ شذ فی النار قصہ اسرا وشق قمر وعلمک مالم تکن تعلم وقائع گذشتہ واخبار آئندہ قرآن شریف مین موجود ہین۔ بلکہ افضل ترین معجزہ خود قرآن شریف ہے۔ گریۂ ستون پانی کے چشمہا کا انگلیون سے جاری ہونا۔ ایک کاسہ شیر سے تمام اہل صف کا سیر ہونا درندون۔ چرندون کا شکایت لانا۔ حشرات الارض کا گواہی رسالت ادا کرنا۔ شجرو حجر کا مطیع ومنقاد ہونا۔ وغیرہ وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ حضرت جامی کا کیا اچھا فیصلہ ہے۔ کہ مصرعہ۔ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری۔ بلکہ سچ تو یہ ہے۔ کہ آپ کا وجود سراپا مسعود ہمہ تن معجزہ تہا۔ آپ کے حرکات سکنات کلام رفتار تمام معجزہ تہے۔ ؎

ہر جلوۂ جمال ترا ناز دیگر است	ہر نغمۂ کمال ترا ساز دیگر است
اعجاز حسن را بسخن نیست احتیاج	ہر غمزۂ ز چشم تو اعجاز دیگر است

حتی کہ آپ کے فضلات کی بہی عجیب کیفیت ہے۔ سرورِ عالم کا فضلہ زمین پر کبہی نہین دیکہا گیا۔ بول نبیؐ عنبر کی طرح اس شخص کے حق مین موجب تعطر وتنور ہوگیا۔ جس نے اندھیری رات مین پانی کے خیال سے نوش جان کیا۔ آب دہن سے مریض شفایاب ہوگئے۔ پسینہ مشک کو گرد کرتا تھا۔ جسد اطہر کا خود سایہ نہ ہونا۔ عجیب تر معجزہ ہے۔ نعم من قال۔

ابیات

سایہ نبود ش بزمین اے فلان	سایہ ندید است کس از روح جان

عرق تنش طیب تراز مشک چین | فضلہ دگرہا ہمین حکم بین
غائط وخون بول نبی طاہر است | گفت چنین آنکہ بدین ماہر است
در شب تاریک یک از راہ مرد | بول نبیؐ باشبہ آشام کرد
شام دنش صبح شد و پاک شد | جملہ تنش صاف عطرناک شد
آنکہ چنین فضلہ او نادر است | ذات مبارک چہ بود برتر است

معجزات بابرکات کا بحر ذخار کون تیر سکتا ہے۔ اور اُن کے لئے گویائی کہان تک بیان کرسکتی ہے۔ جبکہ ایک ہی معجزہ مین جاتھی جیسے پہلوان بانیطور سنان خامہ کو پھینکدین کہ۔ ؎

درین مشہد زگویائی مزن دم | سخن را ختم کن واللہ اعلم

باقی رہا اس نبیؐ امی فداہ ابی وامی کا علمی ذخیرہ اس کی نسبت چہ یارا کہ دم زنیم جل علمہ۔ قصیدہ بردہ والے علامہ کو بھی اس کا کل تو معلوم نہین ہوا لیکن اس کی جزو کو باین طور بیان کیا ہے۔ ؎

ومن علومك علم اللوح والقلم من تبعیضیہ ہے۔

علماء نے وجہ تبعیض یہ لکھی ہے۔ کہ لوح مین صرف مخلوقات کا علم مندرج ہے۔ ذات وصفات باری کے معارف سے وہ معرا ہے اور حضور سرور عالم کی لوح قلب اس سے بھی لبریز تھی۔ افسوس اُن جاہل ناعاقبت اندیشون پر ہے جو سرور عالم کی نسبت علمی نقائص منسوب کرتے ہین۔ بے خبر اس سے کہ علمار کاملین نے فیصلہ دیدیا ہے کہ جو کوئی سرور عالم کے حق مین کسی قسم کی بے ادبی کرے خواہ طرز بیان مین خواہ عبارت مین یا اشارت مین جس سے آنحضرتؐ کیطرف کوئی نقص عائد ہوتا ہو۔ خواہ جہالتًا یا عمدًا وہ شاتم النبیؐ کے حکم مین ہے۔ قتل کیا جائے عذر جہالت یا ذلت لسانیہ نامسموع ہوگی (دیکھو شفا قاضی عیاض) قاضی ثناء اللہ مالا بد مین لکھتے ہین۔ ملعونے کہ در جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ دشنام دہد یا اہانت کند در وصفے از اوصاف او یا در صورت مبارک او خواہ آنکس مسلمان بود خواہ ذمی

یاحربی اگرچہ از راہ ہزل کردہ باشد واجب القتل کافراست توبہ او مقبول نیست اجماع امت برآن است کہ بے ادبی بہر کس از انبیا کفرست۔ خواہ فاعل او حلال دانستہ مرتکب شود یاحرام دانستہ لنتہی۔ فَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؐ

سرورِ عالم کی جانشینی اور جانشینوں کا مختصر تذکرہ

اس مین شک نہین۔ کہ سرور عالم کے فیض یافتہ خلفا پانچ ہین۔ ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ عثمان غنیؓ۔ علی مرتضیٰؓ۔ حسن مجتبیٰؓ۔ چونکہ اخیری صاحبزادہ بلند اقبال نے خلافت کو ترک کر دیا تھا۔ اسلئے خلفا اربعہ مشہور ہین۔ مسئلہ خلافت کی نزاع اسی وقت سے قایم ہے۔ جب سے کہ خلافت کی بنیاد قایم ہونے لگی۔ آجتک یہ جھگڑا اچلاجارہا ہے بجز قیامت کے اس کا فیصلہ ہونا ناممکن نہین۔ لیکن مشکلتر ضرور ہے۔ ہمارے زمانہ مین یہ مسئلہ بوجہ ترقی بغض وعناد حسد اور نفاق کے ایسا پیچ در پیچ ہوگیا ہے۔ کہ خدا کی پناہ۔ خلافت کی اصلی تصویر پر وہ رنگ آمیزی کی ہے کہ سچ مچ اس کو مشتبہ کر دیا ہے۔ بجز صاحبان بصیرت اس کا حلیہ بھی بیان کرنے سے عاجز ہین۔ تعجب یہ ہے۔ کہ سر پٹ کوشش سے بھی بجز دل خوش کر لینے کے کچھ ہوتا ہوتا نہین۔ جو ہونا تھا۔ ہوچکا۔ اور یہ نہایت بے انصافی ہوگی۔ کہ یون کہا جائے۔ کہ سرورِ عالم ؐ کی وفات کے بعد تمام صحابہ رضؓ و اہلبیت راہ راست سے بگڑ گئے۔ صحابہ رضؓ اسلئے کہ خودغرضی سے بظلم حکومت حاصل کرلی۔ اور اہلبیت اس لئے کہ خود غرضی سے ظالمون کی اطاعت کرلی۔ اور راہ حق مین یہانتک مداہنت کی۔ کہ باوجود اس بات کے کہ شیرخوار لڑکے سے جو اپنے شیرگاہ کا عاشق ہوتا ہے۔ اس سے بھی موت پر زیادہ عاشق تھے۔ جان بازی کر کے حق اور باطل مین فرق نہ کر دکھلایا۔ بلکہ ایسے بزدل ہوئے۔ کہ ہان مین ہان ملاتے رہے۔ اور حلقہ بگوش ہوگئے۔ جمعہ کیا جماعت روزانہ مین انہین سے اقتدا جنگون مین

معین. مشورون مین صلاحکار بنے رہے۔ عذر گناہ بدتر از گناہ تقیہ پیش ہو۔ جو کسی خاص موقع پر نہین۔ بلکہ دائمی اور لازمی صفت بن گیا۔

میرے خیال مین تو یہ چارون خلفا سرورعالم کے سچے تابعدار اور مستحق خلافت تھے۔ چونکہ ان کی عمرین اسی طرح تہین۔ جس طرح خلافت کی ترتیب وقوع مین آئی۔ پس ہر ایک مستحق کو اپنا حق ملتا گیا۔ ورنہ ضرور ہے کہ کسی مستحق کا حق چلاجاتا۔ اور یہ صرف میرا خیال نہین۔ بلکہ ان حق پسند اور صاف دل صوفیون کا خیال ہے۔ جو راستبازی تقوی کے دست وبازو خیال کئے جاتے ہین۔ کما فی الیواقیت "

ہم سچے دل سے خدا کو حاضر کرکے کہتے ہین۔ کہ اگر خلافت اصحاب ثلاثہ کی باطل نہین مشتبہ ہی ہوتی۔ تو ہمارے سردار حضرت علیؓ جو شجاعت اور حق گوئی اور انصاف پسندی کے اعلےٰ رکن رکین تہے۔ کبہی اس بات کے روادار نہ ہوتے۔ کہ انہین مسند نبوی پر قدم رکہنا بجائے خود۔ اس کی طرف چلنے کا بہی دم بہرنے دیتے۔ یہی وجہ تہی۔ کہ جب لوگون نے آپ کو بہڑکایا۔ کہ خلافت ظاہری بہی بلافصل آپکا حق ہے۔ توجواب دیا کہ اگر ایسا ہوتا۔ تو ابوقحافہ کے بیٹے کی طاقت تہی۔ کہ پیش دستی کرسکتا۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت لکھتے ہین۔ کہ از وے کرم اللہ وجہہ نقل کردہ اند کہ فرمودہ سوگند بخدا کہ پیدا کنندہ نفس و رویانندہ دانہ است اگر پیغمبر خدا با من عہد کردہ باشد وامرے فرمودہ وبرمن جز این روائے نبود نگذارم ابن ابی قحافہ را کہ برادنے پایہ مصطفےٰ بر آید ولیکن چون آنحضرت باوجود حضور من ومعرفت موضع من ابوبکرؓ را امر کرد کہ امامت کنید دبا مردم نماز گذارد۔ مراہیچ نزاع درآن نبود چون آنحضرت اورا درامر دین ما اختیار کرد۔ ما را اختیار او درکار دنیا اولے باشد وشیعہ گویند کہ این ہمہ از جہت تقیہ بود وبحقیقت این تقیہ کہ شیعہ اعتقاد کنند۔ اگر بنظر انصاف درنگرند عین عیب وصریح منقصت است یعنی علی مرتضیؓ کہ طلب حق نکرد وسکوت ورزید وبطلب حق برنخاست ازان بود کہ از اعدا می ترسید تا وے را نکشند وہلاکش نکنند این چہ سخن است مثل علی مرتضیؓ

باآن کمال ایمان ویقین کہ لوکشف الغطاء ما ازددت یقیناً از پیغمبر شنیدہ باشد کہ خلیفہ (ظاہری) بعد از من توئی واشارت غیر این معنے ندارد کہ متکفل تمشیت واجرائے احکام دین بعد از من تو خواہی بود۔ دیگر وے از مردم ترسد و داند کہ اگر من طلب خلافت کنم کشتہ شوم و نیز تقیہ بخوف و رجائے بود کہ صاحب حق ضعیف و مغلوب و زبون بود اینجا نہ چنین است۔ علی مرتضیٰ باآن شجاعت وصلابت در دین و توکل بر خدا کہ وے داشت و فاطمہ بنت رسول اللہ باآن عظمت وعلو منصب زوجہ وے۔ و حسنین سبط رسول اللہ محبوب ترین خلق نزد وے وعباسؓ بن عبد المطلب عم رسول اللہ باآن رفعت محل تابع وے و زبیر بن عمہ رسول اللہ باکمال شجاعت و شہامت کہ داشت باوے و بنو ہاشم باآن شوکت و عزت و شجاعت برادران وے۔ دیگر ضعف و زبونی چہ معنے دارد۔ و روایت کردہ اند کہ عباس در مدت توقف باعلیؓ گفت دست برار کہ باتو بیعت کنم تا اہل علم گویند کہ عم رسول اللہ با ابن عم وے بیعت کرد و ہیچکس را مجال خلاف باتو نماند و ابو سفیان اموی گفت چہ شد شمارا اے پسران عبد مناف کہ راضی شدید کہ تیمی بر شما والی گردد۔ ارذل بیت من قریش اشارت ابا بکر صدیق کرد۔ کہ از بنی تیم بود۔ اگر شما دعوی کنید من پیادہ و سوار چندان جمع کنم کہ تمام وادی پرگردد و دمار از روزگار ایشان برآرم۔ پس علی مرتضےٰ اورا منع کرد و زجر فرمود۔ کہ یا عدو اہل اسلام این چہ سخن است کہ تو می گوئی۔ میخواہی۔ کہ فتنہ برپا شود۔ الخ کذا فی التکمیل۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ کہ بالجملہ علی مرتضےٰ دایم مطیع و سامع و ممتثل امر ابوبکر صدیق بود و در نماز فرض و جمعہ و عید اقتدا بوے میکرد۔ و در غزوہ بنی حنیفہ کہ مسیلمہ کذاب در انجا کشتہ شد۔ باوے بود و جاریہ را کہ از غنائم آن غزوہ بہ سُرّی برگرفت اگر بحکم امام حق غزوہ نمی بود۔ تصرف در غنایم آنجا جائز نمی بود و ہیچ عاقلے روا دارد کہ علی مرتضےٰ کہ شیر خدا و امام اولیا و مرکز دائرہ حق بود قرآن باوے بود و وے با قرآن مدت عمر در نماز و جمیع طاعات بدنی و مالی تابع او باشد۔ با وجود آنکہ داند کہ حق بجانب اوست۔ و از رسول خدا نصے در شان خود شنیدہ باشد بطلب حق نہ برآید و

سکوت ورازدو مدت عمر خود زبون واسیر اہل باطل وارباب ہوا بود الخ -
قول محسن مین سیوطی کی تصحیح سے یہ روایت لکھی ہے - کہ حضرت علیؓ نے فرمایا -
لوکان عندی من النبی عهد فی ذلك ما ترکت اخا بنی تیم بن مرة وعمر بن الخطاب
یقومان علی منبره ولقاتلتهما بیدی ولو لم اجد الا بردی هذه ۔ صفحہ ۲۲۰ -
اگر حضرت سرور عالم نے خلافت ظاہری کے لئے آپ ہی کو نامزد کیا ہوتا - تو کیا ممکن
تہا - کہ آپ بوقت حصول خلافت علی رؤس الاشہاد ایسے عہدہ مفوضہ کی نسبت یہہ
فرماتے کہ واللہ ما کانت لی فی الخلافة رغبة ولا فی الولایة اربة بلکہ ساتھ
ہی یہ فرمایا - ولکنکم حملتمونی الیها ودعوتمونی الیها - (کما فی نہج البلاغت)
واذا اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا کی تفسیر مین صافی اور مجمع البیان دونون
شیعی تفسیرون مین لکہا ہی - کہ پوشیدہ بات سرور عالم نے یہی فرمائی تہی - کہ عائشہ
اور حفصہ رضہ دونون کے والد میرے بعد تخت حکومت کے مالک ہونگے - لام - کاف
تقیہ کی تاویل قائلین کو مبارک ہو - نہج البلاغت سے تو صراحتًا معلوم ہوتا ہے -
کہ آپ یعنے علی مرتضی رضہ کو یقینی طور پر معلوم تہا - کہ خلافت بلا فصل کا دعوی قبل
از وقت ہے - چنانچہ شریف رضی نے حضرت علیؓ کے کلام کو نقل کیا ہے لکہتے ہین -
ومن کلام له لما قبض رسول الله وخاطبه العباس وابو سفیان بن
حرب ان یبایعا له بالخلافة ایها الناس شقوا امواج الفتن بسفن
النجاة وعرجوا عن طریق المنافرة وضعوا تیجان المفاخرة افلح
من نهض بجناح او استسلم فاراح هذا ماء اجن یغص بها اکلها ومجتنی
الثمرة بغیر وقتها - انیاعها کالزراع بغیر ارضه فان اقل یقولوا حرص
علی الملك وان اسکت یقولوا جزع من الموت هیهات بعد اللتیا والتی
لابن ابی طالب انس من الموت من الطفل بثدی امه بل اندمجت علی مکنون
علم لو بحت به لاضطربتم اضطراب الارشیة فی الطوی البعیدة ۔ (مطرقہ)
یعنی جب رسول اللہ کا قبض ہوا - اور عباس رضہ و ابو سفیان نے آپ سے بیعت

خلافت کی درخواست کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے لوگو نجات کی کشتیون کیساتھہ فتنہ کی موجون کو پھاڑ ڈالو اور باہم نصرت کے طریق سے یکسو ہو فخر کے تاج کو اتارو۔ جو بازو کے ساتھہ اٹھا۔ یا مطیع ہوا چین کی۔ یہ تلخ پانی ہے۔ جو پینے والے کے گلے مین پھنستا ہے۔ اور جو وقت میوہ چننے والا ایسا ہے۔ جیسے کہ غیر کی زمین مین کشت کر ڈالا۔ اگر مین بولتا ہون۔ تو کہینگے۔ ملک کی حرص کی۔ اگر چپ رہتا ہون۔ تو کہینگے۔ موت سے ڈر گیا۔ توبہ توبہ بعد چنین وچنان کے بات تو یہ ہے۔ کہ علیؓ ابن ابی طالب بہ نسبت اس بچہ کے جو اپنی مان کے پستان کا شائق ہوتا ہے۔ موت کا زیادہ شائق ہے۔ بلکہ مین اپنے پوشیدہ علم پر مطلع ہون۔ اگر اس کو ظاہر کردون۔ تو تم گہرے کوئین کی رسیان کی طرح کانپنے لگو ۱۲ (مطرقہ)

اس سے ظاہر ہے۔ کہ آپ نے ان کی درخواست رد کی۔ باین دلیل کہ ابھی میرا وقت نہین آیا۔ اور قبل از وقت وہی بات ہے۔ کہ غیر کی زمین مین کشت کرنا۔ جو مجھہ سے نہین ہو سکتا۔ نہج البلاغت مین یہ بہی لکھا ہو۔ انما الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضیً الخ

اسرار الھدی مین عیون الاخبار شیعی سے خود حضرت سے نقل کیا ہے۔ کہ اس نے بوقت ملاقات حضرت علیؓ السلام علیک یا رابع الخلفاء کہا۔

اب یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ یہ تو سب کچھہ ہوا۔ لیکن احادیث صحیح سنیون کی کتابون مین موجود ہین۔ کہ سرور عالمؐ نے بحق علی مرتضی رضؓ فرمایا ہین۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور یہ حدیث اتنے طریق سے مروی ہے۔ کاد ان یکون متواترا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی بلکہ بعض حدیثون مین یہ بہی آیا۔ کہ علی ولی کل مومن بعدی۔ بعض محدثین نے صحیح ہی کہا ہے۔ ان کا کیا جواب ہے۔ ہم بڑے زور سے اور کہلے منہ کہتے ہین۔ کہ یہ احادیث صحیحہ ہین۔ مولی ہی بمعنی خلیفہ فرض کر لیتے ہین۔ اور بعدی ہی اتصال کے لئے ہو۔ حدیث اقتدوا من بعدی ابوبکرؓ وعمرؓ۔ ف۔ ان لم تجدینی فاتی ابابکر۔ مروا

ابابکر یصلے بالناس۔ ایک عورت کو کہا۔ ان جئت فلم تجدنی فاتی ابا بکر فانہ الخلیفۃ من بعدی۔ اس قسم کی احادیث بہی بکثرت ہین۔ اور ہین بہی صحیح ان مین تطبیق اور توفیق بہی بآسانی ہوسکتی ہے۔ ہر حدیث کا اپنا محل ہے۔ لیکن انصاف درکار ہی۔ ہم مختصر طور پر اس کا ذکر کردیتے ہین۔ وما توفیقی الا باللہ۔

احادیث جو علی مرتضیٰ رض کے حق مین بیان کی گئین۔ ان سے مراد ولایت خلافت باطنہ ہے جو بلافصل ہے۔ اور وہ احادیث جو ابوبکر رض صدیق کے بارہ مین وارد ہوئین۔ ان سے مراد خلافت ظاہرہ ہے جو بلافصل ہے۔ فلا تعارض۔ اب نظر ڈالنے سے یقیناً معلوم ہوگا۔ کہ خلافت باطنہ کا کام جو علی مرتضےٰ نے کیا۔ وہ انہین کا حصہ تہا۔ اور خلافت ظاہرہ کا کام جو ابوبکر صدیق رض وغیرہ نے کیا اسکی نظیر آپ ہی ہین۔ یہ بہی بتلانا ضروری ہے۔ کہ خلافت باطنہ کا کام ہے۔ دلون کو صاف کرنا۔ دنیا سے سرد مہری۔ بغض کینہ سے برأت۔ جہاد نفس۔ تمام اوصاف حمیدہ سے تجلی اور اوصاف قبیحہ سے اجتناب۔ اور خلافت ظاہرہ کے متعلق ہے اجرائے احکام شریعت۔ جہاد کفار۔ صوم۔ صلوۃ کی پابندی وغیرہ وغیرہ یہی وجہ ہی کہ خلفاء ثلاثہ سے جو کام ہوئے۔ وہ حضرت علیؓ نہین کرسکے۔ اور جو کام حضرت علیؓ نے کئے اُنکی طرف سے وہ معطل رہے۔ ابوبکر صدیق رض کو دیکھو۔ کہ مسیلمہ کذاب کو کس طرح نابود کیا۔ مرتدین کی کیسی خبر لی۔ منکرین زکوٰۃ کی کیسی گت بنائی۔ دمشق۔ بصرہ کوفہ بلقان وغیرہ کو کس طرح فتح کیا۔ خلافت کل دو برس اور چند ماہ۔ حضرت علیؓ نے اُن سے دگنی مدت خلافت کی۔ لیکن کوئی ملک اور شہر فتح نہین کیا۔ (دقیقہ سر کشف فی تذکرۃ خلافۃ المرتضےٰ رض)

اگرچہ اولیاء اللہ کا ایک ایسا سلسلہ قائم کردیا۔ اور دلون مین وہ نور بہر دیئے۔ کہ ایک ایک فرد کو لو اقسم علے اللہ لابرہ کا مصداق بنادیا۔ جہاد نفس سے اتنے نفوس مزکے کئے۔ کہ جنکی تعداد بجز علیم خبیر کسی کو معلوم نہین۔ یہی باعث ہے۔ کہ تمام سلاسل اولیاء اللہ انہین کی طرف منسوب ہوتے ہین۔ اور ولایات

باطنہ بلافصل حضرت علی مرتضیٰؓ سے لیکر امام مہدی علیہ السلام تک سینہ بسینہ چلی آئی۔ کما اقربہ ولی اللہ الدہلوی وغیرہ لا یعلم عدہ الا اللہ دیکھو قول مستحسن صفحہ ۲۲ حضرت باقی باللہ حضرت علیؓ کی کنیت ابوتراب کی نسبت فرماتے ہین کہ تراب اشارہ ہی۔ وجود اہل التوحید اور مقام فنا کی طرف۔ حاصل معنی ابوتراب یہ ہوگا۔ کہ حضرت ابوتراب ھو الاصل المقتدے الامام المرجع لطائفہ الفقرأ و ارباب الفناء الکمل فلاجرم ان سلاسل مشائخ الطریقۃ تنتہے الی ذات الشریفۃ ۱۲ القصہ ابوتراب اینست تفسیر اشارہ این چنین است خلافت ظاہرہ اگر ان آئمہ سے کسیکو حاصل ہی ہوئی۔ تو اس کا نبھانا مشکل ہوگیا۔ اگر ایسا نہ مانا جائے۔ تو سرور عالم کا فرمودہ کہ میرے بعد ۱۲ خلیفے ہونگے بیمعنی ہوگا۔ پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے۔ کہ سرورِ عالم کا ان چک فرمودہ کہ میرے بعد ۱۲ خلیفہ ہونگے۔ اور ہین بھی یہی حضرت علی رضؓ سے لیکر امام مہدی تک۔ پھر کیون نہ ہوئے کیا پیشینگوئی وما ینطق عن الھوےٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کی یہی شان ہی لامحالہ ماننا پڑے گا۔ کہ خلافت سے مراد خلافت باطنہ ہی۔ جو خلافت ظاہرہ سے کہین بڑھ چڑھ کر ہے۔ جو واقع مین ہوئی ہی۔ حضور سرورِ عالم کے مقولہ سے کہ مثل اہلبیتی کمثل سفینہ نوح من رکبہا نجا و من تخلف عنہا غرق سے بخوبی توضیح ہوجاتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے کیا اچھا لکھا ہے۔ جسکے سمجھنے سی بے تعصب انسان بخوبی یقین کر سکتا ہے۔ کہ جو ہمنے کہا۔ وہی حق ہے۔ ہم اس محدث کی تحریر کو جو سلک مروارید سے زیادہ شاندار ہے بلفظہ ملتقطا درج کرتے تاکہ ناظرین لطف اٹھا کر مشکور یا مسرور ہون۔

وھو ھذا۔ لہذا محققین صوفیہ نوشتہ اند۔ کہ شیخین حامل کمالات نبوت بودہ اند و حضرت امیر حامل کمالات ولایتؓ ولہذا اکار اینہا کہ جہاد با کفار و ترویج احکام

ؔ شواہد النبوت مین جامی علیہ الرحمۃ نے فیصلہ کر دیا ہی کہ نبی کی نبوت اور ولایت دو مرتبہ مین مرتبہ ولایت نبی کا مرتبہ نبوت سے افضل ہے۔ ۲ یہ معنی نہین کہ ولایت غیر نبی نبوت سے افضل ہے۔ کما اغتربہ بعض الجہال (التحریہ صفحہ ۷۳ دیکھو)

شریعت و اصلاح امور ملت است از شیخین خوب سرانجام یافت۔ وکار اولیاء از
انجام طریقت وارشاد باحوال و مقامات سالکین و تنبیہ بر غوایل نفس و ترغیب زہد
در دنیا از حضرت امیرؓ بیشتر مروی گشت۔ ولہذا شیوخ طریقت و ارباب معرفت
و حقیقت آنجناب (حضرت علیؓ) را فاتح باب ولایت محمدیہ و خاتم ولایت مطلقہ
نوشتہ اند۔ و ازین است کہ سلاسل جمیع فرق اولیاء و آئمہ بآنجناب منتہی میشود
و مانند جداول از بحر عظیم منبعث میگردد۔ چنانچہ سلاسل تلمذ فقہاء شریعت و
مجتہدین ملت بشیخین و نواب ایشان مثل عبداللہ بن مسعود و معاذ بن جبل و زید
بن ثابت و عبداللہ ابن عمر میرسد و رشحہ از علوم ایشان میکرد۔ و معنے امامت
کہ در اولاد حضرت امیر ماند و یکے مرد دیگرے را وصی آن می یافت ہمین قطبیت ارشاد
منبعیت فیض ولایت بود و لہذا الزام این بر کافۂ خلائق از آئمہ اطہار مروی نشدہ
بلکہ یاران چیدہ و مصاحبان برگزیدہ خود را بآن فیض خاص مشرف ساختند۔ و
ہر یکے را بقدر استعداد باین دولت می نواختند۔ این فرقہ بے فہم (شیعہ) آن
ہمہ اشارات ایشان را بر ریاست عامہ و استحقاق تصرف در امور ملک و مال فرو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲) لہٰذا تو اس سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ حامل کمالات نبوت اور حامل کمالات ولایت دونوں کی فضیلت و خیریت باعتبار نبوت و ولایت ہوگی۔ مولوی جامی صاحب کی اپنی عبارت یہ ہے: "و آنچہ منقول است از بعض اولیاء اللہ کہ ولایت از نبوت فاضل تر است بنابر آن است کہ نبی را دو جہت است۔ یکے جہت ولایت کہ باطن نبوت است و دیگر جہت نبوت ظاہر و نبی را بجہت ولایت از حق تعالے عطا و فیض می رسد و از راہ نبوت کہ ظاہر ولایت است بخلق میرساند شک نیست کہ روئے کہ در حق است سبحانہ اشرف و افضل است۔ از روئے کہ در خلق است۔ پھر آگے چلکر لکھدیا ہے کہ ازین جا لازم نمی آید۔ چنانچہ قاصرانرا توہم مے شود کہ ولی افضل باشد از نبی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مرج البحرین مین فرماتے ہیں۔ کہ باتفاق متکلمین و محققین صوفیہ ہیچ ولی بمرتبہ نبی نرسد۔ و آنچہ مشہور است کہ الولایۃ افضل فی النبوۃ بعد از تحقیق آنکہ مصدر این کلام کیست۔ اگر مراد بوے افضلیت ولی است از نبی پس این سخن مردود و باطل و مخالف بمذہب اہل حق است و اگر اشارتے دیگر و تاویلے دیگر دارد صحیح است۔ و مخالفت بحق ندارد ۱۲

آورده در ورطہ ضلالت افتادند ونیز ازین است کہ حضرت امیر و ذریت طاہرہ او ر تمام امت برمثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشان وابستہ میدانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر و منت بنام ایشان رائج و معمول گردید۔ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمین معاملہ است و نام شیخین درین مقدمات کسے بر زبان نمی آرد الخ تحفہ اثنا عشریہ مولوی علیہ الرحمۃ نے ایک شعر مین کیا اچھا فیصلہ کیا ہے۔

جامی از قافلہ سالار رہ عشق ترا
گر بپرسند کہ آن کیست علیؓ گو علیؓ

شاہ عبد العزیزؒ محدث دہلوی نے آیہ۔ انا لما طغی الماء حملناکم فی الجاریہ لنجعلہا لکم تذکرۃ وتعیہا اذن واعیہ ۲؎ کی تفسیر مین صحابہؓ و اہلبیت کے اتحاد کا نقشہ اور وجہ تخصیص حضرات اہلبیت بخشتی اور حضرت علی مرتضیٰؓ کی شمولیت کی نہایت نفیس تقریر کی ہے۔ شائقین وہان دیکھ سکتے ہین۔

القصّہ بعد وفات سرور عالم تمام اکابر صحابہؓ سرورِ عالم ہی کی منزل مین مغموم و مہموم تھے۔ کہ یکایک ہونے والا کام نمودار ہوا۔ ابوبکرؓ عمرؓ علیؓ وغیرہ کو اس وقت یہ خیال ہی نہ تھا۔ کہ خلافت کی بحث سقیفہ بنی ساعدہ مین چھڑ گئی۔ یہ مسئلہ مسلمہ ہے۔ کہ زمانہ امام وقت سے خالی نہو۔ کیونکہ بجز حاکم وقت مفسدین کی کامیابی جس قدر مظنون ہوتی۔ وہ مخفی نہین۔ علاوہ بران انتظام عالم قائم نہین رہ سکتا فتح الباری مسند ابویعلی سے نقل کیا ہے۔ کہ بینما نحن فی منزل رسول اللہ اذا رجل ینادی من وراء الجدار ان اخرج الی یا ابن الخطاب فقلت الیک عنی فانا عنک مشاغیل یعنی بامر رسول اللہ فقال لہ قد حدث امر فان الانصار اجتمعوا فی سقیفۃ بنی ساعدۃ فادرکوا ھم ان یحدثوا امرا یکون فیہ حرب فقلت لابی بکر انطلق۔ اس سے بالکل یہ امر صاف ہوجاتا ہے کہ خلافت کی بحث کو نہ ابوبکرؓ نے چھیڑا نہ عمرؓ نے بلکہ یہ بات بھی نمایان ہوجاتی ہی

گروہ بجز اہم کام کے جسکے اغماض سے مفاسد لازم آتے ہوں۔ جانا پسند نہ کرتے تھے۔ اور یہ ہی ہم صاف کہدیتے ہین۔ کہ اگر اس نازک وقت مین دلونپر پتھر رکھکر اسلامی آسمان کے نیرین تشریف نہ لیجاتے۔ اور نشتر اور مرہم دونون سے کام نہ لیتے۔ تو اسی وقت اسلامی جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا۔ اور وہی خانہ جنگیان شروع ہو جاتین۔ جو آگے چلکر بزمانہ اسد اللہ رونما ہوئین۔ کیونکہ انصار نے دو گروہ ہو کر نزاع خلافت کو اور زیادہ بہڑکا رکہا تہا۔ اوس اور خزرج دونون قبیلون کی نااتفاقی پوشیدہ امر نہین۔ قریب تہا۔ کہ تلوارین میانون سے نکلکر فتنہ برپا کرین۔ امیر عمرؓ نے دیکہا۔ کہ اگر کسی مسلم بزرگ کا انتخاب نہ ہوا۔ تو معاملہ بگڑ کر برا رنگ دکھاویگا۔ اس مجمع مین نگاہ کی۔ تو قرآنؔ وحدیثؔ کے اشارے اور کثرت رائے کی امیدین ابو بکر صدیق رضؓ کیطرف نظارہ کر رہی تہین۔ امیر عمرؓ نے فوراً اٹھکر ابو بکر صدیقؓ کو پیش کر دیا۔ کہ اسکے ہوتے ہوئے کون کامیاب ہو سکتا ہے۔ دفعتاً ابو بکر رضؓ صدیق کے ہاتھ مین ہاتھ دیدیا۔ کہ سب سے پہلے مین بیعت کرتا ہون۔ حضرت عثمان رضؓ۔ ابو عبیدہ جراح۔ عبد الرحمان بن عوف نے بہی ہاتھ بڑہایا۔ پہر عام خلقت ٹوٹ پڑی۔ اس کارروائی سے اٹھتا ہوا طوفان رک گیا۔ ان منافقین کی مرادین کہ سرور عالم کی وفات کے بعد اسلام کو پائمال کرینگے۔ خاک مین مل گئین۔ بنی ہاشم جنکو سرور عالم ہی کی بیماری ہی مین یہہ خیال تہا۔ کہ ہمین سے کوئی خلیفہ ہو۔ کچہہ عرصہ تک تو بوجوہ عدیدہ کسیقدر مخالف

۱؎ کم سے کم مناقب الخلفا کے دیکہنے سے یہ عقدہ حل ہو سکتا ہے ۱۲۔

۲؎ بخاری کے باب مرض النبیؐ مع ضمیمہ فتح الباری مین لکہا ہے کہ سرور عالم کی وفات کے روز علی مرتضیٰ رضؓ گہر سے باہر تشریف لائے۔ تو لوگون نے پوچہا۔ کہ سرور عالم کا مزاج کس طرح ہے آپنے جواب دیا۔ کہ بفضلہ تعالے اب تو اچہی حالت ہے۔ حضرت عباسؓ نے ان کا ہاتہ پکڑ کر کہا۔ کہ واللہ تم تین ایام کے بعد غلامی کرتے نظر آؤ گے۔ سرور عالم عنقریب وفات پانیوالے ہین۔ مجھے اس کا تجربہ ہے کہ خاندان عبد المطلب کا چہرہ بقرب موت اس طرح ہو جاتا ہے میرے ساتھ چلو۔ سرور عالم سے استفسار کرین کہ منصب خلافت حضورؐ کے بعد کس کو حاصل ہوگا۔ اگر ہم ہی مستحق ہین۔ تو وصیت فرماوینگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اگر انکار کر دیا۔ تو پہر آئندہ کوئی امید نہ رہیگی ۱۲

اور یکسو رہے۔ لیکن ششماہ بہی پورے نہ گذرے ہونگے۔ کہ سب مطیع ہوگئے۔ اور اتفاق ہوگیا۔

القصہ خلافت ابوبکر صدیقؓ قایم ہوگئی۔ پہر پہلا کام تجہیز و تکفین و تدفین سرور عالم فداہ ابی و امی ضروری تہا جو کیا گیا۔ حضرت علی مرتضےٰؓ مع بعیت احباب نہلا چکے تہے۔ جنازہ پڑہا گیا۔ لیکن فرادی فرادی۔ شیعہ کی بعض روایتون مین گروہ گروہ مع الامام کا ذکر بہی ہے واللہ اعلم۔ و قدمر ذکر الجنازۃ۔ فتذکرہ۔

شیعہ کا یہ اعتراض کہ صحابہ خصوصًا ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ جنازہ سرور عالم مین شریک تہے۔ بالکل لغو اور بیہودہ ہے۔ تفسیر صافی اور کلینی دونون شیعہ تصریح کرتے ہین۔ کہ تمام مہاجرین و انصار نے سرور عالم کا جنازہ پڑہا جلاء العیون کے مؤلف شیعی بہی۔ بمقام جنازہ سرور عالم تحریر فرماتے ہین۔ کہ ابوبکرؓ امامت کے لئے نماز جنازہ مین منتخب ہونے لگے۔ تو علی مرتضےٰ نے اُنکو ہٹا دیا۔ اس خیال سے کہ پہلے خود دروازہ حجرہ مقدسہ پر کہڑے ہوکر جنازہ پڑہا۔ اور پہر عام اجازت فرمائی۔ کہ دس دس آدمی آوین۔ اور جنازہ پڑہتے جائین۔ چنانچہ سوموار اور شب سہ شنبہ کے دن برابر جنازے ہوتے رہے۔ مہاجرین۔ انصار۔ نساء۔ غلمان وغیرہ کل اہل مدینہ و اہل العوالی نے جنازہ پڑہا۔ انتہےٰ۔

مجہے نہایت تعجب سے کہنا پڑتا ہے کہ چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد سیرۃ حلبی مین خلفاء ثلاثہ کا نام بنام مع مقام صف ذکر کیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف مین بروایت ترمذی یہ بہی موجود ہے۔ کہ اختلفوا فی دفنہ الخ یعنے حاضرین سرور عالم کے مقام دفن مین مختلف ہوئے۔ کوئی کہتا تہا۔ کہ مکہ معظمہ مین کوئی کہتا تہا بقیع مین کوئی کہتا تہا۔ کہ بیت المقدس مین دفن ہون کوئی مدینہ بتلاتا تہا۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا۔ کہ حضور خود فیصلہ اس کا فرما چکے ہین۔ مین نے آپ کی زبانی سنا تہا۔ نبیؐ کا جہان روح قبض ہو وہین اُن کا مدفن ہے۔ ادفنوہ

فی موضع فراشہ یعنے مقام خوابگاہ مین دفن کیجیے۔ چنانچہ ویسا ہی کیا گیا ان روایات مذکورہ سے ادنٰے عقلمند بہی سمجہ سکتا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق نے کوئی موقعہ ہاتہ سے نہین جانے دیا۔ لیکن حاسدین کو ایسا مرض لاحق ہوا ہے۔ کہ خدا کی پناہ :-

ابوبکر صدیقؓ کا مختصر تذکرہ

آپ کے ایمان کا ذکر تذکرہ علیؓ مرتضٰی مین ہوگا :-

معارف ابن قتیبہ مین لکہا ہے۔ کہ آپ کا نام جاہلیت مین عبد الکعبہ تہا۔ سرورِ عالم نے ان کا نام عبداللہ رکہا لقب ان کا عتیق ہے۔ اور اس کے چند وجوہ بیان کئے جاتے ہین۔ رسول اللہ نے فرمایا تہا۔ کہ تو دوزخ سے آزاد ہے چونکہ انکے براوران بحالت صغر سنی مرجایا کرتے تھے۔ اسلئے جب یہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ نے بیت اللہ کو مُنہ کر کے بجناب الٰہی دُعا کی۔ اللھم ان ھذا عتیقا من الموت فھبہ لی۔ عرب مین خوبصورت جوان کو بہی عتیق کہا کرتے تھے۔ کہ سمے عتیقا لحسن وجھہ صدیق بوجہ تصدیق معراج مشہور ہین

حاکم محدث نے بیان کیا ہے۔ کہ لوگون نے علی مرتضٰے سے ابوبکر صدیقؓ کی نسبت سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ایسا شخص ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اسکا نام صدیق رکہا ہے۔ ترمذی نے عائشہ صدیقہ سے لکہا ہے کہ ایک دن ابوبکر سرور عالم کیخدمت مین حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ انت عتیق اللہ من النار فیومئذ سمے عتیقا ۱۲ مشکوۃ

آپ سرور عالم کے ساتوین نمبر پر حضرت مرہ تیمی سے نسب مین ملتے ہین اس لئے یہ تیمی مشہور ہین۔ آپ کے والد ماجد ابو قحافہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے

تھے۔ اور آپکی وفات کے بعد خلیفہ عمر فاروق کے زمانہ مین ان کا انتقال ہوا۔ عمر کا تخمینہ ۹۷ سال لگایا گیا ہے۔ ابوبکر صدیق رض قریبًا ہم عمر سرور عالم تھے۔ دو برس چند ماہ بعد ولادت سرور عالم پیدا ہوئے۔ سن عیسوی ۵۷۳ء بتلایا گیا ہے۔ یہ بات محتاج بیان نہین۔ کہ لڑکپن ہی سے یہ فدائی اور بہی خواہ اور محبوب سرور عالم تھے۔ اور ہمیشہ کے ہمراہی اور ہمخیال رہے۔ حتی کہ یار غار مشہور ہین۔ جو ضرب المثل معروف ہے۔ کسی ملتانی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

دنیا دیوچہ نالو نالے   غار دیوچہ بھی آہن سمالے
ہن بھی رلے روضہ اعلے   ایتھین اُٹھسن روز جزا

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ امر بھی قابل فروگذاشت نہین ہے۔ کہ آپ زمانہ جاہلیت مین نہ فقط رئیس مشاورہ اور محترم قریش تھے۔ بلکہ صاحب الرائے اور مرجع الناس تھے۔ مشکلترین امور مین جو فیصلہ آپ فرماتے۔ قبول ہوتا اور مانا جاتا۔ اس امر کی تائید مین ہم صرف خیرات الحسان کی عبارت پیش کرتے ہین۔ جو محمد حسن خان اعتماد الدولہ کی تصنیف ہے۔ وہ لکھتے ہین۔
ابوبکر صدیق در جاہلیت از رؤسا مشاورہ بود درمیان قریش محترم و در مشکلترین امور از قبیل قتل و دیت مومن شدہ آنچہ او تعین میکرد مقبول بود ۱۲ صفحہ ۱۵۲

۱؎ بخاری شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سرور عالم صدیق رض کے گھر صبح و شام دونون وقتون مین بلاتکلف تشریف لیجاتے۔ اور یہ بھی کہ ابوبکر صدیق رض ہی کے صحن مین ایک چھوٹی سی مسجد بنائی ہوئی تھی جس مین نماز و قرآن شریف پڑھتے۔ اور صدیق رض ملازم بارگاہ رہتا۔ چنانچہ عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہین۔
ولم یمر علینا یوم الا یاتینا فیہ رسول اللہ طرفی النہار بکرۃ وعشیا ثم بدا لابی بکر فابتنی مسجدا بفناء دارہ فکان یصلی فیہ ویقرا القرآن فیقف علیہ نساء المشرکین وابناءہم یعجبون منہ وینظرون الیہ وکان ابوبکر رجلا بکاء اذا قرا القرآن فافزع ذلک اشراف قریش من المشرکین
بخاری۔

القصہ جب یہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو ان کو ایسی صعوبتین پیش آئین۔ جو ناک مین دم بند کر دینے والی تہین۔

منہا قصہ طلب المیراث

صحیح بخاری مین مکتوب ہے۔ کہ جناب حضرت فاطمۃ الزہرا رض ابوبکر صدیق رض کی عدالت مین یہ درخواست دائر کی۔ کہ فدک کا مجھے ورثہ ملنا چاہیئے۔ جسکے جواب مین یہ فیصلہ صادر ہوا۔ کہ انبیاء کے مال کا کوئی وارث نہین ہوتا۔ درخواست داخل دفتر ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ رض خلیفہ وقت پر غضبناک ہوئین۔ اسپر شیعہ و سنی ہر دو صاحبان نے جسقدر سفید بے داغ کاغذون کو سیاہ کیا ہے۔ اسکا اندازہ خلاق عالم کے سپرد ہے۔ شیعہ کا خیال ہے کہ بموجب حدیث من اغضبہا[1] فقد اغضبنی خلیفہ کا ایمان خطرناک ہے۔ سنی کہتے ہین۔ کہ اس فیصلہ کے بعد خطرناک ہوا یا پہلے ہی تھا۔ اگر پہلے ہی خطرناک تہا۔ کہ خلافت بغیر حق غصب کر لی تہی۔ تو درخواست میراث غلط۔ کیونکہ خدا تعالے نے منع کیا ہے۔ کہ ظالم حکام کے پاس مرافعہ ہو۔ تفسیر قمی مین حضرت موسیٰ کاظم رض سے منقول ہے کہ قد علم اللہ ان یکون حکام یحکمون بغیر الحق فنہی ان یتحاکم الیہم الخ دیکہو تفسیر لوامع التنزیل کے مصنف یا مؤلف لوامع نے بتعلم جلی لکہدیا ہے۔ کہ بیان آنکہ نزد قضاۃ ظلمہ مرافعہ جائز نیست۔ اگر فیصلہ کے بعد خطرناک ہوا۔ تو خلافت صدیق صحیح اور غضب لوازم بشریت۔ لیکن یہ دریافت ہوگا۔ کہ حدیث کا مطلب تو یہ ہے۔ کہ جس نے معصومہ کو غضب مین ڈالا۔ نہ یہ کہ جسپر بی بی کو غضب آیا۔ ورنہ موافق روایات شیعہ حضرت علی مرتضےٰ بھی اس الزام سے بری نہ ہونگے۔ پس جو جواب مرتضےٰ رض کا ہوگا۔ وہی صدیق کا تصور ہوگا (بحار الانوار) اور حق الیقین مین ہے۔ کہ سبب [illegible] درخواست داخل دفتر کی

[1] یہ حدیث مسلمہ فریقین ہے جو بوجہ ارادہ تزویج حضرت علی رض با بنت ابوجہل۔ سرور عالم سے صادر ہوئی۔ فافہم ۱۲

گئی - تو بی بی حضرت علی رضہ پر اس قدر غضبناک ہوئین - کہ خدا کی پناہ - بے تحاشا اپنے شوہر مسلمان ابو الائمہ کو بایں کلمات خطاب کرکے کہا جسکا فارسی شیعی ترجمہ یہ ہے - کہ "مانند جنین پردہ نشین شدہ ومثل خائبان در خانہ گریختہ و بعد از انکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب این نامردان گردیدہ اینک پسر ابو قحافہ بظلم وجبر بخشیدہ پدر مرا و معیشت فرزندان مرا از من میگیرد وانصار مرا یاری نمیکنند و مہاجران خود را بہ پناہ کشیدہ اند ونہ دافعی دارم نہ یاوری - نہ شافعی خشمناک بیرون رفتم وغمناک برگشتم - خود را ذلیل کردی - گرگان میدانند ومی برند وتو از جائے خود حرکت نمی کنی - کاش پیش ازین مذلت وخواری مردہ بودم ۱۲

اس عبارت سے جسقدر غیظ وغضب دختر رسول کا - واجب الاتباع امام معصوم علی مرتضیٰ رضہ شوہر باوفا پر سمجھا جاتا ہے - محتاج بیان نہین - شیعہ صاحبان کا یہ جواب کہ اس مین مصلحت تھی - اور اسرار اہلبیت مستورات از مدرکات امثال ما مردم اور مومنی دہاروں کی کیفیت غضب کی مانند اغماض بہتر ہے وغیرہ وغیرہ کما فی حق الیقین - بحار الانوار - دور از کار معلوم ہوتا ہے - فغضبت فاطمۃ علی ابی بکر مین تو بحث یہی ہے - کہ یہ مقولہ وجدان راوی ہے - اور وہ بھی غیر مسلم اور مبہم - نہ کلام معصوم - نہ فرمودہ پیغمبر - اور پھر یہ بھی کہ مخالف مضامین لا دلۃ الاخر - اور خبر واحد بھی نہین - بلکہ اثر ہے - اور وہ بھی بلفظہ نہ بالمعنی مخبر بہ ہے - جو کسی طرح علم قطعی پر مدل نہین ہو سکتا - اور یہ بھی فیصلہ شدہ امر ہے کہ مرفوعات بخاری علی حسب ظنہ مقطوع الصحۃ ہین - باقی رہے موقوفات ومقطوعات وغیرہ اس کے وہ زیر بحث ہین - (فتح المغیث) مناظر یا قاری کو چاہئے کہ ہر روایت مین درایت سے کام لے اور قواعد اصولیہ سے بے خبر نہو - شیعہ علماء کا یہی مسلک ہے - روائح القرآن مین سید عباس صاحب لکھتے ہین - کیف یعول علی مخبر ویدع ما عارضہ من اثر معتبر - پھر آگے چلکر لکھا ہے - فقد ورد فی الخبر ان خبرا تدرایہ خیر من الف ترویہ الخ - خلاصۃ الکلام یہ ہے - کہ جب کوئی

اثر یا خبر خلاف اولہ معتبر اُخر ہو تو لامحالہ نظر با خبر ہونی چاہئے۔ ورنہ مفتی یا متکلم معترض
خطر مین ہوگا۔ علاوہ برآن کہا جا سکتا ہے۔ کہ جناب بتولؑ نے ورثہ طلب کیا۔ جواب
ملا۔ کہ بفرمودۂ رسولؐ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ معذور رکھے گا۔ اسپر غضب وغیظ کے
کیا معنی۔ ہمارا تو یہ خیال ہے۔ کہ غضب لاحلمۃ وجدان یا وہم راوی ہے۔ جو نا قابل توجہ
ہے۔ ورنہ پوچھنے والا دریافت کر سکتا ہے۔ کہ غضب البتول کس طرح معلوم ہوا۔ خود حضرت
سیدہؓ نے فرمایا۔ کہ مین غضبناک ہون یا سرور عالم فرما گئے تھے۔ کہ یہ معاملہ ایسا
ہوگا۔ اور حضرت صدیقہ خلیفہ صدیق پر ناراض ہوگئے۔ یا علی المرتضےؓ اور حسنین
شریفین کی یہ رائے تھی یا رہی۔ اور یہ بھی کہ غضب کا موقعہ ہی کیا تھا۔ روایت
کا حاصل معنی تو صرف یہی ہے۔ کہ آپ کے دعوی کی ڈگری مین بوجہ قانون
نبوی نہین دے سکتا۔ اور یہ بھی عرض کر دی گئی۔ کہ جناب کے حقوق مین کوئی
قصور نہوگا۔ بلکہ مین بین وہی معاملہ ہوگا۔ جو رسولؐ کا معمول تھا۔
اس مین کونسی درشتی وخشونت کی بات تھی۔ جو غضب کی باعث ہوئی۔ یہ بھی
دریافت کرنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ غضب کے آثار یا گفتار کیا تھی۔ کچھ تو معلوم ہو چہرہ
نمودار تھا۔ کہ تیور بدلے نظر آئے۔ یا رگین پھولی ہوئی معلوم ہوئین۔ یا کچھ گھنگھناہٹ
مسموع ہوئی۔ خوارج لعنہم اللہ تبھی تو معترض ہین۔ کہ خلافت کے فیصلہ پر ناراضگی
تو علیحدہ بحث ہے۔ حدیث کے مقابلہ مین نفسانیت اور غضب اور پھر ذو المناقب بھی
ھذا شئ عجاب۔ ہماری طرف سے تو خوارج وروافض دونوں کا ایک جواب ہے۔ جو بیان
ہو چکا۔ کہ وہم راوی ہے۔ جو نا قابل توجہ ہے۔ یا مدسوس ہے۔ یا بالقرائن ستر
وغم فرقت رسولؐ اثر ہی موضوع ہے۔ بخاری کی مرفوعات صحیح ہین۔ نہ کل مندرجہ
بخاری (کما صرح فی کتب اصول الحدیث) حضرت عباس وازواج مطہرات کا وراثت
طلب نہ کرنا۔ اور خود حضرت علی المرتضےؓ کی عدم تائید قول صدیقی سبیل کی مصدق
ہے۔ اگر حضرت صدیق راستی پر نہوتے۔ تو کیا کوئی غیرت مند یہ کہ سکتا ہے۔
کہ ہاشمیون کے یہ دونون شیر عباسؓ۔ علی المرتضےؓ طوفان نہ کھڑا کر دیتے حکومت

ہزار پہلو رکھتی ہو لیکن یہ ایسے شیر آہی تھے۔ کہ ایک ہی گرج مین اُسکا کام تمام کر دیتے۔ انکے جوہر شجاعت کس مومن پر مخفی ہین۔ تعجب ہے۔ کہ شیعی حدیث[۵] بھی صدیقی تائید کے پہلو مین ہے۔ اگرچہ بخاری مسلم سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت عباسؓ عم الرسول کو بعد از وفات حضرت بتولؓ یہ خیال پیدا ہو گیا تہا۔ کہ اگر وارث نبی کریم ثابت ہو جائے۔ تو حق عصوبت کا حقدار مین ہون۔ حضرت علی المرتضےٰ گو بذاتہ تو وارث نہین ہو سکتے تھے۔ لیکن اپنی زوجہ محترمہ کی جانب سے حصہ رسدی کے خاص حقدار ہین۔ چنانچہ انہین بھی اُبھارا۔ کہ چلو ہم دونو عدالت فاروقی مین فدک کی دخلیابی کی درخواست کرین۔ یہ اسوقت کا معاملہ ہے۔ جبکہ فدک کے متولی بحکم فاروقی یہی حضرات مقرر ہوئے تھے۔ اور بوجہ نا اتفاقی تقسیم کا دعوے پیش کر کے حاضر عدالت ہوئے۔ امیر عمرؓ نے اس سارے قصہ کو دہرا کر فرمایا۔ تمہین یاد ہوگا۔ کہ تم دونو نے آکر وراثت کا دعویٰ کیا تہا۔ اور مین نے جواب دیا تہا۔ کہ یہ تو فیصلہ شدہ امر ہے۔ کہ زمین متدعویہ مخصوصات نبوت ہے یعنی نفقات زوجات الرسولؐ وغیرہ وغیرہ کا مون کے لئے وقف ہے۔ اور پھر اب آپ صاحبونکو یاد دلاتا ہون۔ اور استصواب کرتا ہون۔ اور کرتا بھی حلفاً ہون۔ آپ سچ سچ حلفیہ بتلائین۔ کہ سرور عالم کا یہ فرمان صادر ہوُا تہا۔ یا نہین۔ کہ "لا نورث ما ترکناہ صدقۃ"۔ آپ دونون صاحبون نے تسلیم کیا تہا۔ کہ ہان یہ فرمان حضورؐ کا صحیح ہے۔ پھر مین نے یہ بھی کہا تہا۔ کہ بس جو اس ملک کو قبضہ مین رکھے گا۔ بطور تولیت رکھہ سکتا ہے۔ نہ بطور ملکیت۔ اگر آپ حضرات کو یہ شوق ہو۔ کہ اسکی تولیت ہماری نام ہو۔ تو مین دینے کو تیار ہون۔ لیکن یہ عہد و میثاق ضروری ہوگا۔ کہ عملدر آمد بطور سابق کرنا ہوگا۔ جیسے خود سرورؐ عالم و صدیقؓ کا دستور العمل رہا ہے۔ ورنہ پھر مجھے معاف رکھئے گا۔ آپ صاحبان نے بالاتفاق بشرائط مذکورہ

---

[۵] کلینی کے اصول کے جلد اول بروایت ابی عبداللہ منقول ہے کہ ان العلماء ورثۃ الانبیاء و ذاک ان الانبیاء لم یورثوا درہما ولا دینارا و انما اورثوا احادیث من احادیثہم الخ تو انما حصریہ قابل ملاحظہ ہے۔

منظور کر کے متولی ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ اور میں نے وہ ملک تمہارے سپرد کیا اب یہ نوبت پہنچی کہ تمہارا اتفاق تو بجائے خود۔ گالی گلوچ دیتے لیتے ہوئے تقسیم تولیت فدک کے خواہاں ہو۔ چونکہ حضرت عباسؓ نے بایں مضمون عدالت کے سامنے استدعا کی۔ کہ جناب! آپ میرے اور اس ظالم (یعنی علی المرتضیٰ) کے درمیان فیصلہ تقسیم کر دیجئے۔

امیر عمرؓ کو یہ خشونت آمیز الفاظ بحق علی المرتضیٰ ناپسند اور مکروہ معلوم ہوئے عم النبیؐ ہونے کا شرف تو انہیں تھا ہی۔ اور مزاج کے بھی تیز تھے۔ سمجھانا ہی تھا۔ ادھر علی المرتضیٰ بھی عالی مرتبہ تھے۔ ان کی دلداری اور رتبہ شناسی بھی ملحوظ خاطر تھی۔ حضرت فاروقؓ نے بصیغہ تثنیہ اور مراد واحد جس کی استعمال کلام بلغا بلکہ خود قرآن شریف میں بھی موجود ہے۔ بایطور مصلحتاً فرمایا۔ کہ میاں تم تو حضرت صدیق کو بھی ایسا گمان کرتے تھے۔ حالانکہ وہ راشد اور صادق تابع للحق تھے۔ علیؓ تو خیر آپ کے بچے ہیں۔ انپر حملہ کرنے میں تم کب جھجکتے ہو۔ تمہاری عادت ہو گئی ہے۔ کہ اپنے خیال کے مخالف کو گو وہ حق پر کیوں نہ ہو۔ ایسا گمان کر بیٹھتے ہو۔ القصہ اب فیصلہ کن بات اور اخیری حکم یہ ہے۔ اگر تم بشراکت ملجلکر تولیت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ یا تنگ آ گئے ہو۔ اور منشا ہے۔ کہ میں اپنے سابقہ فیصلہ کے خلاف کچھ لب کشائی کروں۔ تو یہ امید مجھسے نہ رکھئے گا۔ اور یہ میری سپرد کیجئے میں خود سنبھالونگا۔ فوالذی باذنہ تقوم السماء والارض لا اقضے قضاءً غیر ذلک حتے تقوم الساعۃ فان عجزتما عنہا فادفعاہا الی فانی اکفیکماہا۔ بخاری جلد رابع مع الشروح۔

اب ہم پھر اصل قضیہ کی طرف رجوع کرتے اور دکھلاتے ہیں۔ کہ اگر احد من الناس کی طرح سرور عالم کا ترکہ تقسیم ہوتا۔ تو اس صورت پر ہوتا۔ کہ تمام دیونات اور مہر ازواج کی ادائی کے بعد جسقدر کہ بذمہ سرور عالم ہوتا۔ اسکے ۲۴ حصص معین کر کے بصورت ذیل تقسیم کیا جاتا۔

محمد رسول اللہ
مسئلہ ۲۴

بنت فاطمۃ الزہرا رض	زوجات تسعہ رض	عم عباس رض [۱]
۱۲/۲۴	۳/۲۴	۹/۲۴

لیکن باین ترتیب کسی نے علے السویہ دعوے نہین کیا۔

تعجب سے کہا جاتا ہے۔ کہ اگر ایسا کرنا شرعی حکم تہا۔ کہ حضور حیات النبی بہی یوصیکم اللہ فی اولادکم سالآیہ مین شامل تہے اور خصوصیات الرسول کیطرف بہی بے توجہی تہی۔ حضرت سیدہ رض نے بہی تکلیف گوارا کی حضرت عباس رض نے بہی دبے منہ کچہہ کہا۔ لیکن باب علم النبی خاموش رہے۔ بلکہ حضرت سیدہ کے فرمانے پر بہی نہ ملے۔ بعد ازان امامان جلیلان حسنین شریفین بہی خاموش رہے۔ زیادہ تعجب یہ ہے کہ جب خلافت علی المرتضیٰ کے قبضہ مین آئی۔ تو اُسوقت بہی قواعد شیخین پر عملدرآمد ہوتا رہا۔ اس سے ہمین یقین ہوتا ہے۔ کہ اہلسنت جو کہتے ہین وہی حق ہے۔ روایات قطنی ہین۔ صافی و کلینی کے دیکہنے سے اور زیادہ معاملہ صاف ہوجاتا ہے۔ کہ انہون نے فدک کو امام کا حق بتلایا ہے۔ وراثت یعنی چہ شیعہ صاحبان کا یہ فرمودہ۔ کہ وآتِ ذاالقربےٰ حقہ کی تعمیل مین سرور عالم نے فدک حضرات زہرا رض کو دیدیا تہا۔ علاوہ اور بحثون کے بروایت کلینی غلط معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکہتے ہین۔ کہ قربیٰ سے مراد علی و حسنین ہین۔ نہ فاطمہ رض۔ ہان یہ لکہدیا ہے۔ کہ کسی مصلحت سے فاطمہ کو دیا گیا تہا۔ اس مصلحت کا یہ معنے ہوا کہ حکم تو قربے کے دینے کا تہا۔ لیکن ان کو نہین دیا گیا۔ غیر قربے کے دینے مین مصلحت تہی۔ یا اس مصلحت کا معنی حق تلفی ہوگا۔ (حاشا و کلا) سوال پیدا ہوسکتا ہے۔ کہ فدک تو مصلحتاً حضرت فاطمہ کو دیا گیا۔ الٰہی فرمان وآت ذاالقربیٰ حقہ جسکے مصداق علی و حسنین بتلائے گئے ہین۔ اس کی

---

[۱] تقسیم شیعی کی صورت یہ ہی مسئلہ ۸ محمد رسول اللہ / زوجات تسعہ ۱، بنت ۷، عم محروم ۔ لیکن بقرینہ دعوے عباس ہمراہی علی المرتضےٰ جیسا کہ بخاری سے معلوم ہوتا ہے۔ جو اس مضمون کے لئے خیر پیش بیان ہوگا۔ اور تلمیحات قرآنی اسکے خلاف پر ہین۔

تعمیل مین ان کو کیا کیا دیا گیا۔

اصل معاملہ مسلہ یہ ہے۔ کہ مناصب کے متعلق جو مال حاصل ہوتا ہے۔ اس مین کبھی وراثت قایم نہین ہو سکتی۔ نبی ہون۔ یا سلطان۔ خلیفہ ہون یا امام۔ مخدوم ہون یا حکام۔ جو مال مذکورہ لحاظات سے حاصل ہو گا۔ اس مین حق وراثت معدوم ہوتا ہے۔ جو جانشین آتا رہے گا۔ وہی مناسب طور پر تصرف و انتظام مین رکھیگا۔ ہان جو چیز مذکورہ بالا اشخاص نے بلالحاظ عہدہ خود پیدا کی ہو۔ جیسے داؤد کا زرہ بنانا۔ امیر عمرؓ کی خشت بندی۔ عالمگیر کی کتابت قرآن مجید وغیرہ وغیرہ یہ آمدنیان ان کی ذاتی متصور ہوتی ہین۔ انپر ہر طرح کا حق و اختیار انہین ہوتا ہے۔ بچے بچے پر وراثت کے قواعد کا اجرا ہی ہوتا ہے۔ اور وہ محاصلات جو ان کے خود پیدا کردہ نہین ہوتے وہ مملوکہ مناصب ہوتے ہین۔ مثلاً حضرت داؤدؑ کے مقبوضہ ممالک صرف حضرت سلیمانؑ کے قبضہ و تصرف مین بحثیت وراثت منصب و جانشینی آئی۔ اس مین وراثت نسبی جاری نہوئی۔ خود مالک حقیقی نے اس مسئلہ کو تذکرہ داؤدؑ و سلیمان مین قرآن مجید ہی سے بیان کرکے بنیاد قائم کر دی۔ کہ وورث سلیمان داؤدؑ حالانکہ داؤدؑ پیغمبر کے ۱۹ فرزند تھے۔ بایندلیل یہ مسئلہ مسلم ہو گیا۔ کہ پیغمبری یا امامت یا سلطانیت یا مخدومیت کل مناصب کی حیثیت سے جو شخص انکا جانشین ہو گا وہی ان اشیاء کا قابض و متولی ہو گا۔ نہ کل ورثاء نسبیہ۔ یہ مسئلہ مذہبی لحاظ سے بھی اور زمانہ کے مذاق کے مطابق بھی طے ہو چکا ہے۔ کہ جو جاگیرات مثلاً کسی خانقاہ پر واگذار ہون یا تیل چراغ کا وظیفہ یا لنگر خانہ۔ دیوان خانہ۔ یا دیگر محاصل خانقاہ وہ ہمیشہ سجادہ کی تحویل مین ہونگے۔ وراثت کے قاعدہ کے نیچے نہ آسکینگے۔ جانشین ہی کو یہ اختیار ہو گا۔ کہ وہ اصل اشیاء کو محفوظ رکھکر انکے منافع و محاصل کو باقاعدہ تصرف مین لانے کا مجاز ہو گا۔

یہ مسئلہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ جبکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ فدک درجہ بدرجہ جانشینون کے قبضہ مین آتا رہا جن مین حضرت علیؑ المرتضےٰ اور حسنؑ مجتبےٰ بھی ہین۔ لیکن تقسیم وراثتی کسی نے بھی نہ کی۔ اس طرز و طریق سے اصل مسئلہ پر کامل روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اور ہر دانشمند کھلے منہ اعتراف کر سکتا ہے۔ کہ جو ہمنے ثابت کیا وہی حق ہے فدک کو تمام مذاہب جانتے ہین۔ کہ یہ بحیثیت نبوت صلحاً حاصل ہوا تھا۔ نہ از روئے کسب۔ ہان از روئے روایت یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت سیدہ نے جو دعوی وراثت دائر کر دیا۔ اور جوش خروش سے اس کی پیروی کرنے کی تکلیف گوارا کی۔ آخر اس کا بھی تو کوئی باعث ہوگا۔ کم سے کم وجہ اشتباہ بنشاء دلیری و جرأت کچھ نہ کچھ ضرور ہونا چاہیئے۔ ورنہ خاتون قیامت بضعۃ النبی صاحب تطہیر کی شان و مرتبت کے دامن پر خاک درد ہم دہبہ ہوگا۔ اسکے جواب مین میرے جیسوں کا جسارت کرنا مثل تو وہی ہے کہ انگلی کٹا کر شہیدون مین داخل ہونا۔ لیکن پھر بھی اپنے فہم کے مطابق جو معلوم ہے لکھتا ہون۔ اس مین شک نہین۔ کہ طلب میراث کی روایت متواتر تو بالاتفاق نہین۔ لیکن ہے ضرور۔ لیکن ہم نے کسی جگہ واقعہ قرطاس کے موقعہ پر لکھدیا ہے۔ کہ جو حدیث اصول کے خلاف وارد ہو۔ وہ قابل استناد نہین ہوتی۔ اور یہ بھی کہ بخاری کے مرفوعات صحیح بتلائے گئے ہین۔ نہ کل مقطوعات اور آثار۔ روائیت طلب میراث حدیث مصطلح نہین۔ علاوہ بران بخاری کی کل احادیث کل کے نزدیک بخاری کے خیال کے مطابق صحیح ہین نہ کل کے نزدیک صحیح۔ خصوصاً وہ احادیث جو کہ یقینیات کے خلاف ہون۔ ایسے مواقعات پر ضرورتاً کہنا پڑتا ہے کہ راوی سے یا تو بقاعدہ الصدوق قد یکذب صادر ہوا۔ یا اسکے فہم مین واقعہ کی تصویر بغلط فہمی متصور ہوگئی۔ جو حقیقت مین خلاف واقع تھی فتح الباری مین حدیث کذبات ثلاثہ ابراہیمؑ و حدیث استغفار زائد از سبعین مرۃ ملاحظہ ہو۔ علامہ رازی تفسیر کبیر مین ذکر کیا ہے۔ کہ اسنے لم یکذب ابراہیم الا ثلاث کذبات کو موضوع کہا۔

تو ایک شخص نے اعتراض کیا۔ کہ تم حدیث کو جھوٹا کہتے ہو۔ علامہ نے جواب دیا۔
کہ حدیث نبی کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ کسی راوی نے جھوٹ کہا ہوگا۔ ابراہیم کے
جھوٹا کہنے سے راوی کو جھوٹا کہنا بہتر ہے۔ تعجب ہے۔ کہ ابراہیم نبی اللہ کے جھوٹا کہنے
پر بال ہی بیکانہ ہو۔ اور بخاری کے راوی تو غضب سید حامد حسین شیعی نے صاف لکھدیا ہے۔ کہ
ہر حدیث صحیح جائز العمل نباشد چہ جائیکہ واجب العمل باشد پھر یہ بھی لکھدیا ہے۔ ضرور
نیست کہ ہر روایت ثقۃ الاسلام و شیخ صدوق رضوان اللہ علیہما و مانند ایشان
واجب القبول باشد۔ (دیکھو استقصاء الافہام جلد اول)
اسی طرح روائح القرآن اور لوامع شیعی مین مکتوب ہے۔ علاوہ بر آن اگر عملی
کارنامہ حضرت سیدہ پر نظر غائر ڈالی جائے تو یقین ہوگا۔ کہ روایت کی نسبت
عدم صحیح صحیح ہے۔ سیدہ کا زہد۔ اتقا۔ بے نفسی۔ توکل باایںہمہ بعد وصال سرور
عالم ترک ضحک۔ گریہ و بکا۔ گوشہ گزینی۔ ستر پردہ بحدیکہ دفن کی وصیت کہ
شب ہو۔ مرد جنازہ پر نہ آئین۔ گہوارہ نعش مستور ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ ادہر یہ کہ فدک
کی طلب مین دربار مین حاضر ہونا۔ خود بحث کرنا شبہا انصار کے گہرون مین جاکر
گڑگڑانا۔ علے المرتضےٰ رضہ شوہر امام واجب المطاع سے درشت خوئی۔ سخت کلامی
یہ آپس مین متناقض امور ہین۔ اوصاف اولیہ یقینی ہین۔ کہ وہم کو بہی ان کے
درمیان شک کرنیکی گنجایش نہین ملتی۔ دوسرے پہلو کے واقعات محض ظنیہ وہمیہ
ہین جنکو سلیم القلب کبہی بہی صحیح بلاریب کہنے کی دلیری نہین کرسکتا۔ فثبت
ما قلنا۔ بر تقدیر تسلیم جو منقولات ہین۔ وہ یہ ہین۔ ابن قیم نے زاد المعاد مین یہہ
جواب دیا ہے۔ کہ فدک سرور عالم کے قبضہ مین ایسا تہا۔ جیسا ملک ہوتا ہے
لیکن ایسا ملک نہ تہا جس مین وراثت جاری ہوتی ہے۔ حضرت سیدہ کا خیال
مطلق ملک کی طرف تہا۔ تنازع کا منشا فدک کا ذوجہتین ہونا ہے۔ ۱۲
فتح الباری نے بہی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ کہ دونو حق پر تہے حاصل یہی

ہے۔ جو زادالمعاد مین ہے۔
میرزا مظہر جان جانان مکتوبات مین باینطور لکھاہے۔ کہ نحن معاشر الانبیا نبی معصوم کے مقابلہ مین تسلی نشدن حضرت خیر النسا، باین جہت خواہد بود کہ ثبوت ارث بآیہ توریت واقع شدہ۔ واین حدیث ظاہر بحد شہرت نرسیدہ باشد تا بر حضرت فاطمہ حجت تواند شد۔ باز ازراہ نازک مزاجی خواہد بود کہ لازم صاحبزادگی ہاست۔ وبحکم لاتبدیل لخلق اللہ ہیچ کمالے خصوصیات مزاج را تغیر نمی تواند داد شدت غضب موسیٰ تادم والپسین زایل نشد۔ وقصہ طمانچہ زدن آنحضرت بر روئے ملک الموت مشہور است پس درین صورت ہر دو معذور اند و بر ہر دو طرف حق ثابت میشود و اہلسنت را حسن ظن وتاویل حسن در شان طرفین واجب است انتہے۔ کاتب الحروف کی توکچہہ ہستی نہین۔ کہ حضرت سیدہ وحضرت صدیق کے درمیان محاکمہ کرسکے۔ بر تقدیر تسلیم روایت بجز اسکے کچھ نہین کہہ سکتا کہ ؎

رموز سلطنت خویش خسروان دانند　　　گدای گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

امنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ وقبلت جمیع احکامہ وامنت برسول اللہ کما ھو عند ربہ وباٰلہ واصحابہ کما ھم عند اللہ ورسولہ۔

اسی قبیل سے ہے متنبیون مسیلمہ وغیرہ کی قلع قمع اور مرتدین کے ساتہہ قتال وجدال اور شام پر چڑہائی۔ وغیرہ وغیرہ۔ حق پسند معترف ہین۔ کہ حسن انتظام اور خوبی سے اس اسلام کے بہادر نے ان مہمات کو انصرام کیا۔ وہ اسی کا حصہ تہا۔ جو فرقہ ایسے جلیل القدر خلیفہ کو نفاق کے عیب سے نامزد کرتا ہے۔ انہین شرم کرنی چاہیئے۔ اور سمجہنا چاہیئے۔ کہ کیا منافق وہی ہوتا ہے۔ جو ایسے نازک وقت مین اسلام کے کام آئے۔ کیا منافق وہی ہوتا ہے۔ جو اسلامی احکام کے قایم کرنے مین جان تک دینے مین کوتاہی نہ کرے۔ کیا منافق وہی ہوتا ہے۔ جو خاتم النبیین کے بعد نبوت کے دعویدار کا سر کاٹے بغیر چین نہ لے۔ کیا منافق وہی ہوتا ہے۔ جو اسلامی فہرست کا حجم دگنا کر دکہائے۔ ہرگز نہین۔ اور ہرگز نہین۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ط

منکرین زکوٰۃ کا مختصر قصہ یہ ہے۔ کہ جب حضور عالم کی وفات کا شہرہ ہوا۔ تو بجز مکہ۔

مدینہ۔ طائف کے تمام عرب باغی ہوگیا۔ اور زکوۃ دینے سے انکاری۔ بلکہ اسی پر قناعت نہ کرکے مدینہ عالیہ پر چڑہائی کر دی۔ ابوبکر صدیق رض نے نہایت مردانگی اور شجاعت سے اسلامی فوج جرار کو لیکر بنفس نفیس روانہ ہوئے۔ چونکہ باغیون کی کثرت بیحد تہی۔ حضرت علی رض مرتضےٰ قدر دان نے جاکر ابوبکر صدیق رض کے مرکب کی لجام پکڑ لی۔ اور کہا کہ اے سرور عالم کے جانشین۔ اور اے خلیفۂ رسول اللہ آپ مدینہ طیبہ ہی واپس ہوجائین۔ کیونکہ اگر آپ کو تکلیف پہونچی۔ تو پہر اسلام کا انتظام کبھی نہ ہوسکے گا۔ آپ نے حضرت علی مرتضیٰ کے فرمودہ کو تصویب کرکے خالد کو روانہ کیا۔ اور جو مناسب احکام اور تجاویز تھے سمجہا دیئے۔ پس خالد نے اُن احکام اور تجاویز پر عمل کرتے ہوئے سر توڑ کوشش کی۔ اور ان کو مغلوب کرلیا۔ جو قتل ہونے تہے ہوگئے۔ کچھ قید ہوکر پکڑے آئے اور باقی سب کے سب نئے سرے سے مسلمان ہوگئے۔

اس کے بعد ابہی تلوارین میانون مین قرار کرکے کہونٹیون پر جاگزین نہ ہوئی تہین۔ کہ مسیلمہ کذاب جو مسلمان ہوکر بحکم سرور عالم یمامہ کا حاکم سمجہا گیا تہا۔ بعد وفات سرور عالم م بگڑ گیا۔ اور مدعی نبوت ہوکر ہیچو ما دیگرے نیست کا نقارہ بجایا۔ اور لوگونکو تھوڑے ہی عرصہ مین اپنے دام مین پھنسا لیا۔ ایک سجہ نامی عورت جو فن شاعری مین یکتا ہتی۔ اور حسن وجمال مین ثانی زلیخا ائسے بہی نبوت کا کھٹکا دل مین سمایا ہوا تہا۔ جب اُسے مسیلمہ کی خبر پہونچی۔ تو ملاقات کے لئے آئی۔ ایک خیمہ مین بیٹھکر دونو نے ایکدوسرے کی تصدیق کی۔ آخر مسیلمہ نے کہا۔ کہ مجھے وحی ہوا ہے کہ سجہ یا سجاح نبیہ میری تحت مین ہو۔ اور مین جسطرح چاہون۔ اُسے اپنے پاس رکہون۔ لیکن یہہ باتین ایسی انداز اور غمزون۔ رمزون مین ہوئین۔ کہ باہم الفت پیدا ہوگئی۔ خوب مزے اڑائے۔ آخر کار نکاح کی ٹہیری۔ مجلس منعقد ہوئی۔ تو مہر کا ذکر آیا۔ ہوتے ہواتے یہ قرار پایا کہ سجہ کی قوم کو عصر کی نماز مہر مین معاف کی گئی۔ منظور ہوکر نکاح ہوگیا۔ کہتے ہین کہ چند مدت وہ قوم رہی۔ نماز عصر کو خیر باد کہا ہوا تہا۔ بلکہ فخریہ کیا کرتی ہتی۔ ہذا مہر کریمتنا۔ لیکن سجاح زمانہ معاویہ رض مین توبہ کرکے مسلمان

ہوگئی۔ القصہ ان دونون کے ملنے سے اُنکی جماعت بڑہگئی۔ اور ٹڈی دل لشکر تیار ہوگیا۔ ابوبکر صدیق رضؓ نے خالد کو سپاہ سالار بناکر بسم اللہ کرکے سمجھا۔ بجھاکر روانہ کیا۔ خالد سیاہ بادل کی طرح گرجتا ہوا۔ اور تلوارونکی بجلیان گراتا ہوا اُسکے سرپر آٹوٹا چونکہ کذاب کی سپاہ تعداد مین کہین زیادہ ہتی۔ اسلیئے وہ مغلوب نہ ہوسکے۔ بلکہ قریب تہاکہ وہ فتحیاب ہون۔ بارہ سو مسلمان قتل ہوجانے سے سپاہ کم ہوگئی۔ لیکن خالد نے نہایت مردانگی سے قوم کو جمع کرکے اللہ اکبر کہتے ہوئے ایسا دہاوا کیا۔ کہ دسہزار آدمی تہ تیغ ہوگئے۔ ہل چل پڑگئی مسیلمہ بہادری سے لڑتا رہا۔ مگر بکرے کی مان کب تک خیر منائیگی۔ اُس نے تو ایک دن ذبح ہونا ہے۔ حضرت وحشی جسنے جنگ اُحد مین امیر حمزہؓ کو نہایت بیدادی سے قتل کیا تہا۔ اسکے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور مطلع صاف ہوگیا۔ وحشی بعد مین کہا کرتا تہا۔ کہ بحالت کفر اگر میرے ہاتھ سے خیر الناس شہید ہوا تہا۔ تو شکر ہے کہ بحالت اسلام میرے ہاتھ سے شر الناس قتل ہوا۔ مسیلمہ کی بچی بچائی فوج مسلمان ہوگئی۔ اسلام کا بول بالا ہوگیا۔

اسود عنسی کو فیروز دئلمی نے دہوکہ دیکر مار ڈالا۔ دونون جہنم راہی ہوئے۔ پہر ابوبکر صدیق رضؓ نے جب دیکہا۔ کہ مدعیان نبوت کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ تب انہون نے حسب مصلحت اُن ملکون کی طرف توجہ کی۔ جو اسلام کو بُری نگاہ سے دیکھکر بیچین تہے۔ لیکن اُنہون نے مناسب سمجہا۔ کہ پہلے اس بارہ مین ایک کمیٹی کیجائے جسکے ممبر اعلیٰ درجہ کے صاحب الرائے ہون۔ پہر حسب قرارداد کام چلایا جائے۔ اکابر صحابہ کو جمع کرکے شام[1] کی نسبت لشکر کشی اور فوج کی جمع آوری کا مسئلہ پیش

[1] شام کا اطلاق اسوقت عام طور پر ان ممالک پر ہوتا تہا۔ جو درمیان دریائے فرات اور بحیرہ روم کے واقع ہے۔ فنشیا اور فلسطین بہی ان مین شامل تہا۔ کتب مقدسہ مین ان کو ارم کہتے ہتے۔ میسوپوٹامیا۔ چلڈیا اور اعصریہ بہی ان مین شامل تہے۔ پہلے تو یہ ممالک علیحدہ علیحدہ چہوٹی چہوٹی ریاستین بنی ہوئی ہتین۔ ہر ایک ریاست کا اپنا اپنا حاکم تہا۔ لیکن اسوقت یہ ایک شہنشاہ ہرقل کے تابع ہتے جس کا دار السلطنت قسطنطنیہ مین تہا۔ آبادی۔ سرسبزی۔ زرخیزی تجارت کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ پر تہا۱۲

کیا۔ باتفاق رائے یہ پاس ہوا۔ کہ لشکر کشی ضرور کرنی چاہئے۔ اور فوج کی جمع آوری کے لئے خود ابوبکر صدیق رضہ ایک پروانہ مناسب جاری کرین جسکی تعمیل اطراف و نواحی مین پورے طور پر کیجائے۔ ابوبکر صدیق رضہ نے وہ پروانہ باین مضمون لکھا۔ کہ عبداللہ عتیق ابن ابی قحافہ تمام سچے دینداروں اور دین کے بہی خواہون کو بعد حمد اور نعت کے مطلع کرتا ہے۔ کہ اس کا ارادہ شام پر لشکر کشی کا ہے۔ تاکہ کفار کے ہاتھ سے اسلامی سلطنت کو بچائے۔ ہر ایک شخص جسے یہ اطلاع پہونچے وہ اپنی رائے ظاہر کرے۔ کہ اسکا کیا خیال ہے لیکن یہ واضح رہے۔ کہ جو شخص جہاد کیلئے مستعد ہوگا اور کر کے دکہائیگا۔ وہی خدا تعالےٰ کا مطیع ہوگا۔ ۱۲

حضرت انس بن مالک پروانہ گردی پر مامور ہوئے۔ چنانچہ اُنہون نے تہوڑے ہی دنون مین گشت کر کے ایسی اشاعت کی۔ اور لوگون کو اس طرز سے پروانہ سنایا۔ کہ مسلمانون کے گروہ گروہ اور قبیلون کے قبیلے فوراً سے پیشتر مدینہ منورہ مین جمع ہوگئے۔ لوگون کا اس قدر ہجوم ہوا۔ کہ رسد کا انتظام باوجود اہتمام کے اسقدر ناکافی سمجھا جانے لگا۔ کہ قیس نے بخدمت ابوبکر صدیق رضہ حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ تمام لشکر جمع ہے۔ اور سامان سفر درست۔ اگر حکم ہو تو روانگی کر دیجئے۔ کیونکہ یہان تکلیف ہوتی ہے حضرت صدیق اسی وقت پا پیادہ اُٹھ کہڑے ہوئے۔ ان کا اُٹھنا تہا۔ کہ اللہ اکبر کا بگل ہوگیا اور سب تیار ہوگئے۔

خلافت کے سلسلہ یعنی ۱۲ھ مین پہلے پہل عراق پر لشکر کشی ہوئی۔ اور حیرۃ کے تمام اضلاع فتح ہوگئے ۱۳ھ مین شام پر چڑہائی ہوئی۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے فوج کے دو حصہ مقرر فرمائے تھے۔ ایک حصہ کا سپہ سالار یزید بن ابی سفیان۔ اور دوسرے حصہ کا افسر ربیعہ بن عامر مقرر فرمایا تہا۔ ہر ایک کے ماتحت ایک ایک ہزار سوار تہا جب ہرقل شاہ روم کو خبر پہونچی۔ کہ مسلمانون کا لشکر منزلین طے کرتا ہوا براہ تبوک آرہا ہے۔ تو اس نے تمام ارکان دولت سر گردگان ملت کو جمع کر کے نہایت جوشیلے لہجہ مین لیکچر دیا۔ کہ صاحبان! جب تک تم اپنی شریعت کے احکام کے پابند رہے

کوئی قوم تپر غلبہ نہین پا سکی۔ بلکہ جس نے ادہر کا رُخ کیا۔ مُنہ کی کہائی۔ تمکو یاد ہوگا۔
کہ کسرےٰ بن ہرمز نے بمعیت لشکر فارس جب چڑہائی کی ہتی۔ تو کس طرح پائمال ہوکر
دُم دبا کر بہاگتا ہوا نظر آیا تہا۔ یہ سب کچہہ انجیل مقدس کی تعمیل کی برکت ہتی۔ اب
چونکہ تمنے شریعت عیسوی سے کم توجہی کی۔ اسلئے اسکی پاداشس مین یہ نوبت پہنچی۔
کہ ضعیف سے ضعیف قوم بہی تمہارون ملکون اور شہرون کے فتح کرنے کے خیال سے
بہادرانہ حملہ کرنا چاہتی ہے۔ خدانکرے اگر یہی غفلت اور شریعت عیسوی سے کم توجہی
رہی۔ تو صرف تم ہی نہین بلکہ تمہاری نسلین بہی کسی قوم کے سامنے آنکہہ نہ کرسکینگی۔
قوم کو اس لیکچر کے سماع سے وہ جوش ہوا۔ کہ اسی وقت چہرے سُرخ ہو گئے۔ اور
رگین پہول گئین۔ یکزبان ہوکر التماس کی کہ اجازت کی دیر ہے۔ رستے ہی مین اسلامیون
کا کام تمام کرتے ہوے خود کعبہ کی اینٹ سے اینٹ اُکہاڑ دینگے یہ معلوم نہ تہا کہ

چراغے را کہ ایزد بر فروزد　　　اگر کس دم زند ریشش بسوزد

القصہ ہرقل نے آٹہہ ہزار سوار کا لشکر بسرداری چار شخصوں یعنی باطلیق جیش
لوقا۔ حلیا کے تیار کر کے روانہ کیا۔ اور انہون نے تبوک مین اسلامی لشکر کو دیکہکر
ڈیرے لگادیئے۔ مذہبی جوش تو ان کی رگون مین ہرقل نے بہر ہی دیا تہا۔ اسلامی
فوج کی قلت دیکہکر ان کی اور حوصلہ افزائی ہوگئی۔ سپہ سالاران اسلام مین وہ
بہادری کے جوہر تہے۔ کہ ذرا بہی ہراسان نہ ہوئے۔ نہایت عمدگی سے یہ انتظام کرلیا
کہ ربیعہ بن عامر مع ہزار سوار کمین گاہ مین بیٹھ گئے اور یزید بن ابی سفیان اپنے ماتحت ایک
ہزار سوار کے ساتہہ عرصۂ میدان بنے۔ ہرقل کے آٹہہ ہزار کے مقابلہ مین ایک ہزار کیا وقعت
رکہتا تہا۔ یکدم حملہ کرکے ٹوٹ پڑے۔ اور لشکر اسلام کو گہیر لیا۔ اور یقین تہا۔ کہ میدان
شامیون کا ہے۔ لڑائی چہڑ گئی۔ ربیعہ بن عامر نے اچانک مع ایک ہزار سوار کمینگاہ سے
نکلکر اللہ اکبر کہتے ہوئے وہ حملہ کیا۔ کہ آٹہہ ہزار سوار کے چہکے چہڑا دیئے۔ باطلیق جو
سپہ سالار رہا۔ اتفاقاً ربیعہ بن عامر کے مقابلہ مین آگیا۔ ربیعہ نے نہایت تیزی سے

ایک ایسا نیزہ تاک کر مارا۔ کہ اسکی سرین توڑ کر دوسری جانب جا نکلا۔ اور بیہوش ہو کر گر گیا اس کا گرنا تہا۔ کہ بہاگڑ پڑ گئی۔ اسلامی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔ اور ڈونکا بج گیا۔ دو ہزار دو سو لشکر ہرقل سے مقتول ہوا۔ جرجیس نے کہین جا کر ہوش سنبھالا۔ تو کہا کہ یہ چہرہ ہرقل کو دکہلانے کے قابل نہین ہے۔ علاوہ برآن باطلیق جیسے بہائی کا انتقام نہ لینا۔ نہایت بزدلی ہے معلوم نہین کیا منصوبہ سوچکر ایک شخص کی معرفت کہلا بہیجا۔ کہ لشکر اسلام کا مدعا کیا ہے۔ کوئی عقلمند اگر یہان ہمارے پاس آکر بیان کرے۔ تو مناسب جواب دیا جائیگا۔ اس پیام پر ربیعہ بن عامر سپہ سالار خود اُٹھ کہڑے ہوئے کہ مین چلنے کو تیار رہون۔ اور روانہ ہو پڑے۔ جرجیس خیمہ مین تہا۔ اطلاع پر اذن ہوا۔ ربیعہ بن عامر داخل ہوئے۔ دونون سپہ سالارون کی رُد در رُد باتین ہوئین۔ جرجیس نے کہا۔ کہ آپ کا مُدعا کیا ہے۔ ربیعہ بولے۔ کہ اسلام قبول کرو۔ ورنہ جزیہ کی ذلت اختیار کرو۔ اگر یہ دونون نہین تو تلوار فیصلہ کریگی۔ جرجیس نے اسلام کے متعلق بحث شروع کردی۔ کہ اس مین کیا فوقیت ہے۔ جواب باصواب ملنے پر قایل ہو گیا۔ ایک دربان نے جرجیس کے کان مین کہا۔ کہ جو پسند ہو کیجیے۔ لیکن یہ واضح ہو۔ کہ یہی ربیعہ آپ کے بہائی باطلیق کا قاتل ہے۔ اور موقعہ انتقام بہی خاطر خواہ ہے۔ یہ سُنکر جرجیس کی آنکہین بوجہ طیش سُرخ ہو گئین۔ نہایت بیرحمی سے قواعد کا پاس نہ کرکے ربیعہ پر حملہ کیا۔ ربیعہ نے نہایت تیزی سے چوکڑی بدل اسکے حملہ کو روک تلوار کا ایسا وار کیا۔ کہ دو ٹکڑے ہو کر مردار ہو گیا۔ خیمہ سے یزید بن ابی سفیان سپہ سالار فوج اسلام نے دیکہا۔ کہ ربیعہ کے ساتھ بیوفائی کی گئی۔ انہون نے فوراً حکم دیدیا۔ کہ یکدم حملہ کیا جائے۔ اتنے مین مسلمانون کا لشکر بسرداری شرجیل اور بہی کمک کو پہنچ گیا۔ پہر تو لڑائی کا پہر نا تہا کہ یکدم آندہی کی طرح دشمن کی سپاہ کو گہیر ایسا تہا کیا۔ کہ آٹھ ہزار کی تعداد سے ایک بہی نہ بچا۔ سب کے سب تہ تیغ ہو گئے۔ مال کثیر ہاتھ آیا۔ فتح کا نقارہ بجگیا۔ بمشورہ ہر سپہ سالاران یہ قرار پایا۔ کہ تمام مال بخدمت صدیق اکبر بہیجدیا جائے۔

ابوبکر صدیق رضہ یہ خبر سنکر تمام گرد و نواح مین اس جنگ کی فتح کا اعلان کرا بہیجا بہر تو یہ حالت ہوئی۔ کہ جس قوم لئے سرکشی کی اس کی خبر لیگئی۔ تہوڑے ہی عرصہ مین بصرہ کوفہ۔ بکر۔ کلیب۔ دمشق۔ بلقاء۔ معب۔ معان بیکر وغیرہ مفتوح ہوکر اسلام کے قبضہ مین آگئے۔ اشاعت اسلام کماینبغی کی گئی۔ والتفصیل فی المطولات۔

القصہ ابہی کام چمکا ہی تہا۔ کہ ابو بکر صدیق رضہ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ دمشق کی فتح کے منتظر تہے۔ لیکن ایسا اتفاق ہوا۔ کہ جسدن دمشق فتح ہوا۔ اسی دن مدینہ عالیہ مین ابو بکر صدیق رضہ کی روح عالم بالا کو پرواز کرگئی۔ معارف ابن قتیبہ۔ حیوۃ الحیوان مین تاریخ وفات ۲۱ یا ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ مکتوب ہے۔ آپکی عمر مبارک کا تخمینہ ۶۳ سال ہے۔ مدت خلافت دو سال اور چند ماہ۔

ابو بکر صدیق رضہ کو اپنی بیوی نے حسب وصیت شوہر نہلایا۔ یہ پہلی منکوحہ ہے اسلام مین جسنے اپنے شوہر کو بعد وفات غسل دیا۔ امیر عمر رضہ نے نماز جنازہ پڑہائی۔ اور حسب الوصیت[1] رسول اللہ کے پہلو مین مدفون ہوئے۔ کفنے یہ شرفا۔

آپ کی وفات سے تمام اہل اسلام کو غم والم طاری ہوا۔ اور اسکے آپ مستحق بہی تہے۔ کیونکہ ایسے باانصاف نرم مزاج بے ریا متقی حاکم کا جہان سے مفقود ہوجانا کچہہ کم مصیبت نہین۔ آپ کی حکومت و خلافت عرصہ دراز تک نہ رہی جس سے وہ

---

[1] نزہۃ الابصار مین کتاب صفوہ سے وصیت باین طور لکہی ہے کہ ابو بکر صدیق نے وصیت کی۔ کہ مجہے روضہ مقدسہ کے دروازہ پر رکہہ دینا۔ اگر دروازہ مفتوح ہوجائے۔ تو وہین رکہنا۔ حضرت جابر کہتے ہین کہ حسب الفرمان جنازہ رکہہ کر استمداد کی۔ دروازہ خود بخود کہل گیا۔ اور ہاتف ہوا کہ ادخلوہ۔ ادفنوہ کرامۃ" ایک روایت مین یون آیا ہے۔ کہ یہ آواز سنا گیا۔ ضموا الحبیب الی الحبیب واللہ اعلم ۲ ابو بکر صدیق کی وفات کے وقت آپ کے والد زندہ تہے۔ شش ماہ کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ علما نے لکہا ہے۔ کہ بجز ابو بکر صدیق رضہ کوئی خلیفہ بزندگی والد تخت نشین خلافت نہین ہوا۔ مخبر الواصلین مین تاریخ یون رقم کی ہے۔ ؎

آنکہ او صادق الورے بودہ | یار پیغمبر خدا بودہ
عقل سال وصال او فرمود | در سن جود رفت صاحب جود

اپنی وسیع تجاویز کو پورا کر سکتے۔ لیکن جس قابلیت و ہشیاری سے انہون نے خلافت
کے کام کو سنبھالا۔ اور فتنہ و فساد مدعیان نبوت و منکرین زکوٰۃ کے شر کو نیست نابود
کیا۔ اور اسلامی ہمدردی سے مسلمانون کو بچایا۔ قابل تعریف اور آپ ہی کا حصہ تہا
جزاہ اللہ عنا خیر الجزا۔ آپکی اولاد چہ افراد مین منحصر لکہی ہے۔ ۳ پسر اور ۳ دختر عبد اللہؓ
عبد الرحمانؓ محمدؒ + عائشہؓ۔ اسمآءؓ۔ ام کلثومؓ۔ اول بزرگ جلیل القدر صحابیؓ
ہین۔ خلافتِ والد مین لاولد فوت ہوئے۔ ۲ یہی صحابی ہین۔ امیر معاویہؓ کے اخیر زمانہ
مین فوت ہوئے۔ معاویہؓ نے لاکہ درہم انکی خدمت مین ہدیہ بہیجکر یزید کی بیعت قبول
کرنے کے لئے کہلا بہیجا تہا۔ آپنے دراہم واپس کر کے بایں طور جواب دیا کہ مین دین کو
دنیا سے نہین بیچتا۔

عائشہ صدیقہ کو انکی وفات کا سخت صدمہ ہوا مشکوٰۃ شریف مین حضرت عائشہؓ کا مرثیہ
جو انہون نے انکی قبر پر بوقت زیارت پڑہا مکتوب ہے۔ ۳ محمد بن ابی بکرؓ یہ امیر عثمانؓ کے
قاتلین کے معاون خیال کئے جاتے ہین۔ علی مرتضےؓ نے انہین اپنی خلافت مین مصر کا
حاکم مقرر فرمایا تہا۔ امیر معاویہ کی جہت سے۔ مصر ہی مین مقتولؓ ہوئے۔ ۱ انہین کی

۱ ابن خلکان نے لکہا ہے۔ کہ محمد بن ابی بکر کو علی المرتضے نے ۳۷ھ مین مصر کی گورنری سے ممتاز فرمایا تہا معاویہ
نے وقت پر عمرو بن عاص کو جرار فوج کے ساتہ جن مین معاویہ بن حدیج بہی تہا۔ وہاں واگذارکے لئے بہیجا۔ مابین خوب
مقابلہ ہورہا۔ آخر کار محمد بن ابی بکر ہزیمت کہا کر ایک مجنونہ کے گہر روپوش ہوگیا۔ اتفاقاً معاویہ بن حدیج کے
ہمراہی اس مجنونہ کے گہر سے گذرے کیا دیکہتے ہین کہ وہ مجنونہ رستہ مین بیٹہی ہوئی ہے۔ انہین دیکہکر کہنے لگی۔
کہ کیا تم میرے محبوس بہائی کو قتل کروگے۔ کہا نہین ہم قتل نہین کرینگے۔ کہنے لگی۔ اچہا اگر قتل نہ کروگے۔
تو لو تمہارا دشمن اور حریف محمد بن ابی بکر میرے خانہ مین مستور ہے۔ اسیوقت معاویہ مذکور کے ہمراہی گہر مین گہس گئے
اور پکڑ کر رسون سے باندہکر گہسیٹتے ہوئے معاویہ کے پاس لائے۔ محمد نے نہایت لجاجت سے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ کا
لحاظ کر کے مجہے چہوڑ دیا جائے معاویہ نے جواب دیا۔ کہ تو نے عثمانؓ کے واقعہ مین میری قوم کے ۸۰ اشخاص
قتل کئے ہین۔ کلا و اللہ مین تجہے ہرگز نہین چہوڑونگا۔ آخر قتل ہی کر دیا گیا۔ بعد القتل معاویہ نے حکم دیا۔ کہ
عمرو بن عاص کے دروازہ کے رستے سے اسے گہسیٹتے ہوئے کسی گدہی کی کہال مین باندہکر جلادو۔ بعضون نے یہ بہی لکہا
ہے۔ کہ خر کے چمڑے مین زندہ رکہکر جلا دیا گیا۔ یہ واقعہ ۳۸ھ مین ہوا۔ یہ بہی لکہا ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ نے اس واقعہ
کی شکایت عمرو بن عاص کو اپنے بہائی عبد الرحمن کی معرفت کہلا بہیجی۔ اسنے معذرت کی۔ کہ معاویہ بن حدیج کے
حکم سے یہ معاملہ ہوا۔ میرا کوئی قصور نہین۔ یہ بہی لکہا ہے کہ جب مدینہ طیبہ مین محمد کا قضیہ مشہور ہوا (دیکہو صفحہ ۹۶)

پوتی ۔ محمد بن علی بن حسین سے بیاہی گئی ۔ حضرت عائشہ ام المومنین کو زوجیت سرور عالم کا شرف حاصل ہوا ۔ اسماء بنت ابی بکر ۔ زبیر کی منکوحہ ہوئی ۔ یہ بیوی سو برس کی عمر مین مکہ معظمہ بحالت نابینائی فوت ہوئی ۔ صاحب اولاد تہین ۔

ام کلثوم طلحہ بن عبید اللہ سے بیاہی گئین ۔ پہر اسکے قتل ہونے کے بعد عبد الرحمان بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ مخزومی کے نکاح مین رہین ۔

حضرت ابو بکر صدیق کے فضایل ماہرین قرآن شریف واحادیث نبویہ پر مخفی نہیں لیکن مین صرف دو آیتین ۔ اور چند احادیث بیان کرتا ہون کیونکہ میدان فرصت تنگ ہے ۔ تمام اہل اسلام متفق ہین ۔ کہ ثانی اثنین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا مین صاحب الرسول آپ ہی ہین معنا کی معیت کا شرف بہی انہی کے نام رب الانام سے نامزد ہوا ۔ یا صاحبی السجن اور یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا کو ایک مرتبہ مین رکہنا کور دلون کا کام ہے سکینہ جسپر نازل ہوا ۔ اس مین گو اختلاف ہے ۔ لیکن صرف اسقدر کہ سرور عالم علیہ کے سرتاج ہین ۔

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۹۵) کہ ایسی بری طرح جلا دیئے گئے ۔ تو بخانہ محمد بن صدیق مردون اور عورتون کا ایک بڑا مجمع عزائیہ ہوا ۔ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے ایک کبش منگا کر کباب کرایا ۔ اور حضرت عائشہ رض کے پاس بہجوادیا ۔ کہ آپ کا بہائی اسی طرح کباب کیا گیا ۔ لکہا ہے کہ اسکے بعد حضرت عائشہ رض نے تا وفات کبہی بہونا گوشت تناول نہین فرمایا ۔ یہ بہی لکہا ہے ۔ کہ نائلہ حضرت عثمان رض کی بیوی معاویہ بن حدیج کے پاؤن چوما کرتین ۔ کہ تو نے میرے شوہر کا بدلہ لیا ہے ۔ یہ بہی لکہا ہے ۔ کہ والدہ اپنے فرزند کا جل جانا سنکر بیانتک جل بہن گئی ۔ کہ پستانون سے خون جاری ہوگیا لیکن کظم غیظ ایسا کیا کہ اُف تک نہ کی ۔ چونکہ بعد وفات صدیق رض علی المرتضے رض کے نکاح مین آئی تہین ۔ حضرت علی کو بہی اس جہت سے اور اسوجہ سے بہی کہ محمد آپ کے ربیبتے بڑا بہاری صدمہ رونما ہوا ۔

حیوۃ الحیوان ۱۲

حاشیہ صفحہ ۹۶ ۔ لے یعنے قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رض کی صاحبزادی ام فروہ امام محمد باقر رح کے نکاح مین آئین جس سے دُر آبدار حضرت امام جعفر صادق برآمد ہوئے ۔

یا ابوبکر رضؓ کی سرفرازی کا اظہار ہے۔ ابن عباس رضؓ تاج المفسرین نے ابوبکر صدیق کا نام لیا ہے۔ تفسیر حسینی مین لکھا ہے۔ فانزل الله پس فرو فرستاد خدائے سکینۃ رحمت خود را کہ سبب آرامش است علیہ بر رسول وشہران است کہ بر صدیق رضؓ بجہت آنکہ از روے شفقت بر حال آنحضرت بغایت مضطرب بود۔ شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ العزیز در باب نزول سکینہ بر صدیق فرمودہ ۔ ؎

خواجۂ اول کہ اول یار اوست — ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اوست

چون سکینہ شد زحق منزل برو — گشت مشکلہائے عالم حل برو

شیعہ کا یہ اعتراض کہ ابوبکر رضؓ کو سرور عالم با یں وجہ ساتھہ لیگئے کہ کہین وہ نہو کہ پیچھے کوئی شر قایم کردے ۔ اسکے جواب مین ہم صرف مجالس المومنین شیعہ کی معتبر کتاب کو پیش کر دیتے ہین ۔ وہ مجلس پنجم مطبوعہ طہران کے صفحہ ۲۱ پر جواب نقل کرتے ہین ۔ کہ این کلمات نہ مذہب علماء شیعہ است ۔ بلکہ عوام و اوباش بطریق استہزار گویند ۔ اگر رسولؐ شب غار از ابوبکر رضؓ می ترسید پس بالستے کہ سر سہ را با خود بردے پس چنانکہ پیغمبر تنہائی دیگران برفت تنہائی ابوبکر نیز می رفت ۔ انتہے کذا نقل ۔ وسیجنبہا الاتقے الذی یؤتی مالہ یتزکّے الخ یہ آیت شریفہ بھی ابوبکر رضؓ صدیق کے شان مین نازل ہوئی ۔ جلالین جامع البیان خازن وغیرہ مین بصراحت لکھا ہے ۔ کہ اتقے جو بصیغہ افعل التفضیل وارد ہوا ہے ۔ آپ ہی کے اتقا کا مظہر ہے گو بعض مفسرین نے یہ لکھدیا ہے ۔ کہ اتقی بمعنی تقی ہے ۔ کما فی الجلالین لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالے انکے تقوے کا شاہد نہین ۔ یا انہون نے خدا تعالے کی راہ مین مال خرچ کرکے تذکیہ حاصل نہین کیا ۔ حضرت بلال رضؓ کے چھڑانے کا قصہ کس دانشمند کو معلوم نہین ۔ بوڑہی ضعیف ناتوان کنیز عورتین جو بوجہ اسلام ستائی جاتی تہین ۔ کیا انکو مال دیکر آزاد نہین کیا ۔ طبرانی وغیرہ نے عروہ سے روایت کی ہے : کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے سات ایسے شخصون کو آزاد کرایا جو بوجہ الله ۔ الله کرنیکے عذاب کئے جاتے تہے ۔ (مناقب الخلفاء) تفسیر حسینی مین عجیب پیرایہ کی مثنوی لکھی ہے ؎

سرور دلان صدیق اعظم — کہ شد اقلیم تصدیق مسلم

زھہرش روز دین را روشنائی　　بدا اہل یقین را آشنائے
رسیّہ دل کے کند این قول باور　　تفاوت ہائے دوران مین زداور

ترمذی شریف مین ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ سرورِ عالم نے ابوبکر صدیق رضؓ کو خطاب کرکے فرمایا (انت صاحبی علی الحوض) کہ تو حوض کوثر پر میرا ہمراہی ہوگا۔ طبرانی نے سہل رضؓ سے روایت کی ہے کہ جب سرورِ عالم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے۔ تو منبر پر بعد حمد و ثنا کے عام طور فرمایا۔ کہ ایہا الناس۔ اے لوگو مین ابوبکرؓ سے راضی ہون۔ (مناقب الخلفاء) مسلم اور بخاری مین ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے۔ کہ جب حضور سرورِ عالم کا مرض اشتداد مین ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مروا ابابکر فلیصل بالناس ابوبکر رضؓ کو کہدو کہ لوگون کو نماز پڑھائے۔ بخاری مسلم مین ہے کہ سرورِ عالم نے جسوقت یہ فرمایا۔ کہ باب الجنۃ ہر ایک عمل صالح کا علیحدہ ہوگا۔ نمازی باب الصلوۃ سے اور اہل جہاد باب الجہاد سے۔ ہکذا و ہکذا پکارے جائینگے۔ تو ابوبکر صدیق نے عرض کی۔ کہ کوئی ایسا بھی ہوگا۔ کہ اسکے ہر ایک دروازہ پر پکار ہو۔ تو فرمایا کہ (نعم فارجو ان تکون منہم) ہان مین اُمید کرتا ہون۔ کہ تو انہین سے ہوگا۔ مشکوۃ مین بخاری اور مسلم سے بروایت ابوسعید خدری نے یہان کہا ہے۔ کہ سرورِ عالم ؐ نے فرمایا کہ (ان من امن الناس علی فی صحبتہ و مالہ ابوبکر) یقیناً عطا کنندہ ترین مردم مجہپر صحبت اور مال دو نون مین ابوبکر صدیق ہے۔ ترمذی مین بحق ابوبکر صدیق رضؓ سرورِ عالم ؐ نے یہی فرمایا۔ کہ جس جس نے میرے ساتھ احسان اور خدمت گذاری کی ہے۔ مین نے سب کی مکافات کی لیکن ابوبکر صدیق رضؓ مستثنےٰ ہین۔ انکی مکافات مین پوری نہین کرسکا۔ یکافیہ اللہ بہا یوم القیامۃ ۱۲ خدا تعالےٰ قیامت کو ان کی مکافات کریگا۔ یہ ہی فرمایا۔ کہ ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر یعنی جتنا فائدہ مجھے ابوبکر کے مال سے ہوا۔ اتنا کسی کے مال سے نہین ہوا۔ ترمذی مین یہ ہی مذکور ہے۔ کہ سرورِ عالم ؐ نے فرمایا۔ کہ جس قوم مین ابوبکر صدیق موجود ہوا۔ اس قوم کی امامت بجز ابوبکر صدیق رضؓ کسی کو سزاوار نہین۔ مشکوۃ مین ابوداؤدؒ

سے بروایت ابوہریرہ رضہ منقول ہے کہ سرور عالم نے ابوبکرؓ سے فرمایا۔ کہ (انک اول من یدخل الجنۃ من امتی) میری اُمت سے بہشت میں پہلے تو داخل ہوگا۔

امام نووی ؒ نے لکھاہے ذکر للصدیق من مناقب و مواقف وفضائل کا مجموعہ ۱۲

مناقب الخلفاء۔ حالات خلفاء اربعہ مین اچہا رسالہ ہے۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ مجمل طور پر اس مین تمام حالات مندرج ہین فعلیک بہا۔ چونکہ حضرت عمر رضہ کا ذکر شروع ہوتا ہے اسلئے وہ عہدنامہ ذکر کرتا ہون۔ جو ابوبکر صدیق رضہ نے ان کے حق مین لکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے حضرت عثمان غنیؓ کو بلواکر عہدنامہ لکہنے کو فرمایا۔ جسکا یہ مضمون ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابوبکر دنیا کی اخیری منزل طے کرتا ہُوا۔ آخرۃ کی پہلی منزل مین قدم رکھنے والا ہے۔ اور یہ ایسا وقت ہے۔ کہ کفار بہی مومن ہونا پسند کرتے ہین۔ لیکن اس وقت کا ایمان نافع نہین ہوتا۔ اور بدکارون کو یقین ہوجاتا ہے کہ جو سزا ہمارے لئے بیان کیجاتی تہی۔ یقینی ہے۔ مین نے خلیفہ اور جانشین مقرر کیا ہے۔ اس موقع پر پہنچکر آپ کو غشی ہوگئی۔ امیر عثمانؓ نے آپ کا ارادہ سمجہا ہُوا تہا۔ خود بخود لکہدیا) عمر کو جب آفاقہ ہُوا۔ تو آپنے استفسار کیا۔ کہ کچھ لکہا ہے۔ عثمانؓ نے جواب دیا۔ کہ آپ کیطرف سے یہی لکہا ہے۔ کہ مین نے امیر عمرؓ کو خلیفہ کیا۔ ابوبکر صدیق رضہ نے فرمایا۔ اچہا خدا جزا خیر دے اگر اپنا نام لکہدیتا تو تو ہی لائق تہا۔ لکھ کہ مین نے عمر رضہ کو خلیفہ کیا۔ اگر اس نے عدل کیا جیسا کہ میرا خیال ہے کہ وہ عدل و انصاف مین کوتاہی کرنیوالا نہین۔ اور اس خیال پر مین نے یہ ارادہ کیا ہے۔ تو بہتر ہوا۔ وما توفیقی الا باللہ۔ اگر اس نے غیر عدل کیا۔ تو فلکل نفس ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت والخیر اردت ولا علم لی بالغیب۔ یعنی ہر نفس کے لئے وہ فوائد ہونگے جو اُس نے حاصل کئے اور پہر وبال جان ہونگے۔ وہ نقصانات جو اس نے کئے۔

مین نے ارادہ بالخیر کیا ہے۔ مین عالم الغیب نہین ہون۔ پہر کسقدر کشمکش کے بعد یہ امر طے ہوگیا۔ کہ امیر عمر رضہ بعد الصدیق رضہ خلیفہ حق ہون۔ آپ کی چار بیویان بیان کی گئی ہین۔ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ۔ عبداللہ و اسماء اسکے بطن سے ہوئے۔ رومان بنت

عامر۔عبدالرحمن وعائشہ اسکے شکم سے ہوئے۔ اسمائ بنت عمیس۔محمد اس سے ہوا۔ حبیبہ بنت خارجہ یہ بیوی بوقت وفات صدیق رضہ حاملہ تہین۔ بعد مین ام کلثوم ان سے متولد ہوئین۔ آپکے وزیر اعظم امیر عمر رضہ تہے ان کے تین نائب تھے۔حضرت عثمانؓ۔زید بن ثابت۔عبدالرحمن مکہ معظمہ کا حاکم۔اثاث بن رشید۔طائف کا عثمان بن عاص صنعا کا مہاجر ابن ابی امیہ۔حضرموت کا زیاد بن لبید۔خولان کا معاذ بن جبل۔وغیرہ وغیرہ۔صوانح محمود خان۔

مختصر تذکرہ حضرت امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ،

امیر عمرؓ کی شہرت مستغنی عن الذکر ہے۔انکا شہرہ صرف اہل اسلام ہی مین نہین۔بلکہ یہود اور نصاریٰ بہی سر برہنہ ہوکر آپ کا گیت گاتے ہین۔اگرچہ بعض حساد اس بزرگ کے کارنامہ کو بدنما کرکے دکہلاتے ہین۔لیکن کون کہہ سکتا ہے۔کہ وہ حساد اس سے خود بدنما نہین ہو جاتے۔کتاب الخراج لابی یوسف سیرۃ العمرین لابن الجوزی۔ازالۃ الخفا للدہلوی۔اخبار القضاۃ لمحمد بن خلف مناقب الخلفاء وغیرہ سے اس خلیفہ راشد کا حال بالتفصیل معلوم ہو سکتا ہے۔مگر بعض کتب بالکل ناپید ہین۔اور جو ملسکتی ہین۔اُن کے سمجہنے والے اس روشنی کے زمانہ مین انگلیون پر گنے جا سکتے ہین۔آجکل کے زمانہ کے مذاق پر الفاروق مولفہ علامہ شبلی رہ کا نسخہ غنیمت ہے۔صرف عہ؎ پر یہ نسخہ ملسکتا ہے۔ مختلف مطابع مین یہ کتاب مطبوع ہوئی ہے۔خذ ما صفا کا قاعدہ بجز کتاب باری ہر ایک کتاب کے لئے زیر نظر رکہنا ضروری ہے۔

سلسلہ نسب امیر عمر رضہ۔معارف ابن قتیبہ مین باین الفاظ محرر ہے۔عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزےٰ بن قرط بن رباح بن عبداللہ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔الفاروق مین غالب متروک اور قرط موخر ہے۔

نورالابصار اور الفاروق متفق الالفاظ ہین کہ امیر عمر عدی کیطرف منسوب ہین۔ اسی وجہ سے آپ عدوی مشہور ہین۔ عدی کے دوسرے بہائی مرہ ہین جو سرور عالم کے اجداد سے ہین۔ اس لحاظ سے حضرت عمرؓ کا سلسلہ نسب آٹہوین پشت مین جاکر ملتاہے۔ الفاروق مین ولادت امیر عمرؓ بروایت مشہور ہجرت نبوی سے ۴۰ سال پیشتر تحریر کی ہے اور وفات ۲۳ھ اس حساب سے امیر عمرؓ کی عمر ۶۳ سال ہوتی ہے۔ اور یہی مشہور ہے۔ لیکن ابن قتیبہ معارف مین اسے غلط بتلاتے ہین۔ انکا یہ خیال ہے کہ آپکی عمر مجموعہ ۵۵ سال ہے اور یہی قول ہے ابن رسمق اور ابی الیقظان کا۔ اور بڑا عالی ثبوت وہ یہ بیان کرتے ہین۔ کہ خود ابن عمر فرمایا کرتے تہے کہ قتل عمر بن الخطاب وہو ابن خمس وخمسین ۱۲ آپ کی ولادت مکہ معظمہ مین ہوئی۔ جوان ہوئے تو ان کے والد نے جو خدمت ان کے سپرد کی۔ وہ اونٹون کا چرانا تہا۔ کسی کو کیا معلوم تہا۔ کہ یہ نوجوان آگے چلکر فاروق اعظمؓ کے نام سے ممتاز ہوکر مسند نشین سریر خلافت نبوی ہوگا۔ خلافت کے زمانہ مین ایک دفعہ امیر عمرؓ کا گذر بمقام ضجنان ہوا۔ جہان وہ اونٹ چرایا کرتے تہے۔ تو اپنی پرانی حالت یاد کرکے آبدیدہ ہوئے۔ اور فرمایا اللہ اکبر ایک وہ زمانہ تہا کہ مین یہان نمدے کا کرتہ پہنے ہوئے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ اور تھک کر بیٹھ جاتا تو والد کے ہاتھ سے پٹتا۔ آج یہ دن ہے۔ کہ خدا کے سوا میرے اوپر کوئی حاکم نہین۔ امیر عمرؓ جب پورے جوان ہوئے۔ تو سپاہ گری۔ نسب دانی۔ پہلوانی مین جو اسوقت شرافت کا لازمہ خیال کیا جاتا تہا حاصل کئے۔ پہر تعلیم اور فن سواری کا کمال پیدا کیا۔ فن کتابت جو بالکل کمیاب تہا۔ اسے بہی سیکھ لیا۔ علامہ بلاذری کا نقل ہے کہ جب سرور عالم مبعوث ہوئے تو قریش کے تمام قبیلے مین ۱۷ آدمی تہے۔ جو لکھنا جانتے تھے۔ ان مین ایک امیر عمرؓ بن خطاب ہے نقل ہے کہ امیر عمرؓ نے پہر تجارت کو ذریعہ معاش بنایا۔ جس سے تمام عرب مین کمایش روشناسی ہوگئی۔ اور لوگون پر ان کے قابلیت کے جوہر کہلنے شروع ہوئے۔ نوبت یہانتک پہونچی۔ کہ قریش مین جب کوئی خطرناک معاملہ پیش آتا۔ تو امیر عمرؓ ہی

کو سفیر بنا کر بھیجتے۔ اس زمانہ مین آفتاب رسالت طلوع ہوُا۔ یعنی رسول اللہ مبعوث
ہوئے۔ اور اسلام کی صدا بلند ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے خاندان مین اسلام بوجہ زید
ابن عمرو کے جو امیر عمرؓ کے چچہ زاد بھائی تھے۔ چمکا ہوُا تہا۔ زید مذکور بعثت سے پہلے ہی
بُت پرستی اور جہالت کی رسوم کو بُری نگاہ سے دیکہا کرتے تھے۔ انکا فرزند سعید بن
زید مسلمان ہی ہو گیا تہا۔ امیر عمرؓ کی ہمشیرہ فاطمہ کا نکاح سعید کے ساتھ ہوُا۔ تو
وہ بھی مسلمان ہو گئین۔ نعیم بن عبد اللہ اس خاندان کا ایک معزز شخص تھا۔ اُس نے
بھی اسلام قبول کر لیا۔ لیکن امیر عمرؓ بوجہ اشغال پہلوانی وغیرہ اس وقت تک اسلام
سے ناآشنا رہے۔ بلکہ بوجہ ہمصحبت ہونے رؤسا قریش کے اسلام کو اچھی نگاہ سے
دیکہنا ہی پسند نہ کرتے تھے۔ جب یہ صدا ان کے کانون تک پہونچی کہ ان کے قبیلے
بلکہ ان کے خاندان سے بعض مسلمان ہو گئے ہین۔ تو سخت نارضگی ظاہر کی۔ اور اُنکے
دشمن بنگئے۔ لبنیہ نامی ایک کنیز ان کے خاندان مین تھی۔ اُس نے بھی اسلام قبول
کر لیا تہا۔ اوسکو بے دہڑک مارنا شروع کیا۔ اس کے سوا جس جس پر قابو چلتا۔ زد و
کوب سے دریغ نہ کرتے۔ لیکن اسلام کا ایسا نشہ نہ تہا۔ کہ ان تکالیف سے اُتر جاتا۔
القصہ بمشورہ بعض احباب کفر یہ فیصلہ کیا۔ کہ خود بانی اسلام سرورِ عالم کا قصہ پاک کر
دین۔ شمشیر کمر سے لگا کر سیدھے سرورِ عالم پر حملہ کرنے کو سدھارے۔ کارکنان قضا نے
ہنسکر کہا۔ ؎ آمد آن یارے کہ ما میخواستیم۔ اتفاقاً رستے مین نعیم بن عبد اللہ
ملاقی ہوئے۔ امیر عمرؓ کے تیور بدلے ہوئے دیکھکر بولے۔ خیر تو ہی۔ جواب دیا۔ کہ محمدؐ
کا کام تمام کرنے چلا ہون۔ انہون نے کہا واہ کیا تم بنی ہاشم سے بچ سکوگے۔ پہلے
اپنے گہر کی تو خبر لو۔ خود تمہاری بہنوئی اور بہن نے اسلام قبول کیا ہوُا ہے۔ یہ سُنتے
ہی پلٹا کہایا۔ اور در بہنوئی پر پہنچے۔ وہان وہ دونو بیوی میان قرآن کی تکرار کر رہے
تھے۔ امیرؓ کی آواز سُنکر خاموش ہو گئے۔ اور قرآن شریف کے اجزا دہر اُدہر کر دیئے
چونکہ قرآن شریف کی آواز امیر عمرؓ سُن چکے تھے۔ پوچھا کہ یہ کیا آواز تھی۔ بہن نے
اغماض کیا تو بولے۔ مین سُن چکا ہون۔ کہ تم دونو اسلام قبول کر چکے ہو۔ یہ کہکر بہنوئی

کو تیور بدل کر دیکھا۔ اُس نے بر جستگی سے کہا۔ تیرے دین سے اگر اسلام بہتر ہو تو پھر
کلام کیا ہے۔ امیر عمر اس کلام کو سنتے ہی اُچھلے۔ اور بہنوئی سے دست و گریبان ہوئے
ہمشیر مدافعت کیلئے آئی۔ تو اُسے بھی لہو لہان کر دیا۔ آخر یہ بھی تو امیر عمرؓ ہی کی بہن
تھی۔ کھلے منہ کہدیا۔ کہ اسلام حق ہے سے لے تیرے سامنے کہتی ہوں۔ اشہدان لاالٰہ
الاَّ اللہ واشہدانّ محمداً عبدہ ورسولہٗ جو کرنا ہے کرلو۔ اسلام اب دل سے نہیں نکل
سکتا۔ امیر عمرؓ نے جب یہ کلمات بہن کے سُنے۔ تو اُن کے دل میں ایک خاص اثر
پیدا ہوا۔ بہن کے خون جاری کو دیکھکر اور بھی رقت ہوئی۔ کلام اللہ جو آ کر سنا تھا
وہ بھی گرفت کر چکا تھا۔ بولے کہ اچھا جو کلام پڑھ رہے تھے۔ وہ مجھکو بھی تو سناؤ۔
فاطمہ امیر عمرؓ کی ہمشیرہ اجزا قرآن شریف دوڑ کر لائی۔ عمرؓ چونکہ لکھے پڑھے ہوئے تھے۔
کہا مجھے دیدو۔ میں خود پڑھ لوں۔ بہن بولی (انک رجس) تو نجاست میں ہے اور
قرآن شریف وہ پاک کتاب ہے کہ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْن۔ اگر نہا دھو کر لو تو دریغ
نہیں۔ امیر عمرؓ نے وضو کیا۔ پھر اُٹھا کر مختلف مقامات پڑھے تو دل مرعوب ہو گیا۔ سورہ
طٰہٰ کو دیکھا۔ تو اُسے نہایت محبت سے پڑھا۔ جب یہاں پہونچے۔ انّنی انا اللہ لاالٰہ
الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری تو فرمانے لگے۔ دلونی علےٰ محمد۔ مجھے سرورِ عالم
تک پہونچاؤ۔ خباب صحابی جو امیر عمرؓ سے دیکر پوشیدہ ہو گئے تھے۔ نکلکر کہنے لگے بشارت
ہو اے عمرؓ میں امید کرتا ہوں۔ کہ جو دعا سرورِ عالم نے لیلۃ الخمیس کی تھی وہ تیرے حق
میں منظور ہوئی۔ (سرورِ عالم کی دُعا یہ تھی۔ اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب اوبعمر بن
ہشام) یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ سرورِ عالم کوہ صفا کے نیچے بخانہ ارقم جاگزین تھے۔ امیر
عمرؓ نے درِ دولت پر پہنچکر صدا دی۔ اسوقت امیر حمزہ، طلحہ اور لوگ بھی دروازہ پر موجود
تھے۔ چونکہ امیر عمر سلاح پہنے ہوئے تھے اس لئے حاضرین کو تردد ہوا۔ کہ ان کو روک
دیا جائے۔ یا اندر داخل ہوں۔ امیر حمزہ نے کہا آنے دو۔ اگر بخلوص آئے ہیں تو بہتر
ورنہ اسی کی تلوار اور اسی کا سر ہوگا۔ حضرت نے قدم اندر رکھا۔ تو سرورِ عالم خود

آگے بڑھے۔ اور عمرؓ کے دامن اور تلوار کو پکڑ کر فرمایا۔ کہ کیا ابھی وہ وقت نہین آیا۔ کہ کفر اور دشمنی سے باز آوے۔ کیا تو چاہتا ہے۔ کہ تو انہین عذابون مین مبتلا ہو جن مین ولید بن مغیرہ تباہ ہوا۔ نبوت کی اس جاہ و جلال کی آواز نے عمرؓ کو کپکپا دیا۔ نہایت تواضع اور فروتنی سے امیر عمرؓ نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اور داخل اسلام ہوئے۔ سرور عالم ؐ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ حاضرین نے بھی ملکر ایسا پُر زور نعرہ مارا۔ کہ پہاڑیان گونج اٹھین۔ اور اہل مکہ دہل گئے۔ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے وہ قوت پیدا ہوئی۔ کہ فرائض مذہبی علانیتہً ادا ہونے لگے۔ یہ واقعہ سن نبوت کے چھٹے سال واقع ہوا ابن ماجہ اور حاکم ابن عباس کی زبانی لکھتے ہین۔ کہ جب عمرؓ اسلام لائے تو جبرئیل نے حضور کے حاضر خدمت ہو کر کہا۔ یا محمد لقد استبشر اہل السماء باسلام عمر تاریخ الخلفا یعنی امیر عمرؓ کے ایمان کی خوشی آسمان والون نے بھی منائی۔

حملۂ حیدری کے مصنف شیعی نے اس واقعہ کو نظم کر کے شیعہ حال کا دل دکہایا ہے۔ لکھتے ہین۔ ؎

عمر بعد ازان از پس چند گاہ	در آمد بدین رسول ؐ اِلٰہ
چنان بُد کہ بوجہل ازان سرزنش	بکیفیتے شد عداوت منش
کہ جز قتل پیغمبر ذو الجلال	نبودش دگر ہیچ فکر و خیال
یکے روز میگفت با اشقیا	کہ آرد کسے گر سرِ مصطفےٰ
ہزار اشتر از خود بہ بخشم باو	دو کوہان سیہ دیدۂ سُرخ مو
ز دیبائے مصری و بردِ یمن	دگر سیم و زر بخشش چند من
عمر چون شنید آن سخن گفتنش	بجنبید عرق طمع در تنش
باو گفت سوگند اگر میخوری	کہ از گفتۂ خویشتن نگذری
من امروز خدمت رسانم بجا	بیارم بہ پیشت سرِ مصطفےٰ
گرفت از ابوجہل اول قسم	پس آنگاہ زد در رہ کین قدم
بافکار چون رفت بیرون عمر	یکے گفت باو ندارے خبر

که ہمشیره ات نیز با جفت خویش ۔ گرفت است دینِ محمد به پیش
برآشفت ابا حفص ازین گفتگو ۔ بگفتا بریزم کنون خونِ او
سوئے خانهٔ خواہر خویش رفت ۔ چو آمد بنزدیکِ در پیش رفت
بیامد به پیشِ درے ایستاد ۔ صدائے شنید و بآن گوش داد
شنید آنکه میخواند مردِ نکو ۔ کلامیکه نشنیده بد مثلِ او
وزو می گرفتند یاد آن کلام ۔ ہمان خواہر و جفت او بالتمام
عمر زد در و خواہرش باز کرد ۔ چو آمد درون شور آغاز کرد
در افتاد با جفت خواہر بجنگ ۔ گرفتش ز حلق و بفشرد تنگ
درآویخت داماد ہم با عمر ۔ گرفتند خصمانه ہم یکدگر را ببر
بخستند گه روئے ہم گاه پشت ۔ لگد گاه زدندے بہم گاه مشت
زہم پوست کندند گه گاه مو ۔ گہے این بزیر آورے گاه او
ازو چون عمر بود پر زور تر ۔ فگندش بزیر و نشست از بر
گلویش به تنگی فشرد آنچنان ۔ که نزدیک شد تا شود قبضِ جان
بیامد دوان خواہرش نوحه گر ۔ بگفتش چه خواہی زما اے عمر
اگر شاد گردی زما در ملول ۔ نمودیم دینِ محمد قبول
کنون گر کشی سر بداریم پیش ۔ ولے بر نگردیم از دینِ خویش
چو بشنید ازو این حکایت عمر ۔ بدانست کو بر نگردد دگر
بگفتش چه دیدی تو از مصطفیٰ ۔ که گشتی بدینش چنین مبتلا
بگفتا کلامِ خدائے جلیل ۔ که آرد باو حضرتِ جبرئیل
شنیدیم گر دید بر ما یقین ۔ که ہست این کلامِ جہان آفرین
عمر گفت ازان قولِ معجز اساس ۔ اگر یاد داری بخوان بے ہراس
برو خواہرش آیهٔ چند خواند ۔ عمر گوش چون کرد حیران بماند
دلش زان شنیدن بسے نرم شد ۔ بسودائے اسلام سرگرم شد

عمر گفت دیگر بخوان زین کلام | بگفتا دگر نیست زین مے بجام
ولے ہست استاد مادر نہفت | کہ گردید پنہان چو نامت شنفت
قسم گر خوری کو نیا بدزیان | بیاریم پیشت کہ خواند ازان
چو بگرفت سوگند از و خواہرش | بیاورد استاد خود را برش
نُد از اہل اسلام نامش خباب | بیامد بہ نزد عمر بے حجاب
بر و خواند آیات پروردگار | ابا حفص اسلام کرد اختیار
چو آیات معجز بیان را شنید | ہمش قول کاہن بخاطر رسید
باسلام شد رغبتش بیشتر | کہ آن ہم شود راست چون این خبر
وزان پس بگشتند باہم روان | بنزدِ رسول م خدائے جہان
بدولت سرائے پیمبر شدند | چو وابستہ بد حلقہ بر در زدند
یکے آمد و دید از پشتِ در | کہ استادہ با تیغ بر در عمر
بنزدِ نبیؐ رفت و احوال گفت | بماندند اصحاب اندر شگفت
چنین گفت پس عمِ خیر البشر م | کہ غم نیست بروے کشائید در
گر از راہ صدق آمدہ مرحبا | دگر باشد اور ابخاطر دغا
بہ تیغیکہ دارد حمایل عمر رض | تنش را سبکسار سازم ز سر
چو در باز کردند برروئے او | در آمد عمر بالبِ عذر گو
گرفتش بہ بر سرورِ انبیاء | نشاندش بجائے کہ بودش سزا
بگفتند اصحاب ہم تہنیت | وزان بیشتر یافت دین تقویت
پس اصحاب دین راشدین مدعا | کہ از خدمتِ سرورِ انبیاء
بسوئے حرم آشکارا روند | نمازِ جماعت بجا آورند

رسید این سخن چون بعرضِ رسول م
ز خیر البشر یافت عزت قبول

فتوحات فاروقی اور اسکے حدود اربعہ

امیر عمرؓ نے جسقدر فتوحات کئے۔ وہ اتنے ہین جنکو ہمارا یہ مختصر رسالہ بیان کرسکے اگر تفصیل وار بیان ہو۔ تو ایک دفتر درکار ہے۔ لیکن ہم اتنا کہدیتے ہین۔ کہ حضرت امیر عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ میل مربع تہا۔ مکہ معظمہ سے شمال کیجانب ۱۰۳۶ مشرق کیطرف ۱۰۷۸ جنوب کی سمت ۴۸۳ مغرب مین صرف جدہ تک۔ اس مین شام۔ مصر۔ عراق۔ جزیرہ۔ خوزستان۔ عراق عجم آرمینیہ۔ آذربایجان۔ فارس۔ کرمان۔ خراسان۔ مکران جس مین بلوچستان کا بہی کچھ حصہ آجاتا ہے۔ شامل تہا۔ ناظرین خیال کرسکتے ہین۔ کہ دس گیارہ برس مین اتنے ممالک کو فتح کرنا۔ کہنا آسان ولے کرکے دکہانا مشکل۔

نظام حکومت اور ملکو نکا مختلف حصوں مین تقسیم ہونا جن کو صوبہ ضلع پرگنہ تعبیر کیا جاتا ہے

اسلام مین امیر عمرؓ فسٹ نمبر پر ہین۔ جنہون نے اس کی ابتدا کی۔ تمام مورخین نے اس کی تصریح کی ہے۔ کہ امیر عمرؓ نے ممالک مقبوضہ کو ۸ صوبون پر تقسیم کیا۔ مکہ معظمہ مدینہ منورہ۔ شام۔ جزیرہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ مصر۔ فلسطین۔ لیکن اسکے بعد فلسطین کو جو دس ضلعون کو شامل تہا۔ دو حصون پر مقرر کیا۔ ایک کا صدر مقام ایلیا۔ اور دوسرے کا رملہ مقرر فرمایا۔ مصر کے بہی دو حصے کئے۔ ایک بالائی اس مین ۲۸ ضلعے شامل تھے۔ اور ایک نشیبی جس مین ۱۵ ضلعے تھے۔ یہ امر بہی قابل فروگذاشت نہین ہے۔ کہ فارس۔ خوزستان۔ کرمان وغیرہ بہی صوبے ہی کی حیثیت کے تھے۔ چونکہ امیر عمرؓ نے تمام انتظامات بطور سابق بحال رہنے دیئے تھے۔ اور وہ شمار مین نہین آئے۔ اسلئے اسقدر بتلادینا ضروری ہے کہ نوشیروان کی

سلطنت عراق کے علاوہ تین بڑے بڑے صوبون مین منقسم تہے۔ خراسان اس مین مفصلہ ذیل اضلاع شامل تھے۔ نیشاپور۔ ہرات۔ مرو۔ مرورود۔ فاریاب طالقان بلخ بخارا۔ بازمیس۔ بادرد غرشستان۔ طوس۔ سرخس جرجان اذربایجان اس مین ۱۶ ضلعے شامل تھے۔ طبرستان۔ رے قزوین۔ زنجان۔ قم۔ اصفہان۔ عدان۔ نہاوند۔ دینور۔ حلوان۔ ماسندان۔ مہرجان۔ قذق۔ شہرزور صامغان۔ اذرسجان + فارس اسکے اضلاع کے نام یہ ہین۔ اصطخر۔ شیراز۔ نوبندجان۔ جوار کازرون۔ فسا۔ دار الجبر۔ اردشیرخرہ۔ سابور۔ اہواز جندیسابور سوس۔ نہرتیری۔ مناذر۔ تستر۔ ایذج۔ رام ہرمز۔ ہر ایک صوبہ مین مفصلہ ذیل عہدہ دار معین تہے۔ والی یعنی حاکم صوبہ۔ کاتب یعنی میر منشی۔ کاتب دیوان یعنی دفتر فوج کا میر منشی۔ صاحب الخراج یعنے کلکٹر۔ احداث یعنی افسر پولیس صاحب بیت المال یعنی افسر خزانہ قاضی یعنی صدر الصدر، منصف۔ چنانچہ کوفہ مین حاکم صوبہ عمار بن یاسر کلکٹر عثمان بن حنیف۔ افسر خزانہ عبداللہ بن مسعود۔ صدر الصدر، قاضی شریح۔ دفتر فوج کا میر منشی عبداللہ بن خلف خزانچی۔ ہر صوبہ مین ایک فوجی افسر بہی رہتا تہا۔ پہر ہر ایک عہدہ دار کا سٹاف مناسب طور پر ہوتا تہا۔ عہدہ داران کی دیانت اور راستبازی کے قایم رکہنے کے لئے عمدہ اصول یہ تہا کہ تنخواہین معقول مقرر کی تہین۔ ازالۃ الخفا وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی۔ کہ صوبہ داران کی تنخواہین پانچ پانچ ہزار تک ہوا کرتی تہین۔ غنیمت سے جو ملتا تہا وہ الگ تھا۔ امیر معاویہ کی تنخواہ ہزار دینار ماہوار یعنی پانچہزار روپیہ مروجہ حال تہی۔ خراج کی یہصورت تہی۔ کہ باوجود نرمی کے کہ گندم فی جریب یعنی پون بیگہ پختہ ۴ درہم سال باقی مختلف پہر بہی صرف عراق کا خراج ۸ کروڑ ساٹہ لاکھ درہم تہا اس آبادی کا خیال ہوسکتا ہے۔ کہ کسقدر تہی۔ مصر جو ایک اعلے درجہ کا زرخیز ملک ہے۔ جب امیر عمرؓ کے قبضہ مین آیا۔ تو اس مین وہ انتظام کیا۔

اور زمینین آباد ہوئین۔ کہ جو خراج وصول ہوا۔ اسکی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ دینار تہی جسکی تقریباً ۵ کروڑ ۶ لاکھ روپیہ کی تعداد ہو جاتی ہے۔

چونکہ ہمارا مختصر رسالہ امیر عمرؓ کے طول طویل سرگذشت کو نہین بیان کر سکتا اس لئے ہم صرف اتنا کہدینا کافی سمجھتے ہین۔ کہ خلفا ہون یا سلاطین امیر عمرؓ کے قوانین اور انتظام کے سامنے بے دریغ گردن جہکانے کے قابل ہین۔ پہر طرہ یہ ہے۔ کہ سادگی کو ہاتھ سے نہ دیا جس طرح یہ انتظام تہا۔ کہ روم وشام پر فوجین بڑی شان وشوکت سے بہیج رہے ہین۔ قیصر وکسرے کے سفیرون سے معاملہ پیش ہے۔ خالدؓ ومعاویہ سے بازپرس ہے۔ سعد ابن وقاص۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عمرو بن العاص کے نام احکام جارہے ہین۔ اسی طرح یہ بہی تہا۔ کہ بدن پر ۱۲ پیوند کا کرتہ ہے۔ سر پہ کہنہ عمامہ ہے پاؤن مین بہدی جوتی۔ کاندھے پر مشک لئے بیوہ عورتون کا پانی بہر رہے ہین۔ یا مسجد کے گوشہ مین فرش خاک پر لیٹے ہین۔ غرور اگر کبہی سامنے بہی ہوتا۔ کہ تم اسلامی سلطنت کے ایسے بادشاہ ہو۔ کہ بجز خدائے یگانہ کوئی تمپر حاکم نہین کچھ تو آسودگی سے بسر کرو۔ تو اس وقت اپنے افلاس اور محنتی زمانہ کو علانیتاً اعلان کرکے۔ اس کی کمر توڑ دیتے۔ ایک دفعہ منبر پر چڑہکر فرمایا۔ صاحبو! ایک زمانہ مین مین اس قدر نادار تہا۔ کہ لوگون کو پانی بہر کر لادیا کرتا تہا۔ لوگ اس کے صلے مین مجہے چہوہارے دیتے۔ وہی کہا کر بسر کرتا۔ یہ کہکر منبر سے اُتر آئے۔ لوگون کو تعجب ہوا۔ کہ یہ کیا بات تہی۔ فرمایا میری طبیعت مین ذرا غرور آگیا تہا۔ یہ اس کی دوا تہی۔ آزادی وحق گوئی کو لوگون کے دلون مین ایسا کوٹ کوٹ کر بہرا تہا۔ کہ اس مرتبہ مین شاہ وگدا یکسان سمجہے جائین۔ خود امیر عمرؓ نے ایک دفعہ آزمایش کے طور پر بر سر منبر کہا۔ کہ اے لوگو اگر مین دنیا کیطرف مایل ہوجاؤن۔ اور دین کی پرواہ نہ کرون۔ تو تم لوگ کیا کروگے۔ ایک شخص اٹھ کہڑا ہوا۔ اور تلوار میان سے

کھینچکر کہنے لگا۔ کہ اس سے تمہارا سر اڑا دینگے۔ حضرت عمرؓ نے ڈانٹ کر کہا۔ کہ کیا میرے شان مین بھی یہ الفاظ۔ اس نے کہا ہان ہان۔ حضرت عمرؓ نے کہا الحمد للہ۔ قوم مین ایسے لوگ موجود ہین۔ کہ اگر مین ٹیڑھا ہونگا۔ تو مجھکو سیدھا کر لین گے۔

رعایا کی آسودگی اور اُن کے حقوق کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ دار الخلافہ مین تو راتون کو گشت کرتے۔ اور دور دراز ملکون کی یہ حالت تھی۔ کہ گاہ بگاہ رستون پر کھڑے ہوکر مسافرون اور راہ چلتون سے حالات پوچھتے۔ لیکن پھر بھی پوری تسلی نہوتی۔ ارادہ کیا کہ خود دورہ کرکے حالات سُنین۔ ڈر تھا۔ کہ شاید عمال رعایا کی پرواہ نہ کرتے ہون۔ اخیر دفعہ جب شام کا سفر کیا۔ تو ایک ضلع مین ٹھیر کر دربار تمام کرکے لوگون کی شکایتین سنین اور دادرسی کی۔ اس سفر مین ایک عبرت ناک واقعہ پیش آیا۔ دار الخلافہ کو واپس آرہے تھے۔ کہ رستہ مین ایک خیمہ دیکھا۔ سواری سے اُتر کر قریب گئے۔ ایک بڑھیا نظر آئی۔ اُس سے پوچھا۔ کہ عمرؓ کا کچھ حال معلوم ہے۔ اس نے جوابدیا۔ ہان۔ شام سے روانہ ہوچکا ہے۔ خدا اس کو غارت کرے۔ کہ مجھے آج تک اس سے ایک حبہ بھی نہین ملا۔ امیر عمرؓ نے کہا۔ کہ اُسے اتنی دور کا حال کیونکر معلوم ہو۔ تو نے کبھی درخواست بھی دی۔ بولی کہ اگر رعایا کا حال معلوم نہین کر سکتا۔ تو خلافت کیون کرتا ہے۔ حضرت عمر کو اسقدر رقت ہوئی۔ کہ بے اختیار رو پڑے۔ آخر اس کو راضی کرکے معافی نامہ لکھوایا۔

ایک دفعہ ایک قافلہ مدینہ طیبہ مین آیا۔ اور بیرون شہر اُترا۔ اسکی خبرگیری اور محافظت کے لئے خود چوکیدارون کی طرح پہرہ دینا اختیار کیا۔ قافلہ کے اردگرد گشت کررہے تھے۔ کہ یکایک رونے کی آواز ایک طرف سے پہونچی۔ اُودھر متوجہ ہوئے۔ معلوم ہوا۔ کہ ایک شیرخوار بچہ مان کی گود مین ازحد رو رہا ہے۔ تاکید کی کہ بچے کو بہلایا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد پیش از پیش اس لڑکے کو روتا پایا

امیر غضب مین آکر للکارے کہ تو بڑی بے رحم ماں ہے۔ اس نے کہا تم ہی بھلے آدمی ہو۔ حقیقت معلوم نہین۔ اور خواہ نخواہ دق کر رہے ہو۔ بات یہ ہے کہ امیر المومنین رضہ نے حکم دے رکھا ہے۔ کہ بچے جب تک دودھ نہ چھوڑین۔ تب تک بیت المال سے انہین وظیفہ ملنے کا استحقاق نہوگا۔ بایں غرض اس کا دودھ چھڑا رہی ہون۔ اور وہ چیختا اور روتا ہے۔ حضرت عمر رضہ سخت روئے اور کہا ہائے عمر رضہ تو نے کتنے بچونکو ستایا ہوگا۔ صبح منادی کرادی۔ کہ بچے جسدن پیدا ہون اسی تاریخ سے وظیفہ مقرر ہوا کرے۔

امیر عمر رضہ کے غلام اسلم کا بیان ہے کہ ایک بار امیر عمر رضہ گشت کے لیے نکلے۔ مدینہ سے ۳ میل کے فاصلے پر صرار ایک مقام ہے۔ وہان پہنچکر دیکھا۔ کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے۔ اور دو تین بچے رو رہے ہین۔ قریب جاکر دریافت کیا۔ تو عورت نے کہا۔ کہ بچے عرصہ سے بھوکے ہین۔ ان کے بہلانے کے لیے خالی ہانڈی چڑہا دی ہے۔ کہ روتے چیختے سو جائینگے۔ صبح دیکھا جائیگا۔ حضرت عمر اٹھکر دولت خانہ کو واپس آئے۔ آٹا گھی۔ کھجورین۔ گوشت یہ سب جمع کر کے اسلم کو کہا میری پشت پر رکھدے۔ اسلم نے عرض کی غلام حاضر ہے لیچلتا ہون۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ کیا میرا بوجھ قیامت کو بھی تم اٹھا سکو گے۔ غرض سب چیزین خود اٹھا کر لائے۔ اور عورت کے آگے رکھدین۔ وہ آٹا گوندھنے لگی۔ اور آپ لکڑیاں بٹور کر لائے۔ عورت کھانا پکانے لگی۔ تو آپ چولھا پھونکتے تھے۔ اسلم کہتا ہے۔ کہ دھوآن امیر عمر رضہ کی ریش مبارک سے نکلتا تھا۔ کھانا تیار ہوا۔ تو بچے سیر ہوکر کھیلنے کودنے لگے۔ حضرت عمر رضہ انہین دیکھکر خوش ہوئے۔ اور اجازت طلب کی۔ عورت کے منہ سے نکلا۔ خدائے تعالٰے جزائے خیر دے۔ سچ تو یہ ہے کہ خلافت کے مستحق تم تھے۔ نہ عمر۔ ہنس کر کہا۔ اگر ایسا ہے تو غم نہ کر مین ہی عمر ہون حق بحقدار رسید دوسری شب کا ذکر ہے کہ گشت لیتے تھے۔ ایک بدو کو دیکھا

کہ خیمہ کے قریب باہر زمین پر بن سان بیٹھا ہے۔ پاس جا کر باتین شروع کین۔ کہ یکایک خیمہ سے عورت کے رونے کی آواز آئی۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ بدو نے دردناک لہجہ مین اپنی بے کسی اور اپنی عورت کا دردزہ مین مبتلا ہونا بیان کیا۔ امیر گہر آئے۔ اور اپنی بیوی سے کہا۔ کہ اگر تم باوجود بیگم ہونے کے کسی بیکس کی دائی بن جاؤ۔ تو کیا ہی باعث خوشنودئ خدا ہوگا۔ قصہ بیان کر کے ساتھ لے گئے۔ بدو سے اجازت لیکر خیمہ مین داخل کر دیا۔ امیر المومنین کی بیوی نے۔ جو کچھ کرنا تھا کیا۔ تہوڑی دیر کے بعد بفضلہ تعالے لڑکا پیدا ہوا۔ امیر المومنین رض کی بیوی خوشی کے مارے حضرت عمر رض کو پکار کر کہا۔ اپنے دوست کو مبارک دیجئے۔ کہ بچہ پیدا ہوا۔ بدو حضرت عمرؓ کا نام سنکر چونک پڑا۔ اور ادب سے معافی مانگنے کو تہا۔ آپ نے فرمایا۔ جانے دو کچھ خیال نہ کرو۔ کل آنا۔ اس بچے کی تنخواہ مقرر کرا جانا۔

عبد الرحمان بن عوف کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ امیر عمر رض رات کو میرے مکان پر آئے۔ مین نے عرض کی کہ مجھے بلا کیون نہ لیا۔ فرمایا ابہی معلوم ہوا ہے۔ کہ شہر سے باہر ایک قافلہ اترا ہے۔ لوگ تھکے ماندے ہین۔ آؤ ہم دونو چلکر پہرا دین چنانچہ ہم دونون صبح تک پہرہ دار رہے۔ اس قسم کی بہت روایتین ہین۔ ازالۃ الخلفا وغیرہ مین ان کا پتہ چلسکتا ہے۔ یہ روایات اِس لئے نقل کئے جا رہے ہین۔ کہ امیرؓ کو رعایا کی آسایش و آرام اور خبرگیری مین جسقدر ہمدردی تہی اس کا اندازہ ہوسکے۔

الغرض دس برس اور چھ ماہ اور چند یوم امیرؓ کی خلافت کی۔ لیکن جس سنجیدگی اور ہشیاری اور انصاف سے انہون نے اس کام کو سنبھالا۔ وہ انہین کا حصہ تہا۔ انتظام اور شوکت انہین کے نام پر زیبا ہے۔ باوجود سادگی سلاطین کا نیتی تہے۔ زہد کی یہ حالت تہی۔ کہ مدتون بیت المال کے مالک ہو کر بیت المال سے کہانا تک نہین کہایا۔ جب نہایت تنگی ہوئی۔ کہ امور سلطنت وسیع ہو گئے۔ کوئی وقت نہ ملتا تہا۔ کہ مزدوری کر کے گذارہ کرین اسوقت کبرائے صحابہ کا مجمع کر کے مشورہ لیا۔ کہ مجھے بیت المال سے لینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کسقدر مجھے لینا چاہیے

آپکے الفاظ یہ ہین - قد شغلت نفسی فی ھذا الامر فما یصلح لی منہ حضرت علی مرتضے نے فرمایا - کہ میری رائے یہ ہے - کہ صبح و شام کا کہانا جسقدر ضرورت ہو - اسیقدر لینا چاہئے - اسی پر عمل کیا گیا - (تاریخ الخلفا)

خلاصہ کلام یہ ہے - کہ جسقدر صفات محمودہ غیر نبی انسان مین ہونی چاہئین ان سے وہ موصوف تھے - گو یہ صحیح ہے - کہ نہ نبی تھے نہ معصوم - لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے - کہ دونون حالتون مین (دینی و دنیاوی) اپنی حد تک وہ مطعون یا ملوم تھے - رضی اللہ عنہ وارضاہ -

حضرت عمر رضؓ کی شہادت

مدینہ منورہ مین فیروز نامی ایک پارسی مجوسی غلام تہا جسے ابو لولو بہی کہتے تھے - یہ نجاری - نقاشی مین پوری مہارت رکہتا تہا - اور حدادی کے فن کا بہی استاد تہا - مغیرہ بن شعبہ اسکا آقا تہا - ایک دن فیروز نے امیر عمر رضؓ کیخدمت مین حاضر ہوکر شکایت کی - کہ مغیرہ نے مجہپر بہت بوجہ رکہدیا ہے - یعنی دو درم روزانہ - آپ سفارش کراکے کم کرادیجئے - آپنے پوچہا تو کسب کیا کرتا ہے اس نے حدادی - نجاری - و نقاشی کا نام لیا - آپنے فرمایا - ان پیشون کے مقابلہ مین دو درہم بہت نہین ہے - یہ ناراض ہوکر اٹھ کہڑا ہوا - اور دل مین کہا - کہ اچہا پہلے تمہارا کام تمام کرکے پہر جو کرنا ہوگا - کرینگے - کیونکہ ان کا عدل بجز میرے سب پر وسیع ہے - پہر ایک خنجر زہر آلود کرکے رکہدی - کہ با موقع وار کرونگا - اسکے دوسرے دن امیر عمر رضؓ نے صبح کی نماز کی امامت کرائی - فیروز پہلے ہی گہات مین تہا - ابہی نماز کا شروع ہی تہا - کہ اس نے امیر عمر رضؓ پر چہہ وار کئے - امیر عمر رضؓ نے فوراً عبد الرحمان بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کہڑا کر دیا - اور خود گر پڑے - عبد الرحمن نے نماز تمام کی - دیکہا تو امیر المومنین سامنے بسمل پڑے ہین - فیروز نے اور لوگون پر بہی وار کئے تہے - بالآخر پکڑا گیا - لیکن اسنے اسی حالت مین خودکشی کرلی - امیر عمر رضؓ نے اپنے فرزند کو عائشہ صدیقہ کیخدمت مین روانہ کیا - کہ

اگر اجازت ہو۔ تو عمرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو مبارک مین مرکر شرفیاب ہو۔ عدیقہؓ نے جواب دیا۔ کہ خیال تو یہ تھا۔ کہ یہ مبارک مقام اپنے اپنے کام آویگا۔ لیکن امیر عمرؓ کو آج ترجیح دیتی ہون۔ فرزند عمرؓ منظوری لیکر حاضر ہوئے۔ امیر عمرؓ نے دُور سے دیکھکر پوچھا کیا خبر لائے۔ اُنہون نے کہا جو آپ چاہتے تھے۔ فرمایا الحمد للہ سب سے بڑی آرزو یہی تھی۔ جب یہ اطمینان ہوگیا۔ تو انتخاب جانشین کا مسئلہ پیش ہوا۔ چونکہ زخم نے بے چین کر دیا۔ تھا طاقت مین کمزوری ہوگئی تھی۔ قطعی فیصلہ تو نہ ہوا۔ لیکن اتنا فرما دیا۔ کہ چھ شخص ہین جن پر نگاہ پڑتی ہے۔ علیؓ۔ عثمانؓ۔ زبیر۔ طلحہ۔ سعد وقاص۔ عبدالرحمن بن عوف۔ جسپر کثرت رائے ہو۔ وہی خلیفہ کر لیا جائے۔ ۲۶ ذی الحجہ کو زخم کہانیکے تین دن بعد جان بجان آفرین سپرد کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ؀

صہیب بن سنان نے جنازہ پڑہایا۔ اور حجرہ نبوی مین مدفن تیار ہوا۔ حضرت علیؓ نے معیت حضرت عثمانؓ وغیرہ نے قبر مین اُتارا۔ اور یہ اسلامی آسمان کا مہتاب خاک مین چھپ گیا۔ طبرانی کی روایت مین ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ جبرائیل نے مجھے خبر دی۔ کہ امیر عمرؓ کی موت پر اسلام رونیگا۔ تاریخ الخلفاء۔ فضایل امیر عمرؓ کیلئے دفتر درکار ہے۔

ازواج واولاد امیر عمرؓ

امیر عمرؓ نے جاہلیت واسلام مین متعدد نکاح کئے۔ پہلا نکاح زینب عثمان بن مظعون کی ہمشیرہ سے ہوا۔ اس سے حضرت عبداللہ اور حضرت حفصہؓ ہوئین جسے ام المومنین کا شرف حاصل ہوا۔ دوسری بیوی قریبہ بنت ابی امیہ المخزومی تہین۔ یہ ام سلمہؓ ام المومنین کی ہمشیرہ تہین۔ چونکہ یہ اسلام نہ لائین۔ مطلقہ کر دی گئین۔ تیسری ملیکہ بنت جرول خزاعی تہین انہین ام کلثوم بھی کہتے تہے۔ لیکن یہ بھی بوجہ عدم اسلام مطلقہ ہوئین۔ مدینہ منورہ آکر جمیلہ بنت عاصم کی دختر سے نکاح کیا۔ کسیوجہ سے اسے بھی طلاق دیدی۔ اخیر عمر مین امیر عمر کو یہ خیال ہوا۔ کہ خاندان نبوت سے تعلق پیدا

کریں۔ جو مزید شرف اور برکت کا سبب ہو۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام علی مرتضٰے سے حضرت ام کلثومؓ کے لئے جو بطن سیدہ حضرت فاطمہؓ سے درخواست کی۔ جناب ممدوح نے پہلے ام کلثومؓ کی صغر سنی کے باعث منظور نہ کیا۔ لیکن جب حضرت عمرؓ نے زیادہ تمنا ظاہر کی۔ اور کہا کہ اس سے مجھے حصول شرف مقصود ہے۔ تو جناب علی رضؓ نے منظور فرمایا۔ اور ۱۷ھ میں ۴۰ ہزار درہم مہر پر نکاح ہوا۔ کذا فی الخمیس۔

اس نکاح کی نسبت اہلسنت سُنی اور شیعہ کے درمیان جسقدر طبع آزمائیاں ہوئی ہیں۔ وہ قوم پر مخفی نہیں ہیں۔ شیعہ صاحبان خصوصًا زمانہ حال کے مومنین جسقدر اس نسبت کے سننے ہی لال پیلے ہو جاتے ہیں۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ فقیر کے پاس کتب فریقین جس قدر ہونی چاہئیں۔ نہیں ہیں۔ خصوصًا شیعہ کتب بالکل کم لیکن پھر بھی اپنی استطاعت اور معلومات کے موافق جو کچھ ذہن میں ہے۔ بحوالہ کتاب عرض کرتا ہوں۔ علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں ابن حبان نے کتاب الثقات میں ابن قتیبہ نے معارف میں ابن الاثیر نے تاریخ کامل میں تصریح کی ہے۔ کہ ام کلثومؓ بنت علی مرتضٰے جو بطن حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ سے تھیں۔ امیر عمر رضؓ کے ساتھ بیاہی گئیں۔ معارف ابن قتیبہ صفحہ میں بنات علی مرتضٰے میں لکھا ہے۔ اما ام کلثوم الکبریٰ وہی بنت فاطمۃ فکانت عند عمر بن الخطاب الخ۔

پھر اس کتاب کے صفحہ ۶۰ و ۶۱ میں لکھا ہے۔ کہ امیر عمرؓ کی اولاد سے فاطمہ اور زید ہیں وامہما ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب من فاطمۃ بنت رسول اللہ۔ تاریخ خمیس نے انفس نفیس کے صفحہ ۳۱۸ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے علی مرتضٰے علیہ السلام کی خدمت میں التماس کی۔ کہ سرور عالم کا کوئی عضو اسکے پاس ہو۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ کہ میرے پاس بجز ام کلثوم کوئی لڑکی نہیں۔ اور وہ صغیرہ ہے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ حسنینؓ کا مشورہ بھی ضروری ہے۔ امیر عمرؓ نے کہا بہتر۔ پھر حضرت علیؓ نے حسنین شریفین سے ذکر کیا۔ امام حسینؓ تو خاموش ہو گئے۔ لیکن امام حسنؓ نے بعد حمد بایں الفاظ عرض کی۔ کہ یا اباہ من بعد عمر صحب رسول اللہ صلعم وتوفی وہو عنہ راض ثم ولی الخلافۃ

فعدل حضرت علیؓ نے شہزادہ کی اس تقریر کو سنکر فرمایا۔ صدقت یا بُنَیَّ ولکن کرہت ان اقطع امرا دونکما۔ پہر حضرت علیؓ نے ام کلثوم کو بہیجکر کہلا بہیجا۔ کہ قضی حاجتك التی طلبت۔ صحیح بخاری کے باب الجہاد مین صراحتًا مذکور ہے۔ کہ زمانہ عمرؓ مین غنیت کے پارچات تقسیم ہوئے۔ تو ایک نفیس دوپٹہ بچ رہا۔ امیر عمرؓ متردد تہے۔ کہ یہ کس کو دیا جائے۔ ایک شخص نے آپ سے مخاطب ہو کر عرض کی۔ کہ اعط ھذا بنت رسول اللہ التی عندك یریدون ام کلثوم۔ فتح الباری شرح بخاری نے نہایت وضاحت سے یہ قصہ بیان کر دیا ہے۔ باقی روایات اہل سنۃ کو ہم قلم انداز کرتے ہین۔ ورنہ طول ہو جاتا۔

ناظرین انصاف کر سکتے ہین۔ کہ ان شہادتون کے بعد کیا شک رہجاتا ہے۔ کہ اُسے صاف کرنا چاہیے۔ ہان یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ ان روایات سے اہل سنت خوش ہو سکتے ہین۔ لیکن وہ بہی اپنے گہر مین بیٹہکر۔ شیعہ صاحبان پر حجت قایم نہین ہو سکتی۔ کیونکہ وہ کتب اہل سنت کو جو کہتے ہین۔ اسکے لکہنے سے قلم کانپتا ہے جواب یہ ہے۔ کہ شیعہ کی کتب نے بہی اس نکاح کو تسلیم کیا ہے۔ مگر ایسے الفاظ مین کہ قلم رُک رُک چلتا ہے۔ اگر کسی شیعہ نے بالفاظ صافیہ لکہدیا۔ تو تقیہ صاحب آگئے۔ ہم یہان یہ بتلانا نہین چاہتے۔ کہ بعض شیعہ نے جسقدر اس آفتاب (یعنی نکاح ام کلثوم بعمرؓ) پر خاک ڈالنے کا اہتمام کیا ہے۔ کہ ام کلثومؓ بنت فاطمہ کوئی ہوئی ہی نہین۔ یا یہ کہ ام کلثوم ایک جنیہ تہی۔ یا یہ کہ وہ ایک کنیز تہی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کتاب کلینی جسکی تعریف شیعہ کتب سے ہم ابتدا مین بیان کر چکے ہین۔ کہ وہ اس رئیس المحدثین کا سرمایہ ہے۔ جسکے حق مین امام العصر وحجۃ اللہ المنتظر نے یہ فرمایا۔ کہ ہذا (مولف الکلینی) کاف لشیعتنا۔ وہ اپنی فروع کافی کے جلد دوم مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۴۱ تحریر فرماتے ہین۔ فی تزویج ام کلثومؓ عن ابی عبداللہ۔ فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذلك فرج غصبناہ پہر ساتہہ

لکھا ہے۔ عن ابی عبد اللہ، قال لما خطب الیہ الخ یعنی امام علیہ السلام نے ام کلثوم کے حق مین فرمایا۔ کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے۔ جو ہم سے غصب کی گئی۔ دوسری روایت خلاصہ یہ ہے۔ کہ جب حضرت علیؑ کو ام کلثوم کا خطبہ کیا گیا۔ تو اپنی صغرسنی کا عذر کرکے ٹال دیا۔ لیکن امیر عمر رضہ جو حضرت عباس کو ملے۔ تو ناراضگی ظاہر کی۔ اور کہا کہ علیؑ نے میرا کہا نہین مانا۔ مین ان کی عزت کو خاک مین ملا دونگا۔ اور اسپر ایک جھوٹا مقدمہ سرقہ کا بناکر اس کا ہاتھ کاٹ ڈالونگا۔ پھر حضرت عباس نے حضرت علی رضہ کو سمجھا بجھاکر یہ کرلیا۔ کہ وہ یعنی حضرت علی رضہ ام کلثوم کی ولایت مجھے دیدی۔ حضرت علی رضہ نے انکا کہا مان لیا۔ یہ ہی کافی کا مضمون جو شیعہ کی صحاح اربعہ مین سے ایک ہے۔ واہ رے تہذیب۔ حضرت علی کی شجاعت بلکہ تمام خاندان ہاشمیت کی دلیری پر دبے منہ کیا ہاتھ صاف کیا ہے۔ اور وہ بھی زبانی امام معصوم چستی و ہشیاری اسی کا نام ہے۔ اور سنئے جواہر الکلام شرح شرائع الاسلام جو ایک مبسوط کتاب ہے۔ جسے علامہ محمد حسن فرزند علامہ باقر نے نہایت جان فشانی سے لکھا ہے۔ اس مین وہ کتاب النکاح مین شرائع الاسلام کے اس قول کے نیچے (ناکح و منکوحہ مین صرف تساوی یعنی کلمہ شہادت ظاہری فی الاسلام کافی ہے۔ یا تساوی فی الایمان ہی ہے۔ جو بالمعنے الاخص ہے جواب لکھا ہے کہ اس مین دو روایتین ہین۔ لیکن اظہر یہ ہے۔ کہ صرف اسلام ہی جواز نکاح کے لئے کافی ہے گو ایمان کا استحباب موکد ہے ۱۲)

لکھتے ہین کہ امام حسین پر اعتراض ہوئے تھے۔ کہ آپ عام مسلمانون سے نکاح کربھی لیتے ہین۔ اور کربھی دیتے ہین۔ یہ کیا معنی۔ تو آپ فرماتے۔ ان اللہ قد رفع بالاسلام کل خسیسۃ الخ یعنی اللہ تعالے نے تمام خساستین اسلام کے ساتھ دور کردین۔ پھر صاحب جواہر الکلام لکھتے ہین۔ کہ اعتراض ہوئے کیون۔ جواب دیتے ہین۔ اسلئے کہ امیر المومنین نے اپنی صاحبزادی عمر رضہ کے ساتھ بیاہ دی

اور فاطمہ بنت حسینؓ عبداللہ بن عمرؓ بن عثمانؓ سے بیاہی گئیں اور اسی طرح سکینہ امام حسینؓ کی صاحبزادی کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا۔ جواہر الکلام کی اپنی عبارت یہ ہے

کل ذلك مضافا الی ما وقع من تزویج امیر المومنین ابنتہ من عمر وتزوج عبداللہ بن عمر بن عثمان فاطمة بنت الحسین وتزوج مصعب بن الزبیر اختہا سکینة وغیر ذالك۔

پھر لکھا ہے۔ کہ تقیہ زمانیہ اس سے بڑھکر کام دے سکتا ہے۔ پیران شیعہ کی بڑی گت بنائی ہے۔ جو متعصب ہیں۔ پھر تھوڑا دور چلکر شرائع الاسلام کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ یجوز النکاح الہاشمیة غیر الہاشمی وبالعکس یعنی ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد سے جائز اور برعکس بھی۔ جواہر الکلام اس کی دلیل بیان کرتے ہیں۔ لعموم الادلة وخصوص ما جاء من تزویج عثمان وابی العاص وعمر وعبداللہ بن عمر بن عثمان ومصعب بن الزبیر بنات رسول اللہ وعلی والحسین علیہما السلام انتہی ملتقطا۔ یعنی ۱ و ۲ کے گھر دختران رسولؐ ۳ کے گھر دختر علی۔ ۴ و ۵ کے گھر دختران حسینؓ۔ اسجگہ ہم یہ اشارہ بھی کر دیتے ہیں۔ کہ شرائع الاسلام کی نسبت جواہر الکلام شارح لکھتا ہے۔ انی قد رأیت کتاب الشرائع من مصنفات الامام المحقق المدقق نجم الملة والدین اسکنہ اللہ فی اعلی علیین قرآنا فی الاحکام وفرقانا فی العلوم الفقہیة الخ۔ یعنی میں نے امام محقق مدقق۔ جو ملة اور دین کا روشن ستارا ہے اس کے مصنفات سے کتاب شرائع کو دیکھا۔ وہ احکام قرآن اور علوم فقہیہ میں فرقان ہے۔ (اللہ تعالیٰ اسے اعلے علیین میں سکونت پذیر کرے) قرآنی احکام والی کتاب تو مسئلہ فقہی مذہبی بیان کرے جس کی دلیل تزویج دختران سرور عالم وعلی مرتضےؓ وامام حسینؓ ہو۔ پھر معلوم نہیں کہ وہ تقیہ یا غصب کیونکر ہو گیا۔

کیا اچھی بات ہے۔ کہ دعوے مسئلہ فقہی بلا تقیہ یہ کہ نکاح ہاشمیہ کو غیر ہاشمی سے جائز ہے۔ اکتفا ہی بکفایت الاسلام۔ اور دلیل بجز اس کے اور کوئی نہیں۔ کہ دختران سرور عالم وعلیؓ وحسینؓ کا نکاح۔ عثمانؓ۔ ابی العاص۔ عمرؓ عبداللہ۔ مصعب کے ساتھ ہوا۔ اور نتیجہ یہ کہ تقیہ تھا غصب تھا۔

سرور عالم کی لڑکیاں بجز فاطمہ ندارد۔ کنیزیں تہیں۔ پہلے گہر کی تہیں حضرت علی رض کی لڑکی غصب کیگئی تہی ہی۔ جنیہ تہی وغیرہ وغیرہ ناظرین خود انصاف کریں۔

عن ابی عبد اللہ ان علیا لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدھا وانطلق بھا الی بیتہ جواھرالکلام باب العدۃ۔

نکاح ام کلثوم کے روایات امیر رض کے ساتھ بکثرت ہیں۔ کتب تردید میں انکا پتہ چلتا ہے۔ صرف آیات بینات میں تنزیہ الانبیا مولفہ سید مرتضے مجالس المومنین قاضی نور اللہ۔ مسالک شرح شرائع ابو القاسم قسمی وغیرہ کا نام لیا ہے اور عبارتیں بہی نقل کی ہیں۔ کہ نکاح ام کلثوم رض بعمر رض ہوا۔ لیکن ہم نے صرف عبارتیں لکہی ہیں۔ جو بچشم خود خاص کتب شیعہ سے معائنہ کیں۔ اب ہم اس کتاب شیعی کو سامنے رکہکر لکہتے ہیں کہ جو نکاح سیدہ ام کلثوم بعمر رض کے وقوع کو ثابت کرتا ہے۔ اور شیعہ صاحبوں کے اضطراب وبیقراری کیطرف بہی اشارہ کرتا ہے۔ میرزا عباس قلیخان صاحبزادہ صاحب ناسخ التواریخ اپنی کتاب طراز المذہب کے صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں کہ معلوم باد کہ در کتب تواریخ ومحدثین شیعی درباب تزویج عمر با ام کلثوم بیانات مختلفہ ومخطورات کثیرہ وتحقیقات غیر لازمہ است کہ دریں از نگارش آن روئے برتافت ہما نا مردم شیعی را این جملہ زحمت واحتمال چندیں کلفت واجب نہ کردہ است وتمسک باذیال جنیہ یہودیہ چندان وجہے ندارد پہر بہت تقریر کے بعد صفحہ ۱۱ میں لکہتے ہیں۔ از حضرت ابی عبد اللہ مرویست ان علیا الخ یعنی جب عمر رض فوت ہوئے۔ تو حضرت ام کلثوم کے پاس آئے۔ اور ان کو اپنے گہر لیگئے۔ پہر لکہا ہے۔ این حدیث بر وجود این قضیہ تصریح می نماید۔ ۱۲

ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ روایات تو طرفین کی کتب میں ہاں لئے۔ لیکن درایت اسکے خلاف ہے۔ اور روایت کی تصحیح کی ایک دلیل یہ بہی ہے۔ کہ واقعہ جو بروایت میں آئے۔ وہ کم سے کم ممکن تو ہو۔ بیان کیا جاتا ہے۔

کہ ام کلثوم کا جب نکاح ہوا۔ وہ بچی تہین۔ تقریباً ۴ برس کی عمر تہی اور ۱۷ھ مین نکاح ہوا۔ اور وفات امیر عمرؓ ۲۳ھ مین ہوئی۔ کس طرح ہو سکتا ہے کہ نکاح کے بعد وہ پانچ چہہ برس مین جوان ہی ہو گئین۔ اور بچے بھی پیدا ہو گئے۔ امیر عمرؓ کے بڑہاپے کا لحاظ بہی ضروری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ صغر سن حضرت ام کلثومؓ کا تہا۔ لیکن بہ نسبت ناکح یا بہ نسبت دیگر اولاد حضرت فاطمہؓ بایں دلیل کہ ام کلثوم قبل وفات رسول اللہ پیدا ہوئین۔ کما فی الخمیس صفحہ ۳۱۷ و در شیعی کتاب طراز المذہب مین لکہا ہے۔ کہ ام کلثومؑ در وفات مادرش ندبہ میکرد صفحہ ۶۵ یعنی ام کلثوم اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ کی وفات پر یا اماہ یعنی اے میری امان کر کے روتی تہین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات سیدہ پر حضرت ام کلثومؓ اتنی تمیز تہی۔ کہ وہ مصیبت کو محسوس کر کے ندبہ کرتی تہین کم سے کم تین چار سال کی عمر ہوگی۔ اور وفات حضرت سیدہؓ سرورِ عالم کے بعد ۴۰ یوم سے لیکر ششماہ تک بتلائی جاتی ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ بوقت نکاح ۹ یا دس سال کی تہین۔ اور یہی بلوغت کی پہلی منزل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا سرسیل خود سرورِ عالم کے ساتھ بعمر ۹ سال مسلم فریقین ہے۔ حضرت ام کلثومؓ کی عمر ۴ سال بیان کرنیوالا کذاب او مفتری ہے۔ کیونکہ حضرت فاطمہؓ کو تقریباً ، سال فوت ہوئے منقضے ہوئے تہے۔ کہ یہ نکاح وقوع مین آیا۔

اصابہ فی معرفۃ الصحابہ لکہتے ہین۔ ام کلثومؓ بنت علیؓ بن ابی طالب الہاشمیۃ امہا فاطمۃ بنت النبی ولدت فی عہد النبی ثم قال تزوجہا عمرؓ علی مہر اربعین الفا۔ انتہی ملتقطاً صفحہ ۲۹۲

باقی تقریر سوال کہ کس طرح ہو سکتا ہے الخ لغو ہو گئی۔ امیر عمرؓ بوڑہے تہے یعنی بوقت نکاح ۵۰ برس کے تہے۔ علی تصحیح ابن قتیبہ کما فی المعارف لیکن عرب مین یہ عیب خصوصاً زمانہ نبوی مین نہ تہا۔ خود سرورِ عالم نے جب عائشہؓ

صدیقہ سے زفاف کیا۔ تو ۵۴ برس کی عمر تھی۔ اور عایشہ ۹ سالہ۔ بعض شیعہ یہی کہتے ہین۔ کہ دیکھو ایسے شخص عمر نے جبکہ حضرت ام کلثوم رض بغرض دوہ حضرت علی عمر کے پاس گئی بہت دیکھہ بہال کی۔ منہ دیکھا۔ پس پشت دیکھا۔ اور بار بار دیکھا۔ چلتا دیکھا۔ کپڑا کرکے دیکھا۔ حالانکہ بی بی ناراض تہین۔ بلکہ بوجہ غیرت تہپیر مارنے پر تیار تہین۔ لیکن رک گئین۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت علی نے امیر کے ایجاب کا قبول کرکے ام کلثوم رض کو روانہ کیا تہا جیسا ہمنے تاریخ خمیس سے نقل کیا ہے۔ فانظر ثمہ۔ علاوہ برآن شیعہ کی شرائع الاسلام مین جسکے احکام قرآن کا حکم رکھتے ہین کما اقر بہ صاحب جواہر الکلام۔ اس مین لکھا ہے۔ یجوز النظر الی وجہ امرءۃ یرید نکاحھا وان لم یستاذنہا وکفیہا وان یکرر النظر الیہا وان ینظرھا قائمۃ وماشیۃ وروی جواز ان ینظرالی شعرھا ومحاسنہا وجسدھا من فوق الثیاب (شرائع باب النکاح)

عاتکہ بنت عمرو بن نفیل سے بہی نکاح کیا تہا۔ یہ عاتکہ نہایت جمیلہ حسینہ شکیلہ تہین۔ اجمل النساء ان کا لقب تہا۔ پہلے یہ عبد الرحمن بن ابوبکر صدیق رض کی بیوی تہین۔ چونکہ عبد الرحمان بہی بڑے خوبصورت اور وضعدار تہے۔ آپس مین انکی محبت ومودت بافراط تہی۔ لیکن عاتکہ کا پلہ اس لئے بہاری تہا۔ کہ اس نے اپنے ناز وکرشمہ۔ بناوٹ۔ سجاوٹ سے عبد الرحمن کو اپنا والہ اور شیدائی بنا دیا تہا۔ مستطرف مین لکھا ہے۔ کہ غلبت علی عقلہ۔ ابوبکر صدیق رض نے اس کا انجام خاطر خواہ نہ سمجھکر احسن الحیل اور لینت ومتانت سے عبد الرحمان کو اسکے مطلقہ کر دینے کو فرمایا۔ صاحبزادہ عبد الرحمن اپنے والد کے پورے حق شناس اور مطیع تہے۔ نہایت انکسار سے عرض کی۔ کہ مین شاید ایسا نہ کر سکونگا حضرت صدیق نے حلفیہ فرمایا۔ کہ ضرور ایسا کرنا ہوگا۔ عبد الرحمن نے والد کو ناراض ہوتا ہوا دیکھکر دل پر پتہر رکہکر ایک طلاق دیدی۔ لیکن یہ حالت ہوئی۔ کہ کہانا پانی متروک۔ جزع فزع وتیرہ ہوگیا۔ مجنونہ حالت مین فراقیہ اشعار نوک زبان تہے۔ لوگون نے یہ حالت دیکھکر حضرت صدیق رض کیخدمت مین عرض کی۔ کہ۔ اہلکت عبد الرحمان آپ نے عبد الرحمن کو ہلاک کیا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ خود حضرت صدیق نے عبد الرحمن

کو دیکھا۔ کہ دہوپ گرم مین گرم کنکرون کے بستر پر لیٹے ہوئے عاتکہ کو خطاب کر کے فراق کا رونا رو رہے ہین یہ حالت دیکھکر ابوبکر صدیق رضہ کا جگر پگہل گیا۔ اور فرمایا کہ اچھا بچے عاتکہ سے رجوع کر لو۔ پس رجوع کر دیا گیا۔ اور حالت سدہر گئی۔ نہایت چمین مین دونو میان بیوی گذارہ کرتے رہے۔ یوم الطائف مین رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب تھے۔ ایک قسی القلب کافر کا تیر عبدالرحمن کو ایسا کاری رسید ہوا۔ کہ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ عاتکہ کی اوسپر جو سراسیمگی و اضطراب ہوا۔ وہ ازحد فزون ہے۔ مرثیہ پڑہکر روتی اور رولاتی۔ ایک مرثیہ مین یہ بہی کہا تہا۔ کہ اب مین اخیر دم تک غبار آلودہ اور حزین رہونگی۔ یعنی کسی سے نکاح نہ کرونگی۔ امیر عمر رضہ کی خلافت تک تو وہ بے رغبت رہی آخرالامر امیر عمر رضہ نے اُسے نکاح مین لیا اور ولیمہ کے لئے لوگون کو دعوت دی۔ حضرت علی المرتضے بہی مدعو تھے۔ جب آپ کہانا کہا چکے۔ اور جانے لگے۔ تو حضرت فاروق سے فرمایا۔ اگر اجازت ہو۔ تو مین خود جاکر جناب کی بیگم عاتکہ کو مبارک دون۔ اور اسکے لئے دعا برکت بہی کردن۔ عمر رضہ نے عاتکہ سے استخراج کیا۔ وہ بولین کہ ابوالحسن رضہ ہین۔ تو خوش مزاج کوئی کہیلی اٹہائینگے۔ لیکن اُن کو روکنا ناموزون ہی۔ آنے دیجئے۔ ایک رقیق پارچہ کا پردہ حائل تہا۔ آپ تشریف لائے۔ تو اچانک عاتکہ کے بعض ملبوسات پر اُن کی نظر پڑی۔ تو وہ نفیس اور معنبر تہا۔ اتنے ہی دماغ مہک گیا۔ دیکہکر فرمایا۔ کہ عاتکہ عبدالرحمن کی وفات پر تو نے نہین کہا تہا۔ ؎

فآلیت لا تنفک نفسی حزینۃ علیک ولا ینفک جلدی اغبرا

وہ یہ پہبتی سنکر کہسیانی ہو گئی۔ کہ علی رضہ اپنا کام کر گئے۔ امیر عمر رضہ کی زندگی تک نہایت اعزاز و اکرام مین رہی۔ جب وہ مقتول ہوئے۔ تو پہر مصیبت کا سامنا ہوا بعد ازان زبیر بن عوام کے نکاح مین آئین۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ یہ بہی اپنے وقت پر مقتول ہو گئے۔ پہر اپنے پہلے دیور محمد بن صدیق رضہ کے حبالہ نکاح مین آئین۔ مصر مین وہ بہی مقتول ہوئے۔ اس کے بعد قسم اُٹہائی کہ بس اب کسی سے نکاح نکرونگی مجہے یہ وہم ہو گیا۔ کہ اگر مین فرضا تمام اہل الارض سے نکاح کرتی رہون تو انکا مطلع

صاف ہوتا رہے گا۔ (مستطرف)

لطیفہ۔ اخلاق ناصری میں علامہ محمد بن حسن طوسی شیعی لکھتے ہیں۔ کہ امیرالمومنین علی رضہ مزاح (خوش طبع بودے تا بجدیکہ مردمان اور ابدان عیب کردند۔ و گفتند لولا دعابة فیہ وسلمان فارس رضہ اورا گفت درمزاحیکہ باو بکرو ہذا اخرک الی الرابعة (دعابہ ظرافت وخوش طبعی کو کہتے ہیں)

حضرت عمر رضہ کی اور بیویاں بھی تھین۔ جیسے ام حکیم وغیرہ۔ حضرت عمر رضہ کی اولاد سے عبداللہ وحفصہ اعلے درجہ پر ممتاز ہین۔ عبداللہ بوجہ زہد وتقدس وعلم کے اور حفصہ اسلئے کہ وہ ازواج مطہرات مین داخل ہین۔ عبیداللہ۔ عاصم۔ زید۔ مجیر انکا نام عبدالرحمان تہا۔ ابوشحمہ۔ لڑکیان بہی تہین۔ تاریخ الخلفاء مین سنین خلافت اور جو کچہہ ان مین ہوا۔ اس کی اجمالی فہرست بیان کی ہے۔ جسے ہم دکہلانا چاہتے ہین۔ اور وہ یہ ہے سنہ ۱۳ھ مین خلیفہ ہوے سنہ ۱۴ھ مین دمشق فتح ہوا۔ کچھ حصہ اسکا صلح سے اور کچہہ مقابلہ سے۔ حمص اور بعلبک صلح سے ہاتھ آیا۔ بصرہ اور ابلہ دونو جنگ سے حاصل ہوئے۔ اسی سال تراویح کا انتظام ہوا۔ سنہ ۱۵ھ مین اردن فتح ہوا غلبہ سے بجز طبریہ کے کہ وہ صلح سے قبضہ مین آیا۔ اسی سال یرموک اور قادسیہ کی جنگ ہوئی۔ اسی سال کوفہ کو شہر بنایا گیا۔ اسی سال دفاتر کی مد کہولی گئی۔ سنہ ۱۶ھ مین اہواز اور مدائن فتح ہوئے۔ اور ایوان کسرے مین جمعکی نماز ادا کی گئی۔ یہ پہلا جمعہ ہے۔ جو عراق مین ادا ہوا۔ اس سال جلولا پر چڑہائی ہوئی۔ اس سن مین ملک یزدجرد فراری ہوا۔ اور رئی کو واپس آیا۔ اس برس مین تکریت فتح ہوا۔ اسی سال مین امیر عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کو فتح کرکے جابیہ مین خطبہ پڑہا۔ اس مین قنسرین اور سروج غلبہ سے مفتوح ہوا۔ اور اس مین حلب اور انطاکیہ فیج۔ قرقیسا بصلح قبضہ مین آئے اسی سال کے ربیع الاول مین بمشورہ علی مرتضے تاریخ نویسی کا اہتمام ہوا۔ سنہ ۱۷ھ مین امیر عمر رضہ نے مسجد نبوی کو بڑہایا۔ اور بوجہ قحط حجاز حضرت عباس کا ہاتھ پکڑ کر استسقا

کے لئے میدان میں گئے۔ بجالیکہ چادر نبوی تبرکا زیب بدن کئے ہوئے تھی۔ ۱۸ھ میں جندیسا پور بصلح ہاتھ آیا۔ اور حلوان بجنگ۔ اسی سال وبا عمواس نمودار ہوئی رُہا۔ شمساط۔ حران۔ نصیبین۔ کسیقدر جزیرہ۔ موصل مع النواحی بجنگ فتح ہوئے ۱۹ھ میں قیساریہ فتح ہوا ۲۰ھ میں۔ مصر کل کا کل بجز اسکندریہ صلح سے حاصل ہوا اور اسکندریہ جنگ سے۔ اس میں تستر فتح ہوا۔ اسی سال قیصر ملک روم ہلاک ہوا۔ اسی سال یہود۔ خیبر اور نجران سے نکالے گئے۔ اور خیبر اور وادی القراکو تقسیم کیا گیا ۲۱ھ میں اسکندریہ اور نہاوند بجنگ مفتوح ہوا۔ اور عجمی لوگوں کی رہی سہی طاقت مفقود بلکہ جمعیت معدوم ہوگئی ۲۲ھ میں اذربیجان۔ دینور۔ ماسبذان۔ ہمدان۔ اطرابلس مغربی رے عسکر وقومس مفتوح ہوئے ۲۳ھ میں۔ کرمان سجستان۔ مکران فتح ہوئے۔ اور اس میں پیمانہ عمر عمر رضہ لبریز ہوگیا۔ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے۔ دربار الٰہی میں شرف یاب ہوئے۔ والسلام۔

مختصر تذکرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

سلسلہ نسب آپ کا یہ ہے۔ عثمان رضہ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ حضرت عثمان رضہ اور سرور عالم عبد مناف میں جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ معلوم ہے۔ کہ عبد مناف اور سرورؐ عالم کے درمیان ۳ واسطہ ہیں۔

خلفاء اربعہ سے بعد علی مرتضےٰ آپ ہی اقرب الی رسول اللہ ہیں۔ نہج البلاغت میں حضرت علی رضہ سے منقول ہے۔ کہ آپنے امیر عثمان رضہ کو لکھا۔ کہ وانت اقرب الی رسول اللہ وشیجۃ رحم منہما ونلت من صہرہ مانالا۔ یعنی ابوبکر رضہ صدیق و عمر فاروق سے آپ ہی سرور عالم کے قریب تر ہیں۔ قرابت میں اور دامادی کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ بشیخین کو صفحہ ۳۲۲ ۔ آپ کا لقب ذوالنورین اسلئے ہوا کہ سرورؐ عالم کی دو لڑکیاں حقیقی ہمشیریں حضرت فاطمہ رضہ کی آپ سے بیاہی گئیں۔ (حاشیہ بقیہ)

اور یہ مسلم اہلسنت و شیعہ ہے۔ جیسا کہ حیاتؔ القلوب وغیرہ کتب شیعہ مین بصراحت مذکور ہے۔ لکھاہے۔ کہ آدم ؑ سے لیکر ختم الانبیاء ؐ تک کوئی بہی ایسا شخص نہین گذرا۔ کہ جسکے ساتھ نبی کی دو لڑکیاں بیاہی گئی ہون۔ امیر عثمان رضہ کا سلسلہ نسب پدری مذکور ہوا۔ انکی ام الام (نانی) ابوطالب کی سگی عینی بہن تہی۔ امیر عثمان رضہ عام فیل کے چھٹے سال طائف مین پیدا ہوئے۔ (تاریخ خمیس) تاریخ الخلفا مین حضرت علی رضہ سے منقول ہے۔ کہ امیر عثمان رضہ فرشتون مین بہی ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہین۔ بایںوجہ کہ سرورِ عالم کی دو بیٹیان اُن کے گہر ہین۔ اسلام مین چوتہا نمبر آپ کا ہے۔

ابن اسحق نے لکہاہے۔ کہ۔ ابوبکر رضہ علی رضہ زید بن حارثہ کے بعد آپ اسلام لائے۔ فضایل آپ کے بکثرت ہین مشکوٰۃ شریفہ مین بخاری اور مسلم سے بروایت ابوموسیٰ اشعری سے منقول ہے۔ کہ مین سرورِ عالم کے ساتھہ ایک باغ مدینہ مین تہا کہ کسی شخص نے باغ کے دروازہ کے کہولنے کو کہا۔ سرورِ عالم نے مجہے حکم دیا۔ کہ جا کر دروازہ کہول دے۔ اور جو شخص دروازہ پر ہے اُسے بہشت کی بشارت بہی دیدے۔ مین نے دروازہ کہولا۔ ابوبکر صدیق رضہ تہے۔ مین نے حسب الفرمان اس بہشت کی بشارت دی۔ ابوبکر رضہ حمد الٰہی بجالائے۔ پہر دوسرے کسی نے دروازہ کہولنے کو کہا۔ پہر بہی مجہے سرورِ عالم نے بہیجا۔ کہ دروازہ کہولدے۔ اور بشارت بہشت بہی دیدے۔ دروازہ کہولنے پر معلوم ہوا۔ کہ امیر عمر ہین۔ مین نے حسب فرمودہ سرورِ عالم ؐ بہشت کی بشارت دی۔ امیر عمر رضہ نے الحمد للہ کہا۔ پہر کسی نے دروازہ کہولنے کی خواہش کی۔ سرورِ عالم نے فرمایا۔ کہولدے۔ اور بہشت کی بشارت بہی دیدے۔ اس

حاشیہ صفحہ ۱۲۴ ؎ تاریخ الخلفا مین لکہاہے۔ وتزوج رقیۃ بنت رسول اللہ ؐ قبل النبوۃ وماتت عندہٗ فی لیالی غزوۃ بدر وتاخر عن بدر لتمریضہا باذن رسول اللہ ؐ وضرب لہ بسہمہ واجرہ فہو معدود فی البدریین بذالک وجاء البشیر بنصر المومنین ببدر یوم دفنوہا بالمدینۃ تزوجہ بعدہا اختہا ام کلثوم وتوفیت عندہٗ سنۃ تسع فی الہجرۃ ۱۲

؎ سوم ام کلثوم رضہ وا و را نیز عثمان رضہ بعد از رقیہ تزویج نمود انتہی۔ ما فی حیات القلوب ۱۲

مصیبت پر جو اُسے پہونچیگی - مین نے دروازہ کھول کر دیکھا - تو امیر عثمان تھے مین نے فرمودہ سیّد البشر پہونچایا - امیر رضہ عثمان نے حمد بجا لاکر فرمایا - اللہ المستعان انتہے - چونکہ اختصار مانع ہے - تطویل سے اسلئے صرف بیعۃ الرضوان مین جو شرف امیر عثمان رضہ کو ملا - اسے بیان کرتے ہین - اور باقی کے لئے کتب احادیث و تواریخ صیحہ کے دیکھنے کی سفارش کرتے ہین - مختصر حال یہ ہے کہ ۶ھ مین سرورِ عالم نے صحابہ کے ساتھہ کعبۃ اللہ کی زیارت کا قصد کیا - اور اس وجہ سے کہ قریش کو یہ وہم نہ ہو - کہ جنگ کرنے آئے ہین - حکم دیا کہ مسلح ہو کر نہ چلین - لیکن پھر مصلحت سوچکر بالتماس امیر عمر رضہ ذوالحلیفہ مین ہتھیار منگالئے - جب مکہ معظمہ دو منزل باقی رہگیا - تو معلوم ہوا کہ قریش کو ضد ہے - کہ وہ رسول اللہ کو بھی مکہ مین داخل ہونے دین - سرورِ عالم نے وہین قیام فرما کر امیر عمر رضہ کو قریش کے پاس جانے کو فرمایا - کہ انہین ہمارے ارادہ اور خواہش سے مطلع کرکے کعبہ مین داخل ہونیکا انکار توڑ دے - امیر عمر نے عرض کی - کہ جانے مین دریغ نہین - لیکن مجھہ سے قریش بگڑے ہوئے ہین - اور امیر عثمان رضہ کی طرف اشارہ کیا - کہ اس کام کے لئے یہی موزون ہین - آئندہ جیسے ارشاد ہو تعمیل ہوگی - سرورِ عالم نے امیر عثمان رضہ کو طلب کیا - اور سفیر بنا کر روانہ کیا - کہ وہ جا کر کہدین - نہ ہم لڑنے آئے ہین - نہ کسی دوسری غرض سے - صرف زیارت کعبہ کا شوق ہے - امیر عثمان رضہ قریش کے پاس تشریف لیگئے - چونکہ قریش انکار پر اصرار کر رہے تھے - امیر عثمان رضہ نے نہایت کوشش کی - کہ ایسی ضد اچھی نہین - صرف طواف کرکے واپسی ہوگی - قریش نے جواب دیا - کہ بس باتین نہ بناؤ - تمہارے ساتھہ چونکہ اتنی ضد نہین - اور سفیر بن کر مکہ داخل بھی ہو چکے ہو - تم زیارت بھی کر لو - اور طواف بھی کر لو - محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تو ایک قدم بھی کعبہ کی طرف نہ بڑہنے دینگے - سرورِ عالم کیخدمت یہ خبر پہونچائی گئی - کہ عثمان کا کام تو بن گیا - شرف زیارت تو خواہ مخواہ ہوا تھا - طواف کی بھی اجازت ہو گئی -

سرورِ عالم نے فرمایا۔ امیر عثمان رض وہ ہرگز پیش قدمی نہ کرینگے۔ ممکن ہی نہین۔ کہ وہ بغیر ہمارے طواف کرے۔ آخر ویسا ہی ہوا۔ امیر عثمان رض نے قریش کو جواب دیا۔ کہ طواف کعبہ محبوب ہے۔ لیکن خدا کا محبوب اس سے زیادہ محبوب ہے۔ جب تک محبوب خدا طواف نہ کرینگے۔ عثمان رض ہرگز ہرگز نہین کریگا۔ اسیر ابو سفیان نے ان کو حبس کر لیا۔ کہ اسے محمد تک ہی نہ پہونچنے دو۔ حملہ حیدری کے مصنف شیعہ نے اول قصہ سے آخر تک کے مضمون کو اپنی نظم مین اس طرح ادا کیا ہے۔ ؎

طلب کرد پس اشرف انبیاء	زاصحاب عثمانؓ صاحب حیا
باو ہم ہمان گفت خیر البشرؐ	کزان پیشتر گفتہ بہ با عمرؓ
بجو سید عثمان زمین در زمان	بمقصد روان شد چو تیر از کمان
چو او رفت زاصحاب روزِ دگر	بگفتند چندے بہ خیر البشرؐ
خوشا حال عثمان با احترام	کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسولِ خدا چون شنید این سخن	بپاسخ چنین گفت با انجمن
بعثمانؓ نداریم ما این گمان	کہ تنہا کند طوف آن آستان

جب ابو سفیان نے سختی سے امیر عثمان رض کو کہا۔ کہ محمد کا آنا تو ممکن نہین تمہارے لئے رقتِ قلبی اجازت دیتی ہے۔ کہ تم طواف کر لو۔ تو اسکے مضمون کو حملہ حیدری مین اس طرح بیان کیا ہے۔ ؎

بجوشید آنگاہ بدل بو ہر خون	بہ عثمان رض چنین گفت آن سرنگون
کہ گر میل داری تو طوفِ حرم	بکن مانعت نیست کس زین حشم
ولیکن محالست آن بے گزاف	کہ آید محمد برائے طواف
چو بشنید عثمانؓ از و این سخن	چنین داد پاسخ بآن اہرمن
کہ طوفِ حرم بے رسولِ خدا	نباشد بر پیر دانش روا
ازین گفتہ سفیان بر آشفت بیش	بگرداند از سوے او روئے خویش
بفرمود پس با دگر مشرکان	کہ عثمان وان دہ کس از پیروان

نیابند رفتن بہ نزدِ رسول ؐ — اگر شاد باشند ازین گر طول
چو عثمانؓ ازو این حکایت شنید — علاجے بجز صبر کردن ندید
مقید نمودندش اعدائے دین — بیان نجاتش کنم بعد ازین

ہمسے یہ بات ضبط نہین ہو سکتی۔ کہ زمانہ نے آج کے مومنین کو معلوم نہین۔ کہ کیون منہ پہٹ کر دیا ہے۔ یہ حملہ حیدریہ کے مصنف ہی آخر شیعہ ہی تھے۔ القصہ جب بہت دن گذر گئے۔ تو مشہور ہو گیا۔ کہ امیر عثمان قتل کئے گئے۔ سرورؐ عالم کو یہ سنکر سخت رنج ہوا۔ کہ ہمارے دوست اور ہمارے سفیر سے یہ معاملہ ہوا۔ پہر آپ نے اپنے ساتھ کے صحابہ سے جو چودہ سو تھے۔ جہاد پر بیعت لی۔ چونکہ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تہی۔ اسلئے بیعۃ الشجرہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ قرآن شریف مین لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ اسی واقعہ کیطرف اشارہ ہے۔

ذکر بیعت امیر عثمان رضی اللہ عنہ

شرح عقاید للدوانی اور تاریخ الخلفاء وغیرہ مین لکھا ہے۔ کہ امیر عمرؓ کی وفات کے تین دن بعد آپ سے بیعت ہوئی۔ عبد الرحمان بن عوف رضؓ کا زیادہ خیال یہ تہا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اب خلیفہ ہون۔ لیکن جتنے صاحب الرای خردمند عبد الرحمن کیخدمت مین مشورہ کرنیکے لئے آتے۔ امیر عثمان رضؓ کے انتخاب پر زور دیتے۔ جب بیعت کے لئے ایک بڑا مجمع ہوا۔ تو عبد الرحمان بن عوف نے مقام کے مناسب ایک پر زور تقریر کی۔ اور صاف لفظون مین کہدیا۔ کہ انی رأیت الناس یابون الا عثمان رضؓ یعنی مین نے لوگون کو ٹٹول لیا ہے۔ اکثر کا صرف یہی خیال ہے۔ کہ بجز عثمان رضؓ کوئی خلیفہ نہ ہو۔ لیکن پہر بہی وہ اپنے خیال پر ثابت قدم رہے۔ عمامہ نبوی سر پر رکھہ لیا۔ اور تلوار حمایل کرکے منبر پر کہڑے ہو کر فرمایا۔ کہ اے لوگو مین نے ظاہر اور پوشیدہ دونون طرح سے خلافت کی بابت تم سے پوچھا۔ تم نے حضرت علی رضؓ اور امیر عثمانؓ کا انتخاب کیا لیکن کوئی ایسا فیصلہ نہین ہوا

جس مین صرف حضرت علیؓ یا صرف حضرت عثمانؓ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوا ہو۔ مین
فیصلہ کر دیتا ہون۔ حضرت علیؓ سے خطاب کر کے فرمایا۔ کہ قم یا علی رضہ اے علی رضہ کھڑے ہو
جائیے۔ حضرت علی رضہ کھڑے ہوگئے۔ منبر کے پاس عبد الرحمن نے آکر حضرت علی رضہ کا ہاتھ
پکڑ کر کہا۔ آپ چاہتے ہین کہ آپکے ساتھ بیعت کیجائے۔ اس شرط پر کہ کتاب اللہ و سنت
نبوی و اور قواعد ابو بکر و عمرؓ پر عمل درآمد ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ نہین۔ ہان جسقدر طاقت
ہو گی۔ عبد الرحمن ان کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور امیر عثمان رضہ کو کہا۔ کہ آپ کھڑے ہو جائین۔ وہ بھی
اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان سے بھی وہی شرط بیان کی۔ امیر عثمان رضہ بلا کم و کاست۔ ہان کہدیا
عبد الرحمن نے خدا تعالےٰ کی جناب مین عرض کرتے ہوئے امیر عثمان سے بیعت کر لی۔ پھر تو
لوگ بیعت پر ٹوٹ پڑے یہ واقعہ ۲۳ھ بروز سوموار ہوا۔ سینچر کے روز غرہ محرم ۲۴ھ مین جلوس
ہوا۔ (تاریخ خمیس) تاریخ الخلفا مین لکھا ہے۔ کہ ۲۴ھ مین رَے فتح ہوا۔ اور اسی سال نکسیر
کی بیماری عالم گیر ہوئی۔ اسلئے اس سال کو سنۃ الرعاف کہتے ہین۔ اس سن مین روم
کے بہت قلعے مفتوح ہوئے۔ اسی برس مین امیر عثمان رضہ نے مغیرہ کو کوفہ سے معزول
کر کے سعد بن ابی وقاص رضہ کو حکومت پر مقرر فرمایا۔ ۲۵ھ مین سعد مذکور کو موقوف کر کے
ولید بن عقبہ اپنے رشتہ دار کو جو متہم شرب خمری تھا۔ مقرر کیا۔ بایں وجہ لوگ معترض
ہوئے۔ کہ اقارب کے ساتھ یہ احسانات خود غرضی ہے نہ عدل و انصاف تحفہ اثنا عشریہ
مین تمام اعتراضات کے جواب مذکور ہین ۲۶ھ مین امیر عثمان رضہ نے لوگون سے اماکن متصلہ
خرید کر کے مسجد الحرام کو وسیع کیا۔ اسی سن مین سابور فتح ہوا۔ ارجان وغیرہ بھی
قبرس پر بھی چڑہائی ہوئی تھی۔ لیکن جزیہ پر صلح ہو گئی۔ ۲۹ھ مین اصطخر اور فسا وغیرہ
فتح ہوئے۔ اس برس مین مسجد نبوی بڑہائی گئی۔ اور پتھر منقوش سے بنائی گئی۔ اور
چھت ساج کی ڈالی گئی۔ طول مسجد ۱۶۰ ذراع اور عرض ۱۵۰ ذراع قایم کیا گیا۔ صحیح
بخاری مین مذکور ہے۔ کہ بعض صاحبون نے اس پر اعتراض کیا۔ کہ مسجد مین تکلف نازیبا
ہے۔ اسپر امیر عثمان نے جواب دیا۔ کہ مین نے سرور عالم سے سنا ہے۔ فرماتے تھے۔ کہ
من بنی مسجدا لله بنی الله له مثله فی الجنۃ یعنی جیسی خوبصورت مسجد کوئی بنائے گا۔ ویسی

نزل بہشت مین تیار ہوگی بسنہ ۳۰ مین شہر جند اور خراسان کے بلاد کثیرہ طوس باور سرخس مرو بہیق فتح ہوئے بسنہ ۳۵ مین شہادت امیر عثمانؓ ہوئی۔ مدت خلافت ۱۲ سال ہے۔ ۶ سال تک تو کوئی معترض نہ ہوا۔ بلکہ امیر عمرؓ سے بہی زیادہ لوگ محبت کرتے تہے۔ لیکن اخیر چھ سال مین چونکہ آپ کو صلہ رحمی کا خیال ہوا۔ اور اپنے اقربا کو عہدہ جلیلہ عطا فرمائے۔ اور انہون نے بے اعتدالیان بہی کین۔ اس پر لوگ ناراض ہوئے۔ عبداللہ بن سرح جو امیر عثمانؓ کیطرف سے والی مصر مقرر تہا۔ اس کی از حد شکایتین پہونچین۔ موجودہ صحابہ کو اسکے تمام نقائص بیان کئے گئے۔ چونکہ امیر عثمان رض معلوم نہین کس تردد مین تھے۔ جواب شافی نہ ملنے پر طلحہ بن عبید اللہ نے کہڑے ہوکر امیر عثمان رض سے سخت کلامی کی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ نے کہلا بہیجا۔ کہ والی مصر کی نہایت بے اعتدالیان مسموع ہوئین۔ اُسے معزول کرکے کسی صحابی جلیل کو یہ عہدہ جلیلہ دینا مناسب ہے۔ حضرت علیؑ نے خود جاکر فرمایا۔ کہ ایسے ظالم بیباک کو مصر پر حاکم مقرر کرنا۔ اور پہر باوجود اسکے ایسے بداعمالون کے معزول نہ کرنا۔ ظلم صریح ہے امیر عثمان رض نے فرمایا۔ کہ اگر معاملہ ایسا ہی۔ تو فرما دیجئے۔ کہ اُسے معزول کرکے کسی اور کو اسکی جگہ بہیجدیا جائے۔ کہ شکایت باقی نہ رہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ لوگون کا یہی خیال ہے کہ اس عہدہ کے لائق محمدؐ بن ابی بکر ہین۔ امیر عثمانؓ نے اسی وقت ایک پروانہ لکہا ہے کہ ہم نے محمد بن ابی بکر کو بجائے ابن سرح کے والی مصر مقرر کیا ہے۔ یہ جاتے ہی چارج لے لین۔ اور ابن سرح اپنے آپ کو معزول سمجہے محمد بن ابی بکر بمعیت چند مہاجرینؓ انصار مصر کو روانہ ہوئے۔ کہ یکایک مدینہ عالیہ سے تین ایام کے مسافت پر ایک کالا غلام اونٹ سرپٹ دوڑاتا ہوا نمودار ہوا۔ محمد بن ابی بکر اور اسکے ساتہیون نے پوچہا۔ خیر تو ہے ہارب ہے۔ یا طالب یعنی کسی مصیبت سے بہاگا جا رہا ہے۔ یا کسی مفرور کی تلاش مین ساعی ہے۔ اسنے جواب دیا۔ کہ مین امیر عثمان کا غلام ہون۔ والی مصر کے پاس جا رہا ہون صحابہ نے کہا۔ والی مصر تو یہ محمد بن ابو بکر ہین اُسنے کہا۔ یہ مراد نہین ہین۔ اور چلتا نظر آیا۔ محمد بن ابو بکر رض نے اسکے پکڑنے کا حکم دیا۔ ایک صاحب تہوڑی دور جاکر پکڑ لایا

[illegible]

محمدؓ نے کہا سچ کہہ تو کون ہے۔ جواب مین کبھی کہتا مین امیر المومنین کا غلام ہون۔ اور کبھی کہتا مین مروان کا غلام ہون۔ کسی نے پہچان کر کہا۔ کہ غلام تو امیر عثمان کا ہے۔ خیر محمدؓ نے پوچھا۔ کہان جا رہا ہے۔ اور کیون جا رہا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ مصر مین۔ والی مصر کے پاس ایک پیغام لے جا رہا ہون۔ سوال ہُوا۔ کہ کوئی نوشتہ ہے۔ کہا نہین۔ تلاشی لیگئی۔ تو کوئی مکتوب برآمد نہ ہُوا۔ کسی نے اسکے سوکہے چمڑے کی ابریق کو اٹہا کر ہلایا۔ تو اس سے قلقلہ کی آواز ہوئی۔ جس سے معلوم ہُوا۔ کہ اس مین کوئی چیز ہے۔ چونکہ وہ خشک تہا۔ اسلئے ہلنے ہلانے سے کوئی چیز نہ نکلی۔ آخر چیر کر دیکہا۔ تو ایک ملفوف کاغذ ہے۔ محمد بن ابی بکرؓ نے اپنے ہمراہیون کو جمع کرکے اوسکو کہولا۔ تو امیر عثمانؓ کی جانب سے ابن سرح کو لکہا تہا۔ کہ محمد بن ابی بکر اور فلانا اور فلانا جب تیرے پاس آوین تو ان کے ہاتہہ پاؤن کاٹ کر سولی چڑہا دے۔ اور ایک روایت مین یون ہے۔ کہ جب تیرے پاس آوین۔ تو انہین کسی حیلہ سے قتل کر ڈال۔ اور اس خط کو باطل (چیر پہاڑ) کر دے۔ اور اپنے عہدہ پر جما رہ۔ اور قید کر ڈال اونکو جو تسکائتین لانے والے ہین۔ قریب ہے۔ کہ مین اپنی کوئی رائے قائم کرکے تجکو لکہونگا۔

جب یہ مکتوب پڑہا جا چکا۔ تو محمد بن ابی بکرؓ مع ہمراہیون کے واپس ہوئے۔ اور امیر عثمانؓ سے بگڑے تیورون مین یہ بات ظاہر کی۔ امیر عثمانؓ نے حلفیہ کہا۔ کہ مجھے اس امر کی خبر نہین۔ نہ مین نے ایسا حکم لکہا نہ لکہوایا۔ محمدؓ نے کہا۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ مُہر بہی آپ کی جو فرمان پر چسپان ہے۔ اور اونٹ بہی آپ کا جسپر فرمانبر سوار ہے۔ اور فرمانبر بہی آپکا غلام۔ اور آپ فرماتے ہین مجھے خبر ہی نہین۔ پس لازم ہے۔ کہ آپ مغلوب الامر ہونے کیوجہ سے قابل معزولی ہین۔ امیر عثمانؓ نے فرمایا نہین پہر تو محمد بن ابی بکر نے ایک جماعت قائم کرکے امیر عثمانؓ کو محصور کر لیا۔ اور پانی بند کر دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بہی اپنی معیت مین لینے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام واپس ہو کر اپنے ارادہ کے پورا کرنے کی کوشش مین مصروف ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے قرآن شریف لے کر مکان کا دروازہ بند کر لیا۔ اور تلاوت مین مشغول ہوئے مجاصرین

کی تعداد ۶۰۰ بیان کیجاتی ہے۔ امیر عثمان رضہ نے جب دیکھا کہ پانی تک بہی روک دیا ہے۔ تو تنگ ہوکر ایک دن بآواز بلند پکارے کہ حضرت علی رضہ تمہارے درمیان ہین۔ جواب ملا نہین۔ فرمایا۔ کیا سعد ہین۔ بولے نہین۔ پہر فرمایا۔ کیا تم مین کوئی ہے جو پانی پلادے۔ سب خاموش رہے۔ یہ بات کسی طرح حضرت علی رضہ کے گوش گذار ہوئی تو آپ نے ۳ مشکیزہ پانی کے بہجوا دیئے۔ لیکن محاصرین نے روک دیئے۔ اور مشکیزونکو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ کہتے ہین کہ حضرت علی رضہ نے یہ بہی محاصرین کو کہلا بہیجا۔ کہ مروان کو سزادینی تہی نہ عثمان رضہ کو۔ بلکہ حسنین رضہ شریفین کو بہیجدیا۔ کہ عثمان رضہ کی حفاظت کرین۔ محاصرین پر چونکہ غضب چہایا ہوا تہا۔ پرواہ تک نہ کی۔ بلکہ امام حسن رضہ کو بہی تکلیف پہونچائی۔ اور چہپ چہپا کر آخر کار اس مظلوم پیاسے پر ابی حزم انصاری کے گہر کیطرف سے دیوارین پہاند کر ٹوٹ پڑے۔ پہلے پہل محمد بن ابی بکر رضہ نے جاکر امیر عثمان رضہ کی ریش جنبانی کی۔ امیر عثمان رضہ نے کہا اے بہتیجے تیرا باپ اس ریش کی عزت کرتا تہا۔ تجہے ایسا کرنا مناسب نہین۔ تجہے تیرے حمایتی نہین چہڑائینگے۔ بلکہ کوئی تیرے کام نہین آئیگا۔ محمد بن ابی بکر رضہ نے چہوڑدیا۔ اور نادم ہوکر باہر نکل گیا۔ لیکن اس کے ہمراہیون نے اسکے اشارہ سے یا جس طرح امیر عثمان رضہ پر حملہ کیئے۔ اور اخیر مین کسی نے ایسا مشقص آپکے مُنہ پر مارا کہ خون کے فوارے چہوٹ پڑے۔ اور قرآن شریف خون آلودہ ہوگیا۔ یہ آیت شریفہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وردِ زبان تہا۔ کہ مقتول ہوئے۔ انّا للہ وانا الیہ راجعون ط

شوال مین محاصرہ ہوا تہا۔ اور ذی الحجہ ۳۵ھ مین مقتول ہوئے۔ انکی تاریخ مخبر الواصلین نے اس طرح لکہی ہے۔ نظم ؎

۱؎ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات مین لکہا ہے۔ کہ آمدن مصریان باستعانت از دست عامل مصر نزد عثمان رضہ وفرستادن محمد بن ابوبکر رضہ را بولایت مصر وبرگشتن وے از میانہ راہ بہ مکر مروان ومحضر کردن وبقتل رسانیدن عثمان رضہ واین قصہ آنست بغایت موحش ومولم چنانکہ درکتب سیر مسطور است واین اول فتنہ ایست کہ ودین اسلام واقعہ شدہ فانا للہ الخ۔

آنکہ او صاحب حیا بودہ ‏ حامیٔ دینِ مصطفےٰ بودہ
دہ و دو سال در خلافت ماند ‏ خلق را در رہ شریعت خواند
سوئے فردوس چو عزم نمود ‏ جمعہ و ہژدہم ذیحجہ بود
چونکہ او دال خیر و احسان بود ‏ در سن دال رحلتش ہم بود

ایام محاصرہ مین جماعت کرانے کے لئے مختلف آئمہ کے نام لئے گئے ہین حضرت علیؓ ابن عباسؓ۔ ابو ہریرہؓ کے نام خصوصیت کے ساتھ لئے جاتے ہین۔ ابی سعید مولے عثمانؓ سے روایت ہے۔ کہ ایام محاصرہ مین بیس غلام آپنے آزاد کئے۔ اور فرمایا۔ کہ مین نے سرور عالم و ابوبکرؓ و عمرؓ کو خواب مین دیکھا۔ فرماتے ہین صبر کر تو آئندہ شب کو ہمارے پاس افطار کرے گا۔ جب حضرت علیؓ کو امیر عثمانؓ کے قتل کی خبر ہوئی تو فرمایا تہا۔ للقاتلین آخر الدہر۔ ابو عمرو کہتا ہے۔ کہ قاتلین نے بعد از قتل پہینک دیا۔ رات تک کسی نے خبر نہ لی۔ بعض کا قول ہے کہ ۳ یوم پڑے رہے۔ بعض کا قول ہے۔ کہ مزبلہ پر پہینکدیے گئے۔ تین یوم کے بعد شب کو چند آدمیون نے انکی تجہیز و تکفین کرنی چاہی۔ لیکن محاصرین مانع ہوئے۔ اس مین اختلاف ہے۔ کہ غسل و جنازہ ہوا۔ یا یون ہی دفن ہوئے۔ واللہ اعلم۔

لیکن معارف ابن قتیبہ نے جزما لکہا ہے۔ کہ صلے علیہ جبیر بن مطعم واخفوا قبرہ ۱۲ واقدی کا بیان ہے۔ کہ رات کو دفن ہوئے۔ اور قبر مخفی کی گئی۔ دول الاسلام سے نقل کیا گیا ہے کہ زمانہ خلافت آپ کا ۱۲ برس ہے۔ وتفرقت الکلمۃ بعد قتلہ وھاج الناس واقتتلوا . . . حتے قتل من المسلمین تسعین الفا آپ کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ بیان کیجاتی ہے۔ مرویات ان کی کتب احادیث مین ۱۴۶ مذکور ہین۔ جنۃ البقیع مین پہلے پہل آپ دفن ہوئے۔ آپکے ۹ فرزند اور سات لڑکیان تہین (کما فی الخمیس) آپ کا میر منشی مروان بن حکم تہا۔ جو تمام فتنون کی بیخ اور سارے فسادون کی بنیاد تہا۔

فائدہ - امیر عثمان رضؓ و ابو عبیدہ کے درمیان کسی معاملہ مین بحث ہوئی۔ تو ابو عبیدہ نے کہا۔ کہ کیا تو میرا مقابلہ کر سکتا ہے۔ حالانکہ مین تم سے با یجہت افضل ہون۔ کہ مین بیعۃ الرضوان مین حاضر تہا۔ اور تو غائب۔ مین جنگ بدر مین بمعیت سرور عالم شرفیاب تہا۔ اور آپ اپنے گہر مین جا گزین تہے۔ جنگ احد مین مین ثابت قدم رہا۔ اور آپ مفرور۔ امیر عثمان نے جواب دیا۔ کہ سچ ہے۔ لیکن تفصیل سے خود بخود فیصلہ ہو جائیگا۔ بیعۃ الرضوان مین۔ بارشاد نبویؐ مین مکہ کو گیا تہا۔ بوقت بیعت سرور عالم نے اپنے بائین ہاتہ کو میرا ہاتھ تصور فرما کر بیعت لی۔ خدا کی قسم سرور عالم کا بایان ہاتھ تمام جہان کے ہاتہون سے بہتر ہے۔ بدر مین حاضر نہ ہونیکی وجہ یہ ہوئی۔ کہ سرور عالم نے خود مجہے مدینہ پر اپنا خلیفہ مقرر کرکے اعزاز بخشا۔ علاوہ بر آن آپ کی دختر نیک اختر رقیہ جو میرے گہر تہی وہ بیمار تہی۔ اس کی تیمار داری کے لئے بہی مجہے خاص طور فرمایا تہا۔ چونکہ یہ سب کچھ حضور سرور عالم کے ارشاد سے ہوا۔ اسلئے واپس آکر مجہے غازیون کے برابر حصّہ بہی عطا فرمایا۔ اور یہ بہی کہا۔ کہ تیرا اجر مثل اصحاب بدر ہے۔ باقی رہا احد سے مغرور ہونا یہ بیشک میرا قصور تہا۔ لیکن ستار علیم خبیر نے ہماری ندامت اور خلوص قلبی کو دیکہکر ہمارے فرار اور پھسلجانے کو شیطان کی طرف لگایا۔ اور ہمین معافی دیدی تو میری یہ قصور قطعاً مغفور ہے اور تیری جو قصورین ہین ان کا فیصلہ ابہی درپیش ہے معلوم نہین کیا ہو۔ اب جو فیصلہ انصاف کریگا۔ وہ معلوم ہے۔ آیت معافی یہ ہے ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلهم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا الله عنهم ان الله غفور رحیم ط یہ تمام واقعہ ابن الحدید نے شرح نہج البلاغۃ مین بالتفصیل لکہا ہے۔ اور مختصر انوار الابصار مین بہی مذکور ہے۔ اس امر کا بیان کرنا بہی ناموزون نہ ہوگا۔ کہ امیر عثمان رضؓ پر جن عیوب کی وجہ سے یہ شورش ہوئی۔ ان سب سے بڑہکر یہ ہے کہ امیر عثمان رضؓ ابتدا ہی سے بڑے مالدار اور کثیر الخیرات تہے۔ رسالت سے ہی رشتہ نواز۔

ترمذی شریف مین غزوہ تبوک کے معاملہ مین جو بوجوہ مشکلات جیش العسرہ کے نام سے مشہور ہے حضرت سرورِ عالم کی ادنےٰ ترغیب عمومیہ پر ۶۰۰ شتر بنے بنائے کا عطیہ خدمت عالیہ مین پیش کیا۔ جس پر حضورؐ نے نہایت مسرور ہو کر دعا خیر دی۔ ایسے مواقع بارہا امیر عثمان کو ممتاز ہونے کے ہاتھ آتے رہے علاوہ برآن اپنے رشتہ کے ساتھ احسان کرنیکا مادہ ان مین کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تہا۔ ان کے زمانہ خلافت مین تو دنیا کی وسعت اور فراخ بالی جو صحابہ کے پیش نظر رہی وہ محتاج بیان نہین۔ ایک ایک گہوڑا لاکہہ لاکہہ درہم کو خریدا گیا۔

امیر عثمان رضہ نے اپنے اقارب ورشتہ داران کو عہدہ جلیلہ بہی عطا کئے۔ اور عطیات سے بہی دریغ نہ تہا۔ یہی وجہ زیادہ محسود خلایق ہونیکی ہوئی۔ فجرے ماجرے۔

تاریخ خمیس مین دول الاسلام سے اسکا نقشہ باین نقوش کہینچکر دکہلایا ہے۔

لما وقعت الغزوات واتسعت الدنیا علی الصحابۃ کثرت الاموال حتے کان الفرس یشتری بمائۃ الف وحتے کان البستان یباع بالمدینۃ باربعمائۃ الف درھم وکانت المدینۃ عامرۃ کثیرالخیرات والاموال والناس یجیئ الیھا خراج الممالک وھی دار الامان وقبۃ الاسلام فبطر الناس بکثرۃ المال والخیل وانھم فتحوا اقالیم الدنیا واطمانوا وتفرغوا ثم اخذوا ینتقمون علی خلیفتہم عثمان رضہ لکونہ یعطی المال لاقاربہ ویولیہم الولایات الجلیلۃ فتکلموا فیہ وکان قد صار لہ اموال عظیمۃ ولہ الف مملوک والی بھم الامر الی ان قالوا ھذا لا یصلح للخلافۃ وھموا بعزلہ وثاروا لمحاصرتہ وجرت امور طویلۃ نسال اللہ العاقبۃ ؎

مختصر تذکرہ بعل الزہرؓا ابو الآئمہ الاتقیا سر الانبیاء والمرسلین امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب مطلوب کل طالب وراغب مولانا و مولی الکل سیدنا امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

محی الدین بن عربی نے فتوحات مین لکھا ہے۔ کہ نور سرور عالم کی پہلی تجلّی علی المرتضیٰ پر منجلی ہوئی۔ آپ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور داماد ہین۔ ان کے شمایل علمی و عملی فضایل نسبی و حسبی کا تقریر و تحریر کے احاطہ مین محاط ہونا ناممکن نہین تو مشکلتر ضرور ہے۔ امام احمد رہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جتنے مناقب حضرت ممدوح کے ہمین پہنچے ہین۔ کسی صحابی کو ان سے تقابل نہین دیا جا سکتا۔ حضرت عبد المطلب کے سرور عالم بھی نبیرہ ہین۔ اور سید العرب و مولے الکل علی المرتضے بھی نبیرہ ہین۔ مناصب آلہیہ مین صرف اتنا فرق ہے۔ کہ سرور عالم رسول اور نبی ہین اور علی المرتضےٰ اسد اللہ اور ولی ہین۔ جامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین۔ ؎

بود سر کمال مصطفوی گشت ختم خلافت نبوی

بود ختم رسل وازپئے شد علی خاتم ولایت وے

جناب کے والد ماجد کا نام عبد مناف کنیت ابو طالب ہے۔ یہ سرور عالم کے سچے جان نثار اور با اخلاص وفادار تھے۔ علما قاطبۃ متفق ہین۔ کہ جس قدر حمایت۔ نصرت۔ کفالت۔ پاسداری۔ حفاظت بحق سرور عالم ان سے نمودار ہوئی وہ انہین کا حصہ تھا۔ ان کے ایمان مین شک کرنا۔ مشکوک ہے۔ اہل بیت علیہم السّلام آپ کے ایمان کے قایل ہین۔
(معارج النبوۃ)

محققین صوفیہ[1] بھی اس پر قایل ہین علماے متبحرین مثل سیوطی شعرانی وغیرہما بھی اس حزب اللہ مین شامل ہین۔ اسنے المطالب و معارج ملاحظہ ہو۔ باقی علما کا اضطراب و اضطرار تعجب خیز نہین۔ بلکہ حیرت انگیز ہے۔ آیہ انک لاتھدی من احببت پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ کہ یہ ابوطالب کے کفر ثابت کرنے کے لئے نازل ہوئی۔ پھر کافر کہنے مین کیا تامل ہے حالانکہ رازی نے لکھدیا ہے۔ کہ اس آیہ شریفہ سے کفر ثابت نہین ہوتا۔ درمختار مین صراحت کردی ہے۔ کہ جس مسلم کے کفر مین اختلاف ہو۔ گو بروایت ضعیفہ ہی سہی۔ اسکے کافر ہونے کا فتوے نہ دیا جاے۔ لا یفتے بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ

مولوی عبدالحی لکھنوی سے تعجب ہے۔ کہ سید دحلان مولف رسالہ اسنے المطالب فی نجات ابی طالب اور بعض شیوخ مکہ معظمہ کی ضد مین آکر حضرت ابوطالب کے کفر ثابت کرنے مین کوہ کندن وکاہ برآوردن جیسا زور لگایا۔ اور درک المارب نامی ایک رسالہ لکھنے کا انتظام کیا چاہتے تھے۔ کہ ابوطالب کو کافر بناکر اپنے ایمان پر روشنی ڈالین لیکن قبل از اتمام کفر کو دلمین لیکر عالم خموشان مین جا بسے۔ لیکن عمدۃ الرعایہ مین یادگار چھوڑ گئے۔ چونکہ اسنی المطالب اور قول جلی مین بدلایل قویہ مبرہن کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ ناجی اور مومن ہین۔ اور معترضین کے اعتراضات کے ایسے وندان شکن جواب دئے گئے ہین کہ وہ انگشت بدہن ہین۔ اسلیے ہم بلحاظ اختصار اُن رسایل کیطرف توجہ دلاتے ہین۔ کہ انصاف سے انکا مطالعہ کرین واللہ ہو الہادی۔ جن کو ابو الائمہ کی تنقیص و کفر مین مزا آتا ہے۔ اور سادات و علویین کی دل آزاری مطلوب ہے

---

[1] امیر خسرو رہ نے محبوب الٰہی کی زبانی لکھا ہے۔ کہ ابوطالب قیامت کے دن بہشت مین داخل ہونگے۔ پھر ایک نقل شفیق بلخی کی بیان کی ہے۔ کہ انہون نے حضرت خضر سے دریافت کیا۔ کہ کیا حضرت ابوطالب بہشت مین جائینگے۔ حضرت خضر نے جواب دیا۔ کہ ہان مین نے سید عالم کی زبانی سنا ہے۔ فرماتے تھے۔ کہ ابوطالب قیامت کے دن بہشت مین جائینگے۔ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ دنیا سے ابوطالب کا باایمان جانا شیطان پر غمناکی کا موجب ہوا۔ دیکھو صفحہ راحۃ المحبین ہم ناظرون کو تاکیدا توجہ دلاتے ہین۔ کہ وہ ضرور رسالہ اسنی المطالب مطالعہ فرمائین

وہ یہ یاد رکھین کہ یہ جرأت وجسارت خسارت کا مزا دکہائے گی۔ حضرت ابوطالب کے چار پسر تھے۔ اور دو دختران۔ عقیل۔ جعفر۔ علی۔ طالب۔ ام ہانی انکا نام فاختہ تہا۔ جمانہ۔ یہ سب حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کے بطن سے تھے۔ یہ فاطمہ پہلی ہاشمیہ ہے۔ جسنے ہاشمی اولاد کے کہیت کو سرسبز و ترو تازہ کیا۔ اسکے ساتھ سرور عالم کو بہت محبت تہی۔ یہ اسلام کی غایت درجہ گرویدہ اور دلدادہ تھین۔ جب انکا انتقال ہوا۔ تو سرور عالم کو از حد ملال ہوا۔ اور اپنی قمیص خاص کفن مین دی اور اس کی قبر مین پہلے خود بذات مبارک لیٹے۔ اور فرمایا کہ یہ مین نے اس لئے کیا کہ اسے ضغطہ قبر سے امان ہو۔ اور قمیص کا کفن باینوجہ پہنایا۔ کہ ثیاب جنت سے ملبوس ہو۔ اضطجعت فی قبرھا لاخفف عنہا من ضغطۃ القبر والبستہا لتلبس فی ثیاب الجنۃ (فرع نامی) اور بعد از دفن انکی قبر منور پر کہڑے ہوکر فرمایا۔ اللھم اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد ووسع علیہا مدخلہا بحق نبیك والانبیاء قبلی فانك ارحم الراحمین۔ یہ بہی فرمایا کہ ابوطالب کے بعد میری بڑی محسنہ یہی تہین۔ غرضکہ یہ دونو بیوی میان احسن خلق اللہ الی رسول اللہ تھے (دیکہو نورالابصار)

حضرت عقیل اپنے بہائی جعفر سے دس سال بڑے تہے۔ اور حضرت جعفر حضرت علیؓ سے دس سال کلان تھے۔ اور طالب سب سے چہوٹے تھے۔ حضرت عقیل صحابی ہین علم النساب کے بڑے ماہر تھے۔ فضایل وکمالات سے کافی طور پر بہرہ اندوز تھے۔ جب باب امیرالمومنین علی المرتضےٰ ومعاویہ باب الحرب مفتوح ہوا۔ تو آپ نے بہائی علی المرتضےٰ سے یکسوئی اختیار کرکے معاویہ کے پاس چلے آئے۔ صواعق محرقہ مین اس کا منشا یہ دکہلایا ہے۔ کہ امیرالمومنین علی المرتضےٰ رضؓ نے حضرت عقیل کے لئے اس قدر شعیر روزانہ مقرر کئے ہوئے تھے۔ جو بایحتاج سے زائد نہ تھے۔ ایک دن ابنا ر العقیل نے دیکہا۔ کہ جب المال سے تو ملنا دشوار ہے۔ امیرالمومنین خود قوت لایموت پر کفایت کرتے ہین۔ انکا اتفاک اجازت دیگا۔ کہ وہ میری خواہش پوری کرین۔ اس لئے

اپنے روزانہ قوت سے گنجایش کرنی شروع کی۔ جب اسقدر ذخیرہ شعیر فراہم ہو گیا۔ کہ ہریسہ تیار ہو سکے۔ ان کو فروخت کرکے سامان ہریسہ خریدا اور ہریسہ تیار کرکے اپنے بہائی کو بہی دعوت دی۔ کہ جناب بہی ہمارے ساتھ کہانے مین شریک ہون۔ امیر المومنین حاضر ہوئے۔ تو ہریسہ دیکہکر متعجب ہوئے۔ کہ یہ کیونکر میسر ہوا حضرت عقیل نے تمام سرگذشت عرض کی۔ امیر المومنین ؓ نے فرمایا کہ مایحتاج سے زاید تہا۔ تو یہ گنجایش ہوئی۔ خدا کی قسم آئندہ اُتنا کم دلوایا جائیگا۔ تاکہ گنجایش تک نوبت نہ پہنچے۔ کیونکہ بیت المال سے کفایت سے زیادہ لینا جہنم کی سیر کا باعث ہے حضرت عقیل اس بات پر بگڑ گئے۔ اور کہا اچہا مین جناب کیخدمت مین ہی رہنا نہین چاہتا۔ آپ نے تو ہمیشہ نار جہنم سے ڈرا ڈرا کر ہمارا ستیاناس کر دیا ہے۔ مین اس کے پاس چلا جاتا ہون۔ جو علے الدوام مرغن کہانے کہلایا کریگا۔ اور چلدیئے معاویہ نے انکی خاطر و مدارات کو پیش نظر رکہا۔ اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چند یوم کے بعد ایک مجمع مین یہ لن ترانی کی۔ کہ اگر عقیل مجہے علی المرتضے سے اچہا نہ سمجہتے۔ تو انہین چہوڑکر میرے پاس کیون آتے۔ حضرت عقیل یہ سنتے ہی اٹھ کہڑے ہوئے۔ کہ ایسا نہین ہے۔ امیر المومنین علی المرتضے میرے دین و اسلام کی بہلائی چاہتے تھے۔ لیکن مین نے دنیوی عیش کو پسند کیا۔ جو تیرے پاس حاصل ہوتا ہے۔ واسال اللہ خاتمۃ خیر۔

مستطرف کے صفہ؟ پر لکہا ہے۔ کہ ایک دن معاویہ نے عقیل ابن طالب سے کہا کہ علی المرتضے نے تجہے کاٹ دیا۔ اور مین نے تیرے ساتھ مواصلت کی۔ کیا اب بہی تو علی المرتضے ؓ کو منبر پر کہڑے ہو کر لعن کرنا پسند نہین کریگا۔ حضرت عقیل ؓ نے کہا۔ اچہا بندوبست کیجئے گا۔ مجمع بنایا گیا۔ آپ نے منبر پر کہڑے ہو کر حمد و صلوٰۃ کے حاضرین سے خطاب کرکے فرمایا۔ ایھا الناس مین معاویہ کی طرف سے علی المرتضے کی لعنت پر مامور کیا گیا ہون۔ تم سب اُسے لعنت کرو۔ اللہ کی بہی اس پر لعنت ہو یہ کہکر منبر سے اُتر آئے۔ معاویہ تاڑ گئے۔ اور کہا۔ کہ عقیل تم نے گول مول کر دیا ہے۔

یہ تو ظاہر نہ ہوا۔ کہ تم نے مجھے لعنت کی یا میرے مخالف کو فرمایا۔ مین اس سے کم و بیش کچھ نہین کہہ سکتا۔ والکلام علے نیۃ المتکلم ۱۲

یعنی مین نے جس کی نیت کی ہے۔ وہی ملعون ہوگا۔ یہ بہی لکھا ہے کہ احنف بن قیس سے بہی ایک دفعہ اس معاملہ مین معاویہ نے کلام کی اور اُسے مجبور کیا گیا۔ کہ وہ منبر پر کہڑا ہوکر علی المرتضےٰ رض کو لعنت کرے۔ اُس نے معافی طلب کی۔ جواب ہوا کہ تم کو ضرور انصافاً یہ کرنا ہوگا۔ آخر وہ منبر پر کہڑا ہوگیا۔ اور کہا صاحبو! مجھے معاویہ نے علی المرتضےٰ پر لعنت کرنے پر مامور کیا ہے۔ تم ہوشیار ہوکر سنو۔ کہ علی المرتضےٰ رض و معاویہ دونو آپس مین لڑکٹ رہے ہین۔ اور ہر ایک اپنے مخالف کو باغی سمجہتا ہے۔ پس مین دونون مین سے ایک پر لعنت کرتا ہون۔ خدا تمہین رحمت کرے۔ تم بہی آمین کہنا۔ پہر یہ کہا کہ اے معبود برحق تو ہی اور تیرے فرشتے اور انبیاء اور تمام مخلوق بہی اس پر لعنت کرین۔ جو اپنے صاحب کا باغی ہو۔ اور جماعتِ باغیہ پر بہی لعنت بہیج پہر فرمایا۔ اللہم لعنا کثیرا احاضرین! خدا تمہین رحمت کرے۔ تم بہی آمین کہو۔ واللہ اعلم۔ (مستطرف)

یہ بہی لکھا ہے۔ کہ گو حضرت عقیل معاویہ کے پاس رہے لیکن کبہی مقابلہ پر نہ آئے۔ اور نہ دینی شکایت کی۔ آخر عمر مین نابینا ہوگئے تھے۔ تقریب التہذیب مین ۶۰ھ کو وفات بتلائی ہے۔ واللہ اعلم۔ آپ کثیر الاولاد تھے۔ معارف ابن قتیبہ ملاحظہ ہو۔

حضرت جعفر بن ابی طالب۔ یہ جس طرح ذو الجناحین کے لقب سے ممتاز تھے۔ اسی طرح ذو الہجرتین کے لقب سے بہی سرفیاب تھے۔ سرور عالم کو ان سے عجیب طرح کی دلخواہی تہی شکل و شباہت۔ ملاحت و صباحت۔ اخلاق و متانت مین نبوی آثار نمایان تھے جس دن آپ حبشہ کے سفر سے واپس تشریف لائے۔ تو وہی دن خیبر کی فتح کا دن تہا۔ قدوم جعفر رض و فتح خیبر کا حضور سرور عالم پر ایسا ملا جلا سرور ہوا۔ کہ فرمانے لگے۔ مین نہین کہہ سکتا۔ کہ میری بشاشت کا افراط بوجہ فتح خیبر ہے۔ یا بوجہ قدوم جعفر ہے

کہڑے ہوکر جعفر سے معانقہ کیا۔ اور پیشانی پر بوسہ دیکر فرمایا۔ کہ اشبہت خلقی وخلقی (خمیس) غزوۂ موتہ مین ۸ھ کو شہید ہوئے۔ ان کی شہادت مسموع کر کے خاندان بنی ہاشم گریان ونالان رہا۔ تین ایام کے بعد حضور فداہ ابی وامی نے فرمایا۔ لاتبکوا علے اخی بعد الیوم۔ بس آج کے بعد میرے بہائی جعفر پر گریہ وبکا مت کرو۔ اور یہ بہی فرمایا۔ کہ ان لہ جناحین یطیر بہما حیث شاء من الجنۃ۔

ابوہریرہؓ کا مذہب تہا۔ کہ بعد النبی یہی افضل الناس ہین۔ شجاعت وشہامت مین بلنظیر تہے۔ شہادت کے بعد ان کے جسم مبارک کے مقدم حصہ مین تلوارونکے ۹۴ زخم شمار کئے گئے۔ علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آپ ہی صاحب اولاد تہے۔ طالب بن ابی طالب کا تذکرہ بوجہ عدم حصول اسلام متروک ہے آپ لم یعقب کے زمرہ مین معدود ہین۔

اما علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔ انکی ولادت باسعادت ۱۳ رجب المرجب اصحاب الفیل سے تیس سال بعد اور ہجرت سے ۲۳ سال پہلے مکہ معظمہ مین کعبہ کے اندر وقوع مین آئی۔ نورالابصار مین لکہا ہے۔ لم یولد فے البیت الحرام قبلہ احد سواہ فرع النامی مین منقول ہے ؎

ولدتہ فے الحرم المعظم الہ — طابت وطاب ولیدھا والمولد

گوہر جو پاک بود صدف نیز پاک بود — آمد میانہ حرم کعبہ در وجود

کعبش زفیض کعبہ صفا داشت لاجرم — بردوش سید ہردوجہان جلوہ نمود

مولانا رومی قدس سرہ نے بعض قصائد مین باین الفاظ زیب قلم کیا ہے۔ ؎

اے شحنۂ دشت نجف — از تو نجف دیدہ شرف

تو دری وکعبہ صدف — مستان سلامت می کنند

آپ کا مشہور نام علی المرتضےٰ اور کنیت ابوتراب ہے۔ انکے والد ابوطالب نے اسد نام رکہا تہا۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب فاطمہ بنت اسد والدہ اسد اللہ

اس مولود مسعود کو حرم سے لیجا کر گھر پہونچین۔ تو ابوطالب دوڑ کر دیکھنے کو تشریف لائے۔ اور اُٹھا کر پیار کرنا چاہا۔ تو آپ چونکہ بدیدار سیدالابرار مشتاق تھے اس لئے شیر کی طرح پنجہ کا وار کر کے ہٹا دیا۔ والدہ دودھ پلانے لگین۔ تو باین وجہ کہ پہلے پہل لعاب سرور عالم ؐ کے متمنی تھے۔ انہین بھی دور کر دیا۔ آثار شجاعت پیشانی نورانی پر ہویدا و نمایان تھے۔ ابوطالب نے اپنی بیوی سے پوچھا۔ کہ مولود کا کونسا نام تجویز کیا ہے جواب ہوا کہ زید فرمایا۔ واہ تم بھی اچھے ہو۔ ان کے پنجہ مین تو شیری طاقت ہے۔ ان کا نام بھی اسد ہونا چاہیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت سرور عالم جلوہ افگن ہوئے۔ تو ماجرا مسموع کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ ان کا نام علی ہو۔ ان کی والدہ نے عرض کی۔ کہ ہان آپ نے خوب نام تجویز فرمایا۔ ہاتف غیبی سے بھی سن چکی تھی۔ لیکن ذہول ہو گیا تھا۔ فرمایا وہ کیونکر۔ تو حضرت فاطمہ بنت اسد نے عرض کی۔ کہ قریب ولادت یعنے وضع حمل مین نے حرم محترم مین سعادت اندوزی کا شرف حاصل کیا۔ اور وضع حمل بھی وہین وقوع مین آئی۔ تو خیال ہوا۔ کہ نام کا استخراج بھی بیت اللہ ہی مین رب البیت سے کرنا اصلح ہے مین نے باین الفاظ بجناب رب الارباب التماس کی۔ ؎

بین لنا بحکمك المرضی ماذا ترے من اسم ذی الصبی

یعنی جس طرح یہ سعادت اس مولود مسعود کو عطا ہوئی کہ وہ بیت اللہ مین پیدا ہوا۔ یہ بھی ہمین بیان فرمادین۔ کہ سرکار عالی کا پسندیدہ فرمان اس بچہ کے تسمیہ مین کیا ہے۔ تو جواب مین علی رض مسموع ہوا تھا۔ پھر یہی نام مشہور کر دیا گیا۔ پھر سرور عالم نے قریب ہو کر دیکھنا چاہا۔ تو فاطمہ نے عرض کی۔ کہ گہوارے مین سوتے ہین بسم اللہ۔ لیکن یہ خیال فرمائے گا۔ کہ لڑکا ذرا شوخی کرتا ہے۔ سرور عالم نے فرمایا واہ مجھے بھی۔ جب حضور گہوارہ کے پاس گئے۔ اور جگایا تو لمس کو پہچان گئے ؎

آمد آن دلبر کہ من می خواستم۔ اوسیوقت آنکھہ کھول کر پہلے پہل جمال نبوی ؐ کا مشاہدہ کیا۔ اور مسکرائے اور زبان حال سے یہ مضمون ادا کیا۔ ؎

اندرین ساعت کہ دیدم نازنین خویش را　　یافتم خرم دلے اندوہگین خویش را

پھر حضور سرِدار دوعالم اپنی گود میں لے لیا۔ اور اپنی زبان مبارک ان کے منہ مین رکھدی۔ اور وہ چوستے رہے۔ لکھاہے۔ کہ یہی وجہ تھی۔ کہ والدین سے مذکور معاملہ کیا۔ تاکہ پہلے پہل آنکھ جو کھلے۔ تو دیدار سیّد الابرار ہو۔ اور شکم پدری کا افتخار بھی بلعاب محبوب پروردگار ہو۔ المختصر کم بیش دس برس تک سرِور عالم کی آغوش مبارک مین تعلیم وتربیت سے بہرہ یاب ہوتے رہے۔ کہ یکایک آفتاب نبوت چمکا اور مہتاب ولایت پرتکر زمین اور روشنی ڈالتا ہوا منور جہان ہوا۔ آپ ہر ایک موقعہ پر سرِور عالم کے دست وبازو رہے۔ اور انواع اقسام کے فضائل ومناصب اقتباس کرتے رہے۔ تمام مشاہدمین ان کی شجاعت ودلیری کے جواہر زواہر متجلی ہوتے رہے۔ صرف جنگ تبوک مین باینوجہ حاضر نہوئے۔ کہ خود سرِور عالم نے انہین اپنے کاشانہ مین رہنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ جسپر عرض کی گئی۔ اتخلفنی فی النساء والصبیان۔ کیا آپ مجھے عورتون اور لڑکون مین چھوڑجاتے ہین۔ جواب ہوا کہ اما ترضے ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ کیا آپ پسند نہین کرتے۔ کہ آپ مجھے اس منزلت پر ہون۔ جو ہارونؑ کو موسیٰ سے تھی۔ چونکہ کتاب مین اختصار مطلوب ہے۔ اسلئے تمام حالات وکمالات کسی کے بھی درج نہین ہوسکتے۔ سرِور عالم تو سرِور عالم ہین۔ خلفاء اربعہ کا بھی اور بعد کے بزرگون کا نیز پورا نقشہ نہین دکھایا جاسکتا۔ خلفاء اربعہ سے علی المرتضےؓ کے کارنامے خصوصًا اطول ہین۔ کیونکہ جس طرح انکے سنین عمر بعد از ولادت ازید ہین۔ اسی طرح ان کے حالات لامحالہ ازید ہونے چاہئین اور ہین۔ اس خدمت کا پورا حق وہ ادا کرسکتا ہے۔ جو صرف مستقل طور پر ان کے کارنامہ کا شرف حاصل کرسکے

سلہ امیر خسرو رو حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا بدایونی سے نقل فرماتے ہین۔ کہ حضرت علی کو پہلا غسل خود سرِور عالم نے دیا۔ اور روئے۔ ابوطالب نے کہا۔ کہ خوشی کے موقعہ پر گریہ۔ اس مین کیا بھید ہے۔ فرمایا خیر علی المرتضےٰ کو پہلا غسل مین نے دیا۔ لیکن میرا اخیری غسل علی کے ہاتھ سے ہوگا۔ (راحۃ المحبین)

ہجرت کے دوسرے سال مدینہ طیبہ میں آپ کا نکاح سیدۃ النسا حضرت فاطمہ سے بامر الٰہی منعقد ہوا۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد زفاف بھی ہوگیا۔ آپ ہمیشہ رہا نہیں جاتا بیت اللہ کا مولود اور رسول اللہ کا داماد چشم بددور یہ انہیں کا حصہ تھا۔ کسی شاعر ماہر نے اس نازک مضمون کا کیا ہی پرلطف نقشہ کھینچا ہے۔ ؎

فرزند بخانہ خدا شد　　　با بنت نبی کد خدا شد

فللہ درہ۔ فرع النامی میں ریاض المستطابہ سے نقل کیا ہے۔ کہ اسد اللہ کے ایمان کے اظہار میں روایات مختلفہ ہیں۔ صواب یہ ہے کہ از توقیت اسلام آنجناب اعراض باید کرد۔ زیراکہ ضمیر منیرش آلودہ زنگ شرک گاہے نگردیدہ و بتے را بجدائی نپرستیدہ و در زمان قحط قریش آنحضرت ۱۲ اورا زیر سایہ عنایت خود گرفت و در کنار خویش پرورش داد تا آنکہ وے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث شد وعلی بشرف ایمان وتصدیق رسول خدا از سائر صحابہ سبقت برد در بہجۃ المحافل در روضۃ الاحباب وغیرہ کتب معتبرہ مرقوم است کہ باتفاق اہل علم اول کسیکہ ایمان آورد خدیجہ کبریٰ است بعدہ علی رضہ بیک روز دآخر ہمان روز مسلمان شد وخود وے گفت صلیت مع النبی قبل الناس سبعا۔ ۱۲

قول مستحسن میں اصابہ سے نقل کیا ہے۔ کہ اس نے ایمان مرتضےٰ میں لکھا ہے۔ کہ اول الناس اسلاما فی قول الاکثر من اہل العلم ۱۲ اسماء الرجال میں لکھا ہے۔ کہ ہو (علی) اول من اسلم من الذکور فے اکثر الاقوال۔ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے۔ المرجح انہ اول من اسلم۔ سبقتکم الی الاسلام طرا۔ غلاما مابلغت اوان حلمی۔ وسبقتکم الی الاسلام قہرا۔ بصارم ہمتی وسنان عزمی۔ قالہ علی کرم اللہ وجہہ (درمختار) شامی نے درمختار کے اس مقام پر لکھا ہی کہ حضرت علی رض نے بجز ان دو شعروں کے کوئی شعر نہیں کیا۔ اس سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ دیوان علی جو مشہور ہے وہ آپ کا نہیں۔ واللہ اعلم ولکن فیہ ما فیہ۔

معارف ابن قتیبہ میں حضرت ابوبکر رض کے اسلام کے بحث میں کہ پہلا مسلمان

کون ہے۔ لکھا ہے۔ کہ ابن اسحق کا قول ہے۔ کہ پہلا وہ شخص جس نے پہلے اتباع سرورِ عالم کیا۔ اور مومن ہوئے۔ وہ علیؓ بن ابیطالب ہین۔ پہر زید بن حارثہ۔ پہر ابوبکر پہر باسناد لکہا ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ مین صدیق اکبر ہون۔ مین ابوبکر کے ایمان لانے سے پہلے ایمان لایا۔ اور ابوبکرؓ کے مسلمان ہونے سے پہلے مسلمان ہوُا۔ از روئے روایات تو مرجح بات یہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ اول نمبر ایمان کا ذکور سے حضرت علیؓ کا ہے۔ جیساکہ اسمار الرجال و تقریب التہذیب مین مذکور ہے اور احسن تطبیق اگر ہوسکتی ہے۔ تو وہ یہ ہے۔ جو علامہ شامی نے جلد ثالث مین بیان کی ہے۔ لکھتے ہین۔ کہ صبیان احرار سے اول نمبر پر حضرت علیؓ ہین۔ اور رجال احرار سے اول نمبر ابوبکر صدیقؓ ہین۔ اور عورتون سے اول نمبر پر خدیجہ ہین۔ اور غلامون سے اول نمبر پر زید بن حارثہ ہوُا۔ انتہے۔ لیکن پہر یہ سوال ہوسکتا ہے۔ کہ اس تطبیق مین ترتیب کیا ہے واللہ اعلم۔

خلافت کا مختصر تذکرہ

خلافت معنوی[۱] تو آپ کی بلافصل ثابت ہوچکی ہے۔ اور وہو الحق الصریح لیکن خلافت صوری مین آپ کا نمبر چہارم ہے۔ اس کا آغاز شرح فقہ اکبر مین یون لکھا ہے۔ کہ جب ذی النورینؓ خلیفہ ثالث شہید ہوئے۔ تو مدینہ طیبہ مین کہلبلی مچ گئی۔ فتنہ

[۱] خلافت معنوی اس کا مختصر بیان ہم کرچکے ہین۔ یہان بہی یہ تبلانا ضروری ہے۔ کہ خلافت ظاہری کا قبضہ اجسام پر ہوتا ہے۔ اور خلافت معنوی یعنی باطنی کا قبضہ قلوب پر ہوتا ہے۔ ہمارے اس دعوی کی تائید اس سے ہوسکتی ہے۔ کہ جب حضرت موسےٰ کاظمؒ کو خلیفہ موسی ہادی نے بغرمان و تنبیہ علے المرتضےٰؓ جو اُسے خواب مین ہوئی۔ تہی جس سے رہا کردیا۔ تو بعد مین آپ کسی موقعہ پر کعبہ کے نزدیک تشریف فرما تہے۔ کہ خلیفہ مذکور کا بہی وہان گذر ہوُا۔ جس نے لوگون کے ہجوم کو ان کے پاس دیکہکر کہا۔ کہ آپ لوگون سے پوشیدہ بیعت لے رہے ہین۔ امام عالی مقام نے جواب دیا۔ کہ پوشیدہ بیعت چہ معنے۔ ہم تو جتنے بناسے امام القلوب ہین۔ اور تم امام الجسوم ہو یعنی انا امام القلوب وانت امام الجسوم (صواعق محرقہ)

دفساد کا بازار گرم ہونے لگا۔ قاتلین عثمان رضہ کا یہ خیال ہوا۔ کہ مدینہ پر قبضہ کرکے اہلے
مدینہ کو قتل کیا جائے۔ دانایان قوم دہوشمندان ملت نے نہایت چستی سے یہ تجویز
کرلی۔ کہ حضرت علی رضہ جنکا ہم پایہ برج دنیامین معدوم ہے وہی دہیم نبوی پر جلوہ
آرا ہون۔ پہر فتنہ چہ۔ برگزیدگان نے علی المرتضٰے کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوکر
یہ التماس کی۔ کہ جناب ہی اس خلافت کو سنبھالین۔ ورنہ کام بگڑتا ہے۔ آپ نے
معذرت کی۔ کہ مجھے معاف رکہا جائے۔ (دعوئی التسواغیری) نہج البلاغۃ۔ قتل عثمان
کی عبرت اور لوگون کے حالات سے حیرت مین آکر دربند کرکے گہر ہی مین رہتے۔
معاملہ یہ ہوا۔ کہ بعد ازان حضرت طلحہ کا انتخاب ہوا۔ لیکن وہ بہی انکاری ہوئے۔
حضرت زبیر رضہ سے درخواست کی گئی۔ انہون نے بہی نامنظور کی۔ اس ہیص بیص مین
تین ایام گذر گئے۔ قریب تہا۔ کہ طوفان محشر بپا ہو۔ آخر مہاجرین وانصار جمع ہوکر
بطور ڈیپوٹیشن حضرت علی المرتضٰے رضہ کیخدمت مین حاضر ہوکر یہ ایڈریس پیش کیا۔ کہ
اگر جناب اس نازک موقعہ پر خلافت قبول نہ فرمائینگے۔ تو اسلام کی حفاظت
اور دار الہجرۃ کی صیانت پہر نہ ہوسکے گی۔ آپ ضرور اسے قبول فرمائین اور
اس پر اللہ باللہ کا نام لے لیکر انکو نرم کیا۔ انجام کار بڑی شد ومد کے بعد آپ
نے اُن کے ملتمس کو قبول فرمایا۔ اور بعیت ہوگئی۔

تاریخ خمیس اور مطولات مین اس کے تفصیلی حالات مندرج ہین۔ نہج البلاغہ مین
یہ بہی لکہا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے مجبور نہ کرو۔ مین وزیر بنا رہون گا۔
اور میرا وزیر ہونا امیر ہونے سے تمہارے لیئے بہت بہتر ہے۔ بروایت خمیس
تمام مہاجرین وانصار نے جواب دیا۔ کہ واللہ لانعلم احدا احسن بہامنک۔ المختصر
آپ نے قبول فرماکر ارشاد کیا کہ بعیت عام علے الاعلان ہونی چاہیے۔
اور مقام بعیت مسجد نبوی ہو۔ اور یہ مشتہر کردیا جائے۔ کہ یہ بعیت ازادانہ ہوگی
جبرا نہین۔ جو بعیت کرنا چاہتا ہو۔ مسجد نبوی مین آپ کا اجلاس ہوا۔ اژدہام

مخلوق سے بڑا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ پہلے پہل طلحہ و زبیر نے پیش دستی کی پھر تو عام طور پر لوگ بیعت پر ٹوٹ پڑے۔ اور بیعت ہو گئی۔ چند اشخاص نے بیعت نہ کی۔ ان کو مجبور نہ کیا گیا۔ یہ بیعت بروز جمعہ ۲۶ ذیحجہ ۳۵ھ کو ہوئی۔

بعد میں عنقریب اس معاملہ کی خبر معاویہؓ بن ابی سفیان حاکم شام کو بھی پہونچی ہم امیر معاویہ کا تذکرہ موجزہ بیان کر دیتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو گا۔ کہ یہ کس طرح ذی اقتدار ہوئے۔ اور کس طرح طرز معاشرت کی بنا قایم کی۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے معاویہ بن سفیان بن حرب۔ بن امیہ بن عبد شمس بن عبد المناف جو جد امجد حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ نزار کا علم۔ اسمٰعیل کی قوس و سقایہ۔ حضرت عبد المناف کے قبضہ اقتدار میں آ۔ آپ کا نام مغیرہ تھا۔ آپ کا مختصر تذکرہ نسب النبیؐ میں گذر چکا ہے۔ عبد شمس ابو سفیان کا جد اعلےٰ ہے۔ یہ عبد شمس اور حضرت ہاشم دونوں جوڑے بھائی ہیں۔ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ یہ دونو بھائی جب متولد ہوئے۔ تو قدرت الٰہی سے ایک کی انگلی دوسرے کی پیشانی پر چسپاں تھی۔ روضۃ الاحباب میں پشت بالپشت کا ملاصق ہونا لکھا ہے۔ جدا کرنے کے لئے تمام معالجات بیکار ثابت ہوئے۔ تلوار نے بیڑا پار کیا۔ عقلاء عرب نے افسوس کیا۔ کہ شگون بد ہوا۔ ممکن ہے کہ ان کے درمیان عداوت اور تلوار جاری رہے۔ فکان کما قالوا۔ پھر ہوتے ہواتے۔ عبد شمس اپنے بھائی حضرت ہاشم سے پہلے مر گیا۔ امیہ حبیب عبد الغز سفیان ربیعہ عبد الشمس کے فرزندان ہیں۔ ربیعہ عتبہ و شیبہ ہے۔ امیر معاویہؓ کی والدہ مسمات ہند اسی عتبہ کی دختر ہے۔ امیہ کا بیٹا حرب ہے۔ جو ابو سفیان کا والد اور معاویہ کا جد ہے۔ ام جمیلہ ابو سفیان کی ہمشیرہ اور امیر معاویہ کی عمہ ابولہب کی زوجہ ملقبہ فی القرآن حمالۃ الحطب ہے۔ حکم ملعون و رانده درگاہ نبویؐ۔ ابو سفیان کا چچا زاد بھائی ہے۔ ابو سفیان کا نام صخر ہے۔ ان سب کے کارنامے۔ اسفار اسلامیہ میں مسطور ہیں۔ ہم چونکہ انکے بیٹے نہیں ہیں اسلئے قلم انداز کرتے ہیں۔ ۸ھ عام الفتح میں مسلمان ہوئے۔ گو تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ یہ پورے پکے مسلمان

نہ ہوئے تھے۔ لیکن بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے بگڑے ہوئے مادہ لالچ کو اپنے اخلاق و احسانات سے دبا لیا۔ ابوسفیان عام الفیل سے دس برس پیشتر متولد ہوا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں اس نے بڑی رعایت حاصل کی تھی۔ اشراف قریش سے معدود تھا۔ بلکہ رؤسا قریش سے بھی ممتاز تھا۔ اسلام کے بعد چونکہ یہ مولفۃ القلوب کے زمرہ میں شمار ہوتا تھا۔ اس لئے جنگ حنین کی فتح پر حضور سرور عالم نے جس طرح حسب المدارج تالیف قلوب کے طور پر ایک مولفۃ القلوب کو انعام اکرام سے سرفراز فرمایا۔ کہ وہ اسلام میں کوئی تکلیف محسوس کر کے برگشتہ نہ ہوں۔ اسی طرح ابوسفیان کو ایک سو اونٹ اور ۴۰ اوقیہ کا بیش بہا عطیہ عطا کیا۔ بعد ازاں ان کے اسلام کو رفتہ رفتہ اطمینان ہوتا گیا۔ اور سمجھا گیا۔ کہ اسلام کے حبل متین نے اسے جکڑ لیا ہے۔ یوم الطائف میں اس کی آنکھ زخمناک ہو کر بہہ گئی۔ جنگ یرموک تک یہ اعور رہا۔ لیکن جنگ یرموک پر اسکی دوسری آنکھ کو بھی مخالف پارٹی کا پتھر ایسا کاری لگا۔ کہ وہ بالکل بے نور ہو گئی ۳۲ھ کو مدینہ منورہ میں اس نے جان بجان آفرین سپرد کی۔ اور بقیع کے پاک گورستان میں مدفون ہوا۔ رضی اللہ عنہ (اکمال) سن وفات میں عجیب اختلاف ہے۔ امیر معاویہ بھی انہیں کے فرزند۔ اور ان کی بھی خو بو باپ کی سی تھی۔ یہ بھی بوقت اسلام ابوسفیان ہمصفیر والد ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ مگر یہ بھی مولفۃ القلوب کی فہرست کے زیب و زینت تھے۔ ابوسفیان تو رئیس بھی تھے۔ مالدار بھی تھے۔ لیکن وہ ساری دولت کو اسلام نہیں بلکہ بانیٔ اسلام کے ستانے کے خیال میں صرف کر کے مسلمان ہوئے تھے۔ بیٹے کو کیا دیتے۔ تالیف قلوب سے جو کچھ ملا وہ بھی خورد برد ہوتا رہا۔ چونکہ امیر معاویہؓ

ا؎ ویسے بخیل بھی تھے۔ صحیح مسلم میں اس کی زوجہ ہند بنت عتبہ کی درخواست جو بارگاہ نبوی میں بایں مضمون گذری کہ وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا۔ جو کہ اہل و عیال کو کافی ہو۔ کیا میں بلا اطلاع اسکے خرچ کر سکتی ہوں فتویٰ ملا کہ ماکیفی تک کر سکتی ہے۔ اس درخواست میں ابوسفیان کو رجل شحیح۔ رجل ممسک مسیک سے یاد کیا ہے۔

نوجوان اور طبیعت کے ذہین اور رئیسانہ خیال کے لائق اور منشی بھی تھے۔ صاحبزادگی کی نقلی بھی تھی۔ مگر بغیر دولت کیا کر سکتے تھے۔ آخر یہ سوچا کہ رشتہ نکاح کسی ایسی جگہ کر دیا جائے۔ کہ عزت و دولت دونو ہاتھ آجائیں۔ اتفاقاً فاطمہ بنت قیس جو اسلام مین مہاجرات اولیں سے تھین جن کے حسن وجمال عقل اور کمال۔ صلاحیت و دیانت کا شہرہ تھا اسے اپنے شوہر ابو عمرو بن حفص نے معلقہ کر دیا۔ امیر معاویہ کو حسب دلخواہ موقعہ ملگیا۔ موقعہ پاکر اپنا خطبہ کہلا بھیجا۔ ادہر ابو جہیم بن حذیفہ بھی پہونچے۔ کہ ہم بھی امیدوار ہین۔ فاطمہ بنت قیس چونکہ عقیلہ تھی۔ کسی کو کافی جواب سنایا۔ سوچی کہ اگر عورت ہزار عقل والی ہو پھر بھی ناقصات العقل کا دھبہ نہین اٹھ سکتا۔ اور نکاح کا معاملہ بہت نازک ہے۔ چلو عقیل عالم سے مشورہ کر لیا جائے۔ بارگاہ نبوی مین باریاب ہو کر عرض کی۔ کہ ان دو شخصون نے خطبہ کہلا بھیجا ہے۔ جناب سے استمزاج کے لئے حاضر ہوئی ہون۔ آپ کو ان کا حال اچھا معلوم ہوگا۔ حضرت سرور عالمؐ نے فرمایا۔ کہ مین ان دونون کو تیرے لئے بہتر نہین سمجھتا۔ ابو جہیم کے تو اخلاق اچھے نہین۔ عورتون سے بدسلوکی کرتا ہے۔ اور معاویہ قلاش صعلوک ہے مفلس نادار ہے۔ اگر تو نکاح کرنا چاہتی ہے۔ تو بلحاظ دینداری و تقدس اسامہ سے نکاح کر لے۔ اسامہ اگرچہ شکیل وجمیل ایسا نہین تھا۔ مگر تقوے اور پارسائی مین اس کا پورا جوڑ تھا۔ فاطمہ پہلے تو ہچکچائی۔ ولیکن آخر سوچا۔ کہ اس مین اگر مصلحت نہ ہوتی۔ تو مصلح عالم کیون ایسا فرماتے۔ ان دونون کو خیرباد کہکر اسامہ کو قبول کر لیا۔ اس نکاح مین ایسی آسودہ اور خوش رہی۔ کہ آخر اسے یہ کہنا پڑا کہ بارک اللہ کی فی اسامۃ یہ پورا قصہ ترمذی وغیرہ مین مندرج ہے۔ مین نے اس حدیث شریف کو اسلئے ذکر کیا ہے۔ کہ معاویہ رضہ قلاش و مفلس تھے۔ اس مین شک نہین۔ کہ قابلیت اور ملکہ دار تھے لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے۔ یہ فخر بھی تھا۔ کہ حضرت ام حبیبہ معاویہ کی بہن بھی حضور سرور عالم کے زیر دامن تھین ادہر یہ واقعہ ہوا۔ کہ ابو سفیان

چونکہ مسلمان ہو چکا تہا۔ اور مسلمانون کو ابہی اسکے اسلام پر پورا اطمینان نہ تہا۔ اور اسکے پہلے کارنامے بحق اسلام و صاحبان اسلام بہولے نہین تہے صحیح مسلم مین حضرت عباس یہ الفاظ منقول کلمات مخبر ہین۔ کہ کان المسلمون لاینظرون الے ابی سفیان ولا یقاعدونہ۔ ابوسفیان یا تو رئیس تہا۔ کہ لوگون کا تانتا بندہا رہتا تہا۔ یا یہ کس مپرس کی حالت نہایت تنگ ہو۔ ادہر بہر معاویہ کی بہی محبت اور رتبہ افزائی کا خیال تہا۔ یہ تو معلوم ہے۔ کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا نکاح ۶ھ کو ارض حبشہ مین ہو چکا تہا۔ اور وہ ام المومنین کے شرف سے شرفیاب ہو چکی تہین۔ چونکہ ابی سفیان اس نکاح مین شریک ہوا تہا۔ اسلئے اب اُسے یہ بہی ندامت تہی۔ کہ اسلام ایسا زبردست ہے۔ کہ بیٹی بہی باپ کی پرواہ نہین کرتی۔ اب اگرچہ مین مسلمان ہو چکا ہون۔ لیکن بیٹی کو منہ دکہلانا اور ندامت ہے۔ بایں وجوہات اسنے بارگاہ سرور عالم مین حاضر ہو کر بامید اینکہ کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ تین عرض کئے۔ کہ قبول ہون[1]۔ سردار عالم روحی فداہ کی تو یہ شان ہتی۔ کہ ؎ نرفت لا بزبان مبارکش ہرگز + مگر باشہد ان لا الہ الا اللہ۔ ولنعم ما قیل ؎

اگر خیریت عقبےٰ و دنیا آرزو داری ۔۔۔ بدرگاہش بیا وُ ہرچہ میخواہی تمنا کن

اس کی تالیف قلوب منظور ہتی۔ فرمایا۔ کہ قبول ہونگے۔ اس نے عرض کی۔ کہ اول تو یہ کہ میری لڑکی ام حبیبہ جسکے حسن وجمال کا عرب مین شہرہ ہے۔ اُسے مین حضور کے ساتہہ بیاہ دون۔ حکم ہوا۔ بہتر۔ دوم یہ کہ میرے لڑکے معاویہ کو اپنا کاتب و منشی مقرر فرماوین۔ حکم ہوا۔ خوب۔ سوم یہ کہ حضور حکم دین کہ مین مشرکون سے قتال کردن۔

[1] ابوسفیان کا تجربہ تہا۔ کہ رحمۃ للعالمین مشرکوں کے سوال جائز کو بہی رد نہین کرتے۔ مین تو بہلا اب اسلام بہی لا چکا ہون ضرور قبول ہوگا۔ بلکہ اسکو ذاتی تجربہ بہی تہا۔ بخاری شریف باب اذا استشفع المشرکون بالمسلمین عند القحط مین لکہا ہے۔ کہ جب سرور عالم نے قریش سے تنگ آکر بد دعا دی تو وہ ایسے ذلیل اور خراب ہوئے کہ مردار اور ہڈیون کے کہانے پر مجبور ہوئے۔ ابوسفیان نے حضور مین حاضر ہو کر بلجاجت عرض کی۔ کہ جناب تو صلہ رحم کو فرماتے رہتے ہین۔ اور اب یہ حالت ہے۔ کہ آپ کی قوم کی قوم ہلاک ہے خدا تعالے سے دعا کیجئے۔ کہ مخلصی ہو۔ آخر حدیث مین ہے۔ کہ آپنے دعا کی۔ تو بہرا پار ہوا۔ ۱۲

جس طرح کہ زمانہ سابقہ مین مسلمانون سے کرچکا ہون۔ جیسا کہ ماثان صحیح مسلم مین بزبانی حضرت عباس رض یہ الفاظ منقول ہین۔ فقال (ابو سفیان) للنبی یا نبی اللہ ثلاث اعطینہن قال نعم قال عندی احسن العرب واجملہ ام حبیبۃ بنت ابی سفیان ازوجکھا قال نعم۔ قال ومعاویۃ تجعلہ کاتبا بین یدیك قال نعم قال وتومرنی حتی اقاتل الکفار کما کنت اقاتل المسلمین قال نعم ۔ اس روایت کے تتمہ پر ابو زمیل سماک بن ولید نے اپنی یہ رائے بیان کی ہے۔ کہ ابو سفیان تو اس قابل نہ تھا۔ کہ اس کے یہ معروضات قبول ہوتے۔ لیکن صاحب خلق عظیم کی یہ عادت شریفہ تھی۔ کہ سایل کو نعم ہی کے کلمہ سے مشرف فرماتے نہ کلمہ لا سے۔ اگر ابو سفیان سایل بن کر طلب نہ کرتا۔ تو کبھی بھی ایسا نہ ہوتا۔ (مسلم شریف) بایں وجہ سید العالم فداہ ابی وامی نے امیر معاویہؓ کو اپنے کاتبین کے زمرہ مین داخل کر دیا۔ کاتب الوحی ہونا تو ان کا مشکوک اور مختلف فیہ ہے۔ کاتب الخطوط ضرور رہے۔ یہ بھی ایسا ویسا مرتبہ نہین کہ قابل توجہ نہ ہو۔ پھر تو امیر معاویہ رض اچھے خاصے ذی مرتبہ سمجھے جانے لگے۔ امیر عمر فاروق رض نے اپنے عہد خلافت مین اپنے بھائی زید کے بعد ان کو شام کی گورنری کے عہدہ جلیلہ پر مامور فرمایا۔ لیکن امیر عمر رض کے جلال نے اسے ابھرنے نہ دیا۔ ان کے نام سے کانپتا تھا۔ ۱۲ برس کے بعد حضرت امیر عمرؓ کا پیمانہ عمر لبریز ہو گیا اور تخت خلافت نبویؐ کا قرعہ بنام حضرت امیر عثمانؓ داماد الرسول قرار پایا۔ چونکہ یہ رقیق القلب اور اسکے رشتہ دار بھی قریبی تھے۔ پھر سمجھا کہ رفت آن شیر یکہ زان دل می تپید۔ پھر تو لے دھڑک جو چاہا کیا۔ ان کی بلند حوصلگی کی معراج کا یہی زمانہ تھا۔ وہ پہلی چال مبدل ہو گئی۔

حجۃ اللہ البالغہ مین لکھا ہے۔ کہ حضرت معاویہ رض صحابی ابن صحابی ضرور تھے۔ مگر چال چلن مین نرالے تھے۔ اپنی معاشرت زندگی ملوکانہ رکھتے تھے۔ امیر عثمان رض کی خلافت ممتدہ کا زمانہ آخر منقضی ہوا۔ اور آپ شہید کر دیے گئے۔ اور مسند آرائی خلافت

حضرت علی المرتضےٰ ابن عم الرسول بعل الزہرا سریر خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور شہنشاہ اسلام مانے گئے۔ تو یہ خبر سنکر چکرایا۔ اور آنکھین چار ہو گئین۔ کہ اب زمانہ کا رُخ کچھ اور ہی پلٹا کہائیگا۔ بنو ہاشم خصوصاً حضرت اسد اللہ الغالب و دیگر بزرگواران میرے رویہ کو ضرور استحقار کی نظر سے دیکھینگے۔ میری حیاتی کی شام سے پہلے میرے منصب جلیلہ کے دن کی شام معلوم ہوتی ہے۔ اور شام سے دست برداری یا علی المرتضےٰ کی اطاعت اور تبدیل رویہ ناگزیر ہے۔ جنکا ہونا مجھ سے من قبیل المشکلات ہین۔ بلکہ ممتنعات سے ہے۔ اور بجز دانشمندی و چالبازی محکومین بہی ہاتھ نہ آئینگے امیر عثمانؓ ذی النورین جنکا مرتبہ عزت اور مظلوم قتل ہونا نصف النہار سے بہی زیادہ روشن ہے۔ اور اُنکے قاتلین سے قصاص ابہی تک نہین لیا گیا۔ اور وہ میرے قریبی رشتہ دار بہی ہین۔ اور محسن بہی۔ گو مجھ سے اور بہی قرابت دار زیادہ قریبی ہین۔ جنکو خاص حق تہا۔ کہ وہ قصاص کی درخواست کرتے۔ مگر ایسا نہین ہوا۔ لہذا میرے لئے یہ ایک کافی عذر ہوگا۔ اور اس بہانہ سے شام اور اہل شام اپنے ہی بن جائینگے۔ پہر دیکھہ لیا جائیگا۔ کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اس خیال مین تہا۔ کہ نعمان بن بشیر مع خون آلودہ قمیص حضرت ذوالنورین رضہ و اصابع حرم محترم شہید سعید پہونچا۔ اور مفصل سرگذشت شہادت بیان کی۔ پس یہ تفصیل اس کی مؤید ہوئی۔ اوسی وقت امیر معاویہؓ نے ایک بڑا شاندار جلسہ عزائیہ قایم کرکے نہایت زبردست اور دلفریب الفاظ و مؤثر لہجہ مین لیکچر دیا۔ کہ حضرت عثمانؓ جس بیدردی سے قتل کئے گئے۔ اسکی نظیر دنیا مین ناپید ہے۔ اور طرہ یہ کہ حضرت علی المرتضےٰؓ نے اس کی پرواہ تک نہ کی۔ یہ ہی کہا۔ کہ طلحہؓ و زبیرؓ پر امید ین نہین۔ کہ وہ کچہہ کرکے دکہلائینگے۔ لیکن معاملہ برعکس ہوا۔ حضرت علی رضہ سے وہ بہی بیعت کرکے دب گئے۔ ام المومنین عائشہ رضہ نے جسے ہر طرحکا حق حاصل تھا۔ اوہون نے ہی بے توجہی کی۔ کہ خلیفہ وقت۔ جانشین سرور عالم کی نصرت وحمایت تو بجائے خود یہ ہی نہ کیا۔ کہ قصاص کی خواہان ہوتین۔ اے مسلمانو! اگر اس خلیفہ

ذوالنورین رض کا قصاص نہ لیا گیا - اور قاتلین کی گت نہ بنائی گئی - تو یاد رکھو - کہ پھر
خدا ورسول ص کو منہ دکہانا بڑی مذلت ہوگی - اگر کچھ بہی غیرت اسلام اور جوش ایمان
ہے - تو کچھ کر کے دکہانا چاہیے - ورنہ یہ خاموشی برا رنگ لائیگی - اسکے بعد اخیری
جملات مین کہا - کہ کیلئے منہ بتلاؤ - کہ عیش پسندی کو مقدم رکہوگے - یا حق
پسندی کی داد دوگے - اس جوشیلی تقریر کا مسلمانون پر وہ اثر ہوا - کہ سات ہزار
مردمیدان بطلب الدم خلیفۃ الاسلام جانون پر کہیلنے کے لئے تیار ہوگئے - اُدہر
مدینہ عالیہ مین خود طلحہ و زبیر بہی بیعت علے المرتضیٰ پر نادم ہوئے - کہ فی الواقعہ
ہم نے غلطی کی - کہ حضرت خلیفہ ثالث تو کما ینبغی نہ کرسکے لیکن قاتلین کے
قصاص کا بہی تذکرہ تک نہ کیا - اور بیعت کر کے خاموش ہو رہے - بیشک ایسا کرنا
انصاف کا خون کرنا ہے - بلکہ ایک مسوّدہ بنایا گیا - اور دربار خلافت مین درخواست
کی - کہ خلیفہ ذوالنورین رض جس بیرحمی سے قتل ہوئے - وہ حضور پر مخفی نہین قاتلون
کو اگر کیفر کردار تک نہ پہونچایا گیا - تو مسلمانون کا دل جلتا رہے گا - علاوہ برآن
انصاف و عدل پر الزام ہوگا - بلکہ یہ سمجہا جائیگا - کہ احکام الٰہی کا پاس نہین رہا -
چونکہ قاتل یقینی طور پر معلوم نہ تھے - اور نہ ابہی خلافت کامل طور پر سکہ بٹھا چکی
تہی - اسلئے بارگاہ مرتضوی سے جواب ملا - کہ یہ معاملہ تحت نظر ہے - لیکن سردست
اسکو چہیڑنا بے موقعہ بلکہ چلتی گاڑی مین روڑے اٹکانا ہے - خلافت کا قدم
راسخ ہوجائے - اور اطراف اکناف مین اس کا لوہا مانا جاچکنے کے بعد اسکی
تحقیق و تفتیش بسہولت ہوگی - اور مناسب عملدرآمد کیا جاوے گا - حضرت
طلحہ و زبیر کی اس جواب سے تسلی نہ ہوئی - وہ سمجہے کہ یہ شاید ٹال مٹال ہے
بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک ❖ مگر ایک درخواست حصول
اجازت عمرہ پیش کی - کہ ہم عمرہ کرنا چاہتے ہین - حکم ہوا کہ کیا مضائقہ ! منظور
ہے - بایںطور اجازت حاصل کر کے بخدمت حضرت ام المومنین رض عائشہ صدیقہ
حاضر ہوئے - اور بستہ راز باحسن الحیل پیش کیا - کہ خلیفہ عثمان رض معمولی آدمی نہ تہا -

اور جس طرح انکے ساتھ جور جفا برتا گیا۔ وہ پوشیدہ نہین۔ حضرت علی معلوم نہین کیون تامل مین ہین۔ آپ کو تمام مومنین کی مان ہونے کا حق حاصل ہے۔ اور ہم بہی بار بار کہتے ہین جس طرح ہوسکے قصاص لینا ضروری ہے۔ ام المومنین نے جواب دیا۔ کہ ہان ضروری توہے۔ بعد ازان متفقہ کوشش سے یہ نتیجہ ہوا۔ کہ قصاص طلبی کے لئے ٹڈی دل لشکر جمع ہوگیا۔

یعلی بن امیہ جو بڑا متمول تہا۔ اور یمن پر حضرت عثمان کی طرف سے عامل بہی تہا اسے بہی ترغیب دیگئی۔ کہ مصارف کی وقت سد راہ ہوگی۔ اسنے چار لاکھ درہم نقد اور ۷۰ مراکب بہی پیش کئے۔ اور ۸۰ دینار کا یا یکصد درہم کا علےٰ اختلاف الروایات ایک عمدہ شتر خاص ام المومنین کی سواری کے لئے نذر کیا۔ القصہ طلحہ و زبیر بمعیت ام المومنین لشکر جرار کے ساتھ بصرے کو روانہ ہوئے مقام حواٗب پر پہونچے۔ جو بصرہ کے قریب ہے۔ تو کتون نے ام المومنین کے شتر کے ارد گرد بہونکنا شروع کیا۔ اور تانتا باندھ دیا۔ ام المومنین رضی نے دریافت کیا۔ کہ یہ کون مقام ہے۔ عرض کی گئی۔ کہ اسے حواٗب کہتے ہین۔ ام المومنین رضہ نے فرمایا۔ رُدُّونی رُدُّونی مجھے یاد آیا ہے۔ کہ سرور عالم نے فرمایا تہا۔ کہ میری بیویون سے ایک بیوی حواٗب پر ہوگی۔ اور اسے کتے بہونکین گے۔ اور وہ حق پر نہ ہوگی۔ ہمراہیون نے دیکہا۔ کہ بنا بنایا کام بگڑتا ہے۔ ایسی تقریرین کین کہ یہ حواٗب نہین۔ کہنے والے کی غلطی ہوئی۔ اور قسمہ سے اس کا وثوق ظاہر کردیا گیا۔ اور یہ بہی کہا۔ کہ اگر تم واپس جاؤگی۔ تو امیر المومنین تمہین گرفتار کرلینگے۔ پہر صدیقہ نے وہین مقام کیا۔ اور اڑی رہین۔ لوگون کے کہنے پر خصوصاً ابن الزبیر نے اطمینان دلایا۔ کہ واقعی جہوٹ کہا گیا۔ یہ حواٗب نہین ہے۔ آخر الامر روانگی ہوئی۔ یہ سیاہ بادل بصرہ پر جا دہمکا۔ بصریون کو تعجب ہوا۔ کہ یہ کیا طوفان ہے انہون نے جاتے ہی ابن الحنیف

ل کرم ام المومنین مین لکہا ہے۔ کہ جب عائشہ روانہ ہوئین تو امہات المومنین ان کی رخصت کرنے کو ذات عرق تک نکلین۔ اور اس روز اسلام پر بکار شدید ہوا۔ اور اسے ن کا نام یوم النحیب ٹہیرا۔

کو جو علی المرتضےٰ رضہ کیطرف سے بصرہ کا گورنر تھا۔ گرفتار کر لیا گیا۔ اور کہرام مچا دیا حضرت علی المرتضےٰ کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے نہایت افسوس سے ظاہر کیا۔ کہ یہ بڑی ابتلا ہے۔ ام المومنین کا مقابلہ سمجھا جائے۔ یا عقلمند طلحہ رضہ و زبیر کا یا شرالناس یعلےٰ بن امیہ کا۔ یہ تو پرواہ نہین کہ کیا ہوگا۔ انشاء اللہ غالب تو ہمین ہونگے طلحہ و زبیر قتل ہوگا۔ آپنے امام حسن ودیگر عمال کو لشکر اندوزی کے لئے کوفہ مین بھیجدیا۔ اور آپ بیعت سے چار ماہ سے زاید عرصہ کے بعد شام کو روانہ ہوئے تھے اس کی وجہ یہ بیان کیجاتی ہے۔ کہ علی المرتضےٰ رضہ نے تخت نشینی کے بعد بعض عمال عثمان رضہ کو اپنی جناب مین بلایا تھا۔ جن مین معاویہ رضہ بھی تھے۔ وہ تو یہ سنکر آگ بگولا ہوگیا۔ اور جواب باصواب نہ دیا۔ تب حضرت علی المرتضےٰ رضہ نے مع فوج ادہر کا رخ کیا۔ رستہ ہی مین۔ عائشہ رضہ طلحہ رضہ زبیر رضہ کی مخالفت کی خبر پہونچی۔ پس وہین سے لوٹ کر بصرہ کے قریب ڈیرہ ڈالدیا۔ چونکہ بصرہ پر وہ قابض ہو چکے تھے۔ اسلئے طلحہ و زبیر کو خط لکھا۔ کہ جو کچھ تم نے کیا وہ خلاف انصاف ہے۔ اور ام المومنین کو بھی لکھا۔ کہ تم اصلاح مین الناس کی مدعی ہوکر پل پڑین۔ حالانکہ تم تیمی عورت ہو۔ عثمان رضہ غنی امیہ کا فرد ہے۔ تمہین اب بھی یہی بہتر ہے۔ کہ واپس چلے جاؤ۔ جنے تم کو نکالا وہ سخت گناہ کا مرتکب ہوا۔ فاتقی اللہ۔

اس طرح خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ قریب تہا۔ کہ باہمی مصالحت[1] ہوجائے۔ لیکن بلا علم و بغیر حکم فریقین جنگ چہڑ گئی۔ اور اس جوش وخروش سے تلوار چلی۔ کہ کشتون کے پشتے لگ گئے۔ جنگ کا رکنا دشوار ہوگیا۔ بیس ہزار[2] آدمی فریقین کے مقتول ہوگئے۔ علی المرتضےٰ رضہ کے لشکر کو چونکہ غلبہ تہا۔ یہ صفین الثانی

---

[1] علی قاری نے شرح شفا کے صفحہ ۵۲۶ پر کہا ہے۔ کہ عائشہ مع جماعت صحابہ رضہ علی اور معاویہ کی صلح کرا دینے اور فتنہ کے فرو کرنے کے لئے بصرے مین پہونچے۔ لیکن یا چانک بغیر قصد جنگ چہڑ گئی ۔

[2] حیوۃ الحیوان مین مقتولین اصحاب جمل کی تعداد دہ ہزار سے لے کر ۱۷ ہزار تک بتلائی ہے۔ اور مقتولین مرتضویہ کی ایک ہزار۔ واللہ اعلم ۔

ہوئی ام المومنین کیطرف بڑھین۔ اور شتر کی زمام گیری پر ستر ہاتھ کٹ گئے۔ آخر کار اونٹ کی کونچین کاٹ دی گئین۔ ام المومنین رض آخر ام المومنین ہین۔ اس لئے ہودج کی طرف ہاتھ پھیلانے سے لوگ جھجکے۔ لیکن محمد بن ابی بکر رض برادر صدیقہ نے رض ہودج مین ہاتھ ڈالا۔ ام المومنین نے چیخ کر بددعا کی۔ کہ خدا اس شخص کو آگ سے جلاوے۔ جو حرم نبوی پر گستاخانہ جسارت کرتا ہے۔ محمد بن ابی بکر رض کو آخر انکی قدر و منزلت معلوم ہتی۔ اس بددعا سے کانپ گئے۔ اور دردناک لہجہ مین کہا۔ کہ ہمشیرہ نار دنیا فریاد کیجئے ام المومنین رض بھی آواز پہچان کر پتلی ہو گئین۔ اور کہا بنار الدنیا۔ اس موقعہ پر لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔

طلحہ گہائل ہو چکے تہے۔ قریب تہا کہ دم نکلجائے۔ ثور جو حضرت علی المرتضے رض کے لشکری تھے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ مین طلحہ پر گذرا۔ اس نے میرے پاؤن کی آہٹ محسوس کرکے پوچھا۔ تو کس گروہ کا آدمی ہے۔ مین نے حضرت علی کا نام لیا۔ کہنے لگے ہاتھ دے۔ مین نے ہاتھ بڑھایا۔ تو اس نے میرے ہاتھ پر بنام علی المرتضے رض بیعت کی اور معاد فات کر گئے۔ مین نے یہ ماجرا مرتضوی جناب مین پیش کیا تو فرمایا معلوم تہا کہ طلحہ علی کیساتھ بیعت کرکے بہشت مین جائیگا۔

حضرت زبیر کا یہ معاملہ ہوا۔ کہ وہ حضرت علی کے وعظ سے متاثر ہو کر واپس ہو گئے۔ عمرو بن جرموز نے انہین دہوکا سے قتل کر ڈالا۔ وہ اس وقت سجدہ مین تھے اسکی تلوار اور مہر اٹہا کر بخدمت علی المرتضے رض حاضر ہوا۔ اور ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا۔ ابشر بالنار مین نے سرور عالم سے سنا تہا۔ کہ ابشروا قاتل الزبیر بالنار۔ ان کے ۹ لڑکے اور ۹ لڑکیان اور ۴ بیویان تہین مالدار بھی تھے بخاری شریف مین آپکو موضع غابہ اور چند مکانات مدینہ عالیہ۔ اور دو بصرہ۔ ایک کوفہ۔ ایک مصر کا مالک تبلایا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ موضع غابہ انہون نے ۱۷۰۰۰۰ کو خریدا تھا۔ جسے عبداللہ بن زبیر نے بعد وفات زبیر بالعت الف وست مایۃ الف کو بیچا پس بیچ ڈالا۔ القصہ بعد ادائے قرض ایک ایک بیوی کو الف الف وماتنا الف نصیبہ

پہونچا۔ بخاری ربع ثانی۔ یہ بھی بخاری نے مناقب الزبیر مین لکہا ہے۔ کہ جب حسب الفرمان نبی آخر الزمان بنو قریظہ کی خبر لایا۔ تو سرور عالم نے زبیرؓ کی بایں الفاظ عزت افزائی کی۔ کہ فداک ابی وامی کیون نہ ہو۔ انک لعلیٰ خلق عظیم کا جلوہ ہے۔ پہر حضرت علی المرتضیٰ نے نہایت احترام واعزاز کے ساتھہ ام المومنین کو بہیجوا دیا۔[1]

مستطرف مین روایت ہے۔ کہ عروہ بعد مین حضرت عائشہ رضہ سے یہ پوچہنے گئے۔ کہ سرور عالم کے احب الناس کون تھے۔ تو ام المومنین نے علی المرتضیٰ کا نام لیا۔ اس نے عرض کی۔ کہ پہر آپ کا انہین سے مقابلہ ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ ام المومنین نے دوپٹہ سے منہ ڈہانپ لیا۔ اور اس قدر روئین کہ ہچکی بند ہو گئی۔ اور فرمایا۔ کان قدر اللہ مقدورا۔ پہر جب تک زندہ رہین۔ اس غلطی کا اعتراف کرتی رہین۔ اور ندامت سے آٹھ آٹھ آنسو روتین۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ یہ ندامت توبہ کے رنگ مین مقبول ہوگی۔ خیرات الحسان شیعی ہی غالبا ہمارا ہم صفیر ہے جسے ہم آگے چلکر تذئیل مین بیان کرینگے۔

اس جنگ کو جنگ جمل کہتے ہین۔ جمل بمعنی شتر ہے۔ چونکہ ام المومنین شتر پر سوار تہین۔ اسلئے اس کو جنگ جمل سے موسوم کیا گیا۔ طلحہ وزبیر کو اسلئے ناکثین کہتے ہین۔ کہ انہون نے حضرت علی المرتضیٰ سے بیعت کر کے توڑ دی۔ نکث بیعت کو توڑنے کے معنے مین مستعمل ہے۔

جنگ صفین

صفین بروزن سجین۔ ایک موضع کا نام جو رقہ کے قریب دریائے فرات کے کنارہ

---

[1] ایک دن کی راہ تک علی المرتضیٰ رضہ نے اپنی اولاد کو مشائعت کیلئے بہیجا۔ وہ اس سال مکہ مین حج کے لئے ٹہیر گئین۔ پہر مدینہ کو گئین۔

پر واقع ہے۔ اس کا آغاز یون ہوا۔ کہ علی المرتضٰے نے تخت نشینی کے بعد جس طرح اور عاملون کو بلوایا تہا۔ اسی طرح شام کے گورنر معاویہ بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص والی مصر کو بہی بلایا تہا۔ یہ تو پہلے سے نعمان بن بشیر سے معاملہ سمجھ کر چکے تہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ بہی معلوم تہا۔ کہ مصیبت آنے والی ہے۔ اس کے لئے تہیہ مین مشغول تہے۔ اور ڈٹ ڈٹ کر مقابلہ کا سامان مہیا کر لیا تہا۔ حضرت علی المرتضٰے نے جنگ جمل سے فراغت حاصل کر کے ادہر کا رُخ کیا وہ بہی خبر پا کر بڑہا۔ مقام صفین پر ہر دو متخاصمین نے ڈیرے ڈالدیئے۔ یکم ذیحجہ ۳۶ھ کو حضرت علیؓ نے بشیر بن عمرو انصاری اور جریر بن عبد اللہ بجلی کو سفیر بنا کر فہمایش کے لئے بہیجا۔ اور یہ بہی مجمع مین فرمایا کہ اگر مداہنت فی دین اللہ جائز ہوتی۔ تو مین پرواہ نہ کرتا۔ لیکن ایسا کرنا جائز نہین۔ اور یہ بہی کہلا بہیجا۔ کہ اگر قاتلان عثمان کے قصاص لینے کا قصد ہے۔ تو اس مین دریغ نہین۔ اس کی تحقیق و تفتیش کر کے معاملہ صاف کر دیا جائیگا۔ لیکن تمکو بیعت و اطاعت کی تعمیل ضروری اور مقدم ہے۔ جریر بن عبد اللہ بجلی وغیرہ سفراء بڑے ہوشیار اور دانشمند تہے۔ انہون نے جا کر نہایت تہذیب سے متانت کے ساتھ تقریر کی۔ اور ایسا آڑے ہاتہون لیا۔ کہ دم بند کر دیا۔ لیکن پتہر پر جونکین کیا کر سکتی ہین وہ راستی پر نہ آئے۔

لکہا ہے کہ علی المرتضٰے رضہ کے لشکر کی تعداد ۹۰ ہزار اور معاویہؓ کی فوج کی تعداد ایک لاکہہ بیس ہزار ہتی۔ القصہ جنگ کا بازار گرم ہوا۔ منفتاح التاریخ مین لکہا ہے۔ کہ ایک ہی شب مین فریقین کے ۷ ہزار آدمی مقتول ہوئے۔ لیکن فرع النامی مین لکہا ہے۔ کہ یہ جنگ ۱۱۰ دس یوم برابر جاری رہی۔ ۷۲ محاربہ ہوا۔ ۹۰ بہی بیان کیا گیا ہے۔ تاریخ خمیس مین فریقین کے مقتولین کی تعداد ساٹہہ ہزار سے متجاوز بتلائی ہے۔ جب امیر شام نے دیکہا۔ کہ علی ابن ابیطالب غالب ہین۔ تو عمرو کے ساتہہ مشورہ کر کے یہ قرارداد قایم کی۔ کہ علی المرتضٰے رضہ

کسی اور دو کہہ مین مشکل پہنچینگے۔ ان کے پاس قرآن شریف بہیجد و۔ کہ یہ صلح کا خواستگار ہے۔ اسے وہ قبول کرلین گے۔ پس ایسا کیا گیا۔ گفت وشنید کے سلسلہ سے یہ قایم ہوا۔ کہ حکم مقرر کئے جائین۔ علی المرتضےٰ نے ابوموسیٰ کو اور معاویہؓ نے عمرو بن عاص کو حکم مقرر کیا۔ یہ جس طرح یہ فیصلہ کرین۔ وہ فریقین کو منظور ہوگا۔ عمرو بن عاص نے چالاکی کرکے ابوموسے کو فریب دیا۔ کہ دونو متخاصمین سے پہلے خلع کردینا چاہیے۔ پہر نئے سرے سے انتخاب کیا جائیگا۔ ابوموسیٰ سے بہی اس پر اتفاق کرلیا۔ جب یہ ہوگیا۔ کہ عمرو بن عاص نے پیشدستی کرکے مجمع مین پکار کر کہدیا۔ کہ ابوموسے نے خلع کردیا ہے۔ مین معاویہ کو نصب کرتا ہون۔ فیصلہ شد۔ ابوموسے نہایت برافروختہ ہوئے۔ اور اسکی مکاری وعیاری کی تقریر کی۔ کہ اس نے بد عہدی کی۔ حاضرین مختلف الرائے ہوگئے۔ معاملہ وہین کا وہین رہا۔ میعاد اور صلح پنچایتی کا نامہ لکہا گیا۔ فریقین اپنے اپنے مقامات پر واپس ہوئے۔ اس کی تاریخ ۱۳ صفر ۳۷ھ مکتوب ہے۔ شامیون نے تو آکر معاویہ سے بیعت کرلی۔ عمرو بن عاص نے بہی خودسر ہونا چاہا۔ لیکن جنجال مین رہا۔ کبہی اُسے حضرت امیرؓ زیر کرلیتے اور کبہی معاویہ خراب کرتا۔ حضرت علی المرتضےٰؓ کا یہ معاملہ ہوا۔ کہ اُن کے لشکر سے دسہزار سے زیادہ مردمان باینوجہ ناراض ہوکر خارج ہوگئے۔ کہ انہون نے قرآن شریف کی مخالفت کی کہ حکم منظور کرلیا۔ لاحکم الا للہ کی پرواہ تک نہین کی گئی۔ اس سے زیادہ کفران کیا ہوگا۔ یہ قابل خلافت نہین رہے۔ یہ کہکر بغاوت اختیار کرلی۔ کہ لاطاعۃ لمن عصے اللہ۔ حضرت علیؓ نے ابن عباسؓ کو اُن کے پاس بہیجا۔ کہ وہ راستی اختیار کرلین۔ لیکن وہ قابو نہ آئے۔ موضع حروراء[۱] مین سب کے سب جمع ہوکر فرو کش ہوئے۔ باینوجہ انکو حروریہ کہتے ہین۔ یہ وہی قوم ہے جن کے

---

[۱] حروراء ایک موضع ہے۔ جو کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ تیس ہزار کی جماعت تھی۔ ان کا زعیم ابن الکوا تہا ۱۲ (شرح شفا صفحہ ۴۹۹)

حق مین حضور سرور عالم نے فرمایا تھا۔ کہ۔ یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ رواہ البخاری۔ اور انہین کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ کہ ومنھم من یلمزک فی الصدقات آخر کار حضرت علیؓ نے ان پر چڑھائی کی تیاری کی سپہ سالار مقرر کئی۔ اور یہ بھی اعلان کر دیا گیا۔ کہ جو شخص حروریہ کا ان سے علیحدہ ہو کر مدائن وغیرہ کو چلا جائے۔ اس کو امان ہو گی۔ اس اعلان سے اکثر لوگ چلتے نظر آئے چار ہزار آدمی کا مجمع باقی رہگیا۔ جب اُن سے مقابلہ ہوا۔ تو فوج علیؓ نے تیر و نیزہ تلوار سے ایک لحہ مین سب کو صاف کر دیا۔ چار ہزار مین سے صرف ۹ آدمی بچگئے جو اطراف و جوانب مین بھاگ گئے۔ حضرت علیؓ کے لشکر سے صرف دو نفر مارے گئے باقی سب صحیح و سلامت رہے۔ حضرت علی المرتضےٰ نے انسے فراغت حاصل کر کے ۳۸ھ مین پھر شام پر چڑھائی کی تیاری کا مشورہ کیا۔ لیکن بوجہ اختلاف رائے ملتوی کر دیگئی۔ اور بعد ازان ۴۰ھ مین بڑی شد و مد کی تیاری ہوئی۔ اور قیس بن سعد کو مقدمۃ الجیش معین فرمایا۔ اس مرتبہ چالیس ہزار مرد میدان نے جانفروشی پر بعیت کی۔ مگر حضرت علی المرتضےٰ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ معاملہ ویسے کا ویسا رہا۔ ابن ملجم[۱] ملعون اشقے الناس نے شب جمعہ ۱۷ رمضان کما فی التکریم یا ۲۹ کما فی الفرع

[۱] ابن ملجم کی شقاوت کا یہ سبب بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت علی شیر خدا نہ بغیر وزی و فتح واپس تشریف لاکر کوفہ مین اس کا اعلان کرنا چاہا۔ ابن ملجم نے عرض کی۔ کہ یہ خدمت میرے سپرد کیجائے۔ مین اس کو انجام دونگا۔ مجاز ہو کر کوفہ کی گشت لگا کر منصبی فرائض ادا کرتا ہوا۔ ایک محلہ مین پہونچا اس کے ایک خانہ مین دف بجنے کی آواز سنکر کھڑا ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ نازنین مہ جبین نوجوان سیم تن عورتون کا مجمع ہے۔ جو زیورات عجیبہ سے آراستہ اور نفائس لباس سے پیراستہ نازو کرشمہ مین چین اڑا رہی ہین۔ اور ایک دوسری عورت نہایت خوبصورت قطامہ نامی ایکطرف اپنے انداز و امتیاز سے جلوہ افروز ہے۔ ابن ملجم دیکھکر دنگ اور ششدر ہو گیا۔ یہ خود بھی نوجوان تھا۔ سنبھلکر دریافت کیا۔ کہ یہ کس کیفیت کی عورت ہے۔ معلوم ہوا کہ بیوہ ہے۔ اور نکاح کی متمنی ہے۔ اُس وقت درخواست کی۔ کہ کیا مین تیرے شوہر ہونیکا فخر حاصل کر سکتا ہون۔ جواب ملا کہ بڑی خوشی سے لیکن باین شرط کہ قتل علی المرتضےٰ مہر معجل ہو۔ ورنہ نکاح کا عیش بجائے خود بلکہ یہ جینا مرنے سے بدتر ہوگا۔ میرے تمام اقربا اس کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ یہ قطامہ قبیلہ تیم الرباب خوارج سے تھی اس عقل کے اندھے نے منظور کر لیا یہ نہ سمجھ سکا۔ کہ قتل علی المرتضےٰ خسر الدنیا والآخرۃ کا مزا چکھا ئیگا اور ایسا ہوا کہ اس کو شتر رسوائی پر سوار کر کے شہر بدر کیا دیا گیا۔ ۱۲

یا ۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ کما ہوالمشہور فی اکثر الکتب بوقت نماز صبح مسجد مین آپ کے سر مبارک مین تلوار ماری۔ جس سے دماغ کو سخت صدمہ پہونچا۔ لوگ ہر طرف سے اسپر دوڑے۔ اور پکڑ کر مشکین باندھ دین بعد از زخم جناب علی المرتضے رض جمعہ و سنیچر تک زندہ رہے شب یکشنبہ کو انتقال ہوا۔

ذخائر العقبے مین لکھا ہے۔ کہ امیر المومنین رض نے ابن ملجم کے حق مین فرمایا۔ اگر مین مرجاؤن۔ تو اسے قصاصاً قتل کرنا۔ لیکن مثلہ نہ کرنا۔ اگر مین بچ گیا۔ تو پہر معاملہ میرے ہاتھ ہوگا۔ یا معاف کرونگا یا قصاص لونگا۔ اور یہ بہی فرمادیا۔ کہ میرے بچنے یا نہ بچنے کے فیصلہ تک اسے محبوس رکھو۔ لیکن اس کو طعام نفیس اور بستر نرم دیئے رکھو۔ القصہ حضرت علی المرتضے کے نہلانیوالے حسنین رض شریفین عبد اللہ و جعفر۔ اور پانی ڈالنے والے محمد بن حنیفہ تہے۔ امام حسن رض نے جنازہ پڑہایا۔ اور دار الامارہ کوفہ مین شب کو دفن کئے گئے۔

بعض کا قول ہے کہ بعد ازان ان کی نعش مدینہ طیبہ لے گئے۔ اول من حول من قبر الے قبر آپ ہین۔ بعض کہتے ہین۔ کہ رستے مین اونٹ بدکا۔ اور بہاگ گیا۔ پہر معلوم نہ ہو سکا۔ بعض کا قول ہے کہ علی المرتضے سحاب مین ہین۔ بعض کا قول کہ نجف اشرف مدفن ہے۔ وہوالمشہور واللہ اعلم۔ معارف ابن قتیبہ مین زمانہ خلافت ۴ سال ۹ ماہ لکہا ہے۔ تقریب التہذیب مین ابن حجر عسقلانی لکہتے ہین۔ علی بن ابی طالب ابن عم رسول اللہ وزوج ابنتہ من السابقین الاولین المرجح انہ اول من اسلم وہواحد العشرۃ مات فی رمضان سنہ ۴۰ وہو یومئذ افضل الاحیاء من بنی آدم بالارض باجماع اہل السنۃ ولہ ثلث وستون سنۃ علی الارجح ۱۲

جب حضرت ام المومنین حضرت عایشہ صدیقہ رض کو قتل علی المرتضے کی خبر ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ۵

---

۵ کسی سایل نے علی المرتضے سے سوال کیا۔ کہ جب آپ اپنے قاتل کو پہچانتے بہی تہے۔ اور اس کی خواہش بہی معلوم تہی۔ پہر اسے قبل از واقعہ نیست و نابود کیون نہ کردیا۔ فرمایا تو بہی اچہا عقلمند ہے۔ کہ مقتول کو قاتل بنانا چاہتا ہے یعنی اقتل قاتلی ۱۲۔

فالفت عصاها واستقر بها النوے کما قر عینا بالایاب المسافر

مفتاح التواریخ مین کتاب ہفت اقلیم سے نقل کیا ہے۔ کہ جب حضرت امیر المومنین علی مرتضےٰ کا روح مقدس پرواز کر گیا۔ تو اولاد عظام نے بموجب وصیت اُسی شب کو جسد اطہر بمقام نجف اشرف لیگئے۔ جو کوفہ سے قبلہ کی طرف دو فرسنگ پر واقع ہے اس موضع مین جواب زیارتگاہ عالم ہی۔ مدفون کیا۔ علامت قبر نہ بنائی گئی۔ کہ وہ نہ ہو دشمنان اسلام دست برد کا موقع ہے۔ ۱۷۵ھ مین ہارون رشید شکار کھیلتا ہوا ہرنون کا تعاقب کر رہا تھا۔ کہ نجف اشرف مین چند ہرن نمودار ہوئے۔ اُن پر کتّون کو چھوڑا۔ اور باز وشکرے بھی چھوڑے۔ لیکن وہ خلاف معمول آگے نہ بڑھے۔ ہر چند کوشش کی گئی۔ لیکن کامیاب نہ ہُوا۔ قریب مین ایک بوڑھا آدمی یہ دیکھ رہا تھا۔ اسنے کہا کہ حضرت یہ مقام[۱] مدفن امیر المومنین علے المرتضےٰ ہے۔ ادب چاہیئے۔ ہارون یہ سنتے ہی جھجک گیا اور لوازم زیارت بجالایا۔ پھر تو روز بروز شہرت ہوتی گئی۔ اور آبادی بھی بڑھتی گئی۔ بعد ازان ۱۸۰ سال کے عضد الدولہ[۲]

---

[۱] علامہ دیری نے بھی حیوۃ الحیوان مین بنقل ابن خلکان باختلاف یسیر اس کا ذکر بیان فہد مین کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ایک شخص نے رشید کے سوال پر کہا کہ مین اپنے والد کے ساتھ اسی مقام پر زیارت مرقد اقدس حضرت علی مرتضےٰ پر آیا۔ اور والد نے مجھے خبر دی کہ وہ امام جعفرؓ کے ساتھ اور وہ اپنے دادا امام باقرؓ کے ساتھ اور اپنے والد امام زین العابدین کے ساتھ اور وہ اپنے والد امام حسینؓ کے ساتھ اسی مقام پر زیارت کیا کرتے تھے۔ اور امام حسینؓ اعلم بمقام القبر تھے۔ پھر لکھا ہو کہ لا غیر قبر حقیقۃ ۱۲

[۲] اس کا نام فنا خسرو بن رکن الدولہ ابن علے الحسن بن بویہ دیلمی تھا۔ یہ پہلا تاجدار اسلام ہے جس کو ملک کہا گیا۔ اور یہ پہلا اورنگ زیب ہے جس کا بغداد مین خلیفہ کے بعد منابر پر خطبہ پڑھا گیا بنی بویہ کا اعظم ملکۃ بھی یہی ہے۔ اس کو تاج الملۃ بھی کہتے ہین۔ علماء کا محب اور محسن و ہمنشین تھا۔ بعہد الطائع للہ کا وزیر تھا۔ اس کے حلو کے بعد مستولی ہو گیا۔ و توفی فی ذیحجہ ۳۷۲ھ وغیرہ ثلث واربعین سنۃ پانچ برس سلطنت کی۔ وکان ملکا۔ فاضلا۔ جلیلا۔ مہابا۔ کریما۔ شجاعا۔ ذکیا۔ مرتے ہوئے یہ کہ رہا تھا۔ ما اغنے عنی مالیۃ هلک عنی سلطانیہ۔ جب مرگیا تو دار السلطنت مین دفن کیا گیا۔ اور اس کی موت ظاہر نہ کی گئی۔ پھر بعد میں اس کا مرنا ظاہر کیا گیا۔ اور وہان سے نکالکر مشہد علی المرتضےٰ مین دفن کیا گیا۔ ۱۲ حیوۃ الحیوان

دیلمی نے ۳۶۶ھ کو ایک عمارت عالیشان وہان تیار کرائی۔ اسکے بعد پھر غازان خان نے عمارت کو وسیع کیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ کوفہ جس مین امیر المومنین شہید ہوئے بالکل ویران ہے۔ مگر کوفہ کی مسجد جسکے محراب مین مجروح ہوئے وہ باقی ہے۔ اس محراب پر بخط جلی لکھا ہوا ہے۔ کہ ہذا مقتل امیر المومنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سلطان سنجر کے زمانہ مین والی بلخ نے اعیان و ارکان کو جمع کرکے مدفن کی تحقیقات کر رہا تھا۔ کہ ایک سفید پتھر کی چانی بمقام مدفن نمودار ہوئی۔ جس پر یہ عبارت کندہ تھی۔ کہ ھذا قبر اسد اللہ اخی رسول اللہ علیؑ ولی اللہ۔ سلطان حسین مرزا والی ہرات نے اس پر تعمیر کہڑی کی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

یہان ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ جو کٹ ملایان کیا کرتے ہین۔ کہ علی المرتضےٰ رضؓ سے انتظام خلافت نہین ہوسکا۔ پہلے خلفاء ثلاثہ بھی تو تھے۔ لیکن کسی نے اُن کے مقابلے مین چون تک نہین کی۔ اگر کوئی اٹھا بھی تو تہ تیغ ہوا۔ ملکون کے ملک فتح ہوئے۔ حضرت ممدوح تو آپس کے جھگڑون مین ایسے پھنسے۔ کہ حج بھی بذات خود اپنے زمانہ مین نہ کرسکے۔ ہمین یہ سنکر تعجب آتا ہے۔ کہ بھائی سچ ہے۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست علی مع القرآن والقرآن مع علی۔ اللہم ادر الحق حیث دار کی یہی شان ہے۔ جو تمنے سمجھی علی تو خیر النبی المصطفےٰ ہ کے فرمان کی اچھی قدر و منزلت کی۔ میان معترض صاحب! صوفیہ کرام تو یہ رونا رو رہے ہین۔ کہ ان مشکلات کی وجہ سے جن کا سامنا علی المرتضےٰ رضؓ سے ہوا انکا انصرام جو کچھ انہون نے کیا۔ وہ انہین کا حصہ تہا۔ اگر کسی دوسرے سے یہ معاملہ ہوتا۔ تو خدا معلوم کیا کا کیا ہوجاتا۔ ہان افسوس ہے تو یہ ہے۔ کہ اگر مسلمان مقابلہ نہ کرتے۔ تو حضور کی ذات بابرکات اسرار بے بہا کا سمندر لہرا دکھلاتی۔ اگرچہ باانیہمہ مشاغل جو تزکیہ قلوب و تنقیہ نفوس انہون نے کر دکھلایا۔ اور انوار و اسرار سے جسقدر انہون نے فواد متجلے کر دئے۔ اُن سے اغماض کرنا کفران نعمت ہے۔ لیکن اس سوال کا ظاہری جواب تو خود اُن کے زمانہ مین دندان شکن خود انہین کی زبان درفشان سے ہوچکا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب کبھی عمولی فہم اور ناعاقبت

اندیشں کوتہ نظر نے علی المرتضٰے کی خدمت مین یہ اعتراض پیش کیا۔ کہ جناب عالی! تعجب آتا ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ رضنے جس نظم ونسق سے خلافت کو چلایا۔ آپ ویسا نہین چلا سکے۔ علی المرتضٰے رضنے جواب دیا۔ کہ ہان یہ سچ ہے۔ لیکن اس مین بھید یہ ہے۔ کہ جس کُل کے زور سے انہون نے کام کیا۔ اِس کا اعلیٰ ترین پُرزہ مین تھا۔ اور میری خلافت کی مشین کے پرزے تم ہو۔ سہ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ میری مشین پرزون کی محتاج ہی نہ تھی۔ اس مین ایسی طاقت اسد اللہی تھی۔ کہ وہ خود بخود فرنٹ چلی چلتی۔ لیکن اس مین ریزہ افگنی کی وہ سخت کوششین ہوئین۔ کہ جنکا نکالنا بایطور دشوار ہوا۔ کہ نکلین بھی اور ٹوٹنے اور بیکار بھی نہ ہونے پائین۔ تذکرہ غوثیہ ملاحظہ ہو۔ ہم یقینا کہہ سکتے ہین۔ کہ جنگ بھی کرنا۔ اور اسلامی حقوق کا ملاحظہ اور نگہداشت بھی رکھنا ناممکن نہو تو نہ ہو۔ مگر مشکلتر ضرور ہے۔ مسیلمہ کے ساتھہ لڑنا آسان ہے۔ اس سے کہ ام المومنین رض حرم نبوی کے مقابلہ کی مدافعت کرنا۔ اُدہر غلط فہمی سے چڑہائی۔ ادہر مدافعت اور پاس حقوق نبوی۔ مسیلمہ کے وقت اہل اسلام جمعیت واتفاق اور اس موقعہ پر سراسیمگی اور افتراق۔ مسیلمہ پر قابو ہوا۔ تو تہہ تیغ کرکے دل ٹھنڈا کیا۔ اُم المومنین پر قبضہ ہوا۔ تو باعزت وشوکت مع سامان سفر۔ اپنے شاہزادون کو مشایعت کے لئے ساتھہ کرکے مدینہ طیبہ کو روانہ کیا۔ حاکم شام کی بغاوت مع نفسانیت۔ اور اسد اللہ کی للہ عداوت بھی اور پھر عدالت بھی کوئی کرکے دکہلائے۔ تو مانین۔ تذکرہ غوثیہ مین منقول ہے۔ کہ اثنائے جنگ مین عسکر مرتضوی مین پیاس کی شدت تھی۔ بحکم والی شام پانی کا مقام محفوظ کردیا گیا۔ کہ یہ ہمارا مقبوضہ ہے۔ خبردار۔ ایک چُلو بھی نہ ملے گا۔ حضرت علی ؑ ہون یا لشکرشان وہ ہرگز سیر آبی کا حق نہین رکھتے۔ بس اُن پر پانی بند کردو۔ جون تون کرکے صبر کیا۔ خدا کی شان کہ تہوڑے عرصہ کے بعد ایسا موقعہ ہوا۔ کہ لشکر معاویہ رض

بھی مضطر ہوا۔ اور بانی مرتضوی قبضہ مین تہا۔ غرض بیگیون نے عرض کی۔ کہ یا امیرالمومنین رض خدا تعالےٰ نے انتقام کا اچہا موقعہ دیا ہے۔ اگر حضور بھی آب بندی کا فرمان صادر فرمائین۔ تو بید ابید کا معاملہ بھی ہوگا۔ اور یہ بھی کہ دشمن ذلیل ہوکر شکست فاش کا معترف ہوگا۔ حضرت علی المرتضےٰ فداہ ابی وامی نے فرمایا۔ کہ ہے تو ٹھیک لیکن میرے اور اسکے درمیان فرق کیا ہوگا۔ اس نے ناحق خلافت کو ملحوظ رکہا۔ نہ حقوق اسلام کی نگہداشت۔ خلافت چونکہ میرا حق ہے۔ اسلئے مین اس کا حریف ہون۔ باقی رہا حق اسلام اس نے ادا نہین کیا۔ مین کرتا ہون پانی بند نہ ہو۔ ۵

بدی را بدی سہل باشد جزا۔ اگر مردے احسن الےٰ من اسا

کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح ملک گیری اور مخالفین اسلام کی قلع وقمع کے لئے بشراکت مرتضوی خلفاء ثلاثہ کا عہد موزون تہا۔ اسی طرح مذکورہ فتنہ وفساد مین زمانہ حیدری بلاشرکت غیری انسب تہا۔ انہین امور کا موازنہ کرکے تو شیخ شاہ ولی اللہ جیسے متصلب محدث سے یہ منقول ہے۔ کہ شجاعت۔ علم۔ قوت وغیرہ مین تمام صحابہ سے مرتضوی پلہ بہاری ہے۔ اپنے حسن العقیدہ مین کہلے منہ اعتراف کیا ہے۔ کہ جہان ہم تفضیل شیخین کے مدعی ہوتے ہین۔ تو ہمارا اعام خیال نہین ہوتا۔ کہ وہ من جمیع الوجوہ افضل ہین۔ تاکہ شجاعت۔ قوت۔ علم۔ نسب سب کو شامل ہو۔ انکی اپنی عبارت یہ لا نعنی الافضلیۃ من جمیع الوجوہ حتےٰ یعم النسب والشجاعۃ والقوۃ وامثالہا الخ۔ سچ ہے۔ ۵

درفضایل بنظیر آمد علی رض ۔ برہمہ عالم امیر آمد علی رض

آن علی کو ناشی از غیب آمدہ ۔ ہرچہ از غیب است بے عیب آمدہ

اسجگہ ہم نے سمند قلم کو قرطاس کے میدان پر جولان دیا ہے۔ گو ہماری ہوس بوجہ تنگی میدان پوری نہین ہوئی۔ اور نہ ہم اپنا کرتب دکہلا سکے۔ لیکن جو کچھ

کیا ہے۔ وہ حسبتہً للہ کیا ہے۔ تعجب آتا ہے۔ کہ بعض انسان جادۂ مستقیم سے منحرف ہو کر بد لگام ہو جاتے ہین۔ متعصب شیعون کی طرح کہ وہ حقوق صحابیت کا لحاظ نہین کرتے۔ یہ حقوق اہلبیت کی پرواہ نہ کر کے ایمان پر روشنی ڈالتے ہین حضرت علی رض پر نکتہ چینی ہو تو اغماض حسنین شریفین کی معیت بیان کرنے پر چین بجبین۔ آئمہ اثناعشر پر چہ میگوئیان ہون تو خاموشی۔ اگر امیر معاویہ رض صاحب کی بغاوت کا ذرا بھی اظہار کیا جائے۔ تو آگ بگولا ہو کر رگین پھلا دیتے ہین۔ ہمارے خیال مین ایسا کرنا طریق مستقیم سے تجاوز کرنا ہی بعض کم بخت نیم خواندہ تو یزید علیہ اللعن پر وہ بیجا فیاضی کرتے ہین۔ کہ اس کا مومن کامل جنتی ہونا ثابت کرتے ہین۔ وہ اگر ایسا کرنا اچھا سمجھتے ہین۔ تو مزے کرین۔ مگر یہ انہین پیش نظر رہے کہ

نکوئی با بدان کردن چنانست   کہ بد کردن بجائے نیک مردان

ہم نے اہلسنت برادران کے بہت رسائل شیعی کی تردید مین ملاحظہ کئے۔ واقعی انہون نے خوب کوششین کین۔ اور حق گوئی کا حق ادا کیا جسکے صلہ مین ہم انہین جزاہم اللہ کہتے ہوئے ذرا بھی نہین جھجکتے۔ لیکن یہ درد ہے۔ اور ضرور ہے۔ کہ اہلبیت علیہم السلام کے حقوق کی نگہداشت کرنیوالون پر بہت کم قلم اُٹھایا گیا۔ ہم ہم اہلسنت کو دونو پلے برابر رکھنے ضروری ہین۔

اہل علم کا اختلاف ہے۔ کہ اولاد علی المرتضٰے کا شمار کتنا ہے۔ بقول اشہر آپکے ۱۸ صاحبزادگان اور ۱۸ ہی صاحبزادیان ہوئین۔ لیکن نرینہ[۱] اولاد سے صرف پانچ صاحبزادگان سے اولاد کا سلسلہ جاری ہوا۔ انکے نام نامی یہ ہین۔ حسن حسین۔ محمد۔ عباس۔ عمر۔ (فرع النامی وروضتہ الشہدا) معارف ابن قتیبہ مین مذکور ہے۔ کہ حسنین و محسن۔ ام کلثوم کبرے۔ زینب کبرے انکی والدہ حضرت فاطمہ بنت الرسول ہے۔ محمد کی والدہ خولہ بنت جعفر حنفیہ۔ عبید اللہ اور ابوبکر ان کی والدہ لیلے بنت مسعود ہے۔ عمر و رقیہ ان کی مان تعلبیہ ہے۔ یہ خالد کی کنیز تھی

[۱] دختران سے صرف حضرت زینبؓ ذی اولاد ہوئین۔ ۲۔ کریم)

علی المرتضےؓ نے اسے خریدا تہا۔ یحیےٰ کی والدہ اسمار بنت عمیس ہے۔ جعفر۔عباس عبداللہ ان کی ماں ام البنین ہے۔ رملہ اور ام الحسن کی والدہ ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔ ام کلثوم صغریٰ۔ زینب صغریٰ۔ رملہ۔ میمونہ۔ خدیجہ۔ فاطمہ۔ ام الکرام۔ نفیسہ۔ ام سلمہ۔ امامہ۔ ام ابنہا۔ امہات شتے سے تہین۔ علی قاری نے شرح شفا مین لکہا ہے۔ کہ حضورؓ کے روح پرواز ہونے کے وقت چار زوجات (امامہ۔ لیلےٰ۔ اسمار۔ ام البنین) اور کنیزین ۱۹ جن مین وسّ امہات الاولاد تہین۔ نقش خاتم اسنلات ظہری الی اللہ حسبی اللہ نعم القادر اللہ تہے۔

تذییل

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضا طلحہ و زبیر سے تو معاملہ مقابلہ علی المرتضےٰ رضا مین غلط فہمی ہوئی۔ اور کرائی گئی۔ اخیر مین کا رجوع ثابت ہے۔ جیسا ہم ذکر کر آئے ہین۔ ام المومنین بہی اپنی غلطی کو معلوم کرکے سخت نادم ہوئین۔ اور روتی رہین۔ کما مر۔ یہ تینون بزرگواران انابت الی اللہ اور استغفار بجناب کردگار بخلوص قلوب کرکے دنیا سے کوچ کر گئے۔ ہمین وثوق ہے۔ کہ ان کی وہ غلطی معاف کردی گئی ہو گئی۔ ہم نہایت سرور سے ظاہر کرتے ہین کہ محمد حسنخان شیعہ بہی اپنی کتاب خیرات الحسان مین ام المومنین کا تذکرہ کرتے ہوئے لکہتے ہین۔ کہ و مع ذالک این کار (مخالفت با علی) و بسیاری از کارہائے دیگر را بجدا باز گذاشتہ امیدواریم کہ گنہ گاران توبہ کردہ باشند و توبہ آنہا قبول شدہ باشد صفحہ ۱۵۵ بے تعصب انسان ہرگز ہرگز یہ نہین کہہ سکتا کہ وہ پہر بہی قابل گرفت ہین۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ حضرت علی مرتضےٰؓ تو ان کی عزت اور حرمت کرین۔ اور ہم چہ میگوئیان۔ سبحان اللہ سے

۵ کارِ پاکان برقیاس خود مگیر - یہ وہ خاتون ہے - کہ جس کی طہارت کے لئے قرآن مجید ناطق ہے - یہ وہ صدیقہ ہے - جسکے شان مین والذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم - وارد ہوا - یہ وہ محبوبۂ رسول ہے - کہ حضورؐ نے تمام زوجات سے استخراج فرماکر یہ طے کر لیا - کہ مین اخیر مین اخیر دم تک اسی کا پاس رہونگا - بلکہ بقیۂ دفن نبیؐ جو وہین ہوتا ہے - جہان اس کا روح قبض ہو - بعد الوصال بھی اسکے پاس رہونگا - اور اس کا حجرہ نہ چھوڑونگا - یہ وہ مقبولہ بارگاہ ایزدی ہے - کہ اسی مطہرہ کے فرودگاہ کو یہ شرف بخشا - کہ اس کا وہ بقعہ اور قطعہ زمین جس پر سرور عالم لیٹے ہین - تمام فرش زمین سے نہین - بلکہ کعبہ و عرش سے بھی اشرف و افضل ہے - ہان والئے شام کو بھی اسی درجہ مین رکہنا اور خطا اجتہادی کا کلمہ تراش کر ان کو ان کا ہم پلہ بنانا بے محل ہے - اول سے لیکر آخر تک جس قدر اس قصہ پر غصہ کو دیکھا جاتا ہے - نہ وہ صرف عبرت انگیز بلکہ جانکاہ ثابت ہوتا ہے - یقینا کہا جا سکتا ہے - کہ یہ اپنی خطا پر یہان تک مصر رہا - کہ اسے خلافت یا حکومت حاصل کرنے سے بھی اطمینان نہ ہوا - جب تک حسن مجتبےٰ کا کام تمام نہ کیا یا ہوا یہ میٹھی نیند نہین سویا - میرزا مظہر جانجانان اپنے مکتوب ۷ امین کہ اگر خطا اجتہادی ہان بھی لیجائے - تو صدور این خطا خیلے مستبعد و مستکرہ است - کیونکہ مودت ذوی القربےٰ آنحضرت واجب است بر جمیع افراد امت - پھر فرماتے ہین - اگر استکراہ بھی درمیان نہ ہو - تو اس سے رضا باذیت اہل قرابت رسول اللہ لازم آتی ہے - اللھم احفظنا من جمیع السیئات - پھر زیادہ تعجب یہ ہے - کہ اگر کوئی اُسے باغی مومن کہدے تو اس کو معلوم نہین - کیا کیا کہدیا جاتا ہے - چونکہ باغی نہ کہنے مین تکذیب مشہور حدیث لازم آتی ہے - اس لئے ہم اس کی تفصیل دکہلاتے ہین - حدیث مسلم مین ہے - کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمارؓ کو فرمایا کہ تجھے باغی گروہ قتل کریگا (مشکوۃ)

محدث دہلوی نے اس کی ذیل مین لکہا ہے۔ کہ یہ حدیث بمرتبۂ شہرت و تواتر پہنچی ہے۔ فتح الباری تیسیر القاری شیخ الاسلام نے بھی اسی طرح لکہا ہے۔ شیخ عبدالحق رہ محدث حدیث مذکور کی شرح مین لکھا ہے۔ کہ فئۃ الباغیۃ سے مراد معاویہ و قوم اوست اور یہ بھی لکہا ہے۔ کہ عمار رضہ علی المرتضے رضہ کے ساتھ تہا۔ اور یہ علی المرتضے کی حقانیت کی دلیل ہے (کذا فی جمیع شروح الاحادیث) اللہم اجعل معاویۃ ہادیاً الخ الٰہی معاویہ کو ہادی و مہدی کر دے۔ (ترمذی) اس حدیث پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ کہ جب دعا بدایت سرور عالم قبول اور مستجاب ہے۔ تو ضرور یہ کہنا پڑے گا۔ کہ وہ ہادی یا مہدی تھے۔ نہ کہ خاطی و باغی۔ ہم کہتے ہین کہ واقعی یہ سچ ہے۔ اور قابل قبول بھی ہے۔ لیکن اتنا کہدینا ضروری ہے کہ پہلے ثبت العرش ثم انقش۔ دیوار بنا کر نقش کرنا چاہیئے۔ محدثین اس حدیث کی صحت نہین مانتے۔ فتاوی برہنہ مین بہی معاویہ کو درزمان علی المرتضے رضہ مخطی و باغی قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی لکہا ہے۔ کہ تو بہ معاویہ درزمان علی رضہ ظاہر نشد الخ۔ امام نسائی رہ صاحب سفر السعادت نے تصریح کر دی ہے۔ کہ فضایل معاویہ مین کوئی حدیث صحیح نہین وارد ہوئی شیخ الدہلوی ترجمہ مشکوۃ مین اس حدیث کی تضعیف کرتے ہوئے لکہتے ہین۔ کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو بھی۔ تو اس کا حکم عام نہ ہوگا۔ ان کی اپنی عبارت یہ ہے اما در غیر چیزے خواہد بود کہ خطا کردہ باشد و حق بدست ایشان نیادہ و در فتنہ و ابتلا افتادہ و از راہ ہدایت برگشتہ باشد انتہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علی المرتضے کے مقابلہ مین بالکل خطا پر تھے نہ خطا اجتہادی بلکہ راہ ہدایت سے برگشتہ تھے۔ علی القاری جیسے متصلب کو بھی یہ ماننا پڑا۔ کہ یہ جو تاویل کی جاتی ہے۔ علی المرتضے رضہ کا مقابلہ بوجہ طلب قصاص امیر عثمان تہا۔ اور یہ کہ قتل عمار کا باعث خود علی المرتضے رضہ تھے۔ نہ معاویہ یہ بالکل غیر صحیح اور قبیح ہے پھر حدیث مسلم کا حاصل یہ بتلایا ہے۔ کہ اس مین حضور سرور عالم کے تین معجزات ہین۔ ایک یہ کہ عمار قتل ہوگا۔ (۲) یہ کہ وہ مظلوم ہوگا۔ (۳) یہ کہ اس کا

قاتل باغیون کی جماعت کا ایک باغی ہوگا۔ اور یہ سب صدق اور حق ہے۔ پھر یہ بھی لکھا ہے۔ کہ یہ جو نقل کیا جاتا ہے۔ کہ یہ تاویل کہ عمار کا قاتل بوجہ توجیہ مذکور علی رضہ ہے۔ نہ معاویہ یہ افترا ہے معاویہ پر۔ کیونکہ وہ اس تاویل پر جو عام وخاص کے نزدیک ظاہر الفساد ہے۔ بڑے پکے اور ہوشمند تھے۔ پھر علی قاری اس کا جواب دیتے ہین۔ کہ اگر معاملہ ایسا ہوتا۔ تو پھر معاویہ پر واجب تھا۔ کہ وہ قتل عمار کو دیکھکر باغی ہونے سے رجوع کر لیتے۔ اور خلیفہ حق کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن مین ڈالکر مخالفت اور طلب الخلافۃ کو متروک کر دیتے۔ چونکہ ایسا نہین کیا گیا۔ تو یہ ظاہر ہے۔ کہ معاویہ حقیقت مین باغی تھے۔ اور قصاص عثمان رضہ کو ظاہر امرائیا حیلہ بنایا ہوا تھا۔ پس یہ حدیث مسلم اس کی شرانگیزی کی خبر دینے والی ہے۔ اور اُس کو اس کے عمل سے روکنے والی ہے۔ لیکن ایسا ہونا کتاب مین مسطور تھا۔

پس اسکے نزدیک تمام قرآن وحدیث مہجور تھی۔ علی قاری کی اپنی عبارت یہ ہے۔ فلا یصح ان یراد به طلب خلیفة الزمان وهو عثمان۔ وقد حکی عن معاویه تاویل اقبح من هذا حیث قال انما قتله علی رضه وفئته حیث حمله علی القتال وصار سببا لقتله فی المآل وقیل له فی الجواب فاذن قاتل حمزة هو النبی حیث کان باعثا له والحاصل ان هذا الحدیث فیه معجزات ثلاث احدها انه سیقتل وثانیها انه مظلوم وثالثها ان قاتله باغ من البغاة والکل صدق وحق ثم نقل ان التاویل المذکور افتراء علی معاویة رضه لانه اعقل من ان یقع فی شیئ ظاهر الفساد علی الخاص والعام۔ قلت فاذا کان الواجب علیه ان یرجع عن بغیه باطاعة الخلیفة ویترك المخالفة وطلب الخلافة المنیفة فتبین بهذا انه کان فی الباطن باغیا وفی الظاهر مستترا بدم عثمان رضه مراءیا مرائیا فجاء هذا الحدیث علیه ناعیا وعن عمله ناهیا لکن کان ذالك فی الکتاب مسطورا فصار عنده کل من القران والحدیث مهجورا (مرقات)

ناعی خبر مرگ کسے دادن، واظہار وشہرت کردن بذی کسے ۔ منتخب

نواب صدیق حسن خان بہوپالی غیر مقلد بغیۃ الرائد مین لکہتے ہین۔ تعدی از طرف معاویہ شد وجنگ او خالی از حمیت ونفسانیت نبوده وانیکه گویند خطا اجتہادی بود پسند خاطر انصاف پسندان نیست انتہے۔ شاہ عبدالعزیز رح نے بھی اپنے مناقب مین فرمایا ہے۔ کہ ہر جا خطا اجتہادی را دخل دادن خالی از سماحت نیست۔ دُرر آلازہر کے مصنف عجیب چال چلے ہین۔ اِس واقعہ کو چھپا تو نہین سکے۔ لیکن دبے منہ سے یہ کہدیا ہے۔ ومعاویۃ رض انکان علے الباطل لکن یمکن ان یکون ذالك منه بالاجتهاد یعنی معاویہ رض اگرچہ باطل دعویٰ پر تھا۔ لیکن ممکن ہے۔ یہ بطلان اس سے بوجہ اجتہاد ہوا ہو۔ اب ہم ذرا اجتہاد کے درپے ہوتے ہین۔ کہ خطا اجتہادی کا کیا مطلب ہے۔ ہم نے اپنے احباب اہل علم سے اس مین کرات مرات تذکرہ کیا۔ کہ میان خطا اجتہادی جو بیان کیجاتی ہے۔ اس کی تعریف اور تفہیم کیا ہے۔ اسکے جواب مین خارج از بحث باتین شروع ہوجاتین۔ اور اصلی معاملہ رہجاتا۔ بعض صاحب لال پیلے ہوکر ناراض ہوجاتے ہین۔ کہ تم تو عجیب پیرایہ مین باتین کرتے ہو۔ بس خطا اجتہادی کا رثواب ہے۔ نہ باعث عذاب۔ جواب مین کہاجاتا۔ کہ ناراض نہونا چاہیے۔ حدیث صحیح مین ہے۔ کہ قاتل عمار فی النار یہ عذاب سنایا گیا۔ یا ثواب۔ تو اور زیادہ ناراض ہوکر کہتے۔ یہ شیعہ پن کی باتین ہین۔ بس ہم سے نہ جہگڑا کرو۔ چونکہ تشفی نہوئی۔ اسلئے کتب دینیہ کی ورق گردانی کرکے دیکہاجاتا۔ آخر الامر شارح بخاری شیخ الاسلام نے یہ عقدہ حل کردیا۔ جنکی عبارت ہم بعینہ درج کرتے ہین۔ اِس سے معلوم ہوگا۔ کہ والئے شام کے اجتہاد خطا کا یہ معنے ہی۔ لکہتے ہین کہ جب عمار شہید ہوا۔ تو عمرو بن عاص نزد معاویہ آمد وگفت عجب کارے پیش آمد۔ گفت مشکل چیست۔ گفت من شنیدہ ام۔ کہ آنحضرت صلعم بعمار گفت۔ تقتلک الفئۃ الباغیۃ۔ گفت کہ عمار را من نکشتہ ایم۔ علی کشت۔ کہ او را بجنگ آورد۔ براین نہج جنگ وجدال بر ظن فاسد وتاویل باطل بود۔ کہ آنرا خطا در اجتہاد گویند الخ۔ چہ خوش۔ خطا اجتہادی کی دلہن کے سر پہ یہ خوب سہرا باندہا ہے۔ کہ بنا فاسد بر ظن فاسد وتاویل باطل خطا اجتہادی کی نوعروس

ہے۔ جو ایک ثواب کی حنا ہاتھ پاؤں میں لگا کر نازو کرشمہ دکہاتی ہے۔ ہمیں ڈر ہے۔ کہ کہیں شیعہ اسکا نقاب اٹھا کر یہ حظ نہ اُٹھالیں۔ کہ بہائیو منکرین خلافت ثلاثہ بہی کم سے کم مجتہدین خاطئین کے درجہ سے تو کم نہ ہونگے۔ کیونکہ تمہارے خیال کے موافق ہمارا انکار بزعم فاسد و تاویل باطل ہی سہی۔ چلو تمہاری رائے کے موافق اگر ایسا ہوا بہی۔ تو ایک ثواب کے مستحق تو پہر بہی ضرور ہونگے۔ حاشا و کلا شیخ الاسلام سے تعجب ہے۔ کہ پہر یہ بہی لکہدیا ہے۔ کہ صحابہ جو امیر معاویہ کے ہمراہ تہے۔ قتل عمار کے بعد حدیث عمار کو یاد کر کے معاویہ سے الگ ہوگئے۔ کہ ایسا اجتہاد آپ کو مبارک ہو۔ انکی اپنی عبارت یہ ہے۔ کہ بعد از قتل عمار رضہ بسیاری از صحابہ رضہ بیاد این حدیث از پیروی معاویہ بیزار گشتند۔ کاتب الحروف چونکہ اس تحقیق میں کوشاں تھا۔ کہ حق بات معلوم ہو۔ اور فقط اپنے آپ کو ہی حکم نہ سمجہا جائے۔ اسلئے یہ شوق رہتا۔ کہ کوئی علامہ زبردست اگر اس معمہ کو حل کر دے۔ تو پہر اسکے اتفاق سے اصابت کا حق اچہا ظاہر ہوگا۔ کہ جس کروٹ پر ہو۔ اتفاق سے محرم ۱۳۲۳ھ میں جناب والا مناقب علامہ عصر فہامہ دہر پیر روشن ضمیر مولانا **سید پیر مہر علی شاہ** گولڑوی۔ کہ جنکے علم و رشد کا آفتاب سپہر اہل سنت پر نصف النہار کیطرح روشن ہے۔ دام ظلہ العالے۔ ملتان شہر میں بمکان میاں امام بخش صاحب خلف الرشید حاجی منور الدین صاحب مرحوم تاجر چرم بیرون لوہاری دروازہ نزول اجلال فرمایا۔ اور بخدمت حضرت اقدس جناب زبدۃ الاحرار عمدۃ الاخیار مسند نشین درگاہ عالیجاہ سمی کلیم اللہ حضرت موسیٰ **پاک شہید** قدس اللہ سرہ العزیز حضرت مخدوم **سید محمد صدر الدین** جنت اللہم اجعلہ کاسمہ المعظم وافض علیہ برکات اسمہ الاعظم خلد اللہ وجودہ الافخم۔ اطلاع بہیجی۔ کہ میں ابہی زیارت کے لئے خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور یہی ملاقات اول اور یہی آخری ہوگی۔ کہ میں اس ۱۲ بجے دن کی ٹرین میں سوار ہو کر چلا جاؤنگا۔

سید صاحب ممدوح نے باین ارادہ کہ ان کو دعوت دیجائے۔ بہراہی چند خدامان

جن مین یہ ہیچمدان بہی تہا۔ پیر صاحب گولڑوی موصوف دام مجدہ کے پاس گئے۔ وہان لوگون کا جمگٹا تہا۔ حضرت مخدوم صاحب کے تشریف لیجانیسے اس قدر ہجوم ہوگیا کہ اس مکان مین تل دہرنے کو جگہ نہ تہی۔ ادائے مراسم ملاقات کے بعد باب گفتگو مفتوح ہوا۔ اسی اثنار مین موجودہ لوگون مین سے بعض بعض اپنے اپنے مطالب بہی پیش کر دیتے۔ اور جناب پیر صاحب موصوف نہایت متانت وسنجیدگی سے انکی طرف بہی توجہ مبذول فرما دیتے۔ مین نے بہی موقعہ پاکر عرض کی۔ کہ امیر معاویہ کی حرب بعلے المرتضٰے کو چند علمانے خطا اجتہادی سے تعبیر کیا ہے۔ اور چند علمائے عظام اور صوفیہ کرام نے خطا منکر لکہا ہے۔ اسوقت سلسلۃ الذہب عارف جامی رہ میرے پاس تہی۔ مین نے وہ کہول کر پیش کی۔ اور دو شعر پڑہے۔ ؎

وان خلافیکہ داشت باحیدر ۔۔۔ در خلافت صحابۂ دیگر

حق در انجا بدست حیدر بود ۔۔۔ جنگ با او خطا منکر بود

(یہ اشعار قریبا پیش نظر ہونگے) سوال یہ ہوا۔ کہ کیا خطا اجتہادی اور خطا منکر مترادف ہین۔ جنکا مفہوم ایک ہے۔ یا دو نوجدا جدا ہین۔ آپ نے جواب مین فرمایا کہ تو یہ ان دونون مین بون بعید ہے۔ خطا اجتہادی مین نیت بخیر ہوتی ہے۔ اور خطا منکر مین نیت بد ہوتی ہے۔ استفسار کیا گیا۔ کہ اب دونو اقوالون مین تعارض ہوگیا۔ حق کس کو سمجہا جائے۔ جواب فرمایا۔ کہ حق تو عارف جامی رہ نے لکہا ہے۔ اسپر کہا گیا۔ کہ جن علمار نے خطا اجتہادی لکہا ہے۔ وہ ناحق ہوا۔ فرمایا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے لکہا ہوگا۔ اس وقت ایک معظم شخص نے پوچہا۔ کہ جامی رہ نے مصلحت کے خلاف کیون لکہا۔ پیر صاحب نے تبسم آمیز لہجہ مین فرمایا۔ کہ کوئی حق بات بہی لکہنے والا ہو۔ پہر خود بخود یہ بہی فرمایا۔ کہ مسئلہ تفضیل خلفار اربعہ بہی عجیب تحریرون مین مکتوب ہے۔ حق یہ ہے کہ فضیلت کے احادیث کے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلفار اربعہ کی افضلیت من جہۃ الحیثیات ہے۔ یہ نہین کہ کسی کا من

وجہ افضل ہونا دوسرے کے من کل الوجوہ مفضولیت کا موجب سمجھین۔ اسوقت حضرت شخد ... صاحب موصوف اور محمد رب نواز خان صاحب میونسپل کمشنر مولوی غلام رسول صاحب۔ مولوی قاضی شیر محمد صاحب سید عابد علی شاہ صاحب وغیرہ وغیرہ موجود تھے۔ واللہ ہو الہادی۔

مجمع البحار مین حدیث متذکرہ کے فقرہ باغیہ کا معنے ظالمہ کیا ہے۔ کہ خاطی در اجتہاد کو ظالم کہا جاتا ہے۔ تیسیر القاری تقتلہ الفئۃ الباغیہ کا فارسی مین یہ معنے کیا ہے۔ کہ میکشند او را باغی و منحرف از طاعت امام برحق الخ اور یہ تمام محدثین وغیرہ نے صراحت کی ہے۔ کہ قاتل عمار گروہ معاویہ سے تہا۔ دیکھو فتح الباری۔ تیسیر شیخ الاسلام مرقات اشعۃ اللمعات وغیرہ وغیرہ

شامی نے بصراحت لکہا ہے۔ کہ علی المرتضٰے برحق امام تھے۔ اور انکا خصم باغی تہا۔ صاحب ہدایہ اور فتح القدیر نے تو غضب کر دیا ہے۔ یہ دو نو حضرات جس پایہ اور شان کے ہین۔ وہ اہل علم پر پوشیدہ نہوگا۔ ہدایہ وہ کتاب ہے۔ کہ جسپر مذہب حنفیہ کا پورا اعتماد ہے۔ اور ابن ہمام تو اہل ترجیح ہی ہین۔ اور ثانی ابو حنیفہ کے لقب سے بہی ممتاز ہین۔ وہ اخیری فیصلہ کے لئے کافی ہونگے۔ ہدایہ کے باب القضا مین صاف لکہدیا ہے۔ کہ یجوز التقلد من السلطان الجائر کما یجوز من العادل لان الصحابۃ تقلد وا من معاویۃ یعنی قاضی بننا ظالم جور کرنے والے بادشاہ کا بہی ویسا جائز ہے جیسا عادل بادشاہ کا کیونکہ صحابہ نے معاویہ کی قضا قبول کی تہی الخ (اور وہ جائر تہا) ابن ہمام لکہتے ہین کہ یہ صراحت ہے۔ اس امر کی۔ کہ معاویہ کا خروج ظلم اور جور تہا۔ اسکے اپنے الفاظ فتح القدیر مین یہ ہین۔ ھذا تصریح بجور معاویۃ والمراد فی خروجہ لا فی اقضیۃ۔ پہر حدیث عمار کا ذکر کرکے لکہا ہے۔ وقد قتلہ اصحاب معاویۃ یصرح بانہم بغاۃ الخ۔ علامہ سنبہلی نے تو حاشیہ ہدایہ مین ہمصفیر ابن ہمام ہوکر یہ ازدیادی بہی کی ہے۔ کہ معاویہ کے حالات کو دیکہکر قلوب مکدر ہوتے ہین۔ وحشت طاری ہوتی ہے۔ اور یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ وہ مخالفت کے سمندر مین ڈوبا ہوا

تھا حق کے قبول کرنے سے معطل - احقاق اخلاص - قصد خیر سے بمراحل دور تھا - اسلئے شاہ ولی اللہ کو بھی یہ تو ضرور کہنا پڑا کہ خلافت معاویہؓ کانت علےٰ سیرۃ الملوک لا علےٰ سیرۃ الخلفاء قبلہ (حجۃ اللہ البالغہ)

چونکہ اختصار مطلوب ہے - اسلئے زیادہ تطویل سے تعطیل بہتر سمجھ کر قلم کو روکا جاتا ہے - اور یہ بھی کہدینا نامناسب نہ ہوگا - کہ یہ تمام خامہ فرسائی ان لوگون کے لئے ہے - کہ جو اظہار حق کے خورشید پر خاک ڈالنا چاہتے ہین - کہ امیر معاویہؓ کو باغی نہ کہو یہ کار ثواب کر رہے تھے - نہ امیر معاویہ صحابیؓ کی سبکی و توہین - ہان یہ ضرور ہے کہ وہ اس معاملہ مذکورہ مین خطا پر تھے - اور ضرور تھے اور واقعی باغی تھے - ممکن سے بڑھکر ہے - کہ بوجہ نفسانیت محسن کش بھی سمجھے جائین - جیسا کہ تذکرہ حسنیہ مین معلوم ہوگا - امیر معاویہ خود بھی سمجھتے یا سمجھے تھے - کہ مین ایسا ہون - کما اشار فی آخر عمرہ کما سیجیٔ -

ہان امیر معاویہ کو بے ایمان مرتد - ملعون سمجھنا - اور ان کی تذلیل اور توہین کو محبت ایمان و اہلبیت سمجھنا - خلاف طریقہ اہلبیت نبوی و اولیاء کرام نیز خلاف نبی سیدنا ہے - حضورؐ کا فرمودہ ہے - کہ لاتسبوا اصحابی - المومن لیس بلعان - اکرموا اصحابی یہہ سب پیش نظر ہون - کسی کی خطا منکر کو کفر سے تعبیر کرنا - اپنا تحکمی فیصلہ ہے - نہ فیصلہ انصاف و ایمان - شہزادہ امام حسنؑ مصلح کا باوجود مشاہدہ محاربات جو انکے پدر بزرگوار سے ہوئے - تخت خلافت سپرد کر دینا - اور باوجود عالی مرتبہ اور مستحق ہونے کے اپنے آپ کو احد من الناس سمجھکر اس سے بیعت کرکے ماتحت ہو رہنا - جیسا کہ فریقین کے اسفار مین مسطور ہے - یہ آخری فیصلہ ہے - کہ وہ کم سے کم اس منصب

۱؎ حدیث متواتر مسطورہ الفئۃ الباغیۃ و قول محکم مرتضویہ اخواننا بغوا علینا شاہد فی مدلین ہین ۱۲ -

۲؎ نیل الاوطار و صواعق وغیرہ مین ایک روایت لکھی ہے - کہ جنگ کے ایام مین امیر معاویہؓ علی پر اور علی المرتضےٰ معاویہ پر بددعا اور لعنت کیا کرتے تھے: ہم اس کی نسبت کچھ رائے زنی نہین کر سکتے -

بہرصورت ہمین لاتسبوا اصحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پیش نظر ہے ۱۲

جلیلہ کی صلاحیت کو ہاتھ سے نہ دے چکا تہا۔ فضلاعن الایمان والاسلام۔ ورنہ وہی مثل ہوگی۔ (معاذ اللہ) کہ بھو کے بہیڑیئے کو بکریون کے ریوڑ مین عمدًا چہوڑنا ممکن ہے کہ کوئی منہ پہٹ خارجی یہ بھی کہدے کہ طرح ظلم فگندکے آپ ہی مصداق ہون۔ ہزارون نہین گو لاکہون جانین کیون نہ تلف ہوجائین۔ یہ بہت اسہل ہے۔ اس سے کہ عالم ماکان و مایکون امام برحق باوجود ذی شوکت و با اختیار خلیفہ مانے جانے کے بعد اپنے یا اپنے ماتحتون کی جان بچانے کے لئے ایک ظالم سفاک کافر کو سریر نبوی پر متمکن کردے۔ اور طاعنین کو یہ جواب دے۔ کہ العار خیر من النار۔ جو خلاف حکم الٰہی ہے۔ حالانکہ لا ینال عہد الظالمین اور دلن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا۔

قرآن صامت مین موجود ہے۔ پہر قرآن ناطق فیصلہ دے۔ نہین نہین۔ امیر معاویہؓ باوجود خطاکار ہونیکے کافر اور مشرک نہ تہا۔ تب ہی یہ معاملہ ہوا۔ حضرت علی المرتضےٰ اپنے حق پر تھے۔ حق مین ساعی رہے امیر معاویہؓ بطلان پر رہا۔ شہزادہ حسنؓ الصلح خیر پر کاربند ہوکر اپنا حق تہوڑے زمانہ کے لئے ترک کردیا۔ اگر امیر معاویہ عہد معین پر رہتے۔ تو سارے الزام نسیًا منسیا ہوجاتے۔ لیکن افسوس کہ ایسا ہی نہ ہوا۔ بلکہ یزید کو ولی عہد بنانا۔ حضرت امام حسنؓ کے قتل کا متمنی بل ساعی اور ان کے شہید ہونے پر خوشیان منانی جیسا کہ تذکرہ حسنیہ مین ذکر ہوگا۔ اگر صحیح ہے تو بلا ریب غدر اور خلاف عہد ہے۔ لیکن باینہمہ امیر معاویہ کے اسلام مین خلل انداز ہونا اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہدینا خلاف طریقہ حقہ ہے۔ ہم یقینا کہتے ہین اور نہایت زور سے کہتے کہ اگر امیر معاویہ کافر ہوتا۔ تو کبھی بہی امام حسن مجتبےٰ گو ہزار دقتین پیش کیون نہ ہوتین سریر نبوت پر اسے نہ بٹھاتے۔ اور نہ بیعت کرتے شہزادہ امام حسینؓ شہید کربلا کے واقعات کو اگر ملاکر دیکھ لیاجائے۔ تو ہمارے پیش کردہ مضمون پر اعلےٰ درجہ کی روشنی پڑتی ہے۔ اور معاویہ و یزید مین فرق بین نظر آجاتا ہے۔ کہ چونکہ یزید عنید کی ایمانی صلاحیت بالکل رفوچکر ہوچکی تہی۔ اس لئے

سر برحکومت چہ معنے بلکہ ہاتہ مین ہاتھ ملانا بہی پسند نکیا۔ اور اپنے ذی مناقب جگر گوشہ واحباب کو خداتعالے کی نافرمانی نکرنے اور قوانین شرعیہ کے مستحکم کرنے کے لئے فدا کردے۔ کہ ان کا ایک ایک فرد عالم کے ہزارون لاکہون فی مراتب سے افضل واکمل تہا۔ اور پیشوائے ہمہ خود بدولت بھی خسرو ہوکر بارگاہ ایزدی مین شکریہ کرتے ہوئے التماس کی۔ کہ حضور عالی نخلع ذنترک من یفجرک کے جلیل میدان کا کیسا مصداق بہادر ہون۔ اور ممکن ہے۔ کہ زبان حال یہ بھی کہہ رہی ہو۔ کہ ہم دو نو نونہال شجرہ نبویۃ نے اپنے اپنے موقعہ پردہ سایہ انگنی کی کہ اس سے زیادہ امکان بشری سے خارج ہے۔ میرے برادر حسن مجتبےٰ نے وہ فروتنی کی۔ کہ اونے صلاحیت معاویہ کی دیکھکر باوجود اس علم کے کہ اُسنے فاش غلطی کا ارتکاب کیا کہ وہ ہمارے والد ماجد سے مقابلہ کرتا رہا۔ اور ان کی ہی اطاعت نہ کی۔ اپنی تمام سلطنت کا مالک بنا دیا۔ اور اپنی بے نفسی کا نقشہ ایسا کھینچکر دکہلایا۔ کہ قیامت تک وہ دنیا کی نظر کے سامنے ہے۔ اور مین نے یزید کی کوئی صلاحیت نہ دیکھی۔ اور کورا پایا۔ اسلئے بمعہ خاندان و ہمراہیان جانین دینے تک دریغ نہ کین۔ اے پروردگار دو عالم ہم دونون نے جو جوانمردی کی۔ وہ حضور پر مخفی نہین۔ انکا صلہ کیا ہے۔ غالبًا اس کا جواب یہی ہوگا۔ کہ بہشت برین جو جوانمردون کا مقام ہے۔ اور آپ صاحبان نے جو جوانمردی کی۔ وہ سب سے افضل واجل ہے۔ اسلئے علاوہ دیگر انعامات شفاعت وغیرہ کے آپ کے لئے پہلے ہی سے بزبانی سرور عالم سید الشباب اہل الجنۃ کے لقب کا قبل از واقعہ اعلان کردیا گیا ہے۔ اولئٰک علیہم صلوۃ من ربہم ورحمۃ واولئٰک ھم المھتدون۔ المختصر امیر معاویہ کے خطاء منکر اور صحابیت بحال کے ثبوت کے لئے صوفیہ کرام سے صرف جامی اور علماء عظام کے ایک دو منقولات کو پیش کرکے اور یہ بہی کہ زبان درازی ان کے حق مین بہتر نہین۔ بلکہ تجنب سرورعالم

و مرتبہ صحابیت حرام ہے۔ اس مضمون کو ختم کرتے ہین۔
مولانا عبدالرحمن جامی نے سلسلۃ الذہب مین لکھا ہے۔ اور کیا اچھا فیصلہ لکھا ہے۔ کہ امیر معاویہ کی صحابیت بھی برقرار خطاء منکر بھی ضرور۔ مخالفین کی طرح لعن طعن بھی ناجائز اور وہ یہ ہے۔ ؎

وان خلافیکہ داشت با حیدر	در خلافت صحابئ دیگر
حق درانجا بدست حیدر بود	جنگ با او خطائے منکر بود
آن خلاف از مخالفان مپسند	لیک از طعن و لعن لب بربند
اگر کسے راخدائے لعنت کرد	نیست لعن و من و تواش برخرد
ور باحسان و فضل شد ممتاز	لعن ماجز بما نگردد باز

شاہ عبدالعزیز فتاوے مین لکھتے ہین۔ کہ بالجملہ اصلح ہمین است کہ وے (معاویہ) را مرتکب کبیرہ باید دانست و زبان از طعن و لعن بند باید نمود۔ شیخ عبدالحق محدث تکمیل الایمان مین امیر شام کی نسبت فرماتے ہین۔ کہ اگرچہ بجہت تقصور بعضے امور کہ قدر مشترک ازان بحد تواتر رسیدہ است و ارباب سیر و تواریخ نقل کنند باطن را وحشتے و خاطر را کدورتے دست دہد۔ باوجود آن سلامت در اغماض و کف لسان است انتہے۔ ہم نے اس طول طویل مضمون کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور حتے المقدور دونون پہلو تحت نظر رکھکر افراط تفریط سے کنارہ کش رہے۔ تاریخی واقعہ کے فوٹو کشی مین نہ فروگذاشت کے مرتکب ہوئے۔ نہ رنگ آمیزی کی مصنوعی سجاوٹ کے روادار۔ ہمارا اخیری فیصلہ یہ ہے۔ کہ امیر شام تجاوز اللہ عنہ و رضی اللہ اتنے بُرے نہ تھے جتنا کہ مخالف دکھاتے ہین۔ ہم نے مانا کہ وہ فرد قرارداد جرائم کے مجرم تھے۔ اور یہ بھی کہ ان کی مزین قبا کے دامن صحابیت پر یہ بالکل بدنما داغ ہے جسکا مٹنا ناممکن نہ سہی مشکلتر ضرور ہے۔ لیکن پھر بھی وہ مسلمان تھے۔ رسول اللہ کے کاتب تھے۔ اور رانی خان کے نہین سرور عالم کے سالے تھے۔ خلیفہ حق

کی بوجہ نفسانیت وغفلت پاس نہ تھی۔ اسلام کے زیر سایہ ضرور تھی۔ اسلامی کام بھی کئے۔ فتوحات اسلامی مین بھی خاص نمبر حاصل کئے۔ خلطوا عملا صالحا واخر سیئا عسے اللہ ان یعفوا عنہم سے خارج نہ تھے۔ غضب تو یہ ہوا۔ کہ ایک گروہ نے ان کے معائب کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا۔ کہ محامد کی بھنک بھی کانون تک نہ پہونچی۔ دوسرے گروہ نے ان کے محامد کا ایسا مجموعہ تیار کیا۔ کہ معائب والزامات کا خطور بھی قلوب پر نہ آسکے۔ سہ

آن قدر ذکر کن کہ گر جائے گفتہ آید کس اعتماد کند

اسلام ایسا سچا منصف اور غایت درجہ کا عادل ہے۔ کہ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اس کا ایک قانون ہے۔

علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے شرح شفا مین دونو شقون کو ملحوظ رکھکر امیر معاویہ کا یہ فیصلہ دیا ہے۔ کہ معاویہ ہو یا انکے متبعین انکو خطا۔ بغی۔ خروج فساد کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔ لیکن لعنت کہنا ہرگز جائز نہین۔ ان کی اپنی عبارت یہ ہے۔ اما معاویۃ واتباعہ فیجوز نسبتہم الی الخطاء والبغی والخروج والفساد واما لعنہم فلا یجوز اصلا"

بعضے کج فہم نیم ملایان یہ گپ اڑایا کرتے ہین۔ کہ اگر علی المرتضے رض مدینہ عالیہ مین خلیفہ مانے جاچکے تھے۔ تو امیر معاویہ کے سر پر بھی شام مین چتر حکومت سایہ افگن تہا۔ ممکن ہے کہ جدید بیعت انہون نے بھی کرالی ہو۔ چونکہ شام ومدینہ طیبہ مین فاصلہ طویلہ ہے۔ اسلئے دونون خلیفہ مستقلاً حقہ اپنے اپنے علاقہ کے سمجھے گئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ناظرین بانمکین سمجھ سکتے ہین کہ ایسے فرضی ڈھکوسلے کہ جو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ورقیق ہین۔ انکا جواب دینا تو آسان ہے لیکن مجیب ایک عجیب حیرت مین رہ جاتا ہے۔ کہ ایسی چالبازی ودروغ بیانی کا سلسلہ اگر جاری رہا تو حق نمائی کا روشن آفتاب سیاہ بادل کی آڑ مین

چھپ جائیگا۔ علامہ نووی نے جو بڑے حامی اور امیر معاویہ کے طرف دار بھی ہین۔
حدیث خلیفتین کے نیچے لکھتے ہین۔ کہ ایک خلیفہ کی بیعت ہوجانے کے بعد دوسرے
خلیفہ کی بھی بیعت ہوجائے۔ تو اول صحیح ہوگی۔ جس کا ایفا واجب ہے۔ اور ثانی
باطل ہوگی۔ اور اس کا ایفا ہی حرام ہوگا۔ اسی طرح خلیفہ ثانی پر طلب الخلافۃ
بھی ناجائز و حرام ہوگا۔ پھر لکھا ہے۔ کہ ایسا معاملہ ایک شہر مین ہو یا مختلف شہرون
مین پھر یہ بھی کہ بلدین منفصل ہون یا متصل سب کا ایک ہی حکم ہے جو بیان ہوچکا
اخیر مین لکھتے ہین واتفق العلماء علی انہ لا یجوز ان یعقد لخلیفتین فی عصر
واحد سواء اتسعت دار الاسلام ام لا۔ یہ بھی صاف لکھدیا ہے۔ کہ قد سبقت
بیعۃ علی رض الخ

اب ہم فضایل معاویہ کی پرکھ جانچ دکھلاتے ہین۔ کہ یہ کس مرتبہ پر تھے۔[1] محدث
محدث امام نسائی سے دریافت کیا گیا۔ کہ وہ امیر معاویہ کے فضل و منقبت کی کوئی
حدیث بیان کرسکتا ہے۔ تو اس محدث نے جواب دیا۔ لا اعلم الا لا اشبع اللہ بطنہ
یعنی اور تو مین کچھ نہین جانتا۔ لیکن یہ معلوم ہے۔ کہ حضورؐ نے اسکے حق مین یہ فرمایا
تھا۔ کہ خدا تعالے اس کا شکم پُر نہ کرے یہ اس حدیث کیطرف اشارہ ہے جسے
مسلم نے اپنی صحیح مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی زبانی روایت کیا ہے
وہ کہتے ہین کہ مین لڑکون سے کھیل رہا تھا۔ کہ حضور سرور عالم اچانک تشریف
لائے۔ مین اُن کو دیکھکر ایک دروازہ کی اوٹ مین پوشیدہ ہوگیا۔ آپ نے
مجھے بامین کتفین ہاتھ مبارک مار کر فرمایا۔ کہ معاویہ کو بلا لا پھر مین نے آکر
عرض کی۔ کہ وہ کھانا کھاتا ہے۔ اس وقت آپنے فرمایا۔ لا اشبع اللہ بطنہ۔

سفر السعادۃ مین صاف لکھدیا ہے۔ کہ فضایل معاویہ مین کوئی حدیث صحیح اور
ثابت نہین وغیرہ فی غیرہ۔ ترمذی نے ایک حدیث بحق معاویہ رض لکھی ہے۔ کہ
سرور عالم فداہ ابی و امی نے اسکے لئے فرمایا۔ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا
و فی روایۃ اھد بہ الناس۔ الٰہی معاویہ کو ہدایت کنندہ اور ہدایت یافتہ بنادے۔

[1] یہ مسلم ہے کہ فتح مکہ کے بعد کے مؤلفۃ القلوب تمام صحابہ سے کم مرتبہ پر ہین۔

اور لوگون کو بھی اسکے ذریعہ سے ہدایت کر۔ اور یہ ضرور تا معلوم ہے کہ دعا سرور عالم خالی جانے والے نہین۔ یقین کرنا چاہئے۔ کہ وہ مخطی فی الاجتہاد ہی کیون ہون۔ جو بہابان سرور عالم ہادی مہدی ہون۔ اُن سے اگر ایسے معاملات وقوع مین آئین۔ جو پریشان کن عالم ہون۔ کہ ایسے ہادی مہدی کو تمام علما مخطی قرار دین۔ گو حیلہ حوالہ سے مخطی فی الاجتہاد ہی سہی۔ تو پہر تو ہادی و مہدی اور اہدیہ بالناس کی دُعا کا اچھا اثر ورثۃ الانبیاء نے سمجھا۔ ماینطق عن الھویٰ ان ہوالا وحی یوحی کے عالی مرتبہ صاحب لولاک کی حدیث صحیح متواتر ہی اس پر خوب منطبق ہوگی۔ جو عمار کو فرمائی تہی۔ کہ تقتلک الفئۃ الباغیۃ یدعوہم الے الجنۃ ویدعونہ الے النار رواہ البخاری وغیرہ کما مر شرحہ۔ حاشا وکلا۔ حجۃ اللہ البالغہ نے جزما لکہا۔ کہ معاویہ سیرۃ الملوک رکہتا تہا۔ القصہ یہ حدیث عقلا ونقلا صحیح نہین معلوم ہوتی۔ عقلا تو ظاہر ہے کہ جسکے حق مین ایسی دُعا ہو۔ وہ داعی الے النار یا داعی الے النار کے فرقہ کا سپہ سالار نہین ہو سکتا۔ خصوصا داعی الے الجنۃ کے فرقہ کے قلع وقمع کا تو وہ روادار بھی نہین ہوسکتا۔ چہ جائے کہ وہ داعی الے الجنۃ کے قتل کو فارق حق وباطل سمجھکر بہی ایسی تاویل کرے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہو۔ نقلا اسلئے کہ اسے صحیح نہین مانتے۔ کہ ترمذی خود بھی صحیح نہین کہتا۔ حسن غریب کہا ہے۔ ترمذی کے حسن غریب قول کا سمجہنا مشکل تبلایا جاتا ہے۔ کیونکہ حسن حدیث تو وہ ہے۔ کہ جسکے اسناد کوئی راوی متہم نہ ہو۔ اور نہ شاذ ہو۔ اور غریب کا لفظ صحیح اور غیر صحیح دونو پر اطلاق پاتا ہے۔ لیکن اغلب غیر صحیح پر بولا جاتا ہے۔ یعنی اکثر الغرائب غیر صحیح ہے۔ کما فی المقدمۃ اور یہ بہی مانی ہوئی بات ہے کہ حدیث حسن کا مرتبہ حدیث صحیح کے مرتبہ سے کم تبلایا جاتا ہے جب حسن کے ساتھ غریب بھی کہا جائے۔ تو اس کا درجہ اور کم ہوجاتا ہے چونکہ اس حدیث کے رجال مین سعید بن عبد العزیز ہے وہ ثقہ تو تہا۔ لیکن آخر عمر مین اس کا ہوش وفہم مختلط ہوگیا تہا۔ کما فی التقریب۔ اسی طرح عبد الرحمن بن عمیرہ کو صحابی لکہا گیا ہے چنانچہ

ترمذی نے بصراحت لکھدیا ہے۔ کہ کان من اصحاب رسول اللہ اور یہ بھی کہ سرور عالم ؐ سے بطریق عن روایت کرتا ہے۔ لیکن تقریب التہذیب مین حافظ نے صاف لکھدیا ہے۔ کہ اسکے صحابیت مختلف فیہ ہے۔ علاوہ برآن اس حدیث کا اسناد عنعنہ ہے۔ اور اس مین بحث طویل ہے بہر صورت یہہ حدیث مخدوش ضرور ہے۔ اخیر مین ہم شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر پر خاتمہ کرتے ہین۔ کہ انہون نے ترجمہ مشکوۃ مین حدیث مذکور کی عدم صحت کے متعلق بحث کرکے لکھاہے کہ اگر صحیح بہی ہو۔ تو در غیر چیزے خواہد بود۔ کہ خطا کردہ باشد وحق بدست ایشان نیامدہ ودر فتنہ وابتلا افتادہ ازراہ ہدایت برگشتہ باشد انتہے۔ کما تر باقی رہا اثر ابن عباس جو بخاری شریف مین ہے۔ کہ جب امیر معاویہ کے ایک وتر پڑھنے پر انکار کیا گیا۔ تو حضرت عباسؓ نے معترض کو فرمایا۔ دعہ انہ من اصحاب النبیؐ۔ روایت بالمعنے کا دائرہ چونکہ وسیع ہے۔ دوسری روایت مین انہ فقیہ ہے۔ پہر کھینچ تان کر انہ مجتہد بتلایا گیا ہے۔ والصحیح ہو الاول۔

علی قاری نے منہ پہاڑ کر اثر عباس رض کا یون مطلب لکھدیا ہے۔ کہ اگر امیر معاویہ نے ارتکاب خطا کیا ہے۔ کہ خلاف احادیث مشہورہ ایک رکعۃ وتر ادا کی۔ لیکن تو اسے چھوڑ دے۔ اب ہم ایک اور حدیث کا ذکر کرتے ہین۔ جو صحیح مسلم مین ہے۔ جو ہمارے مضمون پر پوری روشنی ڈالیگی۔ اور یہ بہی معلوم ہوگا۔ کہ امیر معاویہ کو لوگ ہادی و مہدی سمجھتے ہین یا مخلوط الاعمال کہ خذ ما صفا ودع ما کدر کا طریقہ ان سے بہی برتنا چاہیے۔ عبدالرحمن ابن عبد رب الکعبہ بیان کرتے ہین کہ مین مسجد الحرام مین داخل ہوا۔ کیا دیکہتا ہون کہ عبد اللہؓ بن عمرو بن عاص[۵۰] کعبہ شریفہ کے سایہ مین وعظ فرما رہے ہین

[۵۰] یہ اپنے والد سے ۱۲ برس چہوٹے تہے۔ اس کا والد تو امیر معاویہ کا فدائی تہا۔ اور یہ خود حضرت علی المرتضے کے دلدادہ تہے۔ چونکہ امیر شام نے ان کے والد عمرو بن عاص کو فہمایش کی تہی۔ کہ عبد اللہ بیٹے کو سمجہادو۔ کہ وہ ہمارے پاس آیا جایا کرے نہ ہمارے حریف کے ہ (دیکہو صفحہ ۱۸۳)

اور لوگون کا اس پر اجتماع ہو رہا ہے۔ مین بہی اس مجمع مین داخل ہو کر واعظ کے
قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ اُسنے حدیث شروع کی کہ ہم نے سرورِ عالم کے ساتھہ ایک
سفر مین ایک مقام پر ڈیرے ڈالدیئے۔ بعض ہم سے خیمے اور بعض تیر و کمان
اور بعض سواریون کی اصلاح مین لگے ہوئے تھے۔ کہ یکایک رسول اللہ کے
منادی نے الصلوۃ جامعۃ کی ندا پکاری یعنی اسی وقت سب سرورِ عالم کی حضور
مین حاضر ہو جاؤ۔ چنانچہ ہم سب حضور مین حاضر ہو گئے۔ آپ نے سب کو خطاب
کر کے فرمایا۔ کہ مجھ سے پہلے کوئی نبی ؑ نہین گذرا اگر یہ کہ اسپر یہ فرض تہا۔ کہ وہ
اپنی اپنی امت کو جن مین ان کی بہتری سمجھتا ہو۔ بتلا دے۔ اور رہنمائی کرے۔ اور
جو چیز ان کے حق مین بد جانتا ہو۔ اس سے ڈرائے۔ (مجھپر بہی حق ہی کہ مین تمہین آگاہ کرون)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۲ ؎ پاس اسلئے وہ حسب فرمان والد ظاہرا امیر معاویہ رض کے پاس ہی رہتے۔
کما فی الشیخ۔ یہ بزرگ کاتب الاحادیث اور بڑے عابد و عالم اور خاشع تھے۔ انکے سن وفات
مین اختلاف ہے ۵۵ھ سے ۶۵ھ تک لکھا ہے واللہ اعلم ۱۲

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۲ ؎۲ عمرو بن عاص۔ یہ سہمی قریشی ہین۔ ہجرت کے پانچوین آٹہوین
سال مسلمان ہوئے۔ حضور نے اسے عمان کا حاکم مقرر فرمایا تہا۔ امیر عمر و عثمان رض
کے عہد مین بہی یہ برسر حکومت رہے۔ مصر کی فتح بعہد خلیفہ ثانی رض اسی کے ہاتہ سے
ہوئی۔ چونکہ طبیعت کے تیز اور مزاج کے جوشیلے تہے۔ ذہن رسا اور نکتہ سنج بہی تہے اسلئے
ذرا عونت بہی رکھتے تہے۔ امیر عثمان رض نے باوجود نرمی مزاج بوجوہ عدیدہ اپنی خلافت کے
چار سال بعد انہین مصر کی حکومت سے معزول کر دیا۔ پہر معاویہ بن ابی سفیان رض نے اسے
اپنے عہد مین اپنے مقربین کے مرتبہ پر ممتاز کیا اور مصر کی حکومت ان کے سپرد کی ۴۳ھ مین
بعمر ۹۰ سال رحلت گزین ہوئے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوۃ
مین کتاب الایمان کے فصل اول کی اخیر مین لکہتے ہین کہ جب انہون نے مرض الموت مین قدم
رکہا تو نہایت قلق و اضطراب مین تہے۔ کہ کیا معاملہ پیش آئیگا۔ ان کے فرزند عبد اللہ نے آکر
تسلی دی۔ کہ آپ کیون اتنے ہراسان اور افتان خیزان ہین۔ کیا آپ جمال باکمال سرورِ عالم کے زائرین
سے نہین۔ کیا وہ کوئی ایسا ویسا معاملہ ہے۔ عمرو نے جواب دیا۔ کہ بیٹا تم سچ کہتے ہو۔ میری عمر کے
۳ حصہ ہین۔ ایک حصہ تو اس طرح گذرا۔ کہ دشمن ترین مردم میرے نزدیک رسول اللہ تھے۔ پہر ایک
حصہ بفضل الٰہی ایسا گذرا کہ احب ترین مردم رسول اللہ تہے۔ تیسرا حصہ زمانہ نبوی کے بعد حکومت و امارت
مین کٹا جس مین افراط و تفریط ہوتی رہی۔ اسی کا خوف طاری ہے۔ اگر فضل باری ہو تو بیڑا پار ہے ورنہ خواری ہے ناچار ہم

تم جو یہ امت ہو۔ اسکے اول مین عافیت ہے۔ قریب ہے کہ اسکے اخیر مین ایک بلا آنیوالی ہے۔ اور ایسے منکرات کہ جنہین تم ناپسند کروگے۔ اور ایک فتنہ ایسا قائم ہوگا۔ کہ تمہین کمزور اور پریشان کردیگا۔ اور ایک فتنہ وہ ہوگا۔ کہ مومن یہ کہہ اُٹھیگا۔ کہ مین ہلاک ہوا پہر وہ فتنہ منکشف ہوجائیگا۔ پہر نیز ایک فتنہ آئیگا جس مین مومن یہ کہیگا۔ یہ فتنہ بڑا سخت ہے۔ یہ فتنہ بڑا سخت ہے۔ پس جو شخص دوست رکہتا ہو۔ اسبات کو کہ وہ دوزخ سے دور ہو۔ اور بہشت مین اسکی قیام گاہ ہو۔ اسکو چاہیئے کہ وہ ایسا ثابت قدم حق پر رہی۔ کہ اسکو موت اسحالت مین آئے کہ وہ خدا تعالٰے اور آخرت پر پکا ایمان رکہتا ہو۔ اور لوگون سے اسی طرح میل جول رکہے۔ جیسا کہ اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ اور جس شخص نے امام کی بیعت کرلی ہو اسکے ہاتھ مین ہاتھ ملایا ہو۔ اسکو دل کا ثمر عطا کیا ہو۔ جہانتک ہوسکے اس کی اطاعت کرے۔ اگر اس امام کے ساتہہ کوئی اور منازعت کرے تو ملجملکہ اس کی گردن توڑ دینی چاہیئے۔ عبدالرحمن بن عبد رب الکعبہ راوی کہتا ہے۔ کہ مین نے اسوقت واعظ کے بہت قریب ہوکر پوچہا۔ کہ مین تم سے حلفاً پوچھتا ہون۔ کیا تم نے خود یہ رسول اللہ سے سنا ہے۔ وہ میریطرف جہک آیا۔ اور کہا۔ کہ ہان ہیٔ سکے کانون نے سُنا اور دل نے نگاہ رکہا۔ پہر مین نے اُسے کہا (کہ بڑا غضب ہوا) تیرا چچیرا بہائی معاویہ تو ہم کو یہ حکم کرتا ہے۔ کہ ہم آپس مین ایکدوسرے کا مال باطل طور پر کہائین۔ اور اپنی جانون کو قتل کرین۔ حالانکہ خدا فرماتا ہی یاایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما پہر کہتا ہے کہ واعظ میرے یہ کلام سنکر ایک ساعۃ تو خاموش ہوگیا۔ بعد مین جواب دیا کہ اطعہ فی طاعۃ اللہ واعصہ فی معصیۃ اللہ عزوجل۔ خدا کی طاعت جس امر مین ہو وہ بات اُس کی مان۔ اور جس امر مین خدا تعالے کی معصیت لازم آئے۔ وہ بات اسکی

زمان - یہ ہے ہادی وہدی کی حکایت - اس سے جو نتیجہ مرتب ہو سکتا ہے۔ وہ مخفی نہین - ہر ایک انصاف پسند کے لئے یہ ضرور ہے - کہ ٹھنڈے دل سے بے رو و رعایت نہایت احتیاط سے ہر ایک واقعہ کی تصویر دکہلائی - تاکہ خلاف واقعہ کے الزام کا ملزم نہ ہو - اور میزان عدل کا پلہ طرفداری کے رخ پر نہ جہک سکے واللہ ہو الہادی - ایک دفعہ کاتب نے یہ کارنامہ ایک دوست کو دکہلایا - کہ اس مین اصلاح اگر وہ مناسب سمجہے - تو کر سکتا ہے - بشرطیکہ انصاف سے ہو - نہ اعتساف سے - اس عزیز نے دیکہہ بہال کر رنجش آمیز لہجہ مین کہا - کہ واقعات توصحیح ہین - لیکن ان کا اخفا اچھا ہے پہر ساتھ ہی رُخ بدل کر مسکراتے ہوئے کہا - کہ ایک دفعہ وعظ کے موقعہ پر مین بہی مقامات علوی بیان کرتے ہوئے جنگ صفین کے تذکرہ مین خطا امیر معاویۃ کو ضبط نہ کر سکا - اور کہلم کہلا کہدیا - کہ واقعی امیر معاویہ نے اس معاملہ مین ناحق شناسی کی - لیکن بااینہمہ بہتر وہی ہوگا - جو مین نے پہلے کہا - اسپر کاتب الحروف نے جواب دیا - ؎

چو تو نتوانی کہ راز خویشتن پنہان کنی | پس چرا رنجی گر آن راز دیگرے افشا کند

القصہ - اسماء الرجال مین لکہا ہے - کہ معاویہ امیر عمر کے زمانے مین متولی شام مقرر ہوا تہا - مرتے دم تک شام پر متولی رہا - اخیر عمر مین - اخیر عمر مین جب بیماری لقوہ مین مبتلا ہوا - اور پیمانہ عمر بہی لبریز ہوگیا - تو اپنی کرتوت یاد کرکے نہایت پر درد لہجہ مین کہا - یالیتنی کنت رجلا من قریش بذی طوی ولم ادمن ھذا الامر شیئا - پہر وصیت کی - کہ تہہ بند و قمیص اور چادر نبوی جو میرے پاس ہے مجہے اس مین کفنانا - اور موئے مبارک و ناخن نبوی جو اسکے پاس تہے - انکی نسبت کہا - واحشوا منخری وشدقی ومواضع التسجود منہ بشعرہ واظفارہ وخلوا بینی وبین ارحم الراحمین انتہے

رجب کے مہینے ۶۰ھ مین فوت ہوا - تقریباً ۸۰ برس عمر شمار کی گئی - (تقریب التہذیب)

فضیلت خلفاء اربعہ باہمدگر

یہ بڑا معرکۃ الآراء اور ادق مسئلہ ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ بجز طبع آزمائی اور جودت نمائی کے کچھ بہی اس کا حاصل نہین۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ چارون بعد الانبیاء افضل ہین۔ خلفاء حقہ ہین۔ ترتیب کو تفضیل لازم نہین۔ چونکہ چارون ہی مستحق خلافت تہے۔ اور ہر ایک اس کام کے قابل تہا۔ خلاق عالم نے حسب وعدہ وعداللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحت منکم الخ ہر ایک خلیفہ کی عمر مین وہ ترتیب ازل مین قرار دی۔ کہ جس سے کسی حقدار کا حق نہ مارا جائے۔ کما مر۔ اور یہ بہی بزبانی سرور عالم معلوم کرا دیا۔ کہ الخلافۃ ثلاثون سنۃ۔ یعنی خلافت کاملہ حقہ ۳۰ برس ہوگی۔ بعد کا عذ ہنین کہ فقط حقہ ہو۔ گاہے چنین گاہے چنان۔ پس اس ترتیب ازلی کو جو بمقتضے استحقاق وقوع مین آئی۔ اسکی تغییر و تبدیل کا توکسی کو یارا نہ تہا۔ نہ ہی۔ نہ ہوگا۔ صرف قرطاس اور قلم سواد اور وہم ہے۔ کبہی قرطاس کی پہیلی پر زور دیا جاتا ہے۔ کبہی سواد کا شور برپا کیا جاتا ہے۔ ادہر بعض اہل تسنن بہی جادہ مستقیم سے کیقدر ادہر ادہر ہوئے۔ جسکا مقتضے یہ ہی۔ کہ حضرت علی رضہ خلفاء ثلاثہ سے ہر صفت مین من کل الوجوہ پست اور کم رتبہ تھے۔ حَاشَا لِلّٰہ۔ اور پہر وہ آثار نقل کیئے جاتے ہین۔ جو صحاح مین موجود ہین۔ کہ صحابہ کرام فرمایا کرتے تہے۔ کہ ہم بزمانہ نبوی ؐ کہا کرتے تہے۔ کہ بعد النبی ؐ ابوبکر صدیق و عمر رضہ فاروق و عثمان غنی خیر الامتہ ہین۔ حالانکہ شارحین نے اسکو مقید کیا ہے۔ یعنی فی امر الخلافۃ او خیر الامتہ دون اہل بیت النبوۃ۔ اسی طرح خود حضرت علی رضہ کا فرمودہ ہے۔ کہ اگر کسی نے مجہے عمر رضہ و ابوبکر رضہ سے افضل بتایا تو مین اسپر حد جاری کردونگا۔ یعنی جسنے یہ کہا۔ کہ

لہ مولانا جامی بہی اسی طرف اشارہ فرماتے ہین۔ ؎ درمیان ہمہ بود حقیق ٭ بخلافت کسے بہ از صدیق ٭

خلافت ظاہرہ پر اول ہی اول مین افضل تھا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ سے تو مین اس پر
پر حد جاری کرونگا۔ کیونکہ وہ ترکیب ازلی کے خلاف کرنے کا متمنے ہے۔ اور یہ معاملہ
بالکل صاف ہوجاتا ہے۔ اس خطبہ علیؓ سے جسے قول مستحسن مین حلیۃ اولیا ابونعیم
سیوطی سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ خطب علیؓ فقال الا ان خیر ھذہ الامۃ بعد
نبیہا ابوبکر و عمر فقام رجل فقال وانت یا امیر المومنین فقال نحن اھلبیت لا
یوازینا احد یعنی حضرت علیؓ نے ایک خطبہ مین فرمایا۔ اے لوگو خبردار رہو۔ کہ
بعد النبیؐ اس امت محمدیہ سے ابوبکر و عمرؓ بہتر ہین۔ ایک شخص نے کہڑے ہوکر
عرض کی۔ کہ حضور! آپ کا کیا مرتبہ ہے۔ جواب دیا۔ کہ ہم تو اہلبیت نبویؐ ہین۔
ہم سے کوئی موازنہ نہین کرسکتا۔ دوسری روایت مین ہے۔ نحن اہل بیت لا
یقاس بنا احد ۱۲ ابن عمر فرمایا کرتے تہے۔ علے من اہل البیت لا یقاس بہم احد
انتہے کذا قال الدہلوی بروایت ۱۲ نسائی۔ علمائے محققین نے (شکر اللہ سعیہم) ہر ایک
خلیفہ کی خلفاء اربعہ سے فضیلت و خیریت باختلاف الاحوال والمحال بقید حیثیت
بیان کرکے ہر ایک صاحب کا حق ادا کیا ہے۔ شاید یہ لکہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ عقلی
میزان ضمائر کی جواہر سنجی کے لئے ڈنڈی شکستہ میزان سے کم مرتبہ پر ہے۔
شیخ صاحب نے کیا اچھا لکہا ہے۔ فرماتے ہین بدانکہ مسئلہ فضیلت ازان قبیل است
کہ درو سے جزم و یقین را طمع نتوان داشت و عقل را بمعرفت بمعنی کثرت ثواب
بطریق استدلال راہ نیست الخ

یہی وجہ ہے کہ کوئی صاحب شیخینؓ کا وہ مرتبہ دکہلاتے ہین۔ کہ خدا تعالیٰ
کا مرتبہ برائے نام رہجاتا ہے۔ خلاق عالم کو چاہے کچھ کا کچھ کہتے رہو توبہ کرتے
ہی فلاح دارین حاصل ہے۔ لیکن شیخین کی بے ادبی کے بعد قبولیت توبہ کا
دروازہ مسدود۔ قیامت تک گڑگڑاتے رہو۔ ناک رگڑتے رہو ویسے مرتد
کے مرتد۔ پہر بعض توجیہ کے مردمیدان حق العبد کی لم بیان فرماکر طولانی
تقریرین کرتے ہین۔ لیکن حق العبد کے جواب مین قید شیخین کی لم اگر پوچھ

لی جائے۔ تو بجز خبل اور یہ بہولانے اور سرخ چشمی کے کچہ نظر نہین آتا۔ ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء۔ کو گویا متروک البعض بنا رکہا ہے۔ دوسرے حضرات صرف اہلبیت کے ایسے گرویدہ ہین۔ وہ تو علیؓ کو خود خدا بنا دکہلاتے ہین۔ شیخین کی فضیلت یعنے چہ بجز خاتم المرسلین تمام انبیاء سے افضل بتلاتے ہین۔ اہلبیت کی گرویدگی کا معیار سب الشیخین ہے۔ سیدالانبیاء کا ہم پلہ اگر ہے تو علیؓ ہے جبرئیل غلطی نہ کرتے تو سرور کونین آپ ہی تھے۔ اب بھی کم نہین۔ معراج مین بجائے خلاق عالم انہین کا ظہور ہوا۔ طرہ یہ کہ انگشتری بہی ہاتھ مین تھی۔ اللھم انا نسئلک السلامۃ من الافراط والتفریط۔

پہر فضیلت کے تذکرہ مین یہ بحث بھی چہڑ جاتی ہے۔ کہ فضیلت جو بیان کی جاتی ہے۔ قطعی ہے۔ یا ظنی۔ اگر قرطاس کو دنگل مین ان دونو پہلوانون کو دیکہا جائے۔ تو دو نوڈنڈ پیلتے ہی رہجاتے ہین۔ اگر ہوسکا تو دہولین کفر وفسق کی لگا کر علیحدہ ہوگئے۔ نہ یہ چت ہوا نہ وہ ٹکٹ بینائی مفت رائگان سے جیسے گئے تھے ویسے ہی چل پہر کے آگئے۔ ان محققین نے ظنی ہونے کا فیصلہ دے ہی دیا ہے۔ شیخؒ نے صاف لکہدیا ہے۔ کہ مختار نزد اکثر محققین آنست کہ ظنی است۔ حق تو یہ ہے۔ کہ چارون ہی نکتہ شناس شریعت چارون ہی واقف اسرار نبوت تھے۔ حقوق اللہ وحقوق نبویؐ مین کسی طرح کی مداہنت کے روادار نہ تھے۔ دین محمدی کی جو خدمت ان سے ہوئی۔ حقیقت مین وہ انہین کا حصہ تھا۔ ہر ایک نے اپنا کمال وخلوص دکھلایا۔ لیکن با اینہمہ بشر تھے۔ اگر کسی سے کوئی ایسی بات وقوع مین آئی جو لازمہ بشریت ہے۔ تو اس کا موقعہ اور محل اور اقتضائے وقت اور مصلحت زمانہ۔ ان سب کو خیال کرکے دیکہا جائے تو ان کی تقدس اور انکی دیانت داری مین سرمو فرق نہین آتا۔ خطائے بزرگان گرفتن خطاست کا صوفیانہ قاعدہ ناسمجہ لوگون کے لئے تو بجائے مرشد اور سمجہدار انسانون کے لئے تازیانہ ہے۔ یہ ہی کہنا ضروری ہے۔ کہ مورخین۔ مفسرین محدثین سب ایک درجہ پر نہین ہے۔ ان مین مراتب کا لحاظ۔ قواعد کی پرکہہ جانچ۔ ہر ایک کے

قول کو اپنے مرتبہ پر دیکھنا سہل کام نہین ۔حاطب اللیل وناقد النہار کو ایک نظر سے دیکھنا انصاف کا خون کرنا ہے ۔ یہ امر بھی یقینی ہے ۔کہ طرفین نے اس امر مین باب وضع احادیث بھی مفتوح کر رکہا تہا ۔کم سے کم شرح سفر السعادت دہلوی ملاحظہ ہو ۔انا للہ وانا الیہ راجعون ط

الغرض قرآن واحادیث پر نظر ڈالنے سے بصراحت معلوم ہوتا ہے ۔کہ خلفاء اربعہ کی فضیلت من جہۃ الحیثیات ہے ۔ نہ اول کو من کل الوجوہ ثانی ۔ثالث ۔رابع پر ۔نہ ثالث کو اول ثانی رابع پر نہ رابع کو ثلاثہ پر ۔نہ بالعکس چونکہ بحث طویل ہوتا ہے ۔ اسلئے بعض محققین کے فیصلہ پیش کر دیتا ہون ۔اور والسّلام ۔

قول مستحسن مین لکھا ہے ۔کہ حضرت علیؓ سے جسقدر روایتین ہین ۔کہ ابوبکرؓ تمام امت سے افضل ہے اس سے اہلبیت مخصوص ہین ۔ اور متکلم نے اس مین اپنے آپ کو داخل نہین کیا ۔ اس کی اپنی عبارت یہ ہے ۔ ان المرتضیٰ قال ذالک فی سائر الامۃ دون نفسہ فان المتکلم ربما لایدخل نفسہ فی حیز کلامہ کما تقرر فی مقامہ وبہ یوفق ویطبق ائمۃ السنۃ بین احادیث کثیرۃ کما لایخفی علے العرفاء لوقال ذالک فی سائر الامۃ دون اہل بیت النبوۃ ۱۲ کما مر

یواقیت مین علامہ شعرانی فرماتے ہین ۔ والحق ان افضلیۃ احد من وجہ لا توجب مفضولیۃ الآخر من کل وجہ وھذا ظاہر عند کل مکابر ۔یعنی حق بات یہی ہے ۔کہ کسی ایک کا من وجہ افضل ہونا دوسرے کی من کل الوجوہ مفضولیت کا موجب نہین ہے ۔اور یہ بات حق کے نہ قبول کرنیوالے کے سوا سب پر ظاہر ہے ۔پہر دوسرے مقام پر اس سے بھی صاف طور پر لکھدیا ہے ۔کہ محض خلافت کی سبقت اس امر کی مقتضی نہین ہو سکتی کہ تفضیل کی بھی مقتضے ہو ۔شاہ ولی اللہ رحنے بھی اخیر عمر مین حسن العقیدہ مین یہ لکھدیا ہے کہ ہم جو افضلیت شیخین یا فاروق کے مدعی ہین اس سے ہماری یہ مراد نہین ہوتی ۔کہ وہ افضلیت ایسی عام ہو ۔جو نسبت شجاعت ۔علم و

اشمال اینہا سب کو شامل ہوسکے۔ علامہ قاسم قول متمن مین فضایل خلفاء اربعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہین۔ والمخلص فی هذه المسئلة اعتبار الوجوه و الحیثیات۔ یعنی کسی جہت سے کوئی افضل اور کسی حیثیت سے کوئی۔ و دونہ خرط القتاد۔ شیخ محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ حدیث طیر کے ترجمہ مین لکھتے ہین۔ کہ حدیث مصرح ہی کہ علی المرتضےؓ احب الخلق عند اللہ تھے۔ شارحین اس مین تخصیصات و تقییدات کی پخین لگا کر یہ کہتے ہین کہ احبیت۔ دوسرے چچیرے بہائیون کی نسبت یا تمام قرابت دارون کی جہت سے ہوگی۔ اور یہ اسلئے کہا جاتا ہے۔ کہ شیخین پر احبیت لازم نہ آئے۔ لیکن شیخصاحب تہوڑا دور چلکر تعجباً فرماتے ہین۔ کہ اگر بعض را محبوب تر بہ بعض وجوہ و حیثیات دارند چہ میشود۔ یعنی اگر کوئی صحابی کسی حیثیت سے دوسرون سے ممتاز ہو۔ تو اسکے برقرار رکہنے سے کون سی رخنہ اندازی ہو جاتی ہے۔

ترمذی شریف مین ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ مین نے اپنی پہوپہی کے ساتہہ بخدمت ام المومنین حضرت صدیقہؓ حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ حضور سرورؐ عالم کے نزدیک احب الناس کون تہا۔ حضرت ام المومنین نے جواب فرمایا۔ کہ اس مرتبہ پر حضرت فاطمۃ الزہرا فائز تہین۔ پہر مین نے سوال کیا۔ کہ جناب! مردون مین محبوب ترکون تہا۔ تو فرمایا۔ کہ وہ علی المرتضے شوہر فاطمۃ الزہرا تھے۔ امام عراقی لکہتے ہین۔ کہ فاطمہ و ابراہیم بالاتفاق خلفاء اربعہ سے افضل ہین۔ بعضے فقہا و محدثین کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ اولاد سرور عالم پر خلفاء اربعہ افضل نہین ہے۔ جیسا کہ شرح امالیہ مین منقول ہے۔ واقرہ الفاضل المحدث الدهلوی فی شرح حدیث المذکور للترمذی۔ ملا علی قاری شم العوارض فی رد الروافض مین ایک طولانی بحث کے بعد فرماتے ہین کہ بحث افضلیت صحابہ اسی طرح تفضیل ملائکہ علی البشر ونحوه من مبحث الامامة والخلافة من ظنیات الفرعیات المناسب ذکرها فی المسائل الفقهیات اذمدار الاعتقاد علی الدلالات المقطعات۔ یہ لکہتے ہوئے فرماتے ہین۔ کہ افضلیت اگر بمعنی کثرت ثواب ہے۔ تو وہ ہم کو بتلایا نہین گیا۔ غیر معلوم تہ لنا ہی

اگر کثرت علم وعلم کی وجہ سے ہے تو ادلہ متعارضہ ہین۔ اسی جہت سے مسئلہ اتفاقی نہین رہا۔ بعض مشائخ نے یون ہی فرمایا ہے۔ کہ علی المرتضٰے اخیر عمر مین ابوبکر صدیق رض وعمر فاروق رض سے افضل ہو گئے تھے۔ لزیادۃ المکاسب العلمیۃ والمراتب العملیۃ۔ پھر لکھا ہے۔ کہ یہ طوائف اسلامیہ کا اختلاف دلیل صریح ہے۔ کہ مسئلہ تفضیل اور قطعیہ سے نہین ہے۔ احادیث اس بارے مین باوجود ظنیہ ہونیکے متعارض بھی ہین جو مانع ہین۔ کہ یہ مسئلہ یقینیہ نہین۔ علاوہ برآن کسی صحیح حدیث سے یہ امتیاز نہین ہوسکتا کہ جو فضیلتین بیان کی گئی ہین۔ وہ بلحاظ اکثریت ثواب ہین یا کس طرح۔ تو ان امور کے معلوم کرنے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ ترک الجدل فی ہذا البحث اولٰے لان المدار علے طاعۃ المولےٰ۔ اسلیئے فاضل سہروردی عارف باللہ فرماتے ہین۔ اگر میری نصیحت مانے۔ تو تمام جھگڑون سے علیحدہ ہو کر چارون خلفاء کا برابر محب ہو۔ اور اس سے برکنار رہ۔ کہ وہ افضل ہے۔ اوریہ فاضل انتہے۔ اسکا انکار نہین ہوسکتا۔ کہ ایک گروہ محدثین اور اکثر مشاہیر صوفیہ حضرت علی المرتضٰے رض کی افضلیت سے رطب اللسان ہین بااین حضرات شیخین کے کمالات کے مقر ومعترف ہین۔ اور افضلیت جناب صدیق رض کا بھی جم غفیر اہل اسلام قایل ہے۔ اور ساتھہ ہی علی المرتضٰے رض کو شیر خدا۔ عمدۃ الاتقیا باب علم المصطفٰے۔ سرد فتر اولیا۔ خامس آل عبا۔ فخر اسخیا سب کچھہ مانتا ہے۔ نظرانداز وہ دو گروہ ہین۔ جو ان دونو سے ایک کی مدحت مین سرشار رہو کر دوسرے کی مذمت کے درپے رہا کرتے ہین۔ اور مادہ نزاع ثانی ہے۔ نہ اول واللہ ہو الہادی ؎

نام شان جز باحترام مبر　　جز بتعظیم سوئے شان منگر

سید صدیق حسن نے باوجود عصبیت اپنے رسالہ سائق العباد الےٰ صحۃ الاعتقاد مین لکھا ہے۔ کہ فضیلت ترتیبی سے یہ مراد نہین۔ کہ اول کو ثانی پر اور ثانی وثالث کو ثالث ورابع پر جمیع کمالات ذاتیہ وملکات کسبیہ مین فضیلت کلی حاصل ہے۔ جسکا مقتضے یہ ٹھیرتا ہے۔ کہ حضرت علی رض کرم اللہ وجہہ جو کہ جامع نسب وحسب اور شجاعت وقوت اور علم

ظاہر و باطن و دیگر صفات میں مرد کامل تھے۔ پہلے تینوں خلیفوں سے گھٹ جائیں۔ معاذ اللہ عن ذالک انتہے۔ خلاصۃ الکلام یہ ہے۔ کہ چارون ہی رہبران حق۔ چارون ہی کامل مطلق تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علمی عملی کارنامہ میرے خیال مین پورے تو بجائے خود اس کا عشر عشیر ہی اگر بیان ہو۔ تو دفاتر چاہئیں۔ و انٰی لی ذالک بلوی عمادون العرش جس کا مقام ہو۔ باب مدینۃ العلم جسکا نام ہو۔ فقط سورہ فاتحہ کی تفسیر ۷۰ شتر بشکل اوٹہائین۔ ایک رکاب سے دوسری رکاب مین پاؤن لے جانے تک تمام قرآن از بر سنائین۔ اقضاکم علی۔ جسکا شان ہو۔ کرار غیر فرار جسکا مکان ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو تمام دانشمندان اپنی مجموعی حالت کا اندازہ لگا کر سچ مچ یہی کہینگے۔ کہ ہم اس شعر کے مصداق ہین۔ ؎

دہر تمام گشت بپایان رسید عمر ماہمچنان بادل وصف تو ماندہ ایم

حضرت میرزا مظہر جانجانان حضرت مرتضےٰ علیہ السلام کی توجہ کی نسبت لکہتے ہین۔ کہ مجھے جب کوئی بیماری ہوتی ہے۔ تو توجہ بآنحضرت میشود و سبب حصول شفا میگردد۔ پہر لکہتے ہین کہ یکبار قصیدہ کہ مطلعش این است ؎

فروغ چشم آگاہی امیر المومنین حیدر
نر انگشت یداللہی امیر المومنین حیدر

بجناب ایشان عرض نمودم۔ نوازشہا فرمودند۔ پہر لکہا ہے محبت آئمہ اطہار موجب ایمان و سرمایہ بقائے تصدیق و ایقان ست۔ ہیچ عمل بجز محبت این اکابر وسیلہ نجات نداریم ؎

نکرد مظہر ما طاعتے و رفت بخاک نجات خود بتولائے بوتراب گذاشت

انتہے کلمات طیبات۔ آیہ مباہلہ مین انفسنا و انفسکم مین انفسنا کی تفسیر باتفاق مفسرین و محدثین محمد مصطفےٰ و علی المرتضےٰ ہین۔ لاغیر کما رواہ الحاکم وغیرہ۔ یہی وجہ تہی کہ حضور سرور عالم جب غار کو بمعیت صدیق تشریف بر ہوئے تو اپنے خاص بستر پر اپنی خاصی چادر اڑہوا کر علی ہی کو اپنے قایم مقام ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ کہ ہم

نفسی کا مضمون زیر توجہ رہے۔ گو حضرت صدیق رضہ کو بھی انواع اقسام کے فیوضات
سے بہرہ یاب فرماتے ہوئے۔ ان اللہ معنا کے اکلیل سے وہیم غار پر ممتاز فرما کر
چار دانگ زمین منادی کرادے۔ کیا اگر علی المرتضے رضہ انفسنا مین بلا شرکت غیری
مکرم ہے۔ تو ان اللہ معنا مین ابو بکر صدیق ہی بلا شرکت غیری معظم ہے۔ احادیث
مین بھی علی مرتضے کو کنفسی کے اعزاز سے سرور عالم نے کرات مرات معزز فرمایا۔
کما لا یخفے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا۔ کہ من سب علیا فقد سبنی جسنے علی رضہ کو دشنام دہی
کی۔ اُسنے مجھے گالی دی۔ کما رواہ احمد والحاکم (مشکوۃ) علی قاری اور سبکی نے
جہات مختلفہ بیان کر کے ظاہرہ کفر لکہا ہے۔ دین خالص مین لکہا ہے۔ من سب علیا
فقد سبنی۔ لما یلزم من سبہ سبی من جہۃ القرابۃ وفیہ دلالۃ علی ان سب علی
کفر۔ مین کہتا ہون لزوم کفر کفر حقیقی نہین ہوتا۔ کما صرح فی محلہ۔ کفر لزومی
مین زمین آسمان کا بون بعید ہے۔ فتامل۔

فضائل علی المرتضیٰ ابن عم المصطفیٰ سلام اللہ علیہما

صواعق محرقہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ کہ صدہا آیات در مدح ممدوح قرآن شریف مین
موجود ہین۔ تحریم المومنین مین تین صد آیات قرآنیہ کا بحق آن ستودہ صفات
نازل ہونا بتلایا ہے۔ احادیث کی تعداد ان گنت ہے۔ امام احمد۔ قاضی اسمعیل۔
ابو علی نیشاپوری۔ نسائی صاحب سنن وغیرہ محققین کا اتفاق ہے۔ کہ کسی کے حق
مین اس قدر احادیث مروی نہین ہوئین۔ جسقدر کہ علی المرتضے کے مناقب و
فضائل مین وارد ہوئین۔ چونکہ اس وقت ہمکو اسقدر فرصت نہین۔ اور نہ استیعاب
ممکن ہے۔ اسلئے تبرکاً و تیمناً صرف دو آیتین پیش کر کے اسی کام کیطرف متوجہ
ہون گے۔ کہ نحن بصددہ۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا یقیموا
الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون۔ یعنی یقینا تمہارا ولی۔ اللہ اور

اس کا رسولؐ اور وہ ہین جو ایمان لائے۔ اقامت نماز کرتے ہین۔ اور زکوٰت بحالت رکوع ادا کرتے ہین۔ حدیث شریف مین ہے۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ ہے۔ جسکا مین مولا ہون۔ علیؑ اس کا مولا ہے۔ صرف یہ اشارہ کر دیتے ہین۔ کہ مثنوی مین مولانا روم نے یہ کہدیا ہے۔ کہ مولیٰ آزاد کنندہ کو کہتے ہین جس کا مختصر مطلب یہ ہے کہ تمام امت انکی غلام و مطیع ہے۔ اور بجز اجازت مولا۔ تصرفات اور دین دین ان کا جائز نہین ہو سکتا۔ چونکہ علی المرتضےؑ فنا فی الرسول کے مقام مین اس مرتبہ مولے پر ہمرنگ نبیؐ ہوکر وحدت کے سانچہ مین ڈہلے ہوئے ہین۔ کہ غلامون کو آزاد اور مجاز کرنے مین اُنہین خاص دلچسپی ہے جسکا یہ حاصل ہوا۔ کہ مومنین سرور و مسرت حاصل کرین۔ کہ ہمارے مولےٰ کیسے عالیذات و بلند ہمت ہین۔ مولانا ایک مضمون لطیف پر فرماتے ہین ؎

زین سبب پیغمبر با اجتہاد	نام خود وان علی مولا نہاد
گفت ہر کس را منم مولا و دوست	ابن عم من علی مولائے اوست
کیست مولا آنکہ آزادت کند	بند رقیت ز پایت بر کند
چون بآزادی نبوت ہادی است	مومنان را ز انبیا آزادی است
اے گروہِ مومنان شادی کنید	ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید

آیہ شریفہ کے شان نزول مین جمہور مفسرین ہم زبان ہین۔ کہ یہ بحق مرتضےٰؑ نازل ہوئی۔ جمع بلحاظ تعظیم کے بعض مصرح ہین۔ خلاصہ شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد نبوی مین کسی سائل نے آکر سوال کیا۔ چونکہ کسی نے توجہ نہ کی۔ بحالت یاس واپس ہونے لگا۔ لیکن درد دل کے ساتہہ بدرگاہ قاضی الحاجات استغاثہ کیا۔ کہ اے علیم و خبیر۔ اے درماندگون کے دستگیر تجھے معلوم ہے۔ کہ رحمۃ للعالمین کی مسجد سے محروم جارہا ہون۔ علی المرتضےٰؑ اسوقت نماز مین تہے۔ سائل کی غمناک آواز اور سوز و گداز کے لہجہ نے شیر خدا کے دل کو کپکپا دیا۔ اسی حالت مین وہ انگشت مبارک جس مین گویا خاتم سلیمانی تہی۔ سائل کیطرف بڑہا دی۔ وہ انگشتری نکالکر مسرور ہوا۔

اور چلتا نظر آیا۔ پھر اس واقعہ کے حضور سرور عالم پر آثار وحی نمودار ہوئے۔ اور آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ آیہ شریفہ میں اس منقبت کا جو جاہ و جلال ٹپکتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ مخفی نہیں خلوص قلبی واقعی ایک بڑے پایہ کا مرتبہ ہے۔ لیکن ساتھ ہی عطا شدہ چیز کی بھی خصوصاً ایسے ذی کرام سے کوئی حیثیت ہونی چاہیے۔ دو چار آنہ کی نقرئی انگوٹھی کے عطا کرنے پر یہ دھوم دھام کہ ملک العلام کی بارگاہ سے یہ اعلان قیامت تک چار دانگ میں مشتہر ہوتا رہے۔ کہ شاہ ولایت اور میر سخاوت علی المرتضیٰ امین کاشفین اسرار خدا یوں مترنم ہوں کہ ؎

گر معز گشت انفاس مسیحا در کلام | در رکوعین الصلوٰۃ آمد ترا اعجاز ہا

بزیر نگین تو آمد دو گیتی | چو دادی بدرویش انگشتری

تفسیروں کو بغور ملاحظہ کیا۔ کہ اس انگشتری کا راز منکشف ہو۔ کہ وہ کیسی انگوٹھی تھی۔ لیکن راز سربستہ نہ کھلا۔ تحیر کی حالت طاری ہوئی۔ کہ یکایک ملہم غیب سے القا ہوا۔ کہ یہ عقدہ کشائی بایہ شناسان اسرار طریقت و غوطہ زنان بحر معرفت کے اسفار سے ہوگی۔ دل باغ باغ ہوا۔ کہ دامن مقصود مراد محمود سے لبریز ہوگا۔ بسم اللہ کر کے اسفار کاشفین کا مطالعہ شروع کیا۔ بحکم من جد وجد و من دق الباب فتح۔ قصیدہ ملا خسرو رحمۃ اللہ کا یہ شعر ملا۔ ؎

آنچہ علیؓ داد در رکوع فزون است | زانچہ ہمہ عمر داد حاتم طائی

لیکن اس پر یہ حیرت کہ ایک انگوٹھی اور یہ تخمینہ قیمت۔ ان ہذا لشیٔ عجاب۔ مگر حافظ کا یہ شعر بے ساختہ زبان پر آیا۔ ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است | سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

پھر بھی میں ہمت نہ ہار کر جویان پویان رہا۔ آخر الامر سعی مبرور مشکور ہوا۔ کہ شیخ تسبیہ کی ایک نقل میری نظر سے گذری جسے علامہ محمد صالح حسینی ترمذی المتخلص کشفی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ اس انگشتری کے حلقہ کی وزنی مقدار چار مثقال تھی۔ اور نگینہ یاقوت احمر کا۔ جسکا وزن ۵ مثقال تھا۔ اور اسی نگینہ

کی قیمت کا تخمینہ ملک شام کے محاصل کے برابر تہا۔ اور حضرت علی المرتضےؓ کے قبضہ مین یہ انگوٹھی اس طرح آئی تہی۔ کہ جب طوق بن حران نامی گرامی پہلوان کو آپ نے قتل کیا۔ تو اسکی انگلی مین یہ انگشتری تہی۔ علی المرتضے نے اسے نکالکر بخدمت سرور عالم پیش کی۔ حضرت سید الکونین نے بقاعدہ من قتلہ فلہ سلبہ آپ ہی کو عنایت فرمائی۔ واللہ اعلم وعلمہ احکم۔

آیہ ثانیہ۔ ومن الناس من یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ یعنی وہ کون ہے۔ جسنے اپنی جان بطلب خوشنودی مولا فروخت کردی۔ منقول ہے کہ آیہ مذکورہ بحق علی المرتضےؓ نازل ہوئی۔ نزول کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ جب سرور عالم کو مخالفین نے سخت تنگ کیا۔ تو خلاق عالم نے ہجرت کا ایما فرمایا۔ مخالفین بایکدیگر متفق ہوئے۔ کہ کوئی کید اور داؤ چل نہین سکتا پس تمام منصوبے پس انداز کرکے امشب مسلح ہوکر راہ بندی کرکے گہات مین رہو۔ جسوقت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئین۔ اور قدم نہادی کرین۔ زبانی گفت و شنید کا موقعہ نہ دو۔ تلوار سے معاملہ آر پار کردو۔ وحی کی تار نمودار ہوئی۔ کہ یہ مسودہ بازی اشرار کر رہے ہین۔ خبردار ہوکر کام سرانجام فرمائیے گا۔ سرور عالم نے پہلا کیا دینا تہا۔ مناسب انتظام کرتے ہوئے علیؓ مرتضے سے فرمایا۔ کہ یا اخی آپ کو بستر نبوی پر آرام فرمانا ہوگا۔ جواب ہوا۔ زہے عز و شرف وقت معینہ پر اسد اللہ سے خدا حافظ کہتے ہوئے حسب اللہ شاد خداوندی مٹی کی مٹھی پر آیہ فجعلنا من بین ایدیہم الخ دم کرکے اشرار کے سر اور آنکھو نپر پھینکتے ہوئے نکل گئے شیطان نے آکر جگایا۔ اور متنبہ کیا۔ کہ کس خیال سے بیٹھے ہو۔ کہا۔ بس آج ہماری تلوار اور نبی کا سر ہوگا۔ آخری فیصلہ ہے شیطان نے کہا۔ فیصلہ ہو گیا۔ پگڑیان تو سنبہالو۔ دیکھا تو غبار آلودہ تہین۔ کہا کہ بس تمہاری آرزوئین خاک مین ملا کر نبی اللہ چلدیئے۔ (وفیہ قصۃ بل قصا لنفر۔)

ہمارا مطلب یہان صرف یہ ہے۔ کہ علی المرتضٰے نے کس دلیری اور خلوص سے یہ کام کیا۔ کہ آیہ شریفہ جسکی مبین ہے۔ اسکی ذیل مین جبریل و میکائیل کا قصہ بھی مشہور ہے۔ جو مخفی نہین۔ اس قصہ مین ہے۔ تکئین نے آکر کہا بخ بخ من مثلک یا علی قد باہی اللہ بک ملائکتہ "کاتب الحروف کہتا ہے۔ کہ قرآن وحدیث کے ماہرین پر یہ بات پوشیدہ نہ ہوگا۔ کہ جس طرح سرور عالم نے شب ہجرت سریر اور بستر عطا فرمایا۔ اسی طرح یوم غدیر منبر اور جہاد کے لئے ذوالفقار دوسر اور خانہ آبادی کے لئے دختر نیک اختر بضعۂ دل وجگر۔ سواری کے لئے کیا خود اپنا دوش اطہر عنایت فرما کر یوم المحشر خود قسیم کوثر فرمادیا۔ ابوتراب کے قرینہ سے اگر ابوالبشر ہی کہدین۔ تو شاید ناموزون نہوگا۔ لوگ تو ابوبکر صدیق کو بعد النبی خیر البشر کہتے ہین جانم فدے او باد۔ لیکن مین تو علی المرتضٰے کو بھی اس بارے مین ہم یہ سمجھکر علاوہ برآن تمام انبیا کا مفتخر سمجھتا ہون ؎ افتخار ہر نبی وہر ولی گواہ ہے۔ مولانا مولوی معنوی کا ایک قصیدہ سلامیہ مناسب مقام ہے جو ذیل مین درج کرتا ہون۔ ؎

اے سرورِ مردان علیؓ	مستان سلامت می کنند
اے صفدرِ میدان علیؓ	مستان سلامت می کنند
اے شحنۂ دشتِ نجف	از تو نجف دیدہ شرف
تو دُر ہی و کعبہ صدف	مستان سلامت می کنند
اے قُل تعالوا تاج تو	تاجِ شہان تاراج تو
دوشِ نبی معراج تو	مستان سلامت می کنند
اے نورِ پاک مصطفٰے	با مصطفٰے در یک عبا
اے مجتبٰے اے مرتضٰے	مستان سلامت می کنند
اے از ہمہ عصیان بری	مردان عالم را سری

علمِ محمد را دری ستان سلامت می کنند
اندر سما نامست علیؓ واندر زمین نامست ولی
در علم دین تو کاملی ستان سلامت میکنند۔

تکریم المومنین میں منقول ہے کہ ۳۰۰ آیات حضرت علیؓ المرتضےٰ کے حق میں نازل ہوئیں۔ اور ایک ایک آیہ کی تفسیر کے لئے علیحدہ علیحدہ دفتر چاہیے۔ احادیث کی تعداد ان گنت ہے۔ امام احمد قاضی اسمٰعیل۔ ابو علی نیشاپوری۔ نسائی صاحب سنن کا اتفاق ہے۔ کہ لم یرد فی فضائل احد من الصحابۃ بالاسانید الحسان ما روی فی فضل علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ۔ اجمالی تعداد فضائل ومناقب ومکانت علم۔ فہم۔ واستقامت۔ شجاعت وشہامت۔ فراست۔ صادقہ وکرامات فائقہ اور شدت نصر اسلام۔ رسوخ قدم ایمان۔ سخا۔ صدقہ۔ باوجود ضیق حال۔ شفقت علی المسلمین۔ زہد۔ تواضع تحمل جو حضرت کی ذات بابرکات میں تھے۔ اور تفاصیل ان مقامات کی ایک وسیع باب ہے جسکے لئے مجلدات دفاتر ہونی چاہئیں۔ نہ ایسے مختصرات۔ کہ جن میں قطرۂ از بحر بھی نہیں سماسکتا۔ انفسنا وانفسکم میں علی المرتضےٰ معین ہیں۔ اسی طرح احادیث کثیرہ میں مبین ہے۔ کہ علی کنفسی۔ رواہ احمد والحاکم والنسائی وغیرہم۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا مشہور حدیث ہے رواہ الترمذی قال السیوطی ہذا حدیث حسن لا موضوع۔ حدیث مواخاۃ میں آپ ہی نبیؐ کے جوڑی وال ہیں۔ علی المرتضےٰ کا محب مومن ہے اور مبغض منافق رواہ مسلم۔ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ متفق علیہ۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ (ترمذی) من سب علیا فقد سبنی۔ ھٰؤلاء اھل بیتی میں خامس آپ ہی تسلیم

[1] ... ناصرے در بہر روزے گذاری صد نماز + ور بداری صوم در عمر دراز + یا تو اندر علم دین اعظم شوی + در علوم شافعیؒ اعلم شوی + یا چو حنبلؒ مقتدائے دین شوی + در علوم مالکیؒ رہ بین شوی + ہر چند گر نباشد در دلت + کے توان گفتن سلیم و مقبلت + ہر کہ در عشق علیؓ نبود درست + راضی خوانم مرا ورا از نخست + ۱۲ +

وغیرہ وغیرہ۔ غزوۂ بدر مین آپ کی عمر کما بیش ۲۷ برس کی تہی۔ ستر مشرک اس دن
مارے گئے۔ از انجملہ ۲۱ علی المرتضےؑ نے قتل کئے۔ غزوہ اُحد مین بوقت سراسیمگی؟
حضرت علی المرتضےؑ نے سات نفر اکابر اعدا کو واصل جہنم کیا۔ ابن اسحاق مورخ کا
قول ہے۔ کہ فتح غزوۂ اُحد علیؑ کے صبر و استقلال سے ہے۔ خود علی المرتضےؑ سے
منقول ہے۔ کہ اُحد کے دن مجہے ۱۶ ضربین لگین۔ مین بے طاقت ہوکر زمین پر گر گیا
ایک خوبصورت جوان نے مجہے اُٹھا کر کہا۔ ہوشیار ہوجئو اور متوجہ خدا اور اس
کا رسُول تم پر راضی ہے۔ تم انہین کی اطاعت مین رہو۔ مین نے یہ ذکر سرور عالمؐ
سے کیا۔ فرمانے لگے۔ اقر اللہ عینیك ذالك جبریلؑ۔ غزوہ خندق مین دس
ہزار مشرک اور تین ہزار مسلمان۔ عمرو بن عبدود مشاہیر صنادید کفار سے تہا۔
بار بار مبارزہ طلب کیا۔ اسکے مقابلہ مین سب دبے رہے۔ علی المرتضےؑ نے بمنت
اجازت طلب کرکے جاتے ہی ایک وار مین اسکو فی النار کر دیا۔ اور اسکے بیٹے کو
بہی۔ اس معاملہ مین کفار کو بے قرار کر دیا۔ فرار ہوتے نظر آئے۔ ہذا باب واسع جدا۔
اخیر مین ہم وہی پُرانا عذر پیش کرتے مین۔ کہ ہمین مختصر طور پر سلسلہ مرواریہ
خاندان قادریہ کا مطلوب ہے۔ جسکے ہم درپئے ہین۔ نہ استیعاب فضائل۔
اہلبیت وصحابہ کے مناقب ومناصب یہ کون پورے کرسکتا ہے۔ ویطہرکم تطہیرا
رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ جنکے حقمین خود خلاق عالم کا فرمان ہو۔ اهل بیتی کسفینة
نوح الخ اور اصحابی کالنجوم الخ سرور عالم کی زبان ہو۔ خصوصا باب علم النبی فداہ
امی وابی کی توصیف وتعریف کا پورا حق ادا کرنا مع لطائف وظرائف ہم تو یہی سمجہتے
ہین کہ اللہ ورسولہ احق والیق ثم الذین ہم راسخون فی العلم۔ آپ کے القاب
بکثرت ہین جس طرح فاتح خیبر۔ صفدر۔ اژدر ہے۔ اسی طرح ذوالقرنین بہی
آپ کا لقب ہے جو ذوالقرنین ماسبق سے سبقت ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ دونو
کے درمیان نسبت سماو سمک ہے۔ ذوالقرنین کو نبیؑ نہ سمجہنا۔ کیونکہ وہ نبی نہین۔
بلکہ اس مین ظن اور شک ہے۔ ان الظن لا یغنی عنک شیئا قرآن کا سبق ہے۔

جو ہم نے کہا۔ انشاء اللہ یہ حق ہے۔ سرور عالم نے علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ان لك بيتا في الجنة وانك لذو قرنيها۔ یعنی یقیناً آپ کا کاشانہ بہشت میں ہے۔ اور آپ بہشت کے دونوں طرف کے سردار ہونگے۔ القرن سید ہم مشہور لغت ہے۔ القصہ سردار جوانان جنت حسنین ہیں۔ تو بہشت کے دونوں طرفوں کے سردار علی ذوالقرنین ہیں فاطمہ سیدۃ النساء اہل الجنۃ سلم فریقین ہے۔ حضور سرور عالم خود تو سید الکونین ہیں اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہی پنجتن پاک دنیا و آخرت کے زیب و زین ہیں۔ ہاں ان کے والہ و شیدائی صحابہ کرام خصوصاً شیخین و ذی النورین بھی بہشت برین میں ان کے قرۃ عینین ہیں۔ ان کے دشمن مطرود الثقلین ہیں۔

مختصر تذکرہ امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی ابن ابی طالب سلام اللہ علیہما

تقی۔ زکی۔ سید۔ سبط۔ ولی۔ مجتبیٰ۔ حجت۔ ریحان۔ آپ کے القاب ہیں۔ آپ آئمہ اثنا عشر سے دوسرے امام ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت نیمہ ماہ رمضان ۳ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ کما فی الخمیس وشواہد النبوت۔ آپ کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ہے۔ سرور عالم نے بوقت ولادت آپ کے گوش مبارک میں اذان دی۔ کما فی الروضۃ۔ اور عقیقہ بھی آپ کا سرور عالم نے کیا۔ کما فی النسائی وابوداؤد۔ آپ کی قابلہ (دائی) اسماء بنت عمیس تھیں۔ آپ کا نام مبارک بوساطت جبرئیل خود خلاق جہان نے مقرر فرما کر بھیجا۔ (شواہد النبوت وغیرہ) از سینہ تا بفرق سر شبیہ سرور عالم تھے۔ بوقت ولادت اسماء مذکورہ اور ام ایمن نے آیۃ الکرسی اور معوذتین باشارہ نبوی پڑھا (خمیس) قابلہ کو عقیقہ کے دن ایک ران اور ایک دینار حضرت سیدہ نے عطا فرمایا۔ خمیس۔ ساتویں دن بیوم عقیقہ ختنہ ہوا۔ آپکی مرضعہ حضرت عباس جو سرور عالم کے چچا تھے۔ ان کی بیوی ام الفضل تھیں۔ آپ کی خوبصورتی از حد فزوں تھی۔ من احسن الناس وجہا

آپ کا حلیہ ہے۔ آپ کی گردن مبارک کو ابریق فضۃ لکہا ہے۔ اخیر عمر میں ریش
مبارک کو حنا اور کتم کی مہندی لگایا کرتے تھے۔ بالکل اخیر مین وسمہ ترک کردیا۔
سفید ریش ہوگئے۔ بیس حج پاپیادہ مدینہ عالیہ سے کیئے فرماتے شرم آتی ہی
کہ آستانہ الٰہی مین سوار ہوکر جاؤن۔ گہوڑے کوتل ساتہہ ہوتے۔ وان النجائب
لتقاد معہ۔ دو دفعہ اپنے تمام ملک سے فی سبیل اللہ علیحدہ ہوگئے۔ دخمیس، سخاوت
آپ کا شیوہ تہا۔ سرور عالم کی محبت جسقدر اس شہزادہ سے تہی۔ اس کا اندازہ
بجز علام الغیوب کون کرسکتا ہے۔ مشکوۃ شریف مین اسامہ بن زید سے منقول
ہے۔ کہ جب وہ خود کسی حاجت کے لیئے دربار رسالت مین پہونچا۔ تو اس وقت
سرور عالم دولت خانہ سے اس حالت مین تشریف فرما ہوئے۔ کہ کوئی چیز ڈہانپے
ہوئے تھے۔ جسے مین معلوم نہ کرسکا۔ جسوقت میری مشکلکشائی ہوگئی۔ تو مین نے عرض
کی حضور! یہ کیا ہے۔ جسے ڈہانپے ہوئے ہین۔ تو آپ نے پردہ اُٹہا دیا۔ مین نے
نظر کی۔ تو حسنین شریفین تھے۔ فرمایا۔ یہ میرے فرزند اور میرے لخت جگر
کے دلبند ہین۔ پہر خدا تعالےٰ کی جناب مین التماس کی کہ الٰہ العالمین مین ان
دونون کو محبوب رکہتا ہون۔ تو بھی انہین محبوب رکہہ اور محبوب رکہیو۔ ان لوگونکو
جو انہین محبوب رکہین۔ (ترمذی) ابی بکرہ رض کہتا ہے۔ کہ مین نے سرور عالم کو منبر پر
خطبہ پڑہتے ہوئے دیکہا۔ اور حسن صاحبزادہ آپ کے پہلو مین تہا۔ آپ بحالت
خطبہ سامعین کو ہی دیکہہ لیتے۔ اور حسن کو ہی دیکھ لیتے۔ اور فرماتے یقیناً
یہ میرا فرزند سید ہے (بخاری) ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ سرور عالم صاحبزادہ
امام حسن کو کندہے پر سوار کیئے ہوئے تھے۔ کہ کسی نے عرض کی (شہزادہ کو خطاب
کرکے) کہ اے لڑکے تو نے خیر المراکب کی سواری کی۔ سرور عالم نے جواب دیا کہ
سوار ہی خیر الراکب ہے۔ (ترمذی)

آپکے فضایل ان گنت ہین۔ ؎

پایۂ قدر او ازان بیش است　　　کہ تواند ادائے او کردن

بلکہ نتوانم از ہزار زبان عشر اوصاف او بیان کردن

حضرت امام حسنؓ نے ایک خطبہ مین خود اپنی تعریف بایں کلمات طیبات بیان فرمائی ہے ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا الحسن بن علی وانا ابن النبیؐ وانا ابن الوصی وانا ابن البشیر وانا ابن النذیر وانا ابن الداعی الی اللہ باذنہ وانا ابن السراج المنیر وانا من اھل البیت الذی کان جبرئیل ینزل ویصعد من عندنا وانا من اھل البیت الذی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا وانا من اھل البیت الذی افترض اللہ مودتھم علی کل مسلم فقال تبارک وتعالی ومن یقترف حسنۃ نزولہ فیھا حسنا فاقتراف الحسنۃ مودتنا اھل البیت - سیف چشتیائی فقل ازالۃ الخفاء تقریبا شش ماہ بعد صلح کرنے کے بعد معاویہ کوفہ مین داخل ہوا - اور امام حسنؓ مدینہ طیبہ کو چلے گئے - اور وہین رہے - یہ معاملہ ۴۱ھ مین ہوا - خلافت نبوی جسکا وعدہ بفرمودہ سرور عالم تیس سال تہا - وہ ختم ہوگئی - من بعد زمانہ ملوک وغیرہ ہوا -

یہ امر بھی قابل فروگذاشت نہین ہے - کہ خلیفہ اور ملک و سلطان کے مدارج متمائزہ بتلا دئے جائین - خلیفہ وہ ہوتا ہے - جو حق سے لے - اور حق مین صرف کرے - ملک وہ ہے - جو کہ لینے اور صرف کرنے مین کچھہ پرواہ نہ کرے - کہ کہان سے لیا - اور کہان سے دیا - سلطان وہ ہے - جسکے ماتحت اور بادشاہ ہون اور اقل عسکر اس کا دسہزار سوار ہون - اور چند ملکون کا مالک ہو - اور کئی شہرون مین اسکے نام کا خطبہ پڑہا جائے -

خلافت محمدیہ علی صاحبہا وآلہ الصلوۃ والتحیۃ کا دار الخلافہ زمانہ قتل خلیفہ عثمان ذوالنورین تک مدینہ منورہ تہا - پہر زمانہ علی المرتضیٰ مین کوفہ دار الخلافہ ٹہیرا - جنکہ فرقۂ بغات کا کہٹکا تہا - کہ کہین بوجہ بغض وعناد وحسد اس بلدۂ طیبہ کی ارض ان کے ناشائستہ حرکات کی کشت زار نہ ہو - دل پر پتھر رکھکر مجبورا با نالہ و آہ روانہ ہوئے - ؎

ہمسایہ چون بسوختن مارضا نداد　　زنتسیم و در محلہ بیگانہ سوختیم

یہی حال امام حسنؓ کا ہوا۔ یہ بھی بیان کرنا ناموزون نہ ہوگا۔ کہ بعد امام حسنؓ زمانہ معاویہؓ مین دمشق دار الحکومت ہوا۔ اموی خاندان جن کے چودہ فرمانروا ہوئے اور جنکا زمانہ حکومت کچھ اوپر اسی سال کا تخمینہ ہے۔ دمشق ہی دار الحکومت رہا بعد ازان عباسیہ زمانہ آیا۔ عباسی دو فرقہ ہین۔ ایک فرقہ عراق مین رہا۔ ان کے فرمانروایان کی تعداد ۳۷ ہے۔ آپ کا پہلا تخت نشین عبداللہ سفاح تہا۔ یہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا پڑوتا تہا۔ انہون نے تمام قبور تاجداران بنی امیہ کہدوا کر۔ اُن کے استخوان جلادیئے۔ اور گوشت کتون کے سپرد کیا۔ اور زندہ بچے بچاؤن کو جستجو کرکے قتل کر ڈالا۔ عباسیونکا دوسرا گروہ جنہون نے مصر مین حکومت کی۔ یہ ۱۵ ہوئے۔ انکی مدت حکومت ۲۵۵ سال اور ششماہ ہے انکے پہلے تاجدار مستنصر باللہ ہین۔ سفاح نے شہر انبار کو دار السلطنت بنایا منصور نے بغداد کو۔ تا ایام معتصم بغداد ہی تخت گاہ رہا۔ معتصم نے سرمن رائے کو پسند کیا۔ پہر بغداد مقرر ہوا تاکہ فتنہ تاتار ظہور مین آیا۔ اُس وقت مصر دیہیم گاہ عباسیہ قرار پایا۔ بنی ساسان نے پہلے پہل شہر بخارا کو قاعدہ سلطنت گروانا۔ پہر سلطان محمود نے غزنی کا انتخاب کیا۔ سلجوقیہ نے شہر ہمدان کو دار الامارہ بنایا۔ ملوک خوارزم نے بلدہ خوارزم کو عزت بخشی پہر زمان ملک عادل نور الدین شہید جو اول دمشق قرار پایا۔ صلاح الدین نے مصر کو پسند کیا بعد ازان ترکون کا دور ہوا۔ تو انہون نے بھی مصر ہی کو قایم رکہا۔ پہر زمانہ سلطان سلیم خان قسطنطنیہ دار الامارت کے شرف سے ممتاز ہوا۔ چنانچہ اب تک اسی جگہ ہے۔ اب زمانہ سلطان محمد خامس ہے خلد اللہ ملکہ۔

آپ کی خلافت کا مختصر تذکرہ

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ مقتول ہوئے تو چالیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے کوفہ مین حضرت سبط اکبر کی بیعت قبول کی۔ اور یہ سب کے سب پہلے حضرت علیؓ سے ہی بیعت کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ اور بہت ہی گردیدہ تھے (خمیس) پھر آپ مدائن کو تشریف لے گئے۔ اور اقامت کی۔ (حیوۃ الحیوان) پھر تمام بیعت کنندگان کا یہی خیال ہوا۔ کہ شام پر قبضہ کیا جائے۔ امیر معاویہؓ کے ذہن مین یہ سمایا ہوا تھا۔ کہ گو امام حسنؑ امام حسن ہے۔ لیکن مین اسکے والد اسد اللہ کے سامنے سرنگوں نہین ہوا۔ بھلا یہ کیا ان سے بڑھکر ہین۔ میری عمر کا پیمانہ اچھلنے لگا۔ اور حیاتی کے دن کی شام ہوجائے۔ تو ہوجائے۔ لیکن شام کو ہاتھ سے نہین دونگا۔ خیر ہوتے ہوتے دونوا پنے اپنے مقام سے باکروفر نکلے۔ مسکن کے میدان مین جو سواد کی زمین سے انبار کے مضافات سے ہے۔ اقامت کرکے ڈیرے ڈالدیئے۔ امام حسنؑ نے خیال فرمایا۔ کہ گو مین فتح ہی حاصل کر لونگا۔ یا جس طرح مشیت ایزدی ہوگی۔ لیکن کلمہ گو جم غفیر نیست و نابود ہوجائینگے۔ کہ نہایت فراخ دلی سے بلحاظ رحمدلی و مصلحت وقت ایک خط باین مضمون امیر معاویہؓ کو لکھا۔ کہ مین صرف شام نہین۔ بلکہ اپنی مقبوضہ مملکت ہی تیرے حوالہ کر دیتا ہون اور خود احد من الناس ہوکر خلع خلافت کرتا ہون۔ بشرطیکہ تو اس بات کو تسلیم کرلے کہ مدینہ عالیہ۔ حجاز۔ عراق کے لوگون سے کوئی سروکار نہ رکھے۔ اور کوئی چیز طلب نہ کرے اور یہ بھی کہ تیرے بعد ولیعہد مین ہونگا۔ اور یہ۔ کہ بیت المال پر مجھے اختیار ہو۔ کہ مین اپنی حاجات کے مناسب اس سے لیتا رہون امیر معاویہ اس خط کو دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور جواب دیا کہ مجھے آپکا ساختہ

پرداخت منظور ہے۔ لیکن دس شخص ہین۔ جن پر مجھے اطمینان نہین۔ ایک ان مین قیس ہے۔ جو سعد بن عبادہ کا فرزند ہے۔ مین نے قسم اُٹھائی ہوئی ہے۔ کہ اگر مین قیس پر قابو پا سکا۔ تو اسکی زبان اور دونون ہاتھ کاٹ ڈالون گا۔ امام حسنؓ نے طیش مین آکر پھر لکھا۔ کہ مین ہرگز یہ بات قبول نہ کرونگا۔ جب امیر معاویہ نے دیکھا۔ کہ بنی بنائی بات بگڑتی ہے۔ تو ایک سفید ورق بھیجدیا۔ کہ جو چاہین لکھہ دین۔ مجھے سب منظور ہے۔ پھر انہین امور مذکورہ پر امام حسنؓ نے بیت المقدس مین جاکر۔ تورعا و قطعا للشر واطفاء لنائرۃ الفتنۃ بیعت کر لی اور مصالحت ہوگئی۔ اور حضور سرورِ عالم کی وہ پیشینگوئی پوری ہوئی۔ جو امام حسنؓ کے حق مین فرمائی تھی کہ یہ میرا بیٹا سید ہے۔ قریب ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ دو مسلمانون کے بڑے گروہون کے درمیان ان کی وجہ سے صلح کرا دیگا۔ نقلہ الخمیس عن الاستیعاب۔

القصہ لوگون نے اس صلح پر آپ کو بہت نالایم الفاظ سے ملامت کی۔ کہ آپ عار المومنین ہو۔ وغیرہ وغیرہ بے خبر اس سے کہ ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

حضرت ممدوح سلام اللہ نے جواب مین فرمایا۔ العار خیر من النار وفیہ قصائص طویلۃ۔ آپ کثیر النکاح تھے۔ کتب مین ایک سو تک نکاحون کی تعداد کا پتہ چلتا ہے۔ وجہ کثیر النکاح ہونے کی یہ ہوئی۔ کہ لوگ مواصلت اہلبیت محبوب رکھتے ہین۔ اسلئے درخواستین ہوتین۔ کہ نکاح کے بعد طلاق کی پرواہ نہین۔ ایک دفعہ سلک اہلبیت مین منسلک ہونیکا شرف حاصل ہوجائے۔ ؎ بلبل ہمین کہ قافیہ گل شود بس است۔ آپ نے متعہ کبھی نہین کیا فافہم۔ بزمانہ خلافت آپنے حاجب و دربان نہین رکھا۔ دربار ہر وقت کھلا رہتا۔ چند بار زہر دئے گئے۔ لیکن اخیر مین جعدہ بنت اشعث نے جو آپ کی منکوحہ تھی۔

ایسا زہر ہلاہل دیا۔ کہ جس سے آپ کا جگر شق ہوگیا۔ کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زہر دی تو جعدہ ہی نے لیکن زہر کے دلوانے والے جنکی سازش سے یہ نونہال شجرِ نبوت سید شباب اہل الجنۃ دنیا سے ناپید ہو گیا۔ وہ ایک ہی خاندان کے دو مرد میدان ہیں۔ یزید عنید یا ان کے والد امیر معاویہ رشید۔ مولانا جامی تو کہلے منہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ ہی فرد قرار داد جرم معاویہ مین مکتوب ہے لکھتے مشہور آنکہ ویرا خاتون جعدہ زہر دادہ است بفرمودہ معاویہ (شواہد النبوۃ) چونکہ شواہد کے نسخے اس عبارت مین مختلف ہین۔ بعض مین معاویہ کا نام اور بعض مین یزید کا۔ اس اختلاف کو مفتی غلام سرور لاہوری نے یون مٹایا ہے۔ کہ جعدہ منکوحہ امام حسنؓ وے را زہر دادہ بعضے بایما رمعاویہ۔ بعضے بایماریزید پلید می فرمایند اما قول اول کہ مولانا جامی مصدق آن است مقرون بصدق است چراکہ بعد شہادت آنحضرت معاویہ یزید را ولی عہد خود کرد و در حیات آنجناب حسب شرائط عہد نامہ ممکن نبود (گنجینہ سروری) میر جمال الدین حسینی بہی روضۃ الاحباب مین صاف لکھتے ہین۔ کہ معاویہ نے ۵۰ ہزار اور یزید کی بیگم بنا دینے کا وعدہ دیکر جعدہ کو اُبھارا تہا۔ بانیوجہ اُس نے تعمیل کی۔ روضۃ الصفا نے بہی امیر معاویہ کا نام انتخاب کیا ہے۔ سیر الاولیا مولفہ سید کرمانی مترجمہ غلام احمد خان بریان کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہین۔ کہ جعدہ نے معاویہ کے برانگیختہ اور اُبھارنے واکسانے سے امام حسنؓ کو جس طرح ممکن ہوا زہر دیا۔ تذکرۃ السادات مین بہی اس معاملہ کا بانی معاویہؓ کو بتلایا ہے یہ بہی معلوم ہے۔ کہ امیر معاویہ نے کسی عیسائی ڈاکٹر کو جو زہریلی دواؤن کا اُستاد مانا جاتا تھا۔ اسی کام کے لئے مقرر کیا تہا۔ چنانچہ ڈاکٹر غلام جیلانی خانصاحب لاہوری اپنی کتاب طب ۲۹ تاریخ الاطبا مین ابن اثال ڈاکٹر کے حالات مین لکھتے ہین۔ کہ ابن اثال دمشق کے نامور متقدم طبیبون مین خاص طور پہ ممتاز اور مذہب عیسوی کا پابند تہا۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان دمشق پر حکمران ہوئے۔ تو اسکو اپنا طبی مشیر بنا لیا۔ اور اُسکے بڑے معتقد ہو گئے۔ اور اس سے

بہت کچھ سلوک کرتے۔ وہ بہی اکثر حاضری مین رہتا۔ ابن اثال زہریلی دواؤن کی تیاری کا خصوصیت کے ساتھ ماہر تھا۔ امیر معاویہ جن دشمنون پر فوج وسپاہ سے فتحیاب نہ ہوسکتے۔ تو حیلہ وتدبیر سے انہین معدوم کردیتے۔ ابن اثال کے مقرب ہونیکے یہی وجہ تہی۔ کہ اس سے خطرناک دشمنون کو چپ چاپ راہی ملک عدم بنا دینے کا نسخہ ہاتھ آتا تہا۔ اسی طرح مسلمان امرا، وعمائدین کی ایک کثیر جماعت معاویہؓ نے مروا ڈالی۔ جن مین صحابہ۔ اہل بیت۔ اولاد صحابہ اور بڑے بڑے عربی قبایل کے سردار شامل تھے۔ الخ انتہے۔ یہ نقل بہی نقول مذکورہ بالا کی موید ہے۔ لیکن اشہر قول یہ بتلایا جاتا ہے۔ کہ یزید عنید بانی تہا۔ اگر یہ سچ ہے تو بہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ مثل مشہور ہے۔ کہ اگر "پدر نتواند پسر تمام کند" وہی معاملہ ہوگا۔ واللہ اعلم ہان یہ تو بلاریب ثابت ہی کہ امیر معاویہ امام حسنؓ کے واقعہ جانگداز سے نکر شاش بشاش ہوا۔ اور ہاشمیون کو بُری طرح چھیلا۔ اور کوسا۔ حدیث کی کتاب ابوداؤد کتاب اللباس مین لکہا ہے کہ امیر معاویہ کے سامنے امام کی وفات کا تذکرہ ہوا۔ تو ایک کمبخت نے کہا۔ جمرۃ اطفارہا اللہ یعنی امام حسن ایک دہکتا ہوا انگار تہا۔ جسے خدا نے بجھا دیا۔ انتہے محشی اسپر لکھتا ہے کہ جس نے یہ کہا تھا۔ معاویہ کی تبشیر وخوشی کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔

القصہ زہر کے واقعے کے بعد چالیس یوم آپ زندہ رہے۔ کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے منہ سے نکلتا تھا۔ وہ نورانی چہرہ سبز ہوگیا۔ حضرت امام حسینؓ نے بعض موقعہ پر دریافت کیا۔ کہ جناب! زہر دینے والے کا کچھ تو ایما فرماتے۔ جواب مین فرمایا۔ لا اقول لکم من سقانی۔ جس نے مجھے زہر دی وہ مین آپ کو نہین بتلاؤن گا جو وصایا ضروری تھے۔ وہ فرماتے رہے۔ اور وقت مقررہ پر اس آفتاب اسلام ریحان مصطفےؐ۔ لخت جگر مرتضےؓ نے اوائل ربیع الاول جان بجان آفرین سپرد کی۔ فداہ ابی وامی صلوات اللہ وسلامہ علی جدہ وامہ وابیہ وعلیہ (معارف)

امام حسین علیہ السلام اور پس ماندگان پر جو غم والم اس وقت طاری ہوا۔ اور اہلبیت کے پردہ نشینان پر جو مصیبت واقع ہوئی۔ اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جسکے دل مین ان کی قدر و منزلت ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ امام حسین برادر عینی اور محمد و عباس برادران علیؓ نے غسل دیا بروایت معارف ابن قتیبہ سعید ابن عاص نے جنازہ پڑہایا۔ بایں وجہ کہ مدینہ عالیہ کا یہ معاویہ کی طرف سے حاکم تہا۔ واللہ اعلم۔ روضہ مقدسہ مین دفن کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ کو کہا گیا۔ انہون نے اجازت فرمائی۔ لیکن مروان بن حکم ملعون ابن ملعون مانع ہوا۔ یہ بہی مدینہ عالیہ کا امیر معاویہ کیطرف سے عہدہ دار تہا۔ امام حسینؓ سخت ناراض ہوئے۔ اور مسلح ہو کر بمعہ ہمراہیان آمادہ ہوئے۔ کہ دیکہین کون روک سکتا ہے۔ لیکن خدام نبیؐ نے سمجہا بجہا کر باز کہا۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ بقیع مین نزد والدہ ماجدہ خود جاگزین ہون۔ چنانچہ ایسا کیا گیا (حج الکرامۃ)

تذکرۃ السادات اور تاریخ خمیس مین لکہا ہے۔ کہ امام حسنؓ کثیر الاولاد تھے۔ لیکن نسل آپ کی صرف دو صاحبزادون سے چلی حسنؓ بن حسنؓ۔ اور زید بن حسنؓ سے۔ تذکرۃ السادات مین ۱۶ فرزند و کہلائے ہین۔ زیدؓ۔ حسینؓ اثرم۔ طلحہؓ اسماعیل۔ حمزہؓ۔ یعقوبؓ۔ عبدالرحمنؓ۔ عبداللہ۔ حسنؓ مثنیٰ۔ عمرؓ۔ قاسمؓ نمبر ۹ سے ۷ تک امام حسنؓ کے سامنے لاولد فوت ہوئے۔ تین کربلا مین شہید ہوئے۔ یہ بہی لاولد تھے۔ ۴ سے اولاد ہوئی۔ ان کے نام یہ ہین۔ زید۔ حسنؓ مثنیٰ۔ حسین اثرم وعمر۔ اخیری دو صاحبزادون کی اولاد ہوئی۔ لیکن لڑکپن مین سلسلہ منقطع ہو گیا۔ باقی رہے دو زید و حسن مثنیٰ یہ کثیر الاولاد ہوئے۔ روئے زمین جو جتنے سادات ہین۔ اسکا منبع اور مصدر یہی دو صاحبزادہ ہین۔ نور الابصار مین چند صاحبزادیون کے نام بہی درج ہین۔

حضرت زید متولی صدقات سرور عالم تہے انکی والدہ ام بشر بنت ابی مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ خزاجیہ تہین۔ آپ کریم الطبع۔ طیب النفس۔ کثیر الاحسان

اور سن تھے۔ شعرائے ان کی مدح کی۔ مختلف الاقوام لوگ اطراف سے بطلب البر ان کے پاس حاضر ہوتے۔ سلیمان بن عبد الملک نے اپنے عہد میں ان کو صدقات کی مدسے معزول کیا۔ لیکن خلیفہ عبد العزیز نے تخت حکومت پر اجلاس کرتے ہی ان کو پھر وہی تفویض کیا۔ اور نہایت عزت واحترام سے پیش آیا۔ یہ امر پوشیدہ نہ ہو کہ افسر صدقات بعد سفر در عالم حضرت علیؓ و عباس کے تھے۔ پھر صرف علیؓ کے پھر حضرت حسنؓ۔ پھر حسینؓ۔ پھر حسنؓ مثنیٰ پھر عبد اللہ بن حسنؓ تھے۔ پھر بنی العباس نے اپنا ہی اقتدار اس پر قایم رکھا۔ حضرت زید کا انتقال سنہ ۱۲۰ھ میں بعمر ۹۰ سال ہوا۔ شعرائے ان کے مراثیے لکھے پڑھے۔ ان کی طرف سے کبھی دعویٰ امامت نہین ہوا بلکہ کہا جاتا ہے۔ کہ اولاد حسنؓ میں کسی نے بھی یہ دعویٰ کبھی نہین کیا۔ یہ زید بن حسن بنی امیہ سے صلح رکھتے تھے۔ اور ان کی طرف سے متقلد اعمال تھے۔ اور انکی رائے تھی۔ کہ با دوستان مروت با دشمنان مدارا۔ حضرت حسن مثنیٰ کا ترجمہ ذیل مین بعنوان مستقل ذیل مین درج ہوتا ہے۔

حضرت حسن رضؓ مثنیٰ سلام اللہ علیہ

جناب ممدوح چونکہ اپنے والد امام حسنؓ مجتبیٰ کے ہم شکل تھے۔ اسلیئے انہین کے نام سے موسوم ہوئے۔ بضرورت امتیاز و درجہ مثنیٰ جزو نام قرار پایا آپ حبیب وجلیل۔ فاضل۔ رئیس۔ ورع و اتقا مین مشہور تھے۔ حضرت علیؓ کے صدقات کے متولی بھی آپ مقرر ہوئے۔ حضرت مرتضیٰؑ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر دس سال اور بوقت شہادت امام حسنؓ بیس سال اور اوان شہادت امام حسینؑ تیس سال تھی۔ حضرت ممدوح معرکہ کربلا مین اپنے عم بزرگوار کی معیت مین تھے۔ جب آپ میدان مین تشریف لائے۔ تو ظالمون نے ان پر یکدم حملہ کرکے تیرون کی بوچھار کردی۔ حتے کہ آپ لہولہان زخمون سے چور ہو کر گر

پڑے۔ ابھی آپ مین رمق ہی تھی کہ ملعونین نے اِن کے سر کو جدا کرنا چاہا۔ اسوقت اسمار بنت خارجہ خزاعی حایل ہوگئین۔ اور دلیرانہ و شجاعانہ لہجہ مین ڈانٹ کر کہا کہ دعوہ اسے چھوڑ دو۔ خدا تعالےٰ کا فضل ہوا۔ کہ وہ ٹل گئے۔ اور اسمار انہین اُٹھا کر کوفہ مین لائین۔ اور معالجہ شروع ہوا۔ آخر آپ شفایاب ہوکر بفضلہ تعالےٰ مدینہ طیبہ مین وارد ہوئے۔ (اسعاف)

حجاج[1] علیہ ما یستحقہ سے صدقات کی تولیت کی بابت ایک دفعہ تکرار ہوئی۔ کیونکہ وہ اس عہدہ مین کسی دوسرے کو بھی شریک کرنا چاہتا تھا۔ آپنے فرمایا۔ ایسا نہ ہوگا۔ حجاج نے کہا مین زبردستی ایسا کرونگا۔ اسپر خاموش ہوگئے۔ اور بعد مین شام کا سفر کرتے ہوئے دربار عبدالملک مین حاضر ہوکر حال بیان کیا۔ عبدالملک نے نہایت اجلال واکرام سے ان کی تسلی کی۔ اور حسن ؓ کو بہت سے تحفے تحایف دے۔ اور مدینہ تک پہونچانے کا نہایت احسن طور پر انتظام کرکے رخصت کیا۔ (نور الابصار) جناب ممدوح کے نکاح کے تذکرہ مین لکھا ہے۔ کہ امام حسین ؑ کی خدمت مین آپ کی درخواست ہوئی۔ کہ شرف دامادی سے اگر عزت بخشی جاے۔ تو زہے نصیب۔ امام علیہ السلام نے جواب مین فرمایا۔ کہ فاطمہ و سکینہ دو بہنین ہین اسے اختیار ہوگا۔ جس سے چاہے نکاح کردون حسن ؓ نے جواب سُنکر خاموش ہوگئے اور سر نیچے کر دیا۔ گویا زبان سے عرض تھی۔ کہ حضور مختار ہین۔ حضرت امام نے فرمایا کہ مین فاطمہ کو اپنی بھتیجی کے لئے منتخب کرتا ہون۔ تشریف البشر مین لکھا ہے۔ کہ یہ سیدہ صائمۃ النہار اور قائمۃ اللیل تھین۔ اور جمال مین مشابہ حورعین تھین اور نکاح کر دیا۔ (نور الابصار و تذکرہ) مشکوۃ شریف مین بروایت بخاری لکھا ہے۔ کہ جب حسن ؓ نے فوت ہوئے۔ نواسی بیوی (فاطمہ نے) ان کی قبر پر ایک خیمہ لگا کر مجاورت کی۔ اور برابر ایک سال بیٹھی رہی۔ پھر علیحدہ ہوگئین۔ ہاتف ہوا۔

---

[1] یہ مدینہ عالیہ مین حاکم تہا۔ عبدالملک کی طرف سے ۱۲ [illegible] فاطمہ بنت الحسین کربلا مین ساتھ تھین (تذکرہ)

کہ گم کردہ چیز کو پایا۔ دوسرے ہاتف نے جواباً کہا۔ کہ نہیں نا اُمید ہو کر پلٹ گئیں اتنے
اس روایت سے محبت زوجین کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ کسقدر تھا۔ علی قاری نے
شرح مشکوٰۃ میں خیمہ کے فوائد میں لکھا ہے۔ کہ الظاہر لاجتماع الاحباب للذکر
والقراءۃ وحضور الاصحاب للدعاء بالمغفرۃ والرحمۃ واما حمل فعلھا علی العبث
المکروہ کما فعلہ ابن حجر فغیر لائق بصنیع اھل البیت" اور یہ بھی لکھدیا ہے۔
فیستفاد منہ اذا کانت الخیمۃ لفائدۃ مثل ان یقعد القراء تحتھا فلا تکون
منھیۃ" اصابہ میں لکھا ہے۔ کہ امام حسین نے حضرت فاطمہؓ اپنی والدہ کی قبر مبارک
پران کی کنیز آزاد شدہ مسماۃ رقیہ[1] کو مقیم کر دیا تھا۔ اسی حکم میں بنا رقبہ علی
القبور ہے۔ کما فی الدر ورد المختار المعروف بالشامی۔ علی قاری نے دوسری حدیث
مسلم میں سلف سے اور اسی طرح مجمع البحار میں بنا علی قبر المشائخ کی اباحت بیان کی
ہے۔ ان کی اپنی عبارت یہ ہے۔ وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء
المشھورین لیزورھم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ"

احادیث صحیحہ میں جو بنا علی القبور منع ہے۔ اس کی علت اور ہے کما فی الشروح
یہ حضرت فاطمہؓ بڑھیا ہو کر سرورِ عالم سے سو سال بعد فوت ہوئیں۔ علامہ ابن حجر نے
تقریب التہذیب میں اُن کے حق میں لکھا ہے۔ ثقۃ من الرابعۃ ماتت بعد المائۃ
وقد اسنت طبقہ رابعہ تابعین کا ہے۔ اسماء الرجال میں لکھا ہے۔ کہ یہ بیوی بعد
حسن مثنیٰ حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کے پوتے عبداللہ بن عمر کے نکاح میں آئیں
اور اسی طرح ہے جواہر الکلام شیعی میں۔

حسن مثنیٰ کا علم وذکا مشہور ہے۔ وہ اس امر کے قائل نہ تھے۔ کہ حدیث من
کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ امامت وخلافت علی المرتضیٰ میں نص کا حکم رکھتی ہے۔
جب حسن مثنیٰ کی خدمت میں بعض خوش اعتقاد عدم دقائق رس نے بایں الفاظ

---

[1] رقیۃ مولاۃ فاطمۃ بنت رسول اللہ۔ عمرت حتی جعلھا الحسین بن علی مقیمۃ عند
قبر سیدتھا فاطمۃ لانہ لم یکن بقی من یعرف القبر غیرھا فانہ عمر بن شبۃ فی
اخبار المدینۃ ۔ اصابہ صفحہ ۳۰۵

اپنی تراش خراش کی طرف راغب کرنا چاہا۔ کہ حدیث من کنت مولاہ۔ علی المرتضیٰ
کی امامت ظاہری میں واضح دلیل ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہرگز نہیں۔ اگر
سرورِ عالم اس سے حکومت و سلطنت مراد رکھتے تو وہ افصح الناس اور انصح الناس
للمسلمین تھے۔ یوں فرمادیتے۔ کہ میرے بعد قایم بالامر للمسلمین علی المرتضیٰ ہونگے
اور یہ بھی کہ اگر وہی معنے مراد لیا جائے۔ جو تم سمجھے ہو۔ تو پھر تمام لوگوں سے زیادہ
گناہگار علی ہونگے۔ کیونکہ انہوں نے خدا اور رسول کے حکم کو ترک کیا۔ اور ٹال دیا
حاشاہ من ذالک اصل روایت یہ ہے۔ اخرج ابو نعیم عن الحسن المثنیٰ بن الحسن
السبط انہ لما قیل لہ ذالک ای ان خبر من کنت مولاہ نص فی امامۃ علیؓ
فقال اما واللہ لو یعنی النبیؐ بذالک الامارۃ والسلطان لافصح لھم بہ فان
رسول اللہ۔ کان انصح الناس للمسلمین فقال لھم یا یھا الناس ھذا ولی امری
والقائم علیکم بعدی فاسمعوا واطیعوا ما کان من ھذا شیئ فواللہ لئن
کان اللہ ورسولہ اختار علیا لھذا الامر والقیام بہ للمسلمین من بعدہ ثم ترک
علی۔ امراللہ ورسولہ ان یقوم بہ او یعذر فیہ الی المسلمین لکان اعظم
الناس خطیئۃ لعلی اذ ترک امراللہ ورسولہ حاشاہ من ذالک وفی روایۃ
اخری عنہ ولو کان ھذا الامر کما تقول وان اللہ اختار علیا للقیام علی
الناس لکان علیؓ اعظم الناس خطیئۃ اذ ترک امر رسول اللہ ولم یقم
بہ فقال الرجل الم یقل رسول اللہؐ من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال
الحسنؓ اما واللہ لو عنی بہ القیام علی الناس والامرۃ لافصح بہ وافصح
عنہ کما افصح عن الصلوٰۃ والزکوٰۃ ولقال ایھا الناس ان علیا ولی امرکم
من بعدی والقائم فی الناس بامری فلا تعصوا امرہ انتہےٰ (قول مستحسن)
اس سے ظاہر ہے۔ کہ ولایت ظاہرہ کا معنی لینا خطا ہے۔ ہاں خلافت باطنہ بلاریب
صحیح ہے۔ صواعق محرقہ میں صراحت کی ہے۔ کہ قطب الاولیاء ہر زمانہ میں سادات سے
ہوتا ہے۔ نہ غیر سادات سے۔ ۱۲

قصہ دونو نورعین حسنین شریفین جن سے مدینۂ عالیہ مین بخانہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا وعلیہما رہتے تھے۔ ولید بن عبد الملک نے نہایت سختی سے اُن کو اس کاشانہ عرش آشیانہ سے نکلوادیا۔ اور یہ دونون ناچیز با دلِ حزین اس منزلِ سعید حسین ومتین سے نالان وگریان علاحدہ ہوگئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس قصہ پرغصہ کو جذب القلوب مین مندرج کیا ہے۔ جسے ہم بعینہا ذکر کرتے ہین۔ لکھاہے۔ کہ جب عمر بن عبد العزیز نے حجرات ازواج مطہرات بفرمان ولید بن عبد الملک منہدم کرکے داخل مسجد کردئے۔ تو ایک معصیت عظیمہ قائم ہوگئی۔ مدینہ طیبہ مین تمام لوگ ڈاڑین مار کر روئے۔ سعید بن مسیب کہتے تھے۔ کاش یہ حجرات طیبات بحال رکھے جاتے۔ تاکہ لوگ آکر زیارت کرلتے۔ اور معلوم کرتے۔ کہ سرورِ عالم نے اس دار فنا مین کس طرح زندگی بسر کی۔ اس کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا کے گھر کا حال لکھتے ہین۔ کہ چون ولید بن عبد الملک بحج آمد۔ بعد از اتمام مناسک حج قدوم بمدینہ مطہرہ آورد۔ آوازے بر منبر مسجد خطبہ میخواند ودر اثنائے آن نظرش بر جمال حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ افتاد کہ در بیت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نشستہ بود وآئینہ در دست داشت۔ کہ در وے جمال جہان آرا خود را مشاہدہ می نمود۔ چون از منبر فرود آمد عمر بن عبد العزیز را طلبیدہ زجر نمود کہ چرا ایشان را در اینجا گذاشتہ وبیرون نیاوردہ۔ نخواہم کہ ایشان را بعد ازین اینجا بہ بینم۔ خانہ را از ایشان بخر وداخل مسجد کن۔ فاطمہ بنت حسین وحسن بن حسن واولاد ایشان سلام اللہ علیہم اجمعین درون خانہ بودند واز بدر آمدن ابا نمودند۔ حکم کرد۔ کہ اگر بیرون نیایند خانہ را بر ایشان بیندازند۔ اسباب خانہ را بے رضائے ایشان بدر می آوردند خانہ را ویران می کردند۔ بحکم ضرورت برآمدند وہم در روز روشن مخدرات اہلبیت بیرون مدینہ رفتند وموضعی برائے سکونت اختیار کردند ودر بعضے روایات این واقعہ پیش از قدوم ولید بہمان حکم سابق از عمر بن عبد العزیز وقوع یافتہ۔ ہفت ہزار دینار بدل خانہ با ایشان میداد

حسن بن حسن سلام اللہ علیہما سوگند خورد کہ زر نستاند۔ عمر قضیہ را بولید نوشت کہ وے زر نستاند حکم کرد کہ زر نستاند بہترخانہ را بگیر۔ وایشاں زاہد کن وزر در بیت المال بسپار۔" وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۞

وفات حضرت حسنؓ مثنیٰ ۹۷ھ کو بعمر ۸۰ سال ہوئی۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور میں لکھا ہے۔ کانت وفاتہ سنۃ سبع وتسعین وھو من ثقات التابعین" نور الابصار میں بحر الانساب سے لکھتے ہیں۔ کہ وفات کے بعد پانچ پسر جناب ممدوح کے تھے۔ عبداللہ محض۔ ابراہیم الغمر۔ حسن مثلث وکل منہم لہ عقب انکی والدہ تو فاطمہ بنت حسینؓ ہے۔ داؤد و جعفر ان کی والدہ ام ولد ہے۔ اس کا نام حبیبہ تھا۔ پہلے تین صاحبزادہ تمام سادات پر فخر کرتے تھے۔ کہ ہمارے والدہ فاطمہ بنت حسینؓ اور والد ابن الحسنؓ ہے (تذکرہ)

یہ صاحبزادگان صاحب اولاد تھے۔ لیکن ہم صرف عبداللہ المحض کا ذکر کرتے ہیں۔ جو جد امجد ہیں سید عبدالقادر جیلانی قطب ربانی کے۔ قدس اللہ سرہ العزیز۔

عبداللہ المحض رضی اللہ عنہ

ہو اول من جمع بین ولادۃ الحسن والحسین من الحسنیۃ واول من جمعہا من الحسینیۃ محمد بن الباقر۔ یہ صاحبزادہ بزرگوار بنی ہاشم کا شیخ کہلایا جاتا ہے محض بمعنی خالص۔ چونکہ آپ خلاصہ دو سبط رسولؐ تھے۔ یعنی والدہ بنت الحسین اور والد ابن الحسنؓ۔ اسلئے محض ای الخالص نسلا منہ من الموالی وانتہائہ الی علیؑ۔ اور آپ کو مجل بھی کہتے تھے۔ لاجلالہ (بہجۃ)

سنہ ۹۱ ہجری میں ان کی ولادت باسعادت ہے۔ تشکل وشباہت میں اپنے جد امام حسنؓ سے بنہایت مشابہ تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے ان سے پوچھا۔

کہ شما بچہ جہت افضل مردمانید۔ جواب دیا۔ کہ اس وقت تو یہی جواب کافی ہے۔ کہ تمام لوگون کی آرزو یہی کہ ہم سے ہوئے۔ اور ہم کبھی آرزو نہین کرتے کہ کسی دوسرے سے ہون ؎

در آرزوے رتبت ما اند دیگران ۔ ما را برتبت دگران نیست آرزو

صاحب استیعاب نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علی ابیہا و علیہا کے ترجمہ مین لکھا ہے۔ کہ حضرت ممدوح ہشام بن عبد الملک کے دربار مین رونق افروز تھے۔ اور علامہ کلبی بھی وہان حاضر تھا۔ ہشام نے حضرت سے دریافت کیا۔ کہ حضرت فاطمہ دختر نبی کی عمر کیا تھی۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ تیس سال۔ کلبی کیطرف ہشام نے توجہ کی۔ کہ ٹھیک ہے۔ کہا نہین ۳۵ سال ہشام نے عبد اللہ محض سے خطاب کرکے فرمایا۔ کہ یہ صاحب مؤرخ ہین۔ فرمایا ہوگا۔ (اہل بیت ادری بما فیہ) لیکن اپنی ماؤن کے حالات ہم خود اچھے جانتے ہین۔ کلبی سے کلبی کی مان کا حال پوچھنا چاہیے۔ کلبی پشیمان ہو کر خاموش ہوگیا۔ (تذکرہ اور بحر الانساب) معارف ابن قتیبہ مین آپ کی کنیت ابو محمد بیان کی ہے۔ اور اخلاق کی نسبت لکھا ہے کان خیرا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ جراب پہنے ہوئے تھے۔ بوقت وضو مسح کیا۔ کسی نے عرض کی۔ کہ آپ مسح کرتے ہین۔ کہا ہان عمر بن خطاب بھی مسح کرتے تھے۔ پھر یہ بھی فرمایا۔ کہ جو عمرہ کو اپنے اور اللہ تعالے کے درمیان کریگا اس کے لئے کافی ہے۔ وفات المحض ہو و اخوتہ فی سجن المنصور صفحہ ۱۴۵۔

تقریب التہذیب مین علامہ عسقلانی لکھتے ہین۔ عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب الہاشمی المدنی ابو محمد ثقۃ جلیل من الخامستہ۔ تذکرہ الانساب مین آپ کا عقب چھ حضرات سے بتلایا ہے۔ جن کے نام نامی یہ ہین۔ محمد۔ ابراہیم موسیٰ جون۔ یحییٰ۔ سلیمان۔ ادریس۔ مؤلف روضۃ الشہدا کا بھی اسی پر اتفاق ہے۔ اول الذکر حضرت کا لقب نفس زکی اور کنیت ابو القاسم ہے۔ اکابر زمان

انہین مہدی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ انکا خیال تہا۔ کہ حضور سرور عالم نے مہدی موعود کا یہ نشان قرار دیا ہے۔ کہ میرے فرزندون سے ہوگا۔ اسکا نام میرا ہمنام اور اسکے والد کا نام میرے والد کے ہمنام ہوگا۔ اور کنیت مین بھی میرا ہمسر ہوگا۔ اور یہ تمام علامات و اُمور ان مین موجود ہین۔ یہ بہی روضہ مین لکہا ہے۔ کہ وہ چار سال والدہ کے بطن مبارک مین رہے۔ جب پیدا ہوئے تو ان کے دونون کندہون کے درمیان بیضہ کے برابر سیاہ خال تہا۔ امام مالک کی انہین سے بیعت ہتی۔ جب آپ نے خروج کیا۔ تو امام مالک نے فتوےٰ جاری کیا تہا۔ کہ ان کی رفاقت و مددگاری کو نہ چھوڑنا چاہئے۔ آخرکار ایک بڑے محاربہ کے بعد آپ احجار الزیت مین شہید ہوئے۔ چونکہ یہ قصص و وقعات اس مختصر مین نہین سما سکتے۔ اسلئے ہم صاحب سلسلہ قادریہ حضرت موسےٰ جون تیسرے صاحبزادے کا مختصر تذکرہ پیش کرتے ہین۔

مختصر تذکرہ حضرت موسیٰ جوُن علیہ السلام

کنز الساداتُ مین لکہا ہے۔ کہ آپ کی کنیت ابوالحسن ہتی۔ چونکہ رنگ مبارک گندم گون سانولہ سبز تہا۔ اسلئے جوُن کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ بہجۃ الاسرار مین لکہا ہے۔ الجون ہو لقب لموسیٰ۔ وھو من اسماء الاضداد یطلق علی الابیض والاسود وھو الاکثر فے الاستعمال وھو المراد ھہنا لانہ کان ادم اللون آپ بڑے عالم۔ صالح۔ زاہد۔ صایم الدہر۔ قایم اللیل تھے۔ روایت ہے۔ کہ کسی دن آپ ہارون رشید کی مجلس مین رونق افروز ہوئے۔ بوجہ صایم الدہری بدن نحیف تہا۔ فرش پر قدم رکہا۔ تو پھسل گئے۔ اہل مجلس نے قہقہ اُڑایا۔ آپ سنبھل کر ہارون رشید کے پہلو بہ پہلو بیٹھ گئے۔ اور ادس سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ پہسلنا بوجہ نحافت تہا۔ نہ بوجہ سکر دستی جو اہل مجلس کا شیوہ ہے

ہارون پر ندامت کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور خاموش بیٹھا رہا۔ ہارون باوجود لہو لعب اور اجلال و احتشام۔ ان کا گرویدہ تھا۔ ایک دفعہ خواہش کی تھی۔ بلکہ اصرار بھی کیا تھا۔ کہ آپ میری ولیعہدی منظور فرمائیں۔ آپنے انکار کیا۔ اور وہان سے چلکر بادیہ مین مقیم ہوئے۔ (کنز) آپ کی ولادت کا سن ۱۴۰ھ اور وفات کا سنہ ۲۴۳ھ ہے۔ چونکہ بعض شیعہ زیدیہ نے حضرت قطب ربانی غوث صمدانی پیران پیر سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے آفتاب سیادت پر خاک ڈالنا چاہا ہے۔ جیسا کہ پرچہ اصلاح مین یہ افساد مبرہن ہے اسلئے مناسب معلوم ہوا۔ کہ عمدۃ الطالب فی نسب آل ابی طالب جو اس کا ماخذ ہے۔ ان دونوں کا خاکہ اڑاکر دکھلایا جائے۔ کہ یہ ان کی فاش غلطی ہے۔ جسے صرف اہل سنت ہی نہین۔ بلکہ شیعہ بھی اُن کی تردید پر کمر بستہ ہین۔ پہلے یہ بتلانا ضرور ہے۔ کہ منشا غلطی لفظ شیخ ہے۔ یہ بھی بتلانا ضروری ہے۔ کہ عمدۃ الطالب کا مؤلف زیدیہ ہے۔ جو کہ شیعہ شجرہ کی ایک ٹہنی ہے۔ حجج الکرامۃ مین لکھا ہے۔ کہ صاحب کتاب عمدۃ الطالب فی نسب آل ابیطالب کہ نیز او از علمائے زیدیہ است صفحہ ۲۳۱۔ اب ہم وہ روایات پیش کرتے ہین جن سے معلوم ہوگا۔ کہ طعن طاعنین مردود ہے۔ شیخ احمد بن محمود اکبر آبادی نے تذکرۃ الشادات مین۔ جو بفرمان سلطان بن سلطان شاہ عالم بہادر شاہ غازی فرزند سلطان اورنگ زیب۔ جو شیعہ مذہب رکہتا تہا۔ اسی مطلب کے لئے کہ مصارف خمس وغیرہ بیجا صرف نہون۔ سادات کرام صحیح النسب کے بیان مین لکھی گئی ہے اور نہایت دقت نظر سے اعلے درجہ کی پرکہہ جانچ کے بعد تیار ہوکر عملدرآمد کے لئے پیش کی گئی۔ لکھا ہے کہ سلسلہ انساب پدری حضرت قطب ربانی۔ بحر المعانی شیخ الجن والانس شیخ عبد القادر جیلانی بموسلے جون بن عبد اللہ المحض بن حسن مثنے بن امام حسن علیہ السلام منتہی میشود۔ پھر بعد مین لکھا ہے۔ کہ ہر کہ طعن بر ایشان دارد از روئے عقائد دارد۔ از روئے نسب و اگر طعن از روئے نسب باشد۔

لا حاصل است چرا کہ در تواریخ نسابان ماضیہ سیادت ایشان ثابت است پھر دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہین ۔ سید قطب الدین حسنی و حسینی عمزادہ حضرت غوث الثقلین است ۔" فرغم الف الطاعن ۔ مرتضیٰ شیعی نے بھی بحر الانساب مین لکھا ہے ۔ کہ سید عبد القادر جیلانی منسوب است بعبد اللہ بن یحییٰ بن محمد رومی بن داؤد الامیر الکبیر بن موسیٰ ثانی اور یہ موسیٰ ثانی حضرت حسن مثنیٰ کے بیٹے ہین یعنی پڑپوتے ۔ روضۃ الشہدا مین بھی اسی طرح لکھا ہے کہ قطب الاقطاب سیدی محی الملۃ والدین عبد القادر قدس اللہ سرہ منسوب است بعبد اللہ بن یحییٰ الخ ۔ اب ہمارا خیال ہے کہ لفظ شیخ پر ہی تاریخی اور اصطلاحی مذاق پر روشنی ڈالین ۔ تاریخی مذاق مین ہم صرف بحر الانساب کو پیش کرتے ہین جسکے ٹائٹل مطبوعہ بمبئی پر مولف کی شان باین الفاظ دکھلائی گئی ہے ۔ قبلہ و کعبہ نجیب الطرفین مرتضے الملقب بعلم الہدے من جدہ علی المرتضے علیہ الاف التحیۃ والثنا ، وفیہ ما فیہ ۔ کتاب مذکور مین بعض اولاد حسن یعنی سپاہ انگیز چچیرے برادر سیدنا الغوث الاعظم رح کے حالات بیان کرتے ہوئے لفظ شیخ پر ریویو کرتے ہین ۔ اما سپاہ انگیز بن ابراہیم بن زید بن امام حسن از بغداد رو بولایت دار المرزجیلان نہاد و مدتے روزگار در شعب جبال بسر برد و وے را گیاہ سپاہ انگیز می گفتند ۔ از جہت آنکہ باہشام بن عبد الملک بن مروان بسیار مجادلہ نمودہ بود ۔ آخر الامر بدار المرزجیلان بموضع کوہ پایہ وطن ساخت و ذریات وے بسیار شد تا زمان خلفا بنی عباس ۔ و آن ملعون حکم کردہ بود کہ سید صحیح النسب را بکشند و بسوزانند ۔ چون خلفائے بنی عباس بکوہ پایہ ما زندران بموضع رستاق رسیدند ۔ سیدان را زجر و سیاست می کردند مردمان ولایت رستاق نزد آن ملعون آمدند ۔ و قسم یاد کردند ۔ کہ اینہا کہ دادہ رستاق می باشند شیخ اند سید نیستند ۔ چون آن منافقین این سخنان شنیدند دست از کشتن سادات باز

داشتند وازان زمان القاب ایشان شیخ مذکور است وسیادت شان مخفی بماند انتہٰے صفحہ ۲۴ بعبارتہ اب بھی اگر کوئی حاسد طاعن لفظ شیخ سے سادات گیلان پر دھبہ لگائے یا طعن کرے۔ تو پہلے وہ خود خیال کرے کہ کسقدر گستاخ اور سفاک بیباک سمجھا جائیگا۔ اور اُس کی کیا عاقبت ہوگی۔ اصطلاح صوفیہ مین شیخ خہ اور نیابۃ الانبیاء اور وراثۃ کاملہ للرسل کے مقام کا نام ہے۔ یعنی لقب شیخ اُس بزرگ کے لیئے ہوتا ہے۔ جو عارف بوجوہ الجہاد مع الاعدار الظاہرہ والباطنہ ہو۔ اور یہ بھی کہ وہ خاطر نفسانیہ۔ شیطانیہ۔ ملکیہ۔ ربانیہ کا عارف ہو۔ اور جہانسے یہ خواطر پیدا ہوتی ہین۔ اسے ہی سمجھ سکتا ہو۔ اور یہ بھی کہ بما فیہامن العلل والامراض جو وصول الی الحقیقت سے مانع ہو۔ انہین پہچان سکتا ہو۔ اور ان کی ادویہ کا بھی عارف ہو۔ اور ان کے استعمال کرانے پر بحسب زمان وامزجہ مریدین ماہر ہو۔

اہل بصیرت پر مخفی نہین۔ کہ یہ اوصاف حضرت غوث صمدانی مین علے وجہ الکمال تھے۔ اگر بلحاظ ان اوصاف کے شیخ ہی کہا جائے۔ تو کیا حرج ہے۔ بلکہ اس سے کمال بر کمال ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سید بھی ہون۔ اور باوصاف مذکورہ شیخ بھی نہ یہ کہ کما اغتر بعض من لا بصیرۃ لہ۔

ہمارا خیال تھا۔ کہ ہم کتب انساب کی عبارات جو ایک سو۱۰۰ سے زائد مین نقل کرین۔ جس مین حضرت غوث صمدانی نور اللہ مرقدہ کی سیادت کا آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے۔ لیکن تحصیل حاصل سمجھکر متروک کر دیا۔ علی قاری علیہ الرحمۃ اللہ الباری لکھتے ہین۔ الشیخ السید عبد القادر الجیلانی رض سید شریف الطرفین صحیح النسبین من الابوین الامام الاحسنین الحسن والحسین بحسب الابتداء الذی علیہ الانتہاء متواتر صحیح ثابت ظاہر کظہور الشمس فی رابعۃ النہار لا یقبل الجحجمۃ والنزاع کما علیہ الاجماع رغما للمبتدعۃ اہل الزیغ والنفاق والشقاق حفظنا اللہ والمسلمین من کید المحاسدین الضالین المضلین الذین یحسدون الناس علے ما اتیہم اللہ من فضلہ وھو

ارحم الراحمین فلا حاجة لاقامة الدلیل علے ھذا النسب الشریف الواضح البرھان المشھور بکل مکان کما قال الشاعر ؎

فلا یصح فی الاذھان شیئی　　اذا احتاج النہار الے دلیل

(نزھة الخاطر) حضرت ممدوح کی ولادت ۱۴۰ھ اور وفات ۲۴۳ھ مین ہوئی۔ آخر الکلام حضرت موسیٰ جوُن بڑے پایہ کے عالی مرتبہ بزرگ تھے۔ خلاق عالم نے ان کو کثیر الاولاد ہونے کا شرف بھی عطا فرمایا تھا۔ لیکن آپ کا نسل مبارک صرف ۸ صاحبزادگان سے اطراف عالم مین پھیلا۔ جن مین سے ایک سید عبداللہ ہین۔ جو داخل النسب ہین۔ اسلئے ان کا ترجمہ موجزہ ذیل مین بعنوان مستقل نزہت بخش ناظرین ہے۔

حضرت عبداللہ ثانی ابن موسیٰ جوُن رح

آپ کا لقب شیخ صالح ہے۔ ان کا لقب رضا بھی تہا۔ مامون رشید خلیفہ نے چاہا تھا۔ کہ آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کرے لیکن آپ نے انکار فرمایا۔ اور بہاگ گئے۔ بادیہ مین جاکر جاگزین ہوئے۔ اور اسجگہ دعوت حق کو لبیک کہتے ہوئے فردوس بریں مین پہونچے۔ (تذکرة السادات) کنز الانساب اور تذکرة السادات مین یہ ہی لکھاہے۔ کہ آپ کے پانچ پسر ہوئے۔ موسیٰ ثانی (جو حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی کے اجداد سے ہین) سلیمان۔ سید احمد۔ سید یحییٰ۔ سید محمد۔ ولادت آپ کی ۲۲۰ھ اور وفات ۲۸۰ھ ہی۔ کذافی بحر البیضا۔

حضرت موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی رح

کنز الانساب مین لکھاہے۔ کہ ان کی کنیت ابو عمر تھی۔ آپ کے صاحبزادگان کثیر التعداد تھے۔ لیکن کسی کی نسل جاری نہ ہوئی۔ صرف داؤد صاحبزادہ

صاحب اولاد ہوئے۔ انتہے۔ بسن ولادت ۲۷۹ھ اور سن وفات ۳۴۰ھ لکھا ہے۔ (تحفۃ البیضاء) بمرضِ سرسام جان بجان آفرین سپرد کی۔ آپ جعفری المذہب مدنی الوطن تھے۔ بحرالسرائر۔

حضرت داؤدؒ بن سید موسیٰ ثانیؒ

آپ کا لقب سراج الدین ہے۔ ولادت آپ کی ۲۹۷ھ اور وفات ۳۹۰ھ ہے قبر شریف سمرقند میں ہے۔ تحصیل علم کے لئے وہاں گئے تھے۔ ایک روایت میں وفات کوفہ میں لکھی ہے۔ فالج ہو گیا۔ اور یہی مرض الموت قرار دیگئی۔ آپکے سات فرزند تھے۔ ۴ پسر اور ۳ دختر۔ فرزندوں کے نام یہ ہیں۔ محمد۔ عبداللہ۔ محمد عابدین۔ شہاب الدین۔ (تحفۃ البیضاء) آپ جسطرح حسنی النسب تھے۔ اسی طرح جعفری المذہب تھے۔ باین جہت حضرت غوث صمدانی کو جعفری بھی کہتے ہیں۔ بحرالسرائر۔

سید محمد عابدینؒ بن سید داؤدؒ

آپ کا نام محمد اور لقب عابدین ہے۔ یہ بڑے عابد و زاہد تھے۔ ۳۸۴ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اور ۴۳۵ھ کو وفات ہوئی۔ قبر شریف گیلان میں ہے۔ آپ کے ۶ پسر ہوئے۔ اور تین صاحبزادیاں۔ نام یہ ہیں۔ عبدالواحد۔ عبدالوہاب عبدالرزاق۔ یحییٰ۔ عبدالقادر۔ احمد۔ امینہ۔ زینب۔ عائشہ۔ تقدیر الٰہی سے بجز یحییٰ سب کے سب صغر سنی میں فوت ہوئے۔ (تحفۃ البیضاء) آپ کا مسکن کوفہ تھا۔ آپ مالکی المذہب تھے۔ حضرت غوث صمدانی کو باین جہت مالکی بھی کہدیتے ہیں

سید یحییٰؒ بن سید محمد عابدینؒ

آپ کا لقب زاہد اور نقی ہے کنیت ابوعلی۔ آپ بڑے عابد و زاہد تھے۔ ان کے کرامات مشہور ہیں۔ ۴۰۵ھ میں ولادت ہوئی۔ اور ۴۵۲ھ میں وفات بکر

آپ کی مرقد مبارک گیلان مین ہے۔ آپ کے دو پسر اور ایک دختر تھین۔ نام یہ ہین۔ موسیٰ۔ عبداللہ صالح۔ سلیخہ۔ یہ لڑکی صغر سنی ہی مین فوت ہوئین۔ حجۃ البیضا۔ آپ کا مذہب حنفی اور کوفہ مسکن۔ انکے اعقاب کو نسابین آل یحییٰ کہتے ہین۔ بایندا کہ سید یحییٰ حنفی مذہب تھے حضرت غوث صمدانی کو بھی حنفی کہدیا کرتے ہین بحرالسرائر

عبداللہ ثالث صالح بن سید یحییٰ

آپ کا نام عبداللہ ثالث اور لقب صالح ہے۔ گیلان مین بروز چارشنبہ ۱ محرم ۴۴۴ھ کو پیدا ہوئے۔ بمرض تپ دق ۵۳۰ھ مین فوت ہوئے۔ بحرالانساب مین لکھا ہی کہ آپ بذکر انت الهادی انت الحق لیس الهادی الاهو مین خصوصاً اور دوسرے ذکر الٰہی مین عموماً مستغرق رہا کرتے تھے۔ آپ کی قبر مبارک جبل کنور مین ہے آپ کے صرف دو پسر تھے۔ عبدالوہاب اور ابوصالح موسیٰ۔ ۱۲ حجۃ البیضا۔

بعض نسابین سید عبداللہ مذکور کو ابوعبداللہ لکھا ہے۔ یہ انکی قلم کی لغزش ہے یا کاپی نویس کی (سیف ربانی) آپ حنفی مذہب رکھتے تھے۔ وفات جبل مین ہوئے رضی اللہ عنہ۔ (بحرالسرائر)

سید موسیٰ ابوصالح جنگی دوست والد ماجد حضرت غوث الثقلین شریف الطرفین محقق ربانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ اسرارہم

آپ کا نام سید موسیٰ۔ کنیت ابوصالح۔ لقب جنگی۔ دوست حق۔ آپ جیلان کے مشائخ کبار سے ہین۔ آپ کا لقب جنگی دوست باینوجہ ہوا کہ آپ خالصاً للہ نفس کشی اور ریاضت شرعی مین فرد و یگانہ تھے۔ نیز امر معروف و نہی عن المنکر

پر مردِ دلیرانہ تھے۔ نقل ہے۔ کہ ایک دن مسجد جامع کو جاتے ہوئے دیکھا۔ کہ چند ملازمانِ خلیفہ شراب کے مٹکے نہایت محافظت کے ساتھ اُٹھوائے لیے جا رہے ہیں۔ دیکھتے ہی آپ کو جوشیلا غیظ آیا۔ اور مٹکوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ آپ کی دیانت و تقدس کے سامنے ملازمانِ خلیفہ کچھ دم تو نہ مار سکے۔ لیکن خلیفہ وقت کی خدمت میں جا کر اس امر کا اظہار کیا۔ اور اُبھارا۔ خلیفہ نے اسی وقت آپ کو طلب کیا۔ آپ جسوقت دربار میں حاضر ہوئے۔ تو اسوقت خلیفہ کرسی پر بیٹھا ہوا غیظ و غضب سے تیور بدلے ہوئے تھے۔ دیکھتے ہی للکارا۔ کہ آپ کون تھے۔ اور کیا مجاز تھا۔ کہ میرے ملازمون کی محنت کو درہم برہم کر دیا۔ آپ نے فرمایا میں محتسب ہون۔ اپنا منصبی فرض ادا کیا۔ خلیفہ نے پھر کہا۔ کہ کس کے حکم سے آپ محتسب ہوئے۔ جناب ممدوح نے نہایت رعب انگیز لہجہ میں جواب دیا۔ کہ جسکے حکم سے تو سلطنت کر رہا ہے۔ میں اسی کے حکم سے محتسب ہون۔ خلیفہ پر اس وقت ایسا فکر طاری ہوا۔ کہ سر بزانو ہو کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے سر بلند کیا۔ اور پوچھا۔ کہ امر معروف و نہی المنکر سے آپنے بڑھکر مٹکون کو کیون توڑا۔ جواب میں فرمایا کہ یہ بوجہ شفقت برحال تو۔ کہ تجھے قیامت کی گرفتاری سے بچایا۔ اور یہان کی رسوائی سے بھی۔ خلیفہ پر ان باتون کا بڑا اثر ہوا۔ حکم دیا۔ کہ اچھا آپ تشریف لیجائیے۔ میری طرف سے بھی آپ بعہدہ محتسب مامور ہین۔ آپنے فرمایا جب مین مامور عن الحق ہون۔ مجھے پرواہ نہین۔ کہ مامور عن الخلق بھی ہون۔ اس دن سے آپ جنگی دوست حق کے لقب سے زیادہ مشہور ہو گئے۔

کنز الاسرار قادریہ مین بھی اسی طرح لکھا ہے۔ صاحب معدن الانساب لکھتے ہین۔ کہ لفظ جنگی بعرف عجم صاحب مجادلہ و محاربہ کو کہتے ہین۔ چونکہ امر معروف مین آپ نہایت ہی سرگرم تھے۔ حتے کہ جان تک کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ باانیہمہ جہاد نفس آپ کا وظیفہ تھا۔ اسلئے اس لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ بھی لکھا ہے۔

کہ جنگی معنی شجاع ہی مستعمل ہے۔ پہر لکھا ہی حضرت امام حسین کی کنیت ابوالحرب
بھی تھی۔ پہر لکھا ہے۔ کہ حضرت ممدوح متجلے بجلال آلٰہی تھے۔ طاقت نہین تھی
کہ کوئی آپ کے سامنے جرأت کر سکتا۔ خاصان حق کا مرتبہ حاصل کیا ہوا تھا۔
اگر آپ کو کوئی ایذا پہونچانا چاہتا۔ تو خراب وخاسر ہوتا۔ آپ بالکل قلیل الغذا
تھے۔ نان جوین ہی نمک پسند خاطر تھے۔ ایک دفعہ ایسی نفس کشی کی۔ کہ چند
یوم تک اکل وشرب بالکل ترک کر دیا۔ نوبت باینجا رسید۔ کہ نفس الجوع الجوع
کی فریاد کرنے لگا۔ آپ نشہ شراب وحدت مین مست تہے۔ اچانک خضر نمودار
ہوئے۔ اور فرمایا۔ السلام علیک یا سبط النبی ابی صالح اللہ تعالیٰ نے آپکا
لقب جنگی نفس قرار دیا ہے۔ اور مجہے حکم دیا ہے۔ کہ مین آپ کے ہمراہ روزہ افطار
کرون۔ پہر اسی کہانے اور پانی سے جو ان کے ہمراہ تہا۔ ملکر کہایا۔ پہر اسکے
بعد ملقب موسیٰ دوست حق مشہور ہوئے۔ اسلئے آپ کو ذوالقبین بہی کہتے
مین۔ حضرت مخدوم حنفی المذہب حسنی النسب تھے۔ کذا فی بحر السرائر۔ آپ کے
دو فرزند تھے۔ سیدابواحمد۔ اور غوث صمدانی قطب ربانی حضرت سید شیخ
عبدالقادر جیلانی قدس اللہ اسرارہم۔

مختصر تذکرہ سیدنا و مولانا و شیخنا و شیخ شیوخ الاسلام علی التحقیق امام ائمۃ الطریق قطب الاقطاب فرد الاحباب غوث الثقلین امام الفریقین غوث الصمدانی السید محی الدین عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی قدس اللہ سرہ و نور روحہ و اوصل الینا برکاتہ و فتوحہ رضی اللہ عنہ

حضرت غوث صمدانی کی ولادت باسعادت بمقام نیق جو بلاد جیلان کے متعلق ایک قصبہ کا نام ہے ۔ ۴۷۱ھ کو ہوئی ۔ جیلان ۔ طبرستان کے قریب ایک چھوٹے حصہ کا نام ہے ۔ جو چند شہرون اور بستیون پر مشتمل ہے ۔ (قلاید) علامہ جمالی اپنی سیاحت نامہ سیر العارفین مین جسے بعہد محمد ہمایون بادشاہ غازی کے لکھا تھا بیان کرتے ہین ۔ کہ جیل (حصہ جیل مین) ایک قصبہ کا نام بھی ہے ۔ حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی لکھتے ہین ۔ کہ انہون نے اسی قصبہ جیل مین حضرت غوث صمدانی سے ، ۵ یوم صحبت مین رہکر ۔ انواع اقسام کے فیض اور جمعیت باطنی حاصل کی ۔ پہر مولف سیر العارفین لکھتے ہین ۔ کہ اب تک اسی قصبہ جیل مین وہ حجرہ موجود ہے ۔ جس مین حضرت معین الدین چشتی رہا کرتے تھے ۔ مین نے بھی اس بقعہ مبارک مین شرفیاب ہوکر دوگانہ ادا کیا ۔ یہ بھی تحریر کیا ہے ۔ کہ حضرت

غوث صمدانی رضہ نے اس قصبہ کی تمام اراضی کو خرید کرکے اپنی اولاد کیلئے وقف کردی تھی۔ اور وہ وہین مقیم ہوا کرتے ہین۔

بہجۃ الاسرار[1] مین شیخ نورالدین لخمی شافعی لکھتے ہین۔ کہ حضرت غوث صمدانی جیل کی طرف منسوب ہین۔ اور وہ بلاد متفرقہ کا نام ہے۔ جو طبرستان کے قریب ہے۔ اسی حصہ کو جیلان وگیلان بھی کہتے ہین۔ جیل ایک قصبہ کا نام ہے جو دجلہ کے کنارہ پر واقع ہے۔ اور بغداد سے ایک یوم کی فاصلہ پر لطریق واسط ہے۔ اور جیل ایک اور بستی بھی ہے۔ جو تحت المدائن موجود ہے۔ لیکن حضرت غوث صمدانی رہ کی ولادت قصبہ نیف مین ہوئی۔ جو جیلان کے حصہ مین ہے۔ لکھا ہے۔ کہ جسوقت حضرت غوث صمدانی پیدا ہوئے۔ تو آپ کے دیکھنے کو جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مع صحابۂ کبار و اولیائے نامدار روحانی طور پر تشریف لائے۔ اور غوث صمدانی کے والدین کریمین کو مبارکباد کا خلعت عطا فرمایا۔ آپ کے والد سید ابوصالح رہ یون بیان کرتے ہین۔ کہ سرور عالم نے اس موقعہ پر مجھے یہ بھی فرمایا۔ کہ خدا تعالےٰ نے تمہین ایسا فرزند صالح عطا فرمایا ہے کہ جو میرا اور خلاق عالم کا محبوب ہے۔ اولیاء اللہ مین اس کا شان ویسے ارفع ہوگا۔ جیسے میرا شان رسل وانبیاء مین۔

حضرت غوث صمدانی جس طرح سادات کے شرف سے من جہۃ الاب ممتاز ہین۔ اسی طرح من جہۃ الام حسینی سادات کے فخر سے صاحب ناز ہین۔ حجۃ البیضاء مین حضرت ممدوح کے مادری نسب مین لکھتے ہین۔ محبوب سبحانی۔ قندیل نورانی۔ عارف یزدانی الشیخ محی الدین ابومحمد سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی متصل نسبہ الشریف من جانب الام الی الامام الہمام سیدنا الامام حسین ثبتت برواۃ المعتمدات من المعتبرات الثقات علماء المحدثین والمؤرخین والفقہاء

---

[1] ہو کتاب معتبر مشہور الفہ العلامۃ اللخمی المصری۔ جنیہ دہین الغوث رہ وا سلطان کذا قال الدہلوی فی تحصیل التعرف ۱۲

الکاملین العاملین رحمہم اللہ اجمعین۔ پہر اسی طرح لکہا ہے۔ مولانا جامی نے نفحات مین علی قاری نے نزہتہ الخاطرین۔ علامہ علاء الدین نے تحفۃ الابرار مین۔ علامہ اربلی نے تفریح الخاطرین۔ سلالۃ الافاضل علامہ سید محمد مکی نے سیف ربانی مین۔ علامہ شیخ سراج الدین شافعی نے درر الجواہر مین۔ علامہ سید مومن نے نور الابصار مین وغیرہم فی غیرہا۔ لا یعلم عددہم الا اللہ ہم سلسلہ مین صرف علامہ حبر فہامہ الشہیر الساری علی قاری رحمہ اللہ الباری کی عبارت کو پیش کرتے ہین جو انہون نے نزہتہ الخاطر الفاتر مین لکہی ہے۔ اور وہ مختصراً گذر بہی چکی ہے۔ واما نسبہ الشریف لامہ بالامام الہمام سید الشہداء ابی عبد اللہ الحسین ابن سیدنا علیؓ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما کما ذکرہ غیر واحد من العدول والثقات علی ہذا الوجہ والمنوال ان السید الشیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر ابن السیدۃ ام الخیر امۃ الجبار فاطمۃ بنت السید عبد اللہ صومعی الزاہد ابن السید کمال الدین عیسے ابن سید الامام ابی علاء الدین محمد الجواد ابن الامام علی الرضا ابن الامام موسی الکاظم ابن الامام جعفر الصادق ابن الامام محمد الباقر ابن الامام زین العابدین ابن الامام الہمام سید الشہداء ابی عبد اللہ الحسین ابن الامام الہمام امیر المومنین سیدنا علیؓ ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین وبہ تبین ان حضرۃ سیدنا الشیخ السید عبد القادر الگیلانی سید شریف الطرفین صحیح النسبین من الابوین للامامین الہمامین الاحسنین الحسن والحسین رضی اللہ عنہما بحسب الابتداء الذی علیہ مدار الانتہاء متواتر صحیح ظاہر کظہور الشمس فی رابعۃ النہار لا یقبل المحجۃ والنزاع والتاویل والدفاع کما علیہ الاجماع رغما للمبتدعۃ الرفضۃ داہل الزیغ والنفاق والشقاق والحسد حفظنا اللہ والمسلمین من کین الی سدین الثقلین الذین یحسدون الناس علی

اتاهم اللہ من فضلہ وهو ارحم الراحمين فلاحاجۃ لاقامۃ الدليل علی هذا النسب الشريف الواضح البرهان الثابت البنيان المشهور فی کل مکان کما قال الشاعر فلا يصح فی الاذهان شيئ اذا احتاج النهار الی دليل قال صلعم لا يجمع امتی علی الضلالۃ ويد اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار۔ ابن ماجہ وقال صلعم من فارق الجماعۃ قدر شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ (احمد ابوداود) انتہی۔ حضرت غوث صمدانی کی ولادت باسعادت جیسے ذکر ہوا ۴۷۱ھ مین اسی سیدہ مذکورہ کے بطن مبارک سے ہوئے۔

آنکہ بیشک قطب ربانی بود ۔۔۔ بیگمان محبوب سبحانی بود
شاہ شاہان شیخ عبد القادر است ۔۔۔ دل نشین و دلربا و دلبر است
سید و عالی نسب در اولیاست ۔۔۔ نور چشم مصطفے و مرتضے است
سال مولودش ز اوج کبریا ۔۔۔ گفت ہاتف زیب تاج اولیاء
سال مولودش کہ بس رنگین تر است ۔۔۔ شد رقم محبوب عبد القادر است

بعضون نے یہ مصرعہ لکھا ہے ؎ تولد درجہان نمود عاشق + سن ولادت ۴۷۱ھ لکھا ہے۔ بوجہ حسن خداداد اور عشق الہی جو پیدا ہوتے ہی۔ پیشانی لاثانی پر ہویدا تھا۔ کسی شاعر نے سن ولادت کو بلفظ عشق لکھا ہے۔ ؎

در حسن و جمال ماہ جیلی ۔۔۔ ہر دیدہ کہ دید گفت عشق است
و تاریخ ولادتش ز عارف۔ ہر کس کہ شنید گفت عشق است۔ بحر السرائر وغیرہ مین

لکھا ہے۔ کہ غوث صمدانی رح جب سحاب صلب پدر سے صدف رحم مادری مین جلوہ گر ہوئے۔ تو آپ کی والدہ شریفہ کی عمر ۶۰ سال کی تہی۔ تفریح الخاطرین لکھا ہی کہ بشب ولادت حضرت غوث صمدانی رح پانچ امور عجیبہ کا وقوع ہوا۔ اول یہ کہ آپ کے والد ماجد نے بوقت ولادت اس مولود مسعود کے مشاہدہ کیا۔ کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بمعہ صحابہؓ و ائمۃ الہدے اور اولیاء عظام تشریف فرما ہوئے۔ اور انہین خطاب کرکے باین الفاظ عزت افزائی کی کہ یا با

صالح اعطاک اللہ ابنا وہو ولہ ی ومحبوبی ومحبوب اللہ تعالےٰ وسیکون لہ شان فی الاولیاء والاقطاب کشانی بین الانبیاء والرسل - یعنی اے ابو صالح خدا تعالےٰ نے تجھے ایسا فرزند عطا فرمایا ہے - جو میرا و اللہ تعالے کا محبوب ہے - اور قریب ہے کہ اس کا شان اولیا و اقطاب مین ایسا بلند مرتبہ ہوگا - جیسا کہ میرا شان انبیاء و رسل مین عالی ہے -

دوسرا یہ کہ جمیع انبیاء و رسل نے بتبعیۃ المصطفےٰ میرے والد کو رویا مین بشارت و مبارک دی - کہ بجز ائمۃ المعصومین تمام اولیاء تیرے اس مولود کے مطیع ہونگے - اور اپنی گردنوں پر ان کا قدم رکھینگے - اور یہ ان کی ترقی درجات کا باعث ہوگا - اور اگر کوئی انحراف کرے گا - تو وہ قرب الٰہی سے مطرود ہوکر بعد اور حرمان کے گڑھے مین ڈالا جائیگا - تیسرا یہ کہ اس شب ولادت مین گیلان کی حاملہ عورتون کو ذکور پیدا ہوئے - اور جتنے پیدا ہوئے وہ سب کے سب مادرزاد ولی تھے - چہارم یہ کہ آپ کی ولادت چونکہ ماہ رمضان شریف مین ہوئی تھی اول ہی یوم سے روزہ دار ثابت ہوئے - کہ پو پھٹنے سے شام تک دودھ نہ پیا چنانچہ حضرت غوث صمدانی رہ نے اپنے ایک قصیدہ مین اس کا ذکر بھی کیا ہے - فرماتے ہین ؎

بدایۃ امری ذکرہ ملا الفضا   وصومی فی مہدی بہ کان شہرتی

پانچوان یہ کہ آپ کے شانہ مبارک پر اثر قدم المصطفےٰ پایا گیا - اور اس کی وجہ یہ ہے جسے اہل مشاہدہ نے اپنی کتب مین ذکر کیا ہے - کہ شب معراج جب براق نے یہ بشارت حضرت سرور عالم سے حاصل کی - کہ یوم القیامت بھی مرکوب نبوی مین ہونگا - تو براق اس فرحت و سرور سے اتنا بلند ہوگیا - کہ جسکی اونچائی ۴۰ ذراع بتلائی گئی ہے - اسوقت حضرت غوث صمدانی کی روح نے بحکم خدا حاضر ہوکر عرض کی کہ یا سیدی اپنا قدم مبارک میرے شانہ پر رکھکر سوار ہو لیجئے - حضور فداہ ابی وامی نے اپنا قدم دافع غم والم حضرت غوث الاعظم کی گردن پر رکھکر سوار ہوئے - اور فرمایا کہ میرا قدم تیری گردن پر ہوا - اور تیرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنون

بر ہوگا۔ اس طرح یہ نعمت عظمیٰ اور مرتبت علیا حضرت غوث الاعظم کو حاصل ہوئی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم عالم ارواح میں انبیاء کے ارواح کا ذکر احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ اہل مشاہدہ نے حضرت اویس قرنی امام غزالی شیخ نظام الدین وغیرہم کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایک حدیث میں یہ ہے۔ کہ انی رأیت رجالا من امتی فی لیلۃ المعراج الخ فاباك ان تكون من المنكرين۔

حضرت غوث صمدانی مادرزاد ولی تھے

بہجۃ الاسرار نور الابصار میں طبقات شعرانی سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت غوث صمدانی کو والدہ کے بطن مبارک ہی میں اللہ جل جلالہ نے ستر دفعہ اپنی تجلی سے مشرف کیا۔ فرماتے ہیں۔ ان الله تجلى عليه (غوث صمدانی) وهو فی بطن امه سبعين مرة ۱۲

نفحات الانس۔ قلائد الجواہر۔ بحر السرائر۔ زبدۃ المواليد وغیرہا میں متفق ہو کر لکھا ہے۔ کہ آپ کی والدہ مکرمہ فرمایا کرتی تھیں۔ کہ میرا لخت جگر عبد القادر رمضان شریف کے دنوں میں دودھ نہیں پیا کرتے تھے۔ ایک بار ہلال رمضان میں اختلاف پیدا ہوا۔ لوگ سراسیمہ و حیران تھے۔ حتی کہ دن ہو گیا۔ اور اختلاف نہ مٹا۔ بوجہ شہرت کہ سادات جیلان میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جو رمضان میں دودھ نہیں پیتا۔ در دولت پر استفسار کے لیے پہنچکر اطلاع دی۔ جواب آیا۔ کہ امروز عبد القادر شیر نخوردہ است اسکے بعد اطراف سے بھی خبریں پہونچگئیں۔ کہ چاند دیکھا گیا ہے۔ ذالک فضل الله یوتیہ من یشاء۔ مدت شیر خوارگی اور کچھ بعد بھی نہایت ناز و نعم میں پرورش پاتے رہے۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن شریف یاد کیا۔ اور چند کتب بھی پڑھیں۔ پندرہ سولہ برس کی عمر میں والد صاحب نے جان بجان آفرین سپرد کی۔

حضرت غوث صمدانی سے کسی نے سوال کیا۔ کہ اپنی ولایت کی کیفیت کس عمر

مین آپ پر ہویدا ہوئی۔ تو فرمانے لگے۔ کہ لڑکپن ہی مین پوچھا۔ وہ کیونکر جواب دیا۔ کہ جب مین مکتب جاتا تو غیب سے آوازین سنائی دیتین۔ کہ ولی اللہ کو جگہ دو۔ اسی اثنا مین ایک بزرگ سیرۃ انسان نے بوقت غیبی آواز پوچھا۔ کہ یہ کون لڑکا ہے تو جواب ملا۔ کہ یہ ایک شریف خاندان کا لڑکا ہے۔ اسپر اس بزرگ نے کہا۔ کہ یہ عظیم الشان ہوگا۔ فرماتے۔ مین نے چالیس برس کے بعد اس بزرگ کو دیکھا۔ کہ وہ ابدال وقت سے تہا۔ قلائد الجواہر۔

توفیق الٰہی ہر وقت شامل حال تہی۔ شوق علم سے سینہ لبریز تہا۔ لکھی وہو کے جامی رہ وغیرہ لکھتے ہین۔ کہ غوث صمدانی نے خود فرمایا ہے۔ کہ مین وفات والد کے بعد ابہی پورا جوان نہین تہا۔ عرفہ کے دن بیرونجات کے سیر کو نکلا۔ اور کہیتی کے بیل کے پیچھے ہو لیا۔ اس بیل نے میریطرف پلٹ کر دیکھا۔ اور فصاحت کے ساتھ عربی مین کہا۔ یا عبد القادر ما لھذا خلقت وما لھذا امرت۔ مین اس عجیب واقعہ کو دیکھکر ڈرتا ہوا۔ پہر واپس گہر آیا۔ اور اپنے گہر کی چہت پر چڑھ گیا مجہے اس وقت ایسا انکشاف ہوا۔ کہ مین نے حاجیون کو عرفات کے میدان مین دیکھہ لیا۔ پہر مین اُترکر بخدمت والدہ ماجدہ حاضر ہوکر التماس کی۔ کہ مجہے راہ خدا مین وقف فرما دیجئے۔ اور کہلے دل سے بخوشی اجازت فرمائیے۔ کہ مین تحصیل علم بہی کرون۔ اور صلحا کی زیارت سے شرفیاب ہون۔ والدہ نے مجہسے اس نعمت تیاری کا سبب دریافت فرمایا۔ مین نے قصہ مذکورہ من وعن سنا دیا۔ آپ میری مفارقت پر آبدیدہ ہوئین۔ اور ۸۰ دینار جو متروکہ والد ماجد تہے۔ لاکر میرے سامنے۔ کہدیئے۔ کہ جسقدر مناسب ہون۔ لے لیجئے۔ اور خدا حافظ۔ مین نے چالیس دینار اٹھالئے۔ آپ نے وہ چالیس دینار میری گودڑی مین ٹانک دیئے۔ اور نصیحت کی۔ اور عہد لیا۔ کہ ہر حال مین سچ کہتے رہنا۔ اور اجازت فرماکر وداع کرتی ہوئین دروازہ تک قدم رنجہ فرمایا۔ اور روتے ہوئے کہا۔ کہ مین نے محض لوجہ اللہ تہین اپنے پاس سے جدا کیا۔ اور تیرے جیسے فرزند کے

دیدار کو ہمیشہ بند قطع کر دیا۔ اب بجز قیامت تیرا دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ فرماتے ہین۔ کہ مین رخصت ہو کر ایک چھوٹے سے قافلہ کے ساتھہ جو بغداد کی جانب جارہا تھا۔ ہو لیا۔ ہمدان سے جب ہم گذرے تو اچانک ۶۰ سواردن نے گھیر لیا۔ اور قافلہ کو لوٹا۔ لیکن مجھے متعرض نہ ہوئے۔ تہوڑی دیر کے بعد اُن مین سے ایک نے میرے پاس آکر کہا۔ کہ اے فقیر تو بہی اپنے پاس کچھ رکھتا ہی۔ مین نے سچ کہدیا۔ کہ ۴۰ دینار۔ اُس نے پوچھا کہان ہین۔ مین نے جواب دیا۔ کہ بغل کے نیچے کپڑے مین سلے ہوئے ہین۔ اسنے اسکو استہزا خیال کرکے میرا خیال چھوڑ دیا۔ بعدہ ایک دوسرا قزاق میرے نزدیک ہو کر پوچھنے لگا۔ کہ آپ کے پاس کوئی چیز ہے۔ مین نے وہی جواب دیا۔ وہ بہی رفو چکر ہوتا نظر آیا۔ اتفاق سے ان دونون نے اپنے سردار سے یہ ذکر کیا۔ اُسنے مجھے اس حالت مین بلایا۔ کہ وہ تقسیم مال کر رہا تہا۔ مجھے دیکھتے ہی پوچھا۔ کہ باخود چہ داری مین نے کہا چالیس دینار۔ پہر پوچھا کہ کہان ہین۔ مین نے کہا بغل کے نیچے پیراہن مین سلے ہوئے ہین۔ اسنے میرے کپڑے کے چیرنے پہاڑنے کا حکم دیا۔ جتنے دینار مین نے کہے تہے۔ اتنے نکال کر سامنے رکھدیے گئے۔ پہر تعجب مین آکر سردار قزاقان نے مجھسے خطاب کیا۔ کہ وجہ اعتراف کیا ہے۔ مین نے کہا۔ کہ میری والدہ نے مجھے صدق اور راستی کا عہد لیا ہوا تہا۔ مین نہین پسند کرتا۔ کہ اس مین خیانت کرون۔ میرے اس قول نے ایسا اثر کیا۔ کہ وہ رونے لگا۔ اور کہا کہ چند سال ہوئے ہین۔ کہ مین پروردگار عالم کے عہد مین خیانت کر رہا ہون۔ اور یہ لڑکا اپنی والدہ کے عہد کی خیانت کرنا پسند نہین کرتا۔ اسنے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ پہر اسکے ماتحت بہی سب کے سب میرے ہاتہ پر تائب ہوئے۔ اور قافلہ کا لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔ فرماتے ہین۔ اول تائبان بردست من ایشان بودند۔ فرماتے ہین۔ کہ ۴۸۸ھ مین آپ بغداد داخل ہوئے۔ اور قلیل زمانہ مین تمام علوم مین وہ مہارت

پیدا کی۔ کہ براقران خود فایق شد۔ غوث صمدانی فرماتے ہین۔ کہ طالب علمی کے زمانہ مین مجھے ایسے ایسے بہوک کے صدمہ ہوئے۔ کہ عالم الغیب داناہے۔ لیکن مین نے بہی سوال نہ کیا۔ حتے کہ چند یوم کے فاقے نے مجھے ایسا تنگ کیا۔ کہ اگر خدائی امداد نہ ہوتی۔ تو اُسکا نبھانا ناممکن تہا۔ آخرکار نوبت باینجا رسید کہ مین ایک مسجد مین بوجہ کم طاقتی لیٹا ہوا تھا۔ کہ ایک فارسی جوان مسجد آکر میرے سامنے روٹی اور گوشت بریان کھانے لگا۔ میرا نفس قریب تھا۔ کہ بیصبری کرکے اسکے ساتھ شامل ہونے کی اجازت طلب کرے۔ لیکن مین نے اسے روکا۔ کہ یہہ امر نازیبا ہے۔ اتنے مین اس شخص نے خود مجھے صلاح کی مین نے انکار کیا اس نے مجھے کہا۔ کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہین۔ مین نے جواب دیا۔ کہ جیلان کے کہنے لگا خوب۔ آپ عبدالقادر جیلانی کو پہچانتے ہین۔ مین نے جواب دیا۔ کہ وہی ہین۔ پہر تو وہ جوان بیچین ہوگیا۔ اور کہنے لگا واللہ تین یوم ہوئے۔ کہ مین آپ کی تلاش مین تہا۔ آپ کی والدہ نے مجھے آٹھ دینار بہیجے تھے۔ کہ عبدالقادر کو دے دینا۔ اس امانت کے سپرد کرنے کے لئے مین تلاش کرتا رہا۔ آخر نوبت باینجا رسید۔ یہ کہانا بہی بوجہ تنگ دستی کے آپ کی رقم سے لایا ہون پہر معافی طلب کی۔ اور مجھے شریک ہونیکو کہا۔ مین نے اس کی معذرت قبول کی۔ بعد ازان وہ کہانا ہم دونون نے مل کر کہایا۔ جو بچا مین نے اسی کو دیدیا۔ اور اُس رقم سے بہی کچھہ مین نے اسے عطا کیا۔ (قلایہ)

قول مستحن مین لکہا ہے۔ کہ غوث صمدانی نے علوم ظاہری کے کمال کرنے کے بعد نہایت علو مقام حاصل کیا۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ بلاواسطہ سید الخلق حبیب الحق حضرت محمد مصطفٰے صلعم اور سید الاولیا سند الاصفیا علی مرتضٰے سے تیقظہ و مشافہۃ فیضیاب ہوئے۔ اسناد صحیح کے ساتھہ بہجۃ الاسرار سے نقل کیا ہے۔ کہ غوث صمدانی نے فرمایا۔ کہ مین بغداد مین قبل از ظہر سولہ شوال یوم سہ شنبہ ۵۲۱ھ کو کرسی پر بیٹھا تھا۔ کہ سرور عالم کی زیارت ہوئی۔

بجے فرمانے لگے۔ کہ اے میرے پیارے لخت جگر وعظ کیون نہین کرتے۔ مین نے عرض کی کہ اے میرے سردار باب مین عجمی ہون۔ فصحا ر بغداد کے سامنے کس طرح جرأت کرون۔ فرمایا۔ افتح فاک۔ اپنا منہ کہولو۔ مین نے منہ کہولا۔ تو آپ نے سات دفعہ میرے منہ مین لعاب دہن ڈالا۔ اور فرمایا۔ تکلم علی الناس وادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة۔ پہر مین نے ظہر کی نماز ادا کی اور بیٹھ گیا۔ وحضرنی خلق کثیر فارتج علیے۔ مین نے اسی حالت مین حضرت علی مرتضیٰ کو مجلس مین اپنے سامنے دیکہا بجے فرماتے ہین اے میرے پیارے بیٹے وعظ کیون نہین کرتا۔ مین نے عرض کی کہ اے میرے ابا سردار۔ آپ ہجوم خلائق کو دیکہیں۔ (کہانتک آواز پہونچے گی) فرمایا افتح فاک۔ منہ کہولو مین نے منہ کہولا تو چھ دفعہ لعاب دہن میرے منہ مین ڈالا۔ مین نے عرض کی۔ کہ آپ سات کو پورا کیون نہین کرتے۔ فرمایا۔ کہ سرور عالم کے ادب کی وجہسے۔ پہر مجھسے پوشیدہ ہوگئے۔ پہر تو میرے بحر قلب سے وہ درر معارف ساحل دہن سے نمودار ہوئے۔ کہ گوشہائے صدور کو مزین کرتے ہوئے محبوب عالم کر دکہلایا۔ قول مستحسن مین لکہاہے۔ کہ اسکی سند جید ہے۔ اسی طرح لکہا ہے۔ علامہ سیوطی نے تنویر مین اور ابن حجر کے شیخ ابن ملقن نے طبقات الاولیا مین وغیرہما نے غیرہما۔ یہ بہی قول مستحسن مین لکہاہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت غوث صمدانی سے سوال گیا گیا۔ کہ آپ کا شیخ کون ہے۔ فرمانے لگے کہ گذشتہ زمانے مین تو میرے شیخ۔ شیخ حماد دباس تھے۔ جن سے مین فیض حاصل کرتا تہا۔ لیکن اب تو دو سمندرون سے سیراب ہوتا ہون۔ یعنی بحر النبوة اور بحر الفتوت سے حضرت غوث صمدانی کے وعظ مین حاضرین کی تعداد ۷۰ ہزار تک ہوجایا کرتی تہی۔ جمیع علوم مین کلام فرمایا کرتے تھے۔ گاہ گاہ وعظ مین یہ بہی فرماتے کہ اے اہل آسمان واے اہل زمین آؤ اور میرا کلام سنو۔ اور مجھ سے سیکہو۔

کہ مین سرور عالم کا نائب اور وارث ہون - اور حق تعالیٰ میرے دل پر تجلے کرتا ہے۔ شیخ ابوسعید قیلوی رہ فرماتے ہین - کہ آپ کی مجلس وعظ مین خود سرور عالم و دیگر انبیاء اور ملائکہ اور جنات کو صف وصف مشاہدہ کرتا تہا۔ معارف و اسرار کے سمان کا یہ انداز تہا - کہ لوگ چیخ چیخ کر واصل بحق ہوتے تھے - آپ کی آواز مین وہ برکت دیگئی تہی - کہ وعظ مین قریب و بعید یکسان سنتا تہا۔

سید صدیق حسن خان غیر مقلد بھی اس کے معترف ہین مقالات الاحسان مین غوث صمدانی کے وعظ کے تذکرہ مین لکہتے ہین - عجب بات یہ تھی - کہ آواز کے سننے مین مردم نزدیک و دور سب برابر تھے - اور قرب و بعد مکان ومجلس سے کوئی تفاوت ظاہر نہ ہوتا تہا - انتہے - شاہ ابوالمعالی نے ذکر کیا ہے - کہ ہر ہفتہ مین ۳ یوم وعظ فرماتے - جمعہ - یکشنبہ - سہ شنبہ - حیوۃ الحیوان مین باسناد صحیح بیان کر کے لکہا ہے کہ غوث صمدانی رہ مخلوق کو وعظ فرما رہے تھے - (عالم خاموشی طاری تہا - لوگ ہمہ تن کان ہو رہے تھے -) ہوا چل رہی تہی - ایک چیل آپ کی مجلس وعظ کے دائرہ پر گہومنے اور چلانے لگی - حاضرین اسکے چلانے سے مشوش ہوگئے کیونکہ وہ اہم مسایل کی ٹوہ مین تہی - غوث صمدانی رہ نے ہوا کو خطاب کر کے فرمایا - کہ خذی راس ہذہ الحداۃ یعنی اس چیل کے سر کو پکڑ لے - اتنا فرمانا تہا - کہ تعمیل ہوگئی - کہ چیل کا سر جدا ہو کر ایک طرف اور دہڑ اس کا دوسری طرف آ پڑا - غوث صمدانی کو پہر اس پر رحم آیا - کرسی وعظ سے نزول فرمایا - اور چیل کے سر اور دہڑ کو ملاکر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے ہاتھ پہیرا پس وہ زندہ ہو کر اڑی - والناس یشاہدون ذالک -

نور الابصار شاہ ابوالمعالی نے لکہا ہے - کہ چار سو قلم رہتا تہا - جو آپ کے وعظ مین فوایدنویسی کرتا تہا - اور یہ بہی لکہا ہے - کہ وعظ آپ کا پہلے پہل مدرسہ مین شروع ہوا - پہر رباط مین - پہر مخلوق خدا کا سخت ہجوم ہونے لگا - تو شہر کے باہر میدان مین منبر رکہا جاتا رضی اللہ عنہ - چار سو کاتب وعظ مین - نفحات و نیس حاضر ہوتے - آپ کے ہر وعظ مین - بعضے یہود و نصارا قطاع الطریق - ارباب بدعت و

وفساد تائب ہوتے ۵۰۰ یہود و نصارا اور لاکھ سے زیادہ دوسرے لوگ آپ کے
دست حق پرست پر اسلام لائے۔ اور مخلص مومن ہوئے۔ خضر علیہ السلام
بھی وعظ مین حاضر ہوتے۔ مجلس وعظ مین خوارق و کرامات و تجلیات وغیرہ خارج از
حصر ہوتے۔ اولیاء انبیاء کے ارواح و ملائکہ بھی حاضر ہوتے۔ (اخبار الاخیار)
آپ مرجع علمائے عراق بلکہ محط رجال طالبان آفاق تھے۔ در طریق سلوک بےنظیر
تھے۔ سلطان الطریق سے ملقب تھے۔ باایں ہمہ تواضع یہ تھی۔ کہ فقرا کی مجالست پسند
تھی۔ ترحم بر صغیر و توقیر کبیر معمول تہا۔ اکثر اوقات السلام خود ابتدا فرماتے۔

حضرت غوث صمدانی کی تعلیم و تدریس

طالبان علم جوق جوق کے جوق کی تمنا تھی۔ کہ علوم درسیہ مین بھی ہر ایک علم سے علوم ظاہری
و باطنی مین اگر درس ہو۔ تو یہ جداگانہ فیض بھی جاری ہو۔ منظور کیا گیا۔ غوث صمدانی
نے خرقہ صوفیانہ حضرت قاضی ابو سعید مخرمی سے پہنا۔ انہوں نے اپنا چھوٹا سا
مدرسہ جو بغداد کے محلہ باب الازج مین تھا۔ آپ کی تفویض مین کر دیا۔ آپ کے
قدوم میمنت لزوم سے اس مدرسہ کو وسیع کر دیا گیا۔ ۵۲۸ھ مین یہ مدرسہ ایک
وسیع عمارت کی صورت مین بنکر تیار ہو گیا۔ اور آپ ہی کی طرف منسوب بھی ہوا آپ
نے تدریس[1] شروع کی۔ تمام گرد و نواح مین شہرہ ہو گیا۔ اور ہر اطراف عالم مین پہنچا۔
پھر تو ہر قسم کے طلبا ٹوٹ پڑے۔ جو علوم کہ مدت العمر مین حاصل ہونے ناممکن
معلوم ہوتے تھے۔ وہ قلیل عرصہ مین حاصل ہونے لگے۔ تقریر دلپذیر اور طرز ادا
وہ انوکھی تھی۔ کہ تعالے اللہ۔ معرفت کا مسئلہ چھڑ جاتا۔ تو بحر المعرفت کی لہرین

[1] نور الابصار مین لکھا ہے۔ کہ ۱۳ علوم کا درس فرمایا کرتے۔ اوقات مدرسہ صبح سے لے کر
دوپہر کے قبل تک اور ظہر کے بعد عصر تک۔ بلکہ عصر کے بعد بھی ہوتا ہے ۱۲ منہ

آنکھون مین پھرنے لگتین۔ قرآن شریف کی کسی آیت پر بحث ہو جاتی۔ تو آیہ کے جلون تک نوبت پہنچ جاتی۔ علمار وصلحار کی جماعتین تیار ہوکر اطراف عالم مین فیض گستر ہونے لگین۔ موجودہ علمار کو اپنی سرد بازاری کا خیال ہوا۔ خدا تعالے حسد کا ستیاناس کرے۔ کہ وہ عقل کو اندھا اور ذہن کو خراب اور عاقبت اندیشی سے بالکل بیخبر بنا دیتا ہے۔ لگے گلچھرے اڑانے۔ کہ واہ فلانی حدیث جو انہون نے بیان کی۔ اس مین فلانا راوی مجہول ہے۔ فلانی آیہ کی تفسیر مین جو بیان کی گئی یہ عیب ہے۔ علوم مکاشفہ۔ فنار۔ بقار۔ قبض۔ بسط۔ ستر۔ تجلی۔ وجد۔ وجود۔ جمع۔ تفرقہ۔ یہ بدعی۔ اصطلاحات ہین۔ بے خبر اس سے کہ علمار جو جامع علوم ظاہر و باطن ہین۔ انہون نے قاعدہ مقرر کیا ہے۔ کہ کل حدیث تکلم فی طریقہ ائمۃ الجرح والتعدیل فان حکمہم معتبر الا ما صححہا اھل الکشف فان الحکم للکشف وان ضعفوہ ائمۃ النقل۔ سچ ہے "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" وا لتفصیل فی القول المستحسن صفحہ ۲۴۲۔ علامہ سیوطی نے اتقان فی تفسیر القرآن مین بعد ذکر کرنے حضرت علیؓ کے اس قول کے کہ اگر مین چاہون۔ تو صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر اسقدر لکھ سکتا ہون۔ کہ اس تفسیر کی جلدونکو ستر اونٹ اوٹھاوین ۱۲ لکھا ہے کہ بعض علمار نے فرمایا ہے۔ کہ ہر آیت قرآن شریف کے ستر ستر ہزار مفہوم ہے۔ اور پھر اس پر خاتمہ نہین۔ جو فہم مین نہین آسکتا۔ وہ اس سے زیادہ ہے۔ لا مشاحۃ فی الاصطلاح مشہور ہے۔ ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست　　سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

علامہ ابن جوزی کو یارون نے جا کر ابھارا۔ یہ خود بھی انہین کے ہم صفیر تھے انہون نے غوث صمدانی کے فضل وکمال کے انکار پر جرأت کی۔ لیکن ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد　　اگر کس تف زند ریشش بسوزد

معاملہ یہ ہوا۔ کہ آپ قہر خدا مین پکڑے گئے۔ خلیفہ وقت نے پانچ سال قید کا

حکم دیا۔ کما فی الفصول الستۃ وغیرہ۔ پھر جب حضرت غوث صمدانی کی حضور مین حاضر ہونیکا شرف حاصل کیا۔ کہ دیکھ ہی تو لین۔ کہ کیفیت تعلیم وتدریس کیا ہے۔ اتفاق اسوقت غوث صمدانی معارف وحقائق کے حصہ مین زبان دُرر بار سے گوہر افشانی کر رہے تھے۔ ابن جوزی تاب نہ لاسکا۔ اخذہ وجد شدید وخرق ثیابہ ایسے وجد شدید مین مبتلا ہوئے۔ کہ کپڑے جو پہنے تھے۔ پھاڑ ڈالے۔ پھر پتا لگا۔ کہ تعلیم اسے کہتے ہین رواہ غیر واحد من الحفاظ۔ پھر ابن جوزی نے بہی ایک کتاب صفوۃ الصفوۃ علم تصوف مین لکھی (قول مستحسن) اسی کے متعلق بہجۃ الاسرار مین باسناد صحیح لکھاہے کہ ابن ابن الجوزی کو حافظ ابو العباس احمدؒ نے کہا۔ کہ مین اور تیرا والد غوث صمدانی ؒ کی مجلس مین حاضر ہوئے۔ ایک قاری نے آیت پڑہی۔ غوث صمدانی اس کی تفسیر کرنے لگے۔ اور اس کے وجوہ بتلانے لگے۔ مین ہر ایک وجہ پر تیرے والد سے پوچھتا تھا۔ کہ آپ اسے جانتے ہین۔ گیارہ وجوہ تک تو وہ ہان کہتے رہے۔ غوث صمدانی ؒ نے چالیس وجوہ اس آیت کے بیان کئے۔ گیارہ کے بعد تیرا والد لاعلمی بیان کرتا رہا۔ اور متعجب ہوتا رہا۔ جب تفسیر سے حضرت غوث صمدانی نے فراغت حاصل کی تو اشتد تعجبہ من علم الشیخ اسے حضرت شیخ کے علم سے سخت تعجب ہوا۔ پھر حضرت غوث صمدانی نے فرمایا۔ نترک القال ونرجع الی الحال کہ قال کو چھوڑکر حال کیطرف رجوع کرتے ہین۔ کلمہ طیبہ کا جہر کیا۔ اور وہ توجہ ڈالی۔ کہ اضطرب الناس اضطرابا شدیدا وخرق والدک ثیابہ۔ یعنی لوگ تو بیتاب ہو گئے۔ اور تیرے والد کی بھی یہ حالت ہوئی۔ کہ دیوانہ وار کپڑے پھارتا تہا۔ قول مستحسن صفحہ ۳۹۔

اس مین شک نہین۔ کہ ابن جوزی مین تعصب کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ بوجہ انکار فضایل حضرت غوث صمدانی ذوق علم سے بہرہ یاب نہ تھے۔ جسب قاعدۃ المعاصرۃ سبب المنافرۃ۔ حضرت غوث صمدانی کا اپنی کتب مین ذکر تک نہین کیا۔ روض السلطین مین لکھاہے۔ کہ ابن جوزی نے کتاب تلبیس ابلیس (جس مین صوفیہ کرام پر زہر اگلاہے۔ نہایت عمدہ ہے۔ لیکن خالی افراط وتحبا وزحد اعتدال سے

نہین ہے۔ اسلئے اس کے مطالعہ سے تحذیر کی ہے۔ یہ بغداد مین تھے۔ زمانہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ مین ان کی ولادت ۵۰۸ھ یا ۵۱۰ھ مین ہوئی۔ وفات ۵۹۷ھ مین پائی۔ اور باب حرب مین مدفون ہوئے۔

آپ کا نام عبدالرحمن تھا۔ محمد بن ابی بکر الصدیق رضہ کی نسل سے ہین۔ اسلئے تیمی قریشی مشہور ہین۔ جس طرح بڑے عالم تھے۔ اسی طرح واعظ بھی تھے۔ مذہب حنبلی رکہتے تھے۔ حاضر جوابی مین یکتا تھے۔

حکایت۔ بغداد مین بزمانہ خلیفہ عباسی ناصرالدین جو مذہب امامیہ کیطرف میل تہا۔ شیعہ و سُنی کے درمیان درباب مفاضلہ ابوبکرؓ و علیؓ نزاع ہوئی۔ دونون نے ابن جوزی کو ثالث مقرر کیا۔ کہ انہین کا فیصلہ مقبول طرفین ہوگا۔ ایک شخص نے مجلس وعظ مین ان کی طرف سے سوال کیا۔ کہ اول و آخر خلفاء سے کون افضل ہین۔ فی البدیہہ جواب دیا۔ کہ من کانت ابنتہ تحتہ۔ یعنی جسکی بیٹی اُسی کی زوجہ ہے یہ کہکر فوڑا وعظ ختم کرکے نیچے بیٹھ گئے۔ کہ اس بابت مراجعت نہ ہو۔ دونو خوش ہو گئے۔ شیعہ کہنے لگے۔ کہ ہمارے حق مین فیصلہ ہوا۔ کیونکہ پہلی ضمیر نبی کی طرف پھرتی ہے۔ اور ثانی علی کیطرف۔ یعنی افضل وہ ہے۔ جسکے گہر نبی ؐ کی بیٹی ہے۔ اور وہ حضرت علیؓ ہے سُنیون نے کہا نہین ہمارے حق مین فیصلہ ہوا۔ کیونکہ ضمیر اول صدیق کی طرف راجع اور دوسری نبیؐ کی طرف۔ یعنی وہ افضل ہے۔ جسکی لڑکی نبیؐ کی زوجہ ہے۔ اور وہ ابوبکر صدیق ہین۔ ابن خلکان نے اس حکایت کو ذکر کرکے لکہا ہے۔ کہ یہ جواب لطائف اجوبہ سے ہے۔ اگر بعد فکر تام و امعان نظر کے ہوتا تو بہی غایت حسن تہا۔ لیکن فی البدیہہ کہتے ہین۔ ایک عجیب حلاوت ہے لکن لحوم الالیا مسمومۃ کا یہ اثر ہوا۔ کہ محدثین مین تو یہ عزت ہوئی۔ کہ وقد صرح الذہبی و غیر واحد من الحفاظ بان ابن الجوزی لیس لہ فی الکلام علی صحیح الحدیث وسقیمہ ذوق المحدثین وقال ابن حجر فی اللسان فی ترجمۃ ثمامۃ بن اشرس

دلت ھذہ القصة علی ان ابن الجوزی حاطب لیل لا ینتقد ما یحدث بہ انتہی۔
(قول مستحسن) صوفیہ کے نزدیک وہ مرتبہ حاصل کیا جو اہل علم پر مخفی نہین۔ لیکن خدا کا شکر ہے۔ کہ آخر کار مشائخ و علمار نے ہمدردی کر کے ابن جوزی کو بخدمت حضرت غوث صمدانی لائے۔ اور التجا کی۔ کہ اس کا قصور معاف ہو۔ حضرت غوث صمدانی نے معافی دی اور درگذر فرمایا۔ شیخ علی متقی نے نصیحت کی۔ کہ یا فلان شیخ عبد القادر بزرگ است و شان او عظیم است و انکار ایشان زہر قاتل است۔ خدا تعالی نگاہدار از ان و فرمود کہ حق تعالے دادہ است۔ او را از فضل و کرامت آنچہ ندادہ است غیر او را از مشائخ نسال اللہ العافیة والعاقبة بالخیر انتہی۔
اللہ تعالے کا کرم ہوا۔ کہ معافی طلب کیگئی۔ اور غوث صمدانی نے معاف بھی کر دیا۔ ورنہ دنیا مین جو ذلت ہوئی۔ وہ معلوم ہو چکی۔ اور علم مین جسقدر بے برکتی ہوئی۔ وہ بھی مفہوم ہو چکی۔ کہ ذوق حدیث بگڑ گیا۔ کما مر۔ بھلا کیون نہ ہو۔ بخاری شریف مین سرور عالم سے منقول ہے کہ ان اللہ تعالے قال من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب ای اعلمتہ انی محارب لہ۔ اور دوسری روایت مین ہے۔ من اھان لی ولیا فقد بارزنی۔ علامہ ابن حجر نے شرح بخاری مین لکھا ہے کہ دو گناہون پر یہ اشد وعید آئی ہے۔ ایک سود کہانے والے کے لئے۔ فاذنوا بحرب من اللہ۔ دوسرے اولیار خدا کے دشمن کے لئے۔ علمار نے لکھا ہے۔ کہ لحوم العلماء مسمومة وعادة اللہ فی ھتك منتقصیہم معلومة ومن اطلق لسانہ فیہم ابلاہ اللہ قبل موتہ بموت القلب۔ الحذر الحذر۔
الغرض حضرت غوث صمدانی کی تعلیم و تدریس اور نکات بیانی اور معرفت و اسرار حقانی کا چرچا ہوا۔ علمار کرام جو اپنی نظیر آپ ہی سمجھے جاتے تھے۔ درس مین حاضر ہو کر فیضیاب ہونے لگے۔ بوقت تقریر ایک سمان بندھ جاتا تھا۔ قاضی ابو یعلی شیخ فقیہ ابو الفتح نصر۔ امام ابو حفص۔ شیخ ابو محمد حسن فارسی۔ شیخ عبد اللہ خشاب امام ابو عمرو عثمان الملقب بہ شافعی زمان۔ شیخ کیزانی۔

شیخ فقیہ رسلان۔ یحیی دبیقی۔ قاضی القضاۃ۔ عبدالملک۔ علامۃ عبدالغنی مقدسے امام مؤفق الدین ابراہیم ان کے فرزند وغیرہم آپ کے درس مین حاضر ہوتے۔ اور اس حاضر ہونیکو فخر سمجھتے۔ اور برکات حاصل کرتے۔

حضرت غوث صمدانی کے تلامذہ کی تعداد جو علوم کی معراج پر ترقی یافتہ تھے۔ ان کی پوری فہرست تو خدا علیم کو معلوم ہے۔ صرف قلاید الجواہر سے جس قدر معلوم ہوا۔ پیش نظر کرتا ہون۔ وہ یہ ہے۔ محمد بن احمد۔ ابو محمد عبداللہ جبائی عبدالمنعم حرانی۔ ابراہیم حداد یمنی۔ عبداسد الاسد یمنی۔ عطیف بن زیاد یمنی۔ عمر بن احمد یمنی ہجری۔ مدافع بن احمد۔ ابراہیم عدلی۔ عمر بن مسعود بزاز۔ عبداللہ بطائحی نزیل بعلبک۔ عبداسد بن حسین عکبری۔ ابوالقاسم بن ابوبکر۔ محمد بن ابوالمکارم۔ عبدالملک بن دیال۔ ابو احمد خزاجی۔ یحیے تکرینی۔ ہلال عدنی۔ یوسف عاقولی۔ وغیرہم جن کے اسمار گرامی ہم بخوف طوالت قلم انداز کرتے ہین۔ ان مین سے ہر ایک علوم کے آسمان کا مہتاب سمجھا جاتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت غوث صمدانی نے اپنے علو علمیت کا بائن الفاظ ذکر فرمایا۔ کہ خضنا بحر الم لیقف علے ساحلہ الانبیا یہان بحر سے مراد سرور عالم کی ذات بابرکات ہے۔ حضرت شہاب الدین سہروردی صاحب السلسلہ پیر حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی و شیخ سعدی قدس اللہ سرہما ہی حضرت غوث صمدانی رہ کے بواسطہ شیخ شہاب الدین مستفید سعید تھے۔ اور یہ روایت مشہور بلکہ متواتر ہے۔ خود شیخ شہاب الدین سہروردی رہ فرماتے ہین۔ کہ مین علم کلام کا اس قدر ماہر تہا۔ کہ مجھے اس علم کا فقیہ کہتے تھے۔ اور میرا چچا مجھے منع کرتا۔ اور جہڑکتا کہ اس علم مین کیا فائدہ۔ لیکن مین بوجہ دلچسپی اُن کی فرمودہ کی پرواہ نہ کرتا۔ آخر ایک دن میرا چچا مجھے ساتھہ لیکر حضرت غوث صمدانی کی زیارت کو گیا۔ اور شرف زیارت کے بعد عرض کی۔ کہ یہ میرا بھتیجا شہاب الدین علم کلام مین مشتغل رہتا ہے۔ مین نے بہت دفعہ سمجھایا ہی۔ لیکن باز نہین آتا۔ اس پر

حضرت غوث صمدانی نے مجھ سے خطاب کرکے پوچھا۔ کہ تو نے کون کون کتاب حفظ کی ہے۔ مین نے چند کتابون کے نام لئے۔ اس وقت غوث صمدانی نے میرے سینہ کیطرف اپنا ہاتھ دراز کیا۔ معلوم نہین۔ اس مین کیا بھید تھا۔ اسی وقت یک لخت علم کلام کی کتب کا علم میرے سینے سے جاتا رہا۔ اور بجائے اس کے علم معرفت سے پُر ہوگیا۔ پھر تو علوم اسرار و حکم میری گویائی ہوگئی۔ پھر یہ بھی مجھے فرمایا۔ کہ انت آخر المشہورین بالعراق۔ دیکھو بہجۃ۔ قول مستحسن۔ اور کتب مناقب غوثیہ۔ جیسے غوث صمدانی نے فرمایا تھا۔ ویسے ہوا۔ پھر حضرت غوث صمدانی کی نسبت اگر شیخ شہاب الدین سے سوال ہوتا۔ کہ آپ کا کیا مرتبہ ہے۔ جواب مین فرماتے۔ ھو سلطان الطریق المتصرف فی الوجود علی التحقیق رضی اللہ عنہ

(قول مستحسن)

حضرت غوث صمدانی کا مذہب

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تحصیل التعرف مین صراحت کی ہے۔ کہ آپ درجہ اجتہاد کو پہونچے ہوئے تھے۔ انکا فتویٰ گاہ بمذہب امام شافعی اور اکثر بمذہب امام احمد حنبل رح ہوتا۔ اسی طرح بہجۃ الاسرار وغیرہ مین ہے۔ لیکن مشہور حنبلی المذہب تھے۔ علما متقدمین نے جو تراجم علما صلحا مین کتابین لکھی ہین ان مین حضرت غوث صمدانی رح کا نام نامی و اسم گرامی حنابلہ کی فہرست مین درج کیا ہے۔ قول مستحسن مین بہجۃ الاسرار سے باسناد ثقات نقل کیا ہے۔ کہ شیخ ابوالحسن علے الہیتی جو کاملین سے تھے۔ بیان کرتے ہین۔ کہ مین ایکدفعہ بمعیت غوث صمدانی رح۔ امام احمد بن حنبل رح کی قبر مبارک پر گیا۔ شیخ بقا بن بطو بھی ساتھ تھے۔ مین نے خود مشاہدہ کیا۔ کہ احمد بن حنبل رح اپنی قبر سے نکلے اور غوث صمدانی سے معانقہ کیا۔ اور ایک خلعہ بھی انہین پہنائی۔ اور انہین یہ بھی کہا۔ کہ اے عبدالقادر رح مین علم شریعت اور علم حقیقت و علم الحال مین تیرا محتاج ہون۔ انتہے

اسی طرح لکھا ہے۔ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیا میں۔ وکذا نقل المحدث الدہلوی فی تحصیل التعرف۔ یہ واقعہ ممکن ہی۔ کہ من قبیل عالم مثال ہو۔ یا حقیقتاً ہو۔ اخبار الاخیار سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اولیاء کرام سے ایسے امور کا واقعہ ہونا کوئی تعجب کی بات نہین۔ حضرت شاہ یوسف گردیزؒ جنکی مزار پرانوار اندرون بوہڑ دروازہ ملتان مین ہے قدس اللہ سرہ کے حالات مین لکھا ہے۔ کہ بعد از وفات اپنے بعض مریدون کو قبر مبارک سے ہاتھ نکال کر مصافحہ کیا کرتے تھے۔ حدیث صحیح مین ہے۔ کہ شب معراج سرور عالم نے موسیٰؑ کو قبر مین نماز پڑہتے مشاہدہ فرمایا۔ خود حضور سرور عالم کا یقظۃً دیکھا جانا۔ بعد الوصال اولیاء کرام سے تواتراً ثابت ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ نے اپنی نسبت بیان کیا ہے۔ کہ رایت رسول اللہ فی الیقظۃ بضعا وسبعین مرۃ الخ۔ پہر اس بارے مین ایک کتاب لکھی ہے۔ جسکا نام ہے تنویر الملک فی امکان رویۃ النبیؐ والملک۔ بلکہ قول مستحسن مین شرح صدور اور ابن ابی الدنیا نے ایسے واقعات بکثرت منقول کئے ہین۔ خصائص کبرے اور ابن حبان کا بھی نام لیا ہے۔ مین صرف ایک واقعہ عجیبہ اُن واقعات سے پیش کرتا ہون۔ جس سے نہ صرف قبر سے باہر آنا۔ بلکہ مدت مدید تک مختلف حالات مین رہنا معلوم ہوتا ہے۔ ولا یشك من یومن بکرامات الاولیاء رؤینا من وجوہ حسنۃ الخ یعنی ہم وجوہ حسنہ کثیرہ کے ساتھ روایت کئے گئے ہین۔ کہ ولی کبیر سید کفایۃ اللہ حسینی چشتی نظامی دکن مین فوت ہوئے۔ پہر کچھ مدت کے بعد پورب مین زندہ ظاہر ہوئے۔ کہین قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک تاجر جو ان کا واقف اور دکن مین بوقت ان کے دفن کے حاضر تہا۔ ان کے قریب گذرا۔ اور انہین دیکھکر متعجب ہو گیا۔ اور ٹھہر گیا۔ جب وہ تلاوت سے فارغ ہوئے۔ تو تاجر کو خطاب کرکے فرمایا۔ کیا دیکھتا ہے۔ اُس نے عرض کی کہ آپ دکن مین دفن نہین ہوئے تھے۔ فرمایا ہان ہوا تہا۔ لیکن یہ بات مجھے پیاری معلوم ہوئی۔

کہ پہر چند یوم دنیا کی سیر کرون - پہر یہ ہی فرمایا - کہ مین کچھ عرصہ کے بعد یہان پھر جاؤنگا - اور چین مین پہر انشاء اللہ ظاہر ہونگا - اور اس وقت میری نماہ خضرہ ہوگی - فکان کما قال وھذہ القصۃ مشہورۃ ببلادہ ولقد سمعتہا مرات من حضرت شیخی شیخ الاسلام سیدی وسندی ومرشدی معتمدنا ومولانا الحافظ محمد علوی الحسینی الرضوی اعاز ابا الحسنی افاض اللہ تعالی فیوضہم وفتح فتوحاتہم علینا انتہی (قول مستحسن)

اسی طرح حضرت اویس قرنی رہ کے حالات مین لکھا ہے - انہ مات مرۃ فی موضع فجی فی اخرتہ وشعر - ربیع بن فراش اور اسکے برادر ربعی کا قصہ محدثین مین مشہور ہے - قول مستحسن صفہ ۲۹۱ وصفہ ۲۹۳ - حضرت جعفر بن ابیطالب ہاشمی برادر علی المرتضیٰ ملقب بذوالجناحین - صحابی جلیل سرور عالم کا چچہ زاد بھائی جو ۸ شہ مین بغزدہ موتہ شہید ہوئے - ان کا قصہ حدیث شریف مین مذکور ہے - کہ خود سرور عالم فرماتے ہین - کہ مین نے انہین بعد قتل اس حالت مین اپنے پاس سے گذرتے دیکھا - کہ وہ فرشتون کے ساتہہ سیر کرتا پہرتا تہا - جلال الدین سیوطی شرح صدور مین فرماتے ہین - کہ حافظ ابن حجر نے اپنے فتاوی مین لکھا ہے - کہ ارواح کحلہ مومنین سیر اور تصرف مین ماذون ہوتے ہین - شیخ عبدالحق محدث شرح مشکوات مین نقل کرتے ہین - کہ غوث صمدانی بھی انہین کاملین سے ہین - جو قبر مین ویسا تصرف کرتے ہین - جیسا حیات دنیا مین یا اس سے بھی زیادہ -

- قرآن شریف مین احیاء بعد الموت کا دنیا ہی مین مذکور ہے - قصہ عزیر وغیرہ ملاحظہ ہو -

حضرت غوث صمدانی قدس اللہ سرہٗ کا یہ فرمانا کہ قدمی ہذہ علیٰ رقبہ کل ولی اللہ۔ باذن خلاق عالم تھا۔

جسوقت حضرت غوث صمدانی رہ بمقامات و مدارج علیا پہونچے۔ اللہ تعالیٰ کی تجلیات سے آپ کا سینہ بے کینہ متجلی ہوا۔ اور باذن الٰہی آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ قدمی ھذہ علےٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ بہجۃ الاسرار مین ابوسعد قیلوی قدس سرہ سے باسناد صحیح نقل کیا ہے۔ کہ جسوقت حضرت غوث صمدانی رہ نے یہ فرمایا۔ تو اُس وقت تجلی الحق عزوجل علےٰ قلبہ اللہ عزوجل حضرت غوث صمدانی کی قلب پر متجلی تھے۔ اور ملائکہ مقربین کے ہاتہون ہاتھ سرور عالم کی جناب سے خلعت عطا ہوئی۔ اور وہ حضرت غوث صمدانی کو اس مجمع مین پہنائی گئی۔ جس مین تمام اولیاء موجودہ وما تقدم وما تاخر یعنی احیاء باجساد خویش واموات بارواح خود موجود تھے۔ اور ملائکہ اور رجال الغیب آپ کی اس مجلس کے اردگرد احاطہ کئے ہوئے تھے۔ اور ہوا مین صف بصف قایم تھے۔ پس بمجرد فرمانے اس قول کے یہ حالت ہوئی۔ کہ دلم یبق ولی فی الارض الا حنا عنقہ یعنی کوئی ولی زمین مین نہ رہا۔ جسنے کہ اس فرمودہ کی تعمیل کے لئے اپنی گردن خم نہ کی ہو۔ یعنی اعترافاً بمکانتہ۔

علامہ ابونصر بن علی بغدادی واعظ مشہور با بن الغزال ذکر فرماتے ہین۔ کہ مین سنہ ۶۱۴ھ یکم رجب کو حضرت غوث صمدانی کے فرزند عبدالرزاق سے ملاقی ہوا۔ اور شرف زیارت حاصل کرکے اور دریافت کیا۔ کہ آپ اس مجلس مین موجود تھے۔ جس مین غوث صمدانی رہ فی قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا تھا۔ جواب دیا۔ ہان مین موجود تہا۔ اور اس مجلس مین ظاہرا پچاس کے قریب اعیان المشائخ بھی موجود تھے۔ اور اُن سب نے بفرمودہ مذکورہ اپنی گردنیں جھکائین

تھین۔ حضرت غوث صمدانی رہ جسوقت اس مجلس سے گہر کو تشریف بر ہوئے۔ تو تمام لوگ جو حاضر تھے۔ وہ بھی چلے گئے۔ لیکن تین شیخ جو سر کردگان سے تھے یعنی شیخ مکارم۔ شیخ محمد خاص رہ۔ شیخ احمد بن عربی رہ اور اُس کا شاگرد داؤد بیٹھی رہے۔ فرزند غوث صمدانی رہ فرماتے ہین۔ کہ مین اور میرے برادران عبدالعزیز و عبدالجبار۔ ہم تینون اُٹھکر اُن مشائخ مذکورہ کے قریب جا کر بیٹھ گئے۔ شیخ مکارم اپنے ہم جلیس مشائخ سے ذکر کرنے لگے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معلوم کرایا ہے کہ آج کوئی ولی روئے زمین پر نہین رہا۔ لیکن اپنی اپنی قطبیہ کا جھنڈا لے کر بخدمت حضرت غوث صمدانی رہ حاضر ہوا ہے۔ اور غوثیتہ کا تاج حضرت غوث صمدانی رض کے سر پر رکھا گیا ہے۔ اور آپ کو اس امر کا اختیار دیا گیا ہے۔ کہ عہدۂ ولایات کی موقوفی اور بحالی کے آپ ہی افسر اور سردار ہون۔ اور خلعۃ التصریف بھی عطا کی گئی ہے۔ جو شریعت اور حقیقت سے منقش تھی۔ اور مین نے حضرت غوث صمدانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ قدمی ہذہ علے رقبۃ کل ولی اللہ۔ پھر فرمایا۔ مین نے دیکھا۔ کہ ایک ہی وقت مین ہر ایک ولی اللہ نے سر جہکایا تھے کہ عشرہ ابدال اخص مملکت سلاطین الوقت اولیا نے بھی۔ المختصر آپ کے اس فرمودہ پر تمام اولیاء کا اتفاق ہے۔ کہ آپ نے ایسا فرمایا۔ اور یہ امر متواتر کے حکم مین ہے۔ اور کتب قوم مملو ہین۔ اور مظہر ہین۔ کہ غوث صمدانی رض نے۔ قدمی ھذہ علے رقبہ کل ولی اللہ فرمایا۔ لیکن بعض کوتہ اندیش اس مین بحث کرتے ہین۔ کہ یہ تو مانا۔ کہ آپ نے ایسا فرمایا۔ لیکن لفظ کُل جو اس منقولہ مین ہے۔ وہ موزون معلوم نہین ہوتا۔ کیونکہ اہلبیت رسالت خصوصاً باب المدینہ حسنین شریفین اور اصحاب کرام خصوصاً شیخین اور علاوہ بر آن انبیاء علیہم السلام۔ کیونکہ ہر نبی ولی ضرور ہوتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہی۔ کہ خوئے بدرا بہانہ بسیار والا معاملہ ہے۔ ورنہ امر ظاہر ہے۔ کہ کلام موافق عرف کے ہوتی ہے۔ انبیاءؑ۔ اہل بیت صحابہؓ کو عرف مین ولی نہین کہا جاتا۔ گو سردار الاولیاء ہون۔ فاندفع ما قال۔ پھر بعض

یہ کہدیا کرتے ہین۔ کہ کلام سُکر یعنی مستیٔ شراب وحدت مین صادر ہوئی تہی جسے من قبیل الشطحیات سمجہنا چاہیے۔ جو نہ قابل تعمیل نہ قابل مواخذہ۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس معترض نے اپنی عاقبت کی پرواہ نہ کرکے آفتاب پر خاک ڈالنا چاہا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ تمام اولیاء کرام و علماء محققین متفق الکلمہ ہین کہ یہ فرمودہ غوث صمدانی کا بامر الٰہی تہا۔ ورنہ کیون تعمیل کیجاتی۔ کما مر۔ قول مستحسن مین بہجہ سے نقل کیا ہے۔ شیخ خلیفہ رضی اللہ عنہ سے جو حضوری اور درباری سرور عالم کے تہے۔ اور کثرت سے زیارت رسول اللہ صلعم سے مشرف ہوتے تہے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ مین نے بوقت زیارت فیض بشارت سرورِ عالم سے عرض کی۔ کہ کیا یہ سچ ہے۔ کہ غوث صمدانی نے یہ فرمایا۔ کہ قدمی ہٰذہ علےٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ سرورِ عالم نے فرمایا۔ صدق الشیخ عبدالقادر کیف لا وھوا لقطب وانا ادعاہ سچ کہا شیخ عبدالقادر نے۔ ایسا کیون نہ ہو۔ کہ وہ قطب ہے۔ اور مین اس کا نگہبان ہون۔ علامہ ابوالبرکات فرماتے ہین مین نے شیخ عدی اپنے چچہ سے سوال کیا۔ کہ مشائخ متقدمین مین سے بہی کسی نے ایسا فرمایا ہے۔ کہا نہین۔ مین نے پہر کہا۔ اس کلمہ کا مطلب کیا ہے۔ فرمانے لگے۔ کہ غوث صمدانی کے مقام فردیۃ کا اظہار ہے۔ پہر مین نے عرض کی۔ کہ فرد تو پہلے ہی گذر چکے ہین۔ جواب دیا کہ ہان۔ لیکن اس مرتبہ پر کوئی نہین پہونچا۔ فلہٰذا بجز غوث صمدانی کوئی مامور نہین ہوا۔ کہ ایسا کہے۔ شیخ عدی کہتے ہین۔ علی نے پہر چچہ سے عرض کی۔ کہ کیا آپ اس مقولہ کے مامور بہی تہے۔ چچہ نے جواب

لہ سید گولڑوی فرماتے ہین۔ کہ حضور غوث الاعظم کا فرمان کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے از قبیل شطحیات نہین۔ آپ خود فرماتے ہین۔ وما قلت قولی ہذا الا وقد قیل لی۔ یعنی مین نے از خود نہین کہا۔ بلکہ منجانب اللہ مجہے ایسا کہنے کا ارشاد ہوا ہے۔ لکہا ہے اگر معاذ اللہ من قبیل الشطحیات ہوتا۔ تو حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ کا سر اوہام۔ مبسط۔ تجلیات وانوار بوقت صدور فرمان عالیشان سب بزرگان سے پہلے سر تسلیم خم نہ کرتے۔“

دیا۔ ہاں مامور توتھے ہی۔ تمام اولیا نے تعمیل تو تب ہی کی۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔
کہ فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا۔ لیکن امر الٰہی کو دیکھکر محی الدین ابن عربی
نے بھی فتوحات میں اپنا عقیدہ اسی طرح ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ فتوحات مکیہ کے
باب الثلاثین میں لکھا ہے۔ واما عبد القادرؒ فالظاهر من حاله انه كان مامورا
بالتصرف الخ یعنی غوث صمدانی رہ کا ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ مامور بالتصرف
تھے۔ فلہذا اظہر القول بہذا۔ بانیجہت یہ یعنی قدمی ہذا علے رقبۃ کل ولی اللہ کا
فرمانا۔ آپ سے ظاہر ہوا۔ پھر باب ۳۰ میں پردہ از کار برداشتند یعنی بصراحت
لکھدیا ہے۔ کہ اولیا کبار سے ہر ایک زمانہ میں ایک ایسا ولی[۱] ہوتا ہے کہ اسے ماسوے
اللہ پر حکومت ہوتی ہے۔ اور وہ سب کا سردار ہوتا ہے۔ دلیر ہوتا ہے۔ کبیر الدعوے
لحق ہوتا ہے۔ جو کہتا ہے۔ حق کہتا ہے۔ اور اس کا ہر ایک حکم حق ہوتا ہے۔ یہ
لکھکر فرمایا ہے۔ کہ کان صاحب هذا المقام امامنا وشيخنا عبد القادرؒ الجيلي
ببغداد كانت له الصولة والاستطالة بحق على الخلق كان كبير الشان اخباره
مشهورة۔ یعنی اس مرتبہ اور مقام کا مالک ہمارا پیشوا۔ اور ہمارا شیخ غوث صمدانی
جیلی ہے۔ جسکی شوکت اور استطالت مخلوق پر بالحق تھی۔ اعلے شان تھے۔ ان
کے علوم مرتبے کے اخبار مشہور ہیں۔ پھر باب ۱۶۹ میں تحریر کیا ہے۔ کہ بعض اولیاء اللہ
کبیر الشان صاحب ناز ہوتے ہیں۔ یعنی مرتبہ محبوبیت میں ہوتے ہیں۔ وہ
حضرت غوث صمدانی بھی تھے۔ اُن کی اپنی عبارت یہ ہے۔ ومنهم من يقام في الادلال
كعبد القادرؒ الجيلي ببغداد وسيد وقته (قول مستحسن) سید وقت یعنی اپنے وقت

---

[۱] امام شعرانی نے یواقیت میں خود غوث صمدانی سے ذکر کیا ہے۔ کہ قطابت کے لئے ۱۲ علم کی حکومت
ہوتی ہے۔ پھر لکھا ہے۔ کہ دنیا و آخرت کا عالم ایک ہے ۱۶ سے پھر لکھا ہے۔ وہذا امر لا يعرفه الا من اتصف بالقطبية
[۲] حضرت پیر عبدالرحمن قدس سرہ سے منقول ہے۔ کہ انسے کسی نے دریافت کیا۔ کہ غوث الاعظم کا
فرمان کہ قدمی علی رقبۃ کل ولی اس سے معلوم ہوتا۔ کہ جناب والا تمام اولیا رات سے افضل ہوں حالانکہ دیگر سلسلہ جات
میں بھی غوث و قطب ہوئے ہیں۔ پیر عبدالرحمن صاحب نے جواب دیا۔ کہ ہر ایک ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے
اور حضرت محبوب سبحانی حضرت پیغمبر آخر الزمان کے قدم پر ہیں۔ چونکہ خاتم الانبیاء افضل الانبیاء ہیں پس حضرت
غوث الاعظم بھی تمام اولیاء امت سے افضل ہوئے۔ (انوار الرحمٰن تنویر الجنان)

کا سردار ہوتا ہے۔ اس کا یہ معنی نہین۔ کہ وہ صرف ظاہری حیاتی تک ہوتا ہے۔ نہین
بلکہ وہ دقت مستد ہوتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی جسے شاہ عبد العزیز دہلوی اپنے
زمانہ کا بیہقی محدث فرماتے تھے۔ کتاب سیف مسلول کے خاتمہ مین لکھتے ہین۔ کہ
بعض اکابر اولیاء اللہ بکشف صحیح کہ یکے از اسباب علم است امام امعنے دیگر
ظاہر گشتہ و آن آن است کہ فیوض و برکات کارخانہ ولایت کہ از جناب الٰہی
براولیاء اللہ نازل میشود۔ اول بریک شخص نازل می شود و ازان شخص قسمت شدہ
بہریک ازاولیاء عصر موافق مرتبہ و بحسب استعداد با و میرسد۔ و ہیچکس را از اولیاء
اللہ بے توسط او فیض نمی رسد و کسے از مردانِ خدا بے وسیلۂ او درجہ ولایت
نمی یابد اقطاب جزئی و اوتاد و ابدال و نجباء جمیع اقسامِ اولیاء خدا بوے محتاج
می باشند صاحب این منصب عالی را امام گویند و قطب الارشاد بالاصالہ
نیز خوانند و این منصب عالی از وقت ظہور آدم ؑ بروح پاک علی مرتضٰے مقرر بود
کہ پیش از انشاء عنصری آنحضرت ہم در امم سابقہ ہر کرا درجۂ ولایت می رسید
بتوسط روح پاک آنحضرت می رسید و بعدہ بوجود عنصری تا وقت رحلت او از
اصحاب و تابعین ہمہ را این دولت بتوسط او رسید و بعد رحلت او این منصب
بحسن مجتبٰے و بعد از وے بحسین شہید کربلا پستر بامام زین العابدین پستر
بمحمد باقر بعد ازان بجعفر صادق ؑ پس بامام موسے کاظم ؑ پستر بعلے رضاؑ پس تر
بمحمد تقی و بعد ازان بہ محمد نقی پس تر بحسن عسکری علیہم السلام آن منصب
معلے مفوض گشتہ و بعد وفات عسکری ؓ تا وقت ظہور سید الشرفاء غوث
الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی این منصب عالی بروح حسن عسکری ؑ
متعلق بود۔ چون حضرت غوث الثقلین[۱] محبوب سبحانی[۲] پیدا شدند۔ این منصب

---

[۱] نواب صدیق غیر معتقد نے مقالات الاحسان کے صفحہ ۱۵ مین غوثیت کی تعریف این الفاظ
کی ہے۔ کہ حالت غوثیت یہ ہے۔ کہ بامر خدا خلقِ خدا پر حاکم ہو۔ ۱۲

[۲] بعض نادان متصوف حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کی نسبت غلو یا
اگر کہتے ہین۔ کہ جس طرح حضرت غوث الثقلین کا خطاب مخصوص محبوب سبحانی ہے۔ اسی طرح

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۹

حضرت خواجہ بدایونی کے لیئے مخصوص خطاب محبوب الٰہی ہے۔ اور یہ بھی کہ لفظ اللہ اسم ذات ہے
اور لفظ سبحان اسم صفات ہے۔ نسبتاً معلوم ہوا۔ کہ خواجہ صاحب کو غوث الاعظم پر تفوق ہے۔ اس
کے جواب بعد الاستعاذہ سبحانک ہذا بہتان عظیم پیش کر کے گذارش ہے کہ ہر دو بزرگوارن
کی محبوبیت مین تو کلام نہین۔ بے ریب وہ محبوب سبحانی ہین۔ اور یہ محبوب الٰہی۔ محبوبیت مشترک
ہے۔ کلی مشکک کا مسئلہ پیش نظر ہے۔ حضرت سلطان نصیر الدین محمود سے منقول ہے کہ خواجہ
محبوب الٰہی۔ غوث الثقلین محبوب سبحانی سے مستفید تھے۔ اور فیض یافتہ ہین۔ چنانچہ نظام القلوب
مین ذکر اللہ سمعی۔ اللہ شاہدی۔ اللہ ناظری۔ اللہ حاضری۔ مع تصور ان اللہ بکل شئی محیط۔
کی نسبت لکھتے ہین۔ کہ حضرت محبوب الٰہی را۔ این تصور حضرت غوث الثقلین جیلانی در معاملہ
تلقین فرمودہ بودند تا حال در چشت وسلسلہ قادریہ معمول ہست بلکہ مجدد الف ثانی تمام اولیا رکو حضرت
غوث الثقلین کی جناب سے مستفید و مجاز ہونا بتلاتے ہین۔ مکتوبات کے جلد دوم کا اخیری مکتوب
ملاحظہ ہو۔ ہم وہ عبارت بعینہٖ قبیل مین درج کر چکے ہین۔ فارجع۔ علاوہ برآن محبوبیت قادریہ
عالمگیر مشہور ہے۔ اور محبوبیت نظامیہ بجز چند قطعات ارضیہ بالکل مستور ہے۔ فشتان بینہما۔
باقی رہا یہ کہ خطاب محبوب الٰہی مخصوص نظامیہ ہے۔ اسکی نسبت مولانا محب النبی و فخر الدین چشتی
فرماتے ہین کہ اینکہ مردم می گویند کہ مرتبہ محبوبیت فقط مختص بذات حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ
بودہ بخواجگان پیشین میسر نہ شدہ معنی این مطلع چیزے نمی فہمیم برائے اینکہ نسبت محمدی
در ہمہ جا ظہور کردہ می آید چنانچہ ہرگاہ وفات حضرت خواجہ بزرگ شد در وقت تجہیز و تکفین
ملاحظہ کردند کہ بر پیشانی از خط سبز بودند مات حبیب اللہ فی حب اللہ پس حبیب صفت مشبہ بمعنی فاعل
و مفعول ہر دو می آید پس محبوبیت ثابت شد ۱۲ فخر الطالبین ملاحظہ ہو۔ سبحان و الٰہ کا تفاوت
تو اپنے اپنے درجہ پر ظاہر ہے۔ لیکن غالیون کے پندار مین معکوس پنداشت کا جلوہ ہے۔ ورنہ شان
محبوبیت کو جو سبحان کے ساتھ انسبیت اور مخصوصیت ہے وہ سلیم القلوب افراد پر پوشیدہ
و مخفی نہین۔ انسبیت کا ذکر تو عنقریب مذکور ہوتا ہے۔ لیکن مخصوصیت خطاب محبوب سبحانی بسیدنا

عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تو کوئی منکر نہیں پایا گیا۔ استقرا سے یہی معلوم ہے کہ اولیاء کرام کے زمرہ میں بجز حضور کوئی مدعی نہیں ہوا۔ یہ حضرت غوث الثقلین کا خاصہ ہے۔ کہ دوسرے میں نہیں پایا گیا۔ **تمثیل** ایک عیسائی نے محمدی سے کہا۔ کہ ہمارے پیغمبر حضرت عیسٰی تمہارے پیغمبر محمد رسول اللہ سے حسب فرمودہ قرآن شریف افضل ہیں۔ باینوجہ کہ دو نو حضرات علیہما السلام آسمان پر تشریف بر ہوئے اول کی نسبت بل رفعہ اللہ اور ثانی کے لئے سبحان الذی اسریٰ بعبدہ فرمایا ہے۔ رفع کا فاعل ظاہر ہے۔ کہ لفظ اللہ ہے اور اسریٰ کا فاعل لفظ سبحان ہے۔ باعتبار مفہوم دونوں لفظ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ اول اسم ذات ہے۔ ثانی اسم صفت۔ نظامیہ سلسلہ والے بھی اسی وجہ سے خواجہ نظام الدین رح کو حضرت پیر پیران سے افضل سمجھتے ہیں۔ کہ اول محبوب الٰہی ہے۔ ثانی محبوب سبحانی رح محمدی نے جواب دیا کہ یہ تو سچ ہے۔ کہ غلو اور کجروی میں تو تم دونو شریک ہو۔ لیکن تحقیق مقام اور صراط مستقیم سے مراحل بعید ہو۔ لفظ سبحان ذات مع الصفۃ کا نام ہے۔ اور لفظ اللہ فقط ذات بحت پر بولا جاتا ہے۔ یہ بھی کہ لفظ الٰہ معبود حق وناحق دونو پر مستعمل ہوتا ہے۔ والفرد المتکلم وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات قرآن شریف میں موجود ہے۔ بخلاف سُبحان کہ غیر خدا پر کہیں اس کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ ہی کہ تنزیہ باری کا بھی متکفل ہے۔ یہ بھی۔ کہ سُبحان کا اطلاق اس موقعہ پر آتا ہے۔ جہاں کہیں کسی امر عظیم الشان اور مستبعد اور محال عادی کا ذکر ہو۔ یہ بحث کہ صفات عین ذات ہیں یا کیا ہم چھیڑنا نہیں چاہتے۔ جو عشق کے کوچہ سے آشنا ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ لفظ الٰہ میں کس قدر جلال ہے۔ اور لفظ سُبحان میں کیا جمال۔ محبوبیت کیلئے لفظ سُبحان کو جو موزونیت ہے۔ وہ مخفی نہیں۔ محبوب الٰہ مرعوب ہی ہوگا۔ اور محبوب سبحان مرغوب ہے۔ مقام محبوبیت میں صاحب ادلال اور ناز ہوگا۔ محقق محمد ذوالفقار وسیلہ پیر گولڑوی دام ظلہ علے المسترشدین نے اس مقام پر کیا عمدہ فیصلہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مقام جذب ومحبوبیت جیسا تناسب کہ لفظ سبحان کو ہے۔ لفظ الٰہ کو نہیں کما قال اللہ تعالےٰ سُبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً۔ اور نہ لفظ اللہ ذات بحت پر دال ہے بلکہ سبحان کی طرح مرتبہ ذات کا نام ہے۔ فتوحات وشرح فتوحات ملاحظہ ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی دوسرے جلد کے آخری مکتوب میں حضور

غوث الاعظم رضہ کے بارہ مین فرماتے ہین - وصول فیوض و برکات درایں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجباء بتوسط شریف او مفہوم میشود چہ ایں مرکز غیر او در امیرشدہ الخ انوار الرحمن مین لکھا ہی کہ شخصے از حضرت پیر عبدالرحمن پرسید کہ مرتبہ محبوبیت آلہی یکسانست یا متفاوت ارشاد شد کہ متفاوت چنانچہ حضرت غوث الاعظم علے نبینا و علیہ السلام از ابتدائے ولادت محبوب شدند و حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ بست سال پیش از وصال الخ - اس موقعہ پر ہم مناسب سمجھتے ہین کہ لوگون کے فائدہ کے چند سوالات مع جوابات ذیل مین درج کردین جنہیں پیر مہر علی شاہ صاحب دام مجدہ نے قلم بند فرمایا ہی - وھی ھذہ

اس موقعہ پر برائے فائدہ مندرجہ ذیل سوالات وجوابات بھی درج کئے جاتے ہین - سوال لفظ ولی اللہ اصحاب کرام پر بھی بدلیل قولہ تعالی اللہ ولی الذین آمنوا و سائر آیات قرآنیہ پر بولا جا سکتا ہی - تو حسب قول مذکور چاہیے - کہ آپکا قدم اصحاب کرام کی گردنون پر بھی ہو حالانکہ یہ مسلم امر ہے کہ کوئی ولی خواہ کیسا ہی کامل ہو صحابہ کے مرتبہ کو نہین پہنچ سکتا -

جواب - متاخرین کے عرف و محاورہ مین ولی اللہ ما سوئی صحابی پر بولا جاتا ہی -

سوال: عبارت فتوحات مسطورہ بالاسے یعنی (لہ الاستطالہ علی کل شئی سوے اللہ) پایا جاتا ہے - کہ ایسے ولی کا تصرف انبیاء علیہم السلام پر بھی ہوتا ہی جواب عالیجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ انبیاء کا زمانہ نہ تہا - سوال - لفظ (فی کل زمان) مندرج عبارت فتوحات مسطورہ بالا سے پایا جاتا ہی - کہ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ مین بھی ایسے ولی کا ہونا واقعی امر ہی - اور نیز اسی باب مین قبل از عبارت مذکور حضرت شیخ اکبر تصریح فرماتے ہین - کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار انبیاء راجا ہم زندہ ہین - جواب - مفضول کا تصرف فاضل پر مثل تصرف جبرائیل بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اور مسلم شدہ امر ہی - کیونکہ بوجہ تخالف فیما بین وجوہ فضیلت استبعاد مندرجہ سوال بخوبی مندفع ہو سکتا ہی - دوہی آخری مجددی مکتوب شریف ملاحظہ ہو - چنانچہ عالیجناب رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ خضنا بحرا لم یقف علے ساحلہ الانبیاء یعنی ہم ایسے دریا مین ڈوبے ہین کہ جسکے کنارہ پر بھی انبیاء علیہم السلام کو کہڑا ہونا نصیب نہین ہوا - بحر و دریا

سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی ہم کو بوجہ کمال اتباع ظاہری وباطنی شریعت وطریقت ذات پاک محمدی صلعم میں کامل فنا حاصل ہے۔ بخلاف سائر انبیا علیہم السلام کہ وہ اپنی اپنی شرائع میں رنگین ہونے کے باعث اس فنائے کامل سے عاری ہیں۔ **سوال**:۔ عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام حسب احادیث صحیحہ بعد النزول شرع محمدی کے پابند ہوں گے۔ لہذا کامل فنا کے مستحق ہوئے اور عالیجناب کے فرمان مذکور لم یقف علے ساحلہ الانبیاء سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ کسی پیغمبر کو ذات محمدی میں فنا ظاہری وباطنی نہ ہوگی۔ **جواب**:۔ فرمان مذکور کا مطلب یہ ہے۔ کہ میرے قول ہذا سے پہلے کسی نبی کو بجز ذات محمدی میں فنا کامل و اتباع شرع محمدی حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ لم یقف میں کلمہ لم مضارع پر ماضی منفی کا معنی دیتا ہے۔ بنابرین اگر بعد اس فرمان کے قرب قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام کو اتباع شرع محمدی میں فنا کامل حاصل ہو۔ تو مخالف مذکور نہ ہوگا۔ اس مقام پر بہتیرے سوالات وجوابات ابھی باقی ہیں جن کی یہاں پر گنجایش نہیں۔

والحمد للہ اولاً واخراً والصلوۃ والسلام علیہ ظاہراً و منہ ÷

العـــــــــــــبد

مہر و محبت کا بندہ علی کا نام لیوا۔ شاہ جیلان

واجمیر کا حلقہ بگوش۔ از گولڑہ بقلم خود ۱۸ صفر ۱۳۰۲ھ

مبارک بوے متعلق شد وتاظہور محمد مہدی این منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد۔ حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات کے جلد دوم کے اخیری مکتوب حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ کی نسبت لکھتے ہیں۔ وصول فیوض و برکات درین راہ ہر کہ باشد از اقطاب و نجبا توسط شریف او مفہوم میشود۔ چہ این مرکز غیر او را میسر نشدہ۔

فوائد اسلامیہ کتاب سے نقل کیا ہے۔ کہ شیخ الاسلام غوث العالم شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی سے دریافت کیا گیا۔ کہ آپنے بھی گردن جھکائی تھی۔ فرمایا ہاں میرے روح نے بھی گردن جھکائی تھی۔ اگر میں بجسم عنصری موجود ہوتا۔ تو آپ کا قدم آنکھوں پر لیتا۔ رہے سعادت ابدی۔ لہذا آنحضرت قدمی ہذہ علے رقبۃ کل ولی اللہ فرمودہ این بیت ترنم نمودہ

افلت شموس الاولین وشمسنا ابدا علے الافق العلی لاتغرب

(تصحیح السایل) مناقب الاولیا میں لکھا ہے۔ ہمیشہ وقت اوست تا کہ ولایت باقی است اس باب میں بہت طول طویل نقولات ہیں۔ فمن شاء فلیرجع الی کتب القوم۔

حضرت غوث صمدانی محبوب سبحانیؒ کی کرامات

یہ تسلیم شدہ امر ہے۔ کہ کرامات وخوارق عادات ولی کے لئے وہی مرتبہ رکھتی ہیں۔ جو درجہ معجزات کا ہے نبیؐ کے لئے۔ بلکہ یہ لکھنا بھی بیجا نہ ہوگا۔ کہ جیسے ولی ظل نبیؐ ہوتا ہے ویسی کرامات ولی ظل معجزات نبیؐ ہوتی ہیں۔

یہ بھی حضرت غوث صمدانی کا فرمان ہے۔ کہ چونکہ بفضل ایزدی میری روح معراج شریف میں حامل نبوت ہوئی۔ اور کندھوں پر اٹھا کر الی العرش پرواز کرنیوالی ہوئی۔ تو سرور عالم نے خوش ہوکر فرمایا۔ کہ یا ولدی میرا قدم تیرے کندھے پر ہے اور تیرا قدم تمام اولیا کے کندھوں پر ہوگا۔ مشائخ قادریہ کا بیان ہے۔ کہ عالم دنیا میں غوث صمدانی کے کندھوں پر وہ نشان یعنی نبویؐ کا نشان مثل مہر نبوت ثابت ونمایاں تھا۔

اور یہ بھی کہ علما، گو صرف علم میں کمال حاصل کرلیں۔ لیکن جب تک تصفیۂ باطن اور نفس کشی خشیت الٰہی وغیرہ اسکے ساتھ نہ ہو۔ تب تک ان سے برکات

ظہور مین نہین آتے۔ حیوۃ الحیوان مین لکھا ہے۔ کہ وقد کان الائمۃ المجتہدون کالشافعی وغیرہ یعترفون بوفور فضل علماء الباطن۔ یعنی ائمہ مجتہدین جیسے امام شافعی وغیرہ یہ سب مانا کرتے تھے۔ کہ علماء باطن کی بزرگی علماء ظواہر سے کہین بڑھ چڑھ کر ہے۔ ویوید ذالک ما یقع علے ایدیہم من الکرامات والخوارق ولا یقع ذالک قط علے ید عالم ولو بلغ فی العلم ما بلغ الا ان سلک طریقہم۔ یعنی اس کی تائید مین کہ علماء ظواہر پر علماء بواطن کو بزرگی ہے۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ جو کرامات اور خوارق علماء بواطن سے وقوع مین آتی ہین۔ وہ علماء سے کبھی صادر نہین ہو سکتی۔ گو وہ علم مین اقصے غایت پر پہنچ جاوین۔ ہان جب وہ علماء باطن کے طریق کے سالک ہون تو پھر نورٌ علے نور ہوجاتے ہین۔ قول مستحسن صلعم لو اقسم علے اللہ لابرہ کے مصداق یہی علماء باطن ہوا کرتے ہین۔ کما فی البخاری وشرحہ۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون انہین کے شان مین ہے۔ والتفصیل فے المطولات المعتبرات اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ اہلبیت علیہم السلام مین یہ کمالات بدرجہ اتم موجود تھے۔ پھر جو فیضیاب ہوا۔ انہین سے ہوا۔ تمام اولیا انہین کے دریوزہ گر اور ریزہ ربا ہین۔ اسی طرح اہلبیت علیہم السلام کی اولاد اور اولاد الاولاد صاحب کمالات ہوتے رہے۔ علماء کاملین بل ائمہ مجتہدین ہمیشہ اہلبیتؑ سادات کی عزت کرتے رہے۔ اور ان کے نامون مین بھی برکت کے آثار معائنہ کئے۔ صواعق محرقہ مین اسی اسناد کی حدیث کی نسبت جو علی بن موسی رضا نے مسلسلاً آبائہ الکرام بیان کی ہے۔ لکھتے ہین امام احمد فرمایا کرتے تھے۔ اگر مین صرف اسی اسناد کو کسی دیوانہ یا مریض پر پڑھون۔ تو وہ اچھے ہوجائین۔ سچ ہے۔ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ یہی وجہ اور یہی دلیل ہے۔ کہ فقراء اسامی مشائخ طریقت کا قرأت کو مستحسن کہتے ہین۔ اور سلسلہ پڑھتے ہین۔ ابن حبان محدث صاحب الصحیح کتاب الثقات امام رضی کے حالات مین لکھتے ہین۔ کہ مجھے جب کوئی شدت یا دقت ہوتی ہے۔ تو مین

علی بن موسیٰ رضاء کی قبر کی زیارت کر لیتا ہوں۔ وہ میری شدت اور دقت کو زائل کر دیتی ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔ ذالک شئ جربتہ مرارا فوجدتہ کذالک۔ یعنی یہ زیارت ایک ایسا عمل صالح ہے۔ کہ میں نے بارہا اسے آزمایا۔ اور ویسا ہی پایا۔ پھر فرماتے ہیں۔ اماتنا اللہ علے محبتہ المصطفیٰ واھل بیتہ صلے اللہ علیہ وعلیھم اجمعین وانا اقول کذالک آمین۔ امام شافعی رح کا امام رضا کی قبر مبارک کی زیارت تریاق مجرب ہے، رواہ غیر واحد وانکار القاری منکر۔ قول حسن۔

یہی وجہ ہوگی۔ کہ لوگ بوقت شدائد زیارات صلحا کرتے ہیں۔ بعضے جہال جو خلاف شرع امور ضرائح پر کرتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ سجدۂ قبور وغیرہ یہ ان کی جہالت

لہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب الے دیار المحبوب صفحہ ۱۶۲ میں بروایت فصل الخطاب امام جعفر صادق سے بیان کیا ہے۔ من زار واحدا من الائمۃ کان کمن زار رسول اللہ۔ پھر موسیٰ رضا سے طریق زیارت بیان کیا ہے جسے ہم بالفاظ الطیبۃ زیب کتاب کرتے ہیں۔ وقیل لموسی الرضا رضی اللہ عنہ علمنے قولا بلیغا کاملا اذا زرت واحدا منکم فقال اذا صرت الے الباب فقف واشہد الشہادتین وانت علے غسل واذا دخلت ورایت القبر فقف قل اللہ اکبر ثلثین مرۃ ثم امش قلیلا وعلیک السکینۃ والوقار وقارب بین خطاک ثم قف وکبر اللہ ثلثین مرۃ ثم ادن من القبر وکبر اللہ اربعین مرۃ تمام مأۃ مرۃ ثم قل السلام علیکم یا اہل البیت الرسالۃ ومختلف الملائکۃ ومھبط الوحی وخزان العلم ومنتھی الحکم ومعدن الرحمۃ واصول الکرم وقادۃ الامم وعناصر الابرار ودعائم الاخیار وابواب الایمان وامناء الرحمن وسلالۃ خاتم النبیین وعترۃ صفوۃ المرسلین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علے ائمۃ الھدیٰ ومصابیح الدجے واعلام التقیٰ وذوی الحجیٰ والنھیٰ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ السلام علے محال معرفۃ اللہ ومساکن برکۃ اللہ ومعادن حکمۃ اللہ وحفظۃ سر اللہ وحملۃ کتاب اللہ وورثۃ رسول اللہ ورحمۃ وبرکاتہ السلام علے الدعاۃ الے حکم اللہ والادلاء علے مرضاۃ اللہ والمظہرین لامر اللہ ونہیہ والمخلصین فی توحید اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبے وارادتی ومسئلتے وحاجتی اشہد اللہ انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرء الے اللہ تعالےٰ من عدو محمد وآل محمد من الجن والانس صلے اللہ علے محمد وآلہ الطیبین الطاہرین وسلم تسلیما

کثیرا کثیرا۔ ۱۲

صفحہ ۱۶۲

علماء پر لازم ہے۔ کہ وہ دودھ اور پانی جدا کر کے دکھلادین۔ تحفہ دستگیریہ مین فتاوے عقاید المقتدی فی مسائل الہدے سے نقل کیا ہے۔ کہ امام محمد و امام ابو یوسف اور وکیع رحمہم اللہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ حضرت امام جعفر صادق ؓ کی قبر مبارک کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اور مشہد مقدس کے دروازہ پر جہاڑو دیا کرتے اور مجاورین کو کچھ دیا ہی کرتے۔ اور کبھی بحالت مرض زیارت کو نہ جاسکتے۔ تو چند قدم روضہ مقدسہ کی طرف چلکر کہڑے ہو جاتے۔ اور عرض کرتے یا ابن رسول اللہ انی معذور فان عافانی اللہ تعالےٰ۔ فازورک۔ سہ کجا بود اشہب کجا تا ختم۔

ہمارے مقتدا و پیشوا حضرت غوث صمدانی سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے کمالات و شریف الطرفین ہونے مین کسی اہل حق کو کلام نہین۔ کما مر۔ علماء متفق ہین۔ کہ کمالات حسنی ؓ ازطرف والد ماجد خود وحصہ کمالات حسینی ازطرف والدہ ماجدہ خود دیہ دونون جمع ہوئے۔ ذات قدسی صفات حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی غوث صمدانی مین وصرح بہ فی انوار الرحمن لتنویر الجنان۔

غوث صمدانی کی کرامات بکثرت ہین اور بتواتر ثابت ہین۔ اسلئے ہم صرف یہ بیان کر دیتے ہین۔ کہ علمائے ظاہر و باطن اسکے مقر ہین۔ اور اقسام کرامات کی تفصیل کے ملاحظہ کے لئے انہین کتب کے دیکھنے کی ترغیب دلاتے ہین۔ جو اثبات نسب مین پیش کی گئین۔ اور تواتر کا بیان بھی ان تمام کتب مین بالتفصیل موجود ہے۔ مولانا جامی نے نفحات، مین ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت غوث صمدانی کی خدمت مین ایک بزرگ نے باین الفاظ دعوت کی۔ کہ یا سیدی قال جدک رسول اللہ من دعی فلیجب وہا انا دعوتک الے منزلی۔ فرمایا مین خود اذن طلب کرتا ہون۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا چلو۔ آپ خچر پر سوار ہوئے۔ دو بزرگ ہمرکاب تھے جب صاحب دعوت کے مکان پر پہونچے۔ تو وہان تمام مشائخ بغداد و علماء و اعیان موجود تھے۔ دسترخوان بچہایا گیا۔ اور انواع اقسام کی نفایس اور میوہ جات چنے گئے ایک پردہ پوش سلہ (ڈولا) بہی کہار اٹھا کر لائے۔ اور دسترخوان کے کنارہ پر کہدیا

صاحب دعوت نے بسم اللہ کہکر کہانا کہانے کی اجازت کی۔ چونکہ حضرت غوث صمدانی نے
سر نہ اٹھایا تھا۔ کسی نے پیشدستی نہ کی۔ سب کے سب چپکے رہے۔ یہ بھی نہ ہو سکا
کہ سبب پوچہیں۔ اتنے مین شیخ علی ہیتی کہتے ہین۔ کہ مجھے اس ڈولی کے اٹھالانے
کیطرف اشارہ کیا۔ مین بوجہ اسکے گرانبار ہونے کے مشکل سے اٹھاکر نزدیک
لار کہا۔ پہر مجھے فرمایا۔ کہ یہ پردہ پوشش اتار لو۔ مین نے حسب الفرمان تعمیل کی۔
تو اس ڈولی مین صاحب دعوت کا اکلوتا بیٹا تہا۔ جو مفلوج اور مجذوم تہا۔ اور ساتہہ
ہی مادرزاد نابینا تہا۔ حضرت غوث صمدانی نے ان کی طرف خطاب کرکے فرمایا۔ قم
باذن اللہ معافی۔ پس بمجرد اس فرمودہ کے وہ لڑکا بینا ہوکر صحیح وسلامت کہڑا
ہوگیا۔ نہ آفت نہ مرض۔ اس عجیب امر کے مشاہدہ سے از حاضرین فریاد برخاست
اور ہل چلی مچگئی۔ حضرت غوث صمدانی بغیر طعام وغیرہ کہانے کے اپنے مکان پر
چلے آئے۔ شیخ ابو سعید قیلوی رہ کو جب یہ ماجرا سنایا گیا۔ تو فرمانے لگے۔ غوث صمدانی نے
یبرء الاکمہ والابرص ویحیی الموتے باذن اللہ کے مرتبہ تک پہنچگئے ہین۔ مرغ بریان
کی ہڈیان کا بحکم خدا پہر مرغ زندہ ہوجانا مشہور ہے دیکہو بہجۃ اور جامی۔ یہ بہی نفحات الانس
مین ہے۔ کہ غوث صمدانی ایک دن حضرت جمال کی قبر پر بہت دیر توقف فرمایا۔ حاضرین
نے سبب دریافت کیا۔ تو فرمانے لگے۔ کہ مین نے جمال کو اب قبر مین نہایت
آراستہ پیراستہ دیکہا۔ لیکن بوجہ اس امر کے کہ اس نے مجھے جس ہاتھ سے سر پر
تہپڑ مارا تھا۔ وہ بیکار اور شل ہے۔ مجھے اس نے اپنی قبر پر کہڑا دیکہکر معافی
طلب کی۔ اور التماس کی۔ کہ مین خدا تعالےٰ کی جناب مین اسکے لئے آمرزش طلب
کردن۔ فرماتے ہین مین نے بجناب الٰہی التجا کی کہ یا پروردگار عالم اسکے ہاتھ
کو بہی درست فرمادے۔ فرماتے ہین۔ پانچہزار اولیاء اللہ مقبورنے بہی درگاہ
ایزدی مین میری تائید کی۔ پس حق تعالےٰ نے میرا سوال پورا کیا۔ اور اس کا
ہاتھ اسی وقت درست ہوگیا۔ حتی کہ ہمدرین ساعت اسی درست شدہ ہاتھ سے

میرے ساتھ مصافحہ کیا۔ حضرت خضرؑ کی جب حضرت عثمان صریفین قدس سرہ کو زیارت حاصل ہوئی۔ تو حضرت غوث صمدانیؒ کا تذکرہ آیا۔ خضرؑ فرمانے لگے۔ یا عثمان عبدالقادر سید العارفین قبلۃ الواقدین۔ فی ہذا الوقت فعلیک بلازمۃ خدمتہ وتعظیم حرمتہ۔

شیخ عبدالحق دہلوی شرح فتوح الغیب کے مقالہ بست وششم مین لکھتے ہین۔ کہ ظہور کرامات وخوارق عادات از حضرت (غوث صمدانی) وے چنان وچندان بود کہ از اولیاء دیگر نبود۔ پیوستہ بے فتور ظہور میکرد۔ چنانکہ امام عبداللہ یافعی گفتہ۔ کہ کرامت مشہورۃ بلغت حد التواتر ومعلومۃ بالاتفاق ما بلغ من احد من شیوخ الآفاق درآوردہ اند کہ بود کرامات آنحضرت مانند عقدہائے مروارید بہم آمدہ وظاہر میگشت کرامات گاہے ازوی وگاہی باوے ودر ہر ساعت وہر لمحہ انواع کرامات والوان برکات منظور وملحوظ میگشت کہ بیرون از حد حصر واحصار بود۔ ؎

رخ نگار مرا ہر زمان دگر رنگ است	بزیر خم سر زلفش ہزار نیرنگ است

نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب تقصار مین کہ عبدالقادر جیلانیؒ قدس سرہ شہرت او بے نیاز میکند از ذکر۔ یافعی گفتہ کراماتہ خارجۃ عن الحصر وقد تواترت او قربت من التواتر از جانب پدر حسنی وا ز جانب مادر حسینی است۔

خلاصۃ الکلام یہ ہے۔ کہ حضرت غوث صمدانی اس علو مکانی کے معراج پر پہونچے۔ کہ کوئی کام بلا مشورہ و اجازت سرور عالم نہ کرتے۔ بلکہ فنا فی الرسول کے مرتبہ مین یہانتک کمال کیا۔ کہ آخر ہمرنگ وہم صفات نبوی فائز ہوئے۔ نہ نبیؐ کبھی بدن پہ بیٹھتی۔ پائخانہ زمین نگل لیتی۔ عرق معطر ہوا۔ خود فرمایا ہی۔ کہ ہذا وجود جدی محمدؐ لا وجود عبدالقادر۔ پہر یہ بھی فرمایا۔ کہ خضنا بحر الم یقف علے ساحلہ الانبیا یعنے فنینا

لہ یواقیت مین محی الدین بن عربی سے نقل کیا ہے۔ کہ وقد کان الشیخ عبدالقادر الجیلی یقول اوتی الانبیاء اسم النبوۃ واوتینا اللقب ای حجر علینا اسم النبوۃ مع ان الحق تعالی یخبرنا فی سرائرنا بمعانی کلامہ وکلام رسولہ ویسمی صاحب ہذا المقام فی انبیاء الاولیاء فخرب من قال بعد ختم النبیین انا نبی ورسول اما عیسی کان موصوف النبوۃ قبل ظہور خاتم النبیین و بعدہ ۱۲۔

انی النبی الامی الذی ہو کالبحر فی السخا- اخیر مین بات بات پر ظہور کرامات تھا- وعظ مین خضرؑ کو یون فرماتے- کہ قف یا اسرائیلی اسمع کلامی- کسی وقت علم مین اپنی کرامت خود یون بیان فرماتے ہین- واعلم نبات الارض کم ہو نبات داعلم رمل الارض کم ہو رملۃ-

اخبار الاخیار مین لکھاہے- کہ غوث صمدانی رہ جمیع علوم مین تمام علما پر سبقت لے گئے- بمرتبہ قطبیت کبرٰی وولایت عظمٰی مخصوص ہوئے- آپ قطب الوقت سلطان الوجود- امام العارفین تھے- شیخ شہاب الدین سہروردیؒ حضرت غوث صمدانی رہ کو سلطان الطریق متصرف نے الوجود فرماتے تھے- اور یہی فرماتے- کرامات آپ کی مبسوط ہین- حضرت عبداللہ یافعی غوث صمدانی کی حد تواتر کو پہنچا ہوا کہتے تھے- اس بات کے بھی مقر تھے- کہ کسی شیخ کی اتنی کرامات نہین- ظاہر و باطن مین تصرف کرنا- دیکھو نفحات جامی- شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ باب الکرامت مین لکھاہے- کہ کرامات غوث صمدانی رہ مانند رشتہ مروارید بود کہ در پئے یکدیگر می آمدند- جن وانس محکوم تھے- اطلاع ضمائر اور اظہار اسرار کی کرامتین- اور اسی طرح اقامت احیا- طی زمان و مکان و سیر براب کرامتین آپ کی مشہور ہین- نواب سید صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد بھی آپ کی قطبیت وحکومت ثقلین کو تسلیم کرتے ہین- مقالات الاحسان کے صفہ ۱۱۱ مین لکھاہے- کہ فتہ[۱] ان حضرت شیخ رضی اللہ عنہ بحکم قطبیت عظمٰے ظواہر و بواطن انس[۲] وجن پر جاری و ساری تہا- جواہر القلائد وغیرہ نے لکھاہے- غوث الاعظم سے مراد کتب قوم مین سید عبدالقادر جیلانی ہوتے ہین- یہ بھی معلوم ہوگا کہ امام اعظمؒ سے مراد فقہ مین امام ابوحنیفہ ہوتے ہین- بعضے معاصرین کم علم دوسرون پر بھی غوث

[۱] حیوۃ الحیوان مین عجیب حکایت لکھی ہے- کہ بفرمان حضرت غوث صمدانی لڑکی منصوبہ کو جن کے سرکش جن نے چھوڑ دیا صفہ ۱۹۴

[۲] حیوۃ الحیوان مین لکھاہے کہ اگر غوث صمدانی اپنی نشستگاہ سے سرکش جنون کی طرف نظر کرین اور وہ اقصائے فارس مین ہون- تو بھی بغرض ان بیبہ پر لکھاہے- قطب وقت کی حشمت اور شوکت- سے ڈر ہوا کرتی ہے [illegible]

الاعظم کا اطلاق کرتے ہین۔ یہ انکی خیانت ہے۔ اگر آپ کی کرامتین کوئی شخص دیکھنا چاہے۔ اور کتب اُسے دستیاب نہ ہون۔ تو اُسے رسالہ تفریح الخاطر جو صرف ۵ر کو ہر شہر مین ملسکتا ہے۔ اُسے خرید کر کے بطور نمونہ مشتے از خروار دیکھہ سکتا ہے۔ یہ رسالہ مطبوعہ مصر ہے۔ جو بہجہ سے ماخوذ ہے۔ اس مین ایک کرامت یہ ہے۔ کہ آپ کی ایک مریدنی جپر ایک فاسق بدکار ریتلا ہوا تہا۔ کہ کسی طرح اس کی عفت اور عصمت کو خاک مین ملادے ایک دن پہاڑ کے قریب اُسے موقع مل گیا۔ اور چاہا کہ اسکی عصمت دری کرے۔ وہ بیچاری وہان کچھہ نہ کرسکتی تہی۔ نہایت درد کے ساتھ اُس نے پکارا یاغوث الثقلین یاسیدی عبدالقادر لکہا ہی۔ کہ اسوقت آپ قبقاب پاؤن مین پہنکر وضو کررہے تھے۔ قبقاب پاؤن سے نکال کر اسی طرف پہینکدی۔ پس وہ دونون چڑیان اُڑ گئین۔ اور اس فاسق کے سرپہ جاکر دو چار ضربات رسیدکین۔ کہ قبل الوصول اس کا کام تمام ہوگیا۔ اور وہ عورت پاک دامنی کے ساتھ چہوٹ گئی۔ کوئی بدمذہب اسپر یہ نہ کہدے کہ یاغوث الثقلین کہنا نداغیراللہ ہے۔ جائز نہین۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اعینونی یاعباد اللّٰہ کو حصن حصین اور اُس کی شرح حرز ثمین مین دیکھکر اعتراض کرے ورنہ مُنہ کی کہائیگا۔

محبوب سبحانی

حضرت غوث صمدانی کے محی الدین لقب ہونیکا باعث

مولانا جامی نے نفحات الانس مین بذکر شیخ ابو عمر لکہا ہے۔ کہ معصرون نے حضرت غوث صمدانی سے دریافت کیا۔ کہ آپ کے محی الدین لقب ہونے کا کیا سبب ہوا آپ نے فرمایا۔ کہ جمعہ کے دن ننگے پاؤن مین سیر و سیاحت سے فارغ ہوکر بغداد آرہا تھا۔ کہ رستہ مین ایک بیمار متغیر اللون۔ نحیف البدن پر گذرا۔ اُس نے مجھے کہا۔ السّلام علیک یا عبدالقادر۔ مین نے جواب سلام دیا۔ اس نے مجھے اپنے قریب

بلایا۔ اور کہا۔ کہ مجھے پکڑ کر بٹھلا دے۔ مین نے پکڑ بٹھلایا۔ میرے صرف آتنا کرنے سے اُس کا بدن تازہ ہو گیا۔ اور صورت دلپذیر ہو گئی۔ اور رنگ شفاف ہو گیا۔ پھر مجھے کہا مجھے پہچانتا ہے۔ مین نے لا کہا۔ کہا مین دین اسلام ہون۔ میری یہی حالت ہو گئی تھی۔ جو بطور مردہ تونے اول دیکھی۔ خدا تعالےٰ نے مجھے بوسیلت آپکے زندہ کیا۔ آپ محی الدین ہین۔ غوث صمدانی فرماتے ہین۔ کہ مین پھر جامع مسجد جا رہا تھا کہ یکایک ایک بزرگ نے پاپوش میرے پاؤن کے سامنے رکھا۔ اور کہا یا شیخ محی الدین نماز تیار تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوا۔ تو لوگ گرد اگرد سے مجھپر ٹوٹ پڑے اور میرے ہاتھ پاؤن چوم چوم کر یا شیخ محی الدین کہتے تھے۔ باین سبب آپ کا لقب محی الدین ہوا۔ غوث صمدانی رح خود فرماتے ہین۔ کہ قبل ازین مجھے کبھی کسی نے محی الدین نہین کہا۔ حضرت غوث صمدانی خود اپنا بیان فرماتے ہین۔ ~

نمن فی رجال اللہ نال مکانتی	وجدی رسول اللہ فی الاصل ربانی
انا قادری الوقت قادری	اکنی بمحی الدین والاصل گیلانی

شیخ الہند محدث دہلوی نے کتاب تحصیل التعرف مین لکھا ہے۔ کہ محبوب سبحانی رح اگرچہ اعلم الناس بالشعر تھے۔ لیکن شعر بہت کم کہتے۔ جو قصاید آپ کی طرف منسوب کیے جاتے ہین۔ ان مین بعض شعر آپکے ہونگے۔ ورنہ بعض ان کے فقرا نے انہین کی زبان پر لکھے ہین۔ پھر یہ بھی لکھتا ہے۔ کہ دیوان علیؑ کی بھی یہی کیفیت ہے۔ لم یصح نسبتہا الیہ کلا بل فیہ بعض من کلامہ الاقدس کما قیل ۱۲

- دیوان علی
- دیوان غوث اعظم
- دیوان شہباز قلندر
- دیوان اجمیری وغیرہ سارے منسوب ہیں، مستند نہیں۔

حلِ مشکلات کے لئے

حضرت غوث صمدانی کی صلوٰۃ الغوث

چونکہ اس صلوٰۃ کی نسبت بعضے بدنہبان اقسام وانواع کی ہذیانات اور شبہات پیش کیا کرتے ہین۔ چنانچہ ہمارے اس زمانہ مین ہی آگ کہائے ہوئے کسی بعلم کو ڑمغز بدباطن نے ایک رسالہ بنام نہاد صلوٰۃ غوثیہ چھپواکر شایع کیا ہے۔ اور اس مین حسب مقولہ الاناء یترشح بما فیہ۔ اس صلوٰۃ غوثیہ اور اسکے پڑھنے والون پر وہ انگار اُگلے ہین۔ کہ خدا کی پناہ۔ اسلئے ہم اس کو ذرا تفصیل کے ساتھ لکھتے ہین۔

بہجۃ الاسرار۔ شیخ نورالدین لخمی متوفی سنہ ۶۴۴ھ زبدۃ الاسرار شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ نزہتہ الخاطر علامہ قاری وغیرہم فی غیرہا باالاتفاق لکھتے ہین۔ کہ حضرت غوث صمدانی مفتی الکونین غوث الثقلین نے اس نماز کے پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ ہم صرف علی قاریؒ کی عبارت پیش کرتے ہین۔ لکھتے ہین۔ کہ حضرت غوث صمدانی نے فرمایا۔ من صلے رکعتین یقرأ فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احد عشر مرۃ ثم یصلے ویسلم علے رسول اللہ بعد السلام احدے عشر مرۃ ثم یخطو الی جھۃ العراق احدے عشر مرۃ ویذکر اسمے فانھا تقضے باذن اللہ۔ وقد جرب مرارا فصح کذا فی البھالیہ۔ یعنی جو شخص دو رکعتین پڑھے بایں طور کہ ہر رکعت مین بعد الفاتحہ سورہ اخلاص گیارہ گیارہ بار پڑھے۔ اور بعد سلام گیارہ دفعہ درود شریف پڑھے۔ پہر میرا نام لیتا ہوا۔ عراق کیطرف گیارہ خطوات چلے۔ اللہ تعالےٰ کے اذن سے اسکی حاجت پوری ہو جائے گی اور اس کا تجربہ بارہا ہو چکا ہے۔ اور صحیح پایا گیا ہے۔ وقد جرب ذالک مرارا فصح ۱۲

معترضین کے اعتراضات

(۱) صلوۃ الغوث کہنا درست نہیں۔ کیونکہ سب نمازیں خدا کی ہیں۔ واہ رے بہادر! دور کی سوجھی۔ صلوۃ النبیؐ۔ صلوۃ الاوابین صلوۃ الجنازہ وغیرہ۔ ان سب پر تو تو نے پانی پھیر دیا ہے۔ اور اپنے خالص مخلص جاہل ہونیکا پورا ثبوت دیا ہے علیہ ما استحقہ۔

(۲) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کہنا شرک ہے کفر ہے اس اعتراض میں منکرین دو اعتراض کیا کرتے ہیں۔ ایک ندا پر دوسرا شیئاً للہ پر۔ ہم اسکے جواب میں صرف بعض معترض مختصر طور پر ذکر کر دیتے ہیں۔ کہ اعمال میں ملحوظ خاطر یہ ہوتا ہے۔ کہ کاملین کا فرمودہ یہی ویسا کرنا چاہیے۔ اور نام کی برکت یہی ہے محدثین نے تصریح کی۔ کہ جس حدیث کا اسناد اہلبیت علیہم السلام سے مزین ہے اگر صرف وہی اسناد مجنون پر پڑھا جائے۔ تو وہ ہشیار ہو جائے۔ زبدۃ العارفین خواجہ معین الحق والدین قدس سرہ گنج الاسرار میں بر سبیل تلقین وارشاد فرماتے ہیں۔ کہ چون طالب قرب الٰہی جل جلالہ ذکر جہر یا خفیہ آغاز و باید۔ کہ بصدق دل دہ کرہ کلمہ تشہد و دہ مرتبہ درود محمود بر آں مقصد و مقصود واجب الوجود وہ دفعہ نام نامی سرور اصفیاء علی المرتضےٰ گفتہ متوجہ با ذکر و فکر گردد زیرا کہ سر حلقۂ اولیاء بعد از خاتم الانبیاء علیہم السلام اوست واگر سالک طریق طریقت متابعت مرتضےٰ در راہ حقیقت بدل وجان استقامت ندارد واگرچہ در علوم علامہ روزگار گشتہ ہزار سال در ریاضت ومجاہدہ نماید بلاشک وارتیاب مشام جانش از شمائم معرفت لاریبی و دیدۂ عمدیدۂ دلش از مشاہد شواہد غیبی محروم ومہجور ماند انتہے۔

مولوی پیر علیشاہ پشاوری رسالہ قل شیئاً للہ میں شیئاً للہ کی تحقیق انیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ قال مولانا شاہ ولی اللہ فی الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ (فی غیر نکیر) بعض اصحاب قادریہ برائے حصول مہمات ختم باین طور می کنند

اول دو رکعت نفل می خوانند بعد ازان یکصد و یازده بار درود میخوانند بعد ازان یکصد و یازده بار کلمہ تمجید و یازده بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی و یک مرتبہ سورۂ یٰسین واز خدا تعالیٰ طلب حاجات می خواہند انتہیٰ۔ وقال مولانا محمد ان الغوث المدراسی فی انهار المفاخر فی مناقب شیخ عبدالقادر رح یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ نیز از دعوات عظیمہ و اسرار فخیمہ است و در قضائے حوائج از مجربات و معمولات شیوخ سلسلۂ قادریہ است انتہیٰ۔ اگر کوئی شخص یا نار کونی برداً وسلاماً علےٰ ابراہیم یا یا ماں ابن لی صرحا اور تیس یاایہا المزمل کا عمل کسی کامل کے تبلانے پر کسی حاجت کے وقت کیا کرے تو کیا یہ ہوسکتا ہے۔ کہ اس کو مشرک اور کافر قرار دیا جائے۔ حدیث مذکورہ میں یا محمد کے کہنے کی تصریح ہے۔ اور یہ عمل بعد وفات النبیؐ بھی ہوتا رہا۔ کمافی شرح الحصن۔

سید صدیق حسن ڈبل غیر مقلد نے تو اعمال مین ناک کے خون اور ماء النازل کو بھی ندا کرنیکا حکم دیا ہے۔ کف ایہا الرعاف۔ امسک ایہا الماء النازل دیکھو وارد دوا کا صفحہ ۱۴۳ وغیرہ۔ دیوان نفح الطیب مین تو وہابیون کا ستیاناس کر دیا ہے۔ کہ شوکانی کو ندا بھی کی ہے۔ اور امداد بھی طلب کی ہے۔ لکھتے ہین۔ سہ

زمرۂ رائے بیفتاد بار رباب سنن   شیخ سنت مددی قاضی شوکان مددی

مولوی عبدالحی نے تذکرۃ الراشد مین لکھا ہے۔ کہ یہ وہابی بھی عجب عقل کے اندھے ہین۔ کہ شیخ الجن والانس حضرت غوث صمدانی سے تو استغاثہ جائز نہ ہو۔ اور شوکانی سے منہ پھاڑ پھاڑ کر استغاثہ کرین۔ حالانکہ علماء وصلحاء یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ جزا کرتے چلے آئے ہین۔ اور نثراً و نظماً تصریح کرتے آئے ہین۔ (اور شوکانی بیچارے تو خود منکرین سے تھے۔ نہ صاحب حال مفت مین اُسے کوسا جاتا ہے) اس سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ فتاوی عبدالحی مین جو فتوے اس عمل کی بابت لکھا ہے۔ وہ مدسوس ہے۔ باقی رہا جاہلانہ طریق۔ کہ وہ اسے مداری کی کھیل یا مستقل غیب دان یا بالذات متصرف حضرت غوث صمدانی کو سمجھا اگر ہے تو وہ خارج از بحث ہے۔ علماء ایسے جاہلون کو منع کرتے آئے ہین۔ اور عدم جواز کہتے آئے ہین۔ قاضی

ثناء اللہ نے اسی لئے جاہلون کے طریق سے ناجواز کا فتوٰے دیا ہے۔ اور بلفظ جہال اس مین لکھدیا ہے۔ باقی رہے ندا کے اقسام اور اسکے عجائبات وہ کتب صوفیہ مین مندرج ہین۔ اور مبحوث عنہ ندا کے لئے دیکھو وسیلہ جلیلہ اور مقامات دستگیر یہ وغیرہ شیئاً للہ۔ اسپر بھی زور دیا جاتا ہے۔ کہ ایسا کہنا کفر ہے۔ درمختار مین شیئاً للہ کہنا کفر لکھا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ؎ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است۔
کسی متدین نے اس کو مطلقا کفر نہین کہا۔ اور نہ کفر ہو سکتا ہے۔ درمختار مین قیل یکفر بصیغۃ تمریض لکھا ہے۔ شامی رحمۃ اللہ نے اسکی وجہ بھی بتلادی ہے کہ کفر یون ہو سکتا ہے۔ کہ اگر شیئاً للہ کا یہ معنے سمجھا جائے۔ کہ کوئی چیز اللہ کے لئے دو کہ اللہ محتاج ہو گیا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ کہ مسافر محتاج کے لئے کہانا دو۔ کہ وہ بھوکا ہے۔ حاشا للہ۔

فتاوٰے خیریہ مین محقق فقہائے حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ وجہ کفریت شیئاً للہ مین یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو محتاج سمجھکر کوئی چیز اسکے لئے طلب کیجائے۔ پھر لکھتے ہین۔ کہ ہذا لایختلج فی خاطر احد۔ یعنی یہ تو کسی کے دل مین گذرہی نہین سکتا۔ پس کفر یعنی چہ۔ اسی لئے پھر لکھدیا ہے۔ لایجوز الاعتراض بما فی قید الفرائد و نظم الفرائد و من قال شیئاً للہ ۔ یکفر ولا وجہ لذالك۔

مولانا جامی نفحات مین فرماتے ہین کہ خواجہ بہاء الدین نقشبند کی وصیت تھی۔ کہ میرے جنازہ کے آگے یہ شعر پڑھتے چلین ؎

مفلسانیم آمدہ در کوے تو ۔ شیئاً للہ از جمال روے تو

اس کا دوسرا شعر یہ ہے۔ ؎

دست بکشا جانب زنبیل ما ۔ آفرین بردست و بربازوے تو

یہ بھی یاد رہے۔ کہ کفر و اسلام دونون نقیضین ہین۔ نہ مجتمع ہوتی ہین۔ نہ مرتفع۔ پس جب کفر منتفی ہوا۔ تو اسلام ہی اسلام رہا۔ شاہ کلیم آبادی چشتی نسخہ عمل کلیمی مین یا عبدالقادر شیئاً للہ ایک سو گیارہ بار باقاعدہ کہنا حل مشکلات کے

لئے نافع لکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ کی انتباہ میں بھی اس جملہ کا کشف قبور کے لئے عمل تبلایا
ہے۔ **اعتراض (۳)** یہ نماز بتقرب غوث صمدانی پڑھی جاتی ہے۔ پس باطل ہے
اسکا جواب یہ ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ تفریح الخاطر مین اس صلوۃ غوثیہ کی کیفیت
پورے طور پر بیان کی ہے۔ اور اس کی نیت بایں الفاظ بیان کی ہے۔ کہ۔ نویت ان
اصلی رکعتین صلوۃ الاسرار تقربا الی اللہ تعالی انقطاعا عن غیرہ الی جھۃ الکعبۃ
الشریفۃ اللہ اکبر۔ یعنی نیت کی مین نے۔ کہ دو رکعتین نماز اسرار کی پڑھتا ہون
جسکے پڑھنے سے تقرب الی اللہ اور انقطاع غیر اللہ مقصود ہے۔ فبہت المعاند۔
اعتراض (۴) عراق کی طرف چلنا عبادت ہے۔ اور یہ حرام ہے۔ افسوس آتا ہے۔
کہ ایسا بدفہم آدمی بھی اگر اپنے آپ کو انسان سمجھے۔ تو بوزینہ کو انسان کیونکر نہ کہا
جائے۔ سہ آنچہ انسان می کند بوزینہ ہم۔ ارے میان بھلامانس۔ کیا چلنا پھرنا بھی
عبادت ہے۔ ذرا یہ بھی تو کہدیا ہوتا۔ کہ اگر عبادت ہے تو ہے کس کی۔ عراق کی یا اور
کسی کی۔ اگر عراق کی ہے کیونکہ اسی کی طرف چلا تو پھر لازم آویگا۔ کہ قبرستان کیطرف
چلنا قبرونکی عبادت۔ کعبہ کیطرف چلنا کعبہ کی عبادت ہو۔ حجر اسود کو بوسہ لینے کے لئے
اسکی طرف چلنا حجر اسود کی عبادت۔ وقس علے ہذا فتندم۔ حضرت مولانا مولوی محمد محفوظ
صاحب اپنے رسالہ ضرب الاقدام مین لکھتے ہین۔ اعلم ان الضرب المذکور (دیکھو صفحہ ۹۹
دستگیریہ قادریہ علیہ) مشتمل علے ثلاثۃ اشیاء اصل المشی خصوصیۃ للمشی خصوصیۃ العدد
المروی اعنی احد عشر خطوۃ وکل منہا لیس باثم ولا بل عنہ مردودۃ ولا کفر الخ۔
یعنی ضرب الاقدام تین چیزون پر مشتمل ہے۔ ایک صرف چلنا۔ دوسرا خصوصیت رفتار
تیسرا چلنے مین خاص ۱۱ کے عدد کی خصوصیت ان مین سے کوئی بھی ایسا نہین۔ جسے
گناہ یا بدعت سیئہ یا کفر کہہ سکین۔ علاوہ بران مولانا علی محمد ملتانی نے اس
مین ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس مین قبلۃ العارفین عمدۃ التابعین۔ سند المجتہدین
امام اعظم رہ کا طریق زیارت فتاوی عقاید المقتدی سے امام ابو یوسف وکیعی کی
روایت سے نقل کیا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ۔ حضرت امام جعفر صادق کی ضریح اقدس

کی زیارت کیا کرتے۔ اور دروازہ کے آگے جھاڑو بھی دیتے۔ اور مجاورین کو کچھ دیتے ہی۔ اور امور مطلوبہ مین ضریح اقدس پر کھڑے ہوکر اُن سے استعانت کی التجا بھی کرتے۔ اگر مرض لاحق ہوجاتا۔ تو ۹ یا ۷ یا ۱۱ قدم روضہ کی طرف چلکر کھڑے ہوجاتے۔ اور یون فرماتے۔ یا ابن رسول اللہ انی معذور فان عافانی اللہ فازور او فیقرء الفاتحۃ علے روحہ ویرجع بمکانہ۔ اے فرزند رسول۔ مین معذور ہون۔ اگر مجھے اللہ تعالی نے شفادی تو زیارت کے شرف سے شرفیاب ہونگا۔ پھر حضرت روح پر فتوح پر فاتحہ پڑھکر واپس ہوتے۔ اسی رسالہ مین یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ۱۰۳۰ھ عراق۔ بخارا مصر۔ سمرقند۔ بلخ کے علماء سے استفتاء ہوا تھا۔ کہ صلوۃ الخطوات الے العراق۔ جو بنقل ثقات حسب فرمودہ حضرت پیران پیر غوث الثقلین قدس سرہ ثابت اور متعارف ہے۔ جو شخص اس نماز کے پڑھنے والے کو کافر یا مرتکب الکبیرہ کہے۔ اسکا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔ جواب دیا گیا۔ کہ جو شخص بوجہ پڑھنے اسی نماز کے نمازی کو کافر یا مرتکب الکبیرہ کہے۔ یا اسکے پڑھنے سے مانع ہو۔ وہ تعزیر دیا جائے۔ اور جب تک تائب نہ ہو۔ قید کیا جائے۔ اور تجدید نکاح بھی اسے لازم ہے۔ کتبہ محمد بن احمد۔ محمد بن احمد اسروسی۔ نظام الدین بن برہان الدین۔ محمد بن علی البخاری شارح۔ حسین بن محمد۔ احمد بن علی۔ انتہی مختصراً۔ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نزھۃ مین صلوۃ الغوث کے بارے مین لکھتے ہین کہ وقد جرب مرارا۔ یعنی حل مشکلات کے لئے اس کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی انتباہ مین حل مہمات کے لئے بعض اصحاب طریقہ قادریہ کا ذکر کیا ہے۔ مولوی عبد الحی نے تذکرۃ الراشد مین علماء کا ذکر کیا ہے کہ وہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ کا وظیفہ جائز سمجھتے ہین۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے صلوۃ الاسرار نامی ایک خاص رسالہ اس نماز کی تشریح مین لکھا ہے۔ اس مین یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اکبر بادشاہ کے عہد مین ایک شخص نے اس نماز کی ممانعت پر جرأت کی۔ علماء نے اسکو ایسا ذلیل کیا کہ اپنا منہ لے کر رہگیا اور اکبر بادشاہ سے معاتب ہوا۔ ہمارے زمانہ مین بھی خاص ملتان مین ایک شخص

ہو حکما مخبوط الحواس ہے۔ اس صلوۃ الغوث کا انکار کرکے قابل پھٹکار اور مطرود ہو چکا ہے۔ ہداہ اللہ

قبول ہدیہ معاملات باملوک وغیرہ

محبوب سبحانی حضرت غوث صمدانی کی مزاج مین استغنا کوٹ کوٹ کر بھرا تہا غریب و امیر کی پرواہ تک نہوتی۔ قبول ہدایا مین احتیاط بدرجہ کمال استعمال مین لاتے۔ تعظیم ملوک سے بہی پہلوتہی فرماتے۔ کبہی ملوک وقت کو خط لکہنے کا موقعہ آجاتا تو سادے معمولی الفاظون مین خطاب فرماتے۔ ہدایا مشکوک مال کے اگر پیش ہوتے گو بادشاہ وقت پیش کنندہ ہو۔ تاہم قبول نفرماتے۔ اگر وہ مصر ہوتا۔ تو اسپر ایسی حجت قایم کرتے۔ کہ جس سے حق گوئی اور حق نمائی دونو جلوہ آرا ہون نواب صدیق حسن خان محدث غیر مقلد اپنے مقالات الاحسان کے صفحہ ۱۱۱ مین لکہتے ہین۔ فرمان حضرت شیخ رضی اللہ عنہ بحکم قطبیت عظمیٰ ظواہر و بواطن انس و جن پر جاری و ساری و طاری تہا۔ سب کے سب آپکے سطوت و جلالت حال کے منقاد و مسخر و فانی و مضمحل تھے۔ سارے اولیاء وقت اپنے رقاب ربقہ اطاعت و تسلیم مین رکہتے تھے۔ خلفاء و امراء راہ اعتقاد و انقیاد پر چلتے تھے۔ کبہی بعض خلفاء عباسیہ بقصد ملازمت آتے۔ اور دخل نہ پاتے۔ کبہی کسی خلیفہ کو لکہتے عبد القادر یا مرک بکذا او امرہ نافذ علیک۔ ایک بار خلیفہ مستنجد باللہ جسکے زمانہ دولت مین وفات شریف واقع ہوئی۔ ملازمت مین آیا۔ اور کسی قدر بدرہائے زر بطور ہدیہ کے لایا۔ فرمایا اگر تم کو عزت انتساب کیطرف بیت رسالت کے نہ ہوتی۔ تو مین ان بدرہائے زر پر ہاتھ رکہتا۔ اور لوگون کا خون جسکا مظلمہ ان اموال پر ہے۔ باہر نکلتا اور رباب [illegible] بہکر جاتا انتہےٰ۔

اسی طرح لکہا ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح فتوح الغیب صفحہ ۱۵۸ مین ہے۔ قلائد الجواہر مین لکہا ہے۔ ہدایا آتے۔ لیکن خود ہاتھ نہ لگاتے خدام

باورچی وزرہ فرش کو اُٹھا کر دے دیتے۔ بادشاہِ وقت سے خلعت ہر ماہ آتی۔ لیکن اکثر اوقات ابو الفتح طحان (آٹا پیسنے والے) کو عطا فرماتے۔ خود کبھی نہین پہنی جاتے۔ اگر کوئی چیز غیر نقدی ہدیتاً پیش ہوتی تو حاضرین پر تقسیم فرماتے۔ یہ ہی عادت شریفہ تھی۔ کہ ہدیہ کنندگان کی مکافات ہی فرماتے۔ اپنے لئے چار چپاتیان روزانہ پکواتے۔ جو بے شک و بے شبہ مال کی ہوتین جس مین سے تبرک حاضرین پر بھی بانٹا جاتا۔ (بحر اسرائر)

مہمان نوازی کی کوئی حد نہ تھی۔ باورچیخانہ ہر وقت گرم رہتا۔ بعض موقع پر کثرت مہمانان کی وجہ سے اڑہائی سو دینار کی اوچاپت ہو جاتی۔ (بحر السرائر)

یہ ہی عادت شریفہ تھی۔ کہ دنیا دارون کی بوجہ دنیا داری تعظیم نہ کرتے۔ اگر خلیفہ وقت یا وزیر حاضر خدمت ہونا چاہتا تو اندر تشریف لیجاتے۔ جب وہ مردانے مین بیٹھ لیتے۔ تب جلوہ افروز ہوتے۔ نصائح سے انہین فیضیاب کرتے۔ بہت کم ایسا موقعہ ہوا۔ کہ آپ کسی امیر یا حاکم وقت کے پاس گئے ہون اور ان کے فرش فروش پر قدم رکھا ہو۔ ہمنشینی با ملوک پسند نہ فرماتے۔ بحر السرائر۔

سلطان سنجر کا عریضہ جسے مسٹر طامس نے مفتاح التاریخ مین نقل کیا ہے وہ ہم وفات کی سرخی مین نقل کرینگے۔

مختصر تذکرہ وفات حضرت غوث صمدانی رضی اللہ عنہ

صدیق حسن خان محدث غیر مقلد نے مقالات الاحسان کے خاتمے مین آپ کا سن وفات مع مختصر سوانح عمری لکھا ہے۔ جسے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہین غوث صمدانی کی کمال شہرت مغنی عن الذکر ہے۔ اسواسطے ان کا ترجمہ ہی نہین لکھا اس جگہ اطلاع دینا تاریخ ولادت و وفات پر کفایت کرتا ہے۔ ولادت شریف رضی اللہ عنہ سنہ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ مین ہوئی تھی۔ اور ۳۳ سال تک درس و افتا کا

کام کیا۔ اور چالیس سال تک مشغول ارشاد طالبین و سالکین رہے۔ بعمر نود سال ۵۶۱ھ میں بجوار رحمت الٰہی رحلت فرما ہوئے۔ بڑے مفسر و محدث اور عالم مذاہب اصولاً و فروعاً و خلافاً تھے۔ چنانچہ غنیۃ الطالبین اس کی شاہد حال ہے۔ حتی فاق الکل فی الکل وصار مرجع الجمیع فی الجمیع۔ حلیہ شریف کے بیان میں لکھا ہے۔ کہ لاغر بدن۔ میانہ قد۔ عریض الصدر۔ عریض اللحیہ۔ طویل المحاسن گندم گون۔ پیوستہ ابرو بلند آواز۔ نیکو روش۔ گرامی قدر تھے۔ بات ذرا جلد کرتے۔ اور جلا کر کرتے۔ جس سے دل میں سامع کے رغبت و رہبت پیدا ہوتی۔ عجب بات یہ تھی۔ کہ آواز کے سننے میں مردم نزدیک و دور سب برابر تھے۔ اور قرب و بعد مکان مجلس سے کوئی تفاوت ظاہر نہ ہوتا تھا۔ اور وقت تکلم کے بجز سکوت کے کسی کو گنجائش دم مارنے کی نہ ہوتی۔ اور جب کچھ حکم کرتے۔ تو سوا بجا آوری کچھ نہ بنتا۔ جس کی نظر جمال باکمال پر پڑتی۔ وہ کیسا ہی سخت طبع سنگدل ہوتا خاشع و خاضع ہو جاتا۔ الی غیر ذالک من الاحوال العالیۃ والمقامات الشریفۃ التی لا تکاد تصفہا العبائر و تبدیہا الضمائر۔ یہ کچھ آپ کا ترجمہ نہیں ہوا۔ کیونکہ واسطے تمام ترجمہ حالات کے ایک دفتر گران وزن درکار ہے۔ بلکہ یہ حرفے از کتاب و پرتوے از آفتاب ہے انتہے۔

فتوح الغیب کے اخیر مقالوں میں۔ اور اسی طرح بہجۃ الاسرار و تکملہ روض الریاحین و روضۃ الناظر مؤلفہ شیخ مجد الدین صاحب قاموس وغیرہ میں آپ کے کلمات طیبات و وصایا مندرج ہیں۔ کما فی شرح الفتوح۔

شیخ دہلوی تکملہ میں فرماتے ہیں۔ کہ اخیر میں جب مرض کا اشتداد ہوا۔ تو صاحبزادہ حضرت عبد الوہاب نے عرض کی۔ کہ وصیت فرمائیے۔ جسپر عملدرآمد ہمارا شاد ہوا۔ کہ علیک بتقوی اللہ ولا تخف احدا سوی اللہ و لا ترج احدا سوی اللہ وکل الحوائج الی اللہ ولا تعتمد الا الیہ واطلبہا جمیعا منہ ولا تثق باحد

غیر اللہ التوحید التوحید اجماع الکل پہر تمام اولاد موجود تھی۔ انکو فرمایا۔ کہ تم سب اسوقت چلے جاؤ۔ کیونکہ ارواح مقربین وملائکہ معصومین اسوقت بکثرت آ رہے ہین۔ ان کے لئے توسع کرنی چاہئے۔ پہر انکے ساتھ سلام علیک اور ترحیب تبریک مین مشغول ہوئے۔ لوگ جوق درجوق عیادت وزیارت کو آتے۔ بڑا جمگھٹا ہو گیا فرمانے لگے۔ میرے اور تم سب کے درمیان آسمان وزمین کا فرق ہے۔ فلا تقیسونی باحد ولا تقیسوا علی احدا۔ اسکے بعد صاحبزادہ عبد العزیز نے چگونگی مزاج کا سوال کیا۔ فرمایا ایسے کیا سوال ہین۔ انا اتقلب فی علم اللہ۔ یعنی مین اللہ کے علم مین مراتب علیا ومقامات جنمین تقلب کر رہا ہون۔ پہر صاحبزادہ عبد الجبار نے بدن کے دردون کی نسبت استفسار کیا۔ توجواب مین فرمایا۔ کہ میرا تمام بدن دکھتا ہے۔ لیکن دل مین کوئی درد اور بیماری نہین۔ ہو صحیح مع اللہ۔ پہر عزرائیل حاضر ہو گئے۔ آپ نے مشاہدہ کرتے ہی فرمایا۔ استعنت بلا آلہ الا اللہ سبحانہ وتعالےٰ والحی الذی لا یخشٰی الفوت۔ سبحان من عزز بالقدرۃ وقہر العباد بالموت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ صاحبزادہ حضرت موسیٰ فرماتے ہین۔ کہ ان کلمات کے پڑہتے وقت آپ بالکل کمزور تھے۔ یہانتک کہ کلمہ عزز کو پورے طور پر زبان دُرفشان سے ادا نہ کرسکے۔ پہر اخیر مین فرمایا۔ اللہ اللہ اللہ پہر آواز مخفی ہو گئی۔ اور زبان بام حلق سے چمٹ گئی۔ اور روح مبارک پرواز کر گئی رضوان اللہ علیہ واعاد علینا من برکاتہ وختم لنا بخیر انہٗ مختفیا۔

بہجۃ الاسرار اور بحر السرائر وغیرہ مین لکھا ہے۔ کہ اخیر وقت مین ملائکہ مقربین و ارواح صالحین بہی حاضر ہوئے۔ اور شہور معظمہ مانند ماہ رمضان وشعبان وغیرہ ممثل ہوکر سلام ووداع کرنیکو باذون من اللہ ہو کر زیارت کو آئے۔ اور اس طرح سلام ادا کیا۔ السلام علیک یا ولی اللہ ویا نائب رسول اللہ۔ اس مین اتفاق ہے۔ کہ حضرت غوث صمدانی کی وفات بربیع الثانی ۵۶۱ھ مین بزمانہ مستنجد باللہ خلیفہ عباسی ہوئی۔ تاریخ معینہ مین گونہ اختلاف ہے۔ جیسا کہ بحر السرائر ماثبت بالسنۃ

وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۷ ربیع الثانی سے ۱۸ ربیع الثانی تک روایات ملتے ہیں کسی نے ۸ کسی نے ۹ کسی نے ۱۱ کسی نے ۱۳ کسی نے ۱۷ کسی نے ۱۸ ذکر کیا ہے۔ لیکن حضرت **موسیٰ پاک شہید** قدس اللہ سرہ العزیز نے بموجب قاعدہ اہل البیت ادری بما فیہ ۱۱ ربیع الثانی تحقیق کر کے لکھی ہے۔ اور یہی مشہور ہے۔ چنانچہ حضرت موصوف اپنی کتاب تیسیر الشاغلین کے صف۱۱ میں لکھتے ہیں شیخی و مولائی و سیدی و سندے وجدی حضرت قطب عالم شیخ عبد القادر ثانی کہ در زمان خود ثانی نداشت فرزند صوری ومعنوی ہم سجادہ نشین وقائم مقام شیخ محمد قادری است در کتاب اوراد قادریہ خود بخط شریف نوشتہ و در انجا نص کردہ کہ فوت حضرت غوث اعظم ؓ یازدہ شہر ربیع الثانی است و پس ازوے شیخی و مرشدی و ابی سید حامد کہ ہم سجادہ نشین وقائم مقام وہم خلیفہ مطلق کامل مکمل جد خود حضرت شیخ عبد القادر ثانی بود و در انجا کہ شہور ایام عرائس مشائخ سلسلہ قادریہ را بخط خود نوشتہ است۔ عرس حضرت غوث اعظم تاریخ یازدہم ربیع الثانی است۔ پھر لکھا ہے کہ دیگر در بلاد عرب وعجم مستندہ وستند تاریخ یازدہم شہر ربیع الثانی[1] عرس حضرت غوث اعظم می کنند و در این روز اطعمہ و مجالس و انواع خیرات و تبرعات می نمایند و اجماع دانعقاد عرب وعجم برین تاریخ منعقد شدہ پھر گویا بحث کو بایں طور ختم کرتے ہیں۔ کہ مانا کہ گیارہویں کیلئے نزدیک ضعیف روایت بھی ہو۔ تو پھر بھی بقاعدہ اصول کہ روایت ضعیف بسبب کثرت عمل قوی شود ومفتی بہ می شود اس کا خلاف جائز نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ بقواعد اصول مقرر است کہ روایت ضعیف از سبب کثرت عمل قوی ومفتی بہ میشود خلاف از و جائز نہ۔ چونکہ ۱۱ تاریخ ربیع الثانی کے بھی لکھنے والے بڑے بڑے نامی گرامی تھے۔ حتیٰ کہ سسترطاس

[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں۔ وقد اشتہر فی دیارنا ہذا الیوم الحادی عشر وہو المتعارف فی مشائخنا من اہل الہند من اولادہ رضی اللہ عنہ کذا ذکر شیخنا وسیدنا السید البہی الرضی ابو المحاسن سیدی الشیخ موسے الحسینے الجیلانے الخ پھر آگے چل کر ۱۰ ربیع الآخر کی نسبت لکھا ہے۔ کہ لا اصل لہ ۱۲

ولیم بیل صاحب بہادر نے بھی مفتاح التواریخ اسی روایت کو قبول کیا ہے۔ اسکے جواب مین لکھتے ہین۔ کہ سہو کاتب کی وجہ سے یہ غلطی ہوتی رہی۔ کہ اُس نے یازدہم کو ہفتدہم لکھدیا۔ ورنہ تحقیق وہی ہے۔ کہ گیارہوین تھی۔ مسٹر طامس نے اپنی کتاب مفتاح التواریخ مین حضرت غوث صمدانی کا مختصر فوٹو ان الفاظ کھینچکر دکھلایا ہے۔ لکھتے ہین۔ شیخ عبدالقادر گیلانی یکے از اوتادان عراق است و از کرامات وکمالات او دفترہا نوشتہ اند سلسلہ نسبت او بعلی ابن ابیطالب میرسد و پشت نامہ اودر رسالہ تحفۃ القادریہ تصنیف شیخ المعالی آلہ آبادی نوشتہ است داورا غوث الاعظم وغوث الثقلین و پیر دستگیر میگویند۔ تولد وے در سال چہارصد وہفتاد ویک واقع شدہ ودرسن ہیجدہ سالگی از جیلان بہ بغداد رفتہ مرید شیخ ابوسعید مبارک گشتہ بدرجہ کمال ترقی نمودہ وخوارق عادات از وے بظہور آمدہ گویند کہ اوتاد عراق ہشت اندیکی معروف کرخیؒ دوم احمد حنبلؒ سوم بشر حافیؒ چہارم منصورؒ بن عمار پنجم جنیدؒ ششم سری سقطی ہفتم سہیل بن عبداللہؒ ہشتم عبدالقادر جیلانیؒ منقول است کہ سلطان سنجر سلجوقی ابن ملکشاہ آرزوئے ملازمت او عریضہ نوشت مشتمل بر اخلاص و اعتقاد در انجا درج نمود۔ کہ چون مارا گرفتار این امر کردہ اند۔ رسیدن نا بملازمت خالی از صعوبت نیست ودرآمدن لشکر ضرر ہا بمزارعان وغیر آنہا رامیرسد۔ اگر آنحضرت کرم نمودہ متوجہ اینجانب شوند۔ ملک نیمروز برائے لنگر درویشان وخانقاہ وقف نمودہ آید۔ مسٹر طامس بہادر فرماتے ہین۔ کہ اس شاہی رقعہ کے جواب مین صرف دو بیت لکھکر بھیجدیئے۔ چنانچہ لکھتے ہین۔ کہ درجواب آن شیخ این دوبیت نوشت۔ ؎ قطعہ

چون چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد ۔۔۔ بافقر گر بود ہوس ملک سنجرم

تا یافت جان من خبر از ملک نیم شب ۔۔۔ صد ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

تاریخ وفات۔ غوث اعظم کریم محی الدین ✦ ہمہ لطف و کرامتے دیدم ✦

پانصد شصت و یک ز ہجرت بود + کہ وفاتش علامتے دیدم +
سال تاریخ وقت آنحضرت ﷺ ای معالی قیامتے دیدم۔ ۵۶۱

قلائد الجواہر مین لکہا ہے۔ کہ وفات کے بعد آٹھ پہر ہجوم خلائق رہا۔ جنازہ کے وقت ٹڈی دل مخلوقات جمع تھی۔ تل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ صاحبزادہ حضرت عبدالوہاب نے جنازہ پڑہایا۔ بغداد مین کوئی ایسا شخص نہ تہا۔ جو جنازہ مین شریک نہ ہوا ہو۔ بوقت شب اپنے مدرسے مین جو بغداد کے محلہ باب الازج مین واقع تہا۔ مدفون ہوئے آپ کی مرقد زیارتگاہ خلایق ہے۔ شاہ ایران جب سیر و سیاحت کرتے ہوئے بغداد شریف پہونچے۔ تو نہایت ادب و انکسار سے مشرف بزیارت ہوئے۔ اور خدام کو زر کثیر انعام دیا۔ سچ ہے۔ جو راہ خدا مین فقر اختیار کرتے ہین۔ تو خدا تعالے سلاطین زمن کی گردنین ان کی خاک پر جہکا دیتا ہے۔

وفیات الاعیان کے جلد ثانی صفحہ پر لکہا ہے۔ کہ عبدالقادر جیلانی ابن ابے صالح جنگی دوست ان کا نسب حسن بن علی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ صاحب المقامات والکرامات زاہد مشہور ہین۔ اپنے زمانہ کے امام اور قطب عصر اور شیخ شیوخ الوقت بلا مدافعہ تھے۔ شیخ عزالدین سے منقول ہے۔ کہ ان کے کرامات متواترا ثابت ہین وعظ مین بے نظیر تھے۔ توفی سنہ ۵۶۱ھ وکان یاکل من عمل یدہ۔

ممالک ہندوستان وغیرہ مین آپ کا عرس ۱۱ ربیع الثانی کو ہوا کرتا ہے۔ اس مین انواع و اقسام کے طعام و فواکہ حاضرین علما و اہل تصوف۔ فقرا۔ درویشان کے پیش کئے جاتے ہین۔ وعظ اور بعض نعتیہ نظمین بھی بیان ہوتی ہین۔ اس عرس شریف مین ارواح کاملین کا بھی حضور ہوتا ہے۔ خصوصاً آپ کے جد امجد حضرت علی المرتضے شیر خدا ابو الائمۃ الاتقیا بھی تشریف شریف لاتے ہین۔ کما ثبت عند ارباب المکاشفۃ۔

حضرت میرزا مظہر جانان قدس اللہ سرہ العزیز اپنے مکتوبات کے اخیر حصہ ملفوظات مین لکھتے ہین۔ کہ مین نے خواب مین ایک وسیع چبوترہ دیکہا۔ جس مین بہت اولیاء کرام حلقہ لگا کر مراقبہ مین ہین۔ اور ان کی وسط مین حضرت خواجہ نقشبند دوزانو

اور حضرت جنید گوشہ (محتبی) لگا کر بیٹھے ہین۔ استغنا ماسوے اللہ اور کیفیات فنا آپ پر جلوہ گر ہین۔ پہر یہ سب کہڑے ہوگئے۔ اور چل پڑے۔ مین نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ تو کسی نے اُن سے کہا۔ کہ امیرالمومنین علی مرتضے کے استقبال کو جارہے ہین۔ پس حضرت امیر نمودار تشریف فرما ہوئے۔ ایک گلیم پوش۔ سر و پا برہنہ ژولیدہ بال۔ جسکا ہاتھ خود بدولت نے نہایت عزت و عظمت کے ساتھ اپنے دستِ عاطفت مین لیا ہوا تہا۔ حضرت امیر کے ساتھ تہا۔ مین نے پوچہا یہ کون ہے جواب ملا کہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ خیرالتابعین ہین۔ پہر ایک حجرہ نمودار ہوا۔ جو نہایت مصفا تھا۔ اور اسپر نورانیت برس رہی تہی۔ یہ تمام بزرگان اہل کمال اس مین داخل ہوگئے۔ مین نے اُس کی وجہ دریافت کی۔ ایک شخص نے کہا۔ کہ امروز عرس حضرت غوث الثقلین است بتقریب عرس تشریف بردند انتہے دیکھو کلمات طیبات محدث دہلوی صفحہ ۱۱ اکثر مالدار مرید تو ہر گیارہوین یعنی ہر ماہ کی گیارہوین کو تمام دودھ جتنا کہ ہوتا ہو۔ بارواح حضرت غوث الاعظم غوث الثقلین و تمام خاندان قادریہ کے مشائخ کے نام فاتحہ دلا کر فی سبیل اللہ تقسیم کرتے ہین۔ غیر مقلدین وہابیہ کا اسکی نسبت شور و غل ناقابل التفات ہے۔ جہل جاہل ناقابل اعتبار ہے مسئلہ ایصال ثواب ارواح مسلم اہلسنت ہے۔ تعیین بمصلحت یادگار وغیرہ معیوب نہین۔ احادیث صحیحہ مین اس کا پتہ چلتا ہے۔ دیکہو علل صیام نفلیہ۔ ہان یہ یقین کہ بجز اس تاریخ کے ثواب نہین ہوتا۔ یا کم و بیش یا گناہ صواب اس مین بیشک کلام ہے۔ اگر کوئی ایسا سمجہے۔ تو اسکو علماء کا حق ہے۔ کہ سمجہا دین۔ اس گیارہوین کی ابتدا[۱] اس سبب سے بتلائی جاتی ہے جس کی برات غرق ہوکر عرصہ کے بعد بدعا حضرت غوث الثقلین

---

[۱] لیکن پیر عبدالرحمن نے اسکی یہ وجہ لکہی ہے۔ کہ پیران پیر حضرت غوث الاعظم ہر گیارہوین کو حضرت سید الانبیا ء کا عرس کیا کرتے تہے۔ اسلئے غوث الاعظم علی نبینا و علیہ السلام کے چونکہ شیدائی بتقلید اطاعت اُن جناب گیارہوین کرتے ہین۔ چونکہ یہ انتساب بان عالے جناب تہا۔ فلہذا الطریق (فتیح فاطمہ) گیارہوین حضرت پیران پیر مشہور ہوئی۔ ۱۲ (انوار الرحمن)

برآمد ہوئی اور اُس پیرزن کا قصہ تو ہر چھوٹے بڑے کی زبان زد ہے۔ اور سخت مشہور ہے۔ اس کی شہرت ہی شہرت دلیل صدق معلوم ہوتی ہے۔ لیکن کاتب الحروف نقل کرتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین قصوری کے تالیفات جو حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی کے آخری خلیفہ تھے۔ اور مقام علمی و عملی مین علاوہ قطب الوقت ہونے کے بے نظیر تہے۔ انہوں نے اس پیرزن کے واقعہ کو نہایت شیرین اور پرمذاق نظم مین ادا کیا ہے۔ اور عالم نبیل مولوی حیدر اللہ خان درانی مجددی نقشبندی نے اپنی کتاب درۃ الدرانی علی ردۃ القادیانی مین اس کو تسلیم کرکے نقل کیا ہے۔ جسے ہم بھی تبرکا درج کتاب ہذا کرتے ہین۔ وہو ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گویم نخستین حمد حق   آن خالق ارض و سماء   قیوم قادر مقتدر   اہل طلب را رہنما
زان پس درود مصطفےٰ   گویم بصد صدق و صفا   فخر الرسل خیر الورےٰ   ہادی السبل نور الہدےٰ
بر آل و بر اصحاب او   بر جملہ احباب او   بر و اخلان باب او   گویم زجان و دل ثنا
مدح جناب محیی دین   آن غوث اعظم بالیقین   محبوب رب العالمین   تن را توان جان را جلا
وا وش خدا قرب آنچنان   کس نیست یارائے بیان   پائے شریفش در امکان   بر گردن کل اولیا
باشد کرامتہائے او   چون معجزات مصطفےٰ   خارج ز حد بیرون زعد   حدش نداند جز خدا
مشتے ازان خروارہا   یکدانہ زان انبارہا   سرے ازان اسرارہا   ظاہر لب ازم بر ملا
روزے بطور خوشدلی   آن پیشوائے ہر ولی   بہر تفرج شد خلی   از طرف صحرائے فضا
ناگہ گذشتہ سیر او   بر ساحل بحر نکو   یک پیرہ زن شد روبرو   نالہ و گریہ ہا دہا
قدش کمان زہ از عصا   تیرش ز آہ جانگزا   اشکش روان چون سیلہا   لرزان لغزان دست و پا
پرسید پیرش از کرم   از باعث آن درد و غم   او خواندہ حرفے پر الم   از دفتر آن ماجرا
گفتا کہ از باغ جہان   یک داشتم سرو روان   یعنی کہ فرزند جوان   بود دست در پیری عصا

تابنده او فرخنده خو　　خوشبو سیر چون نافه جو　　یک جلوهٔ دیدار او　　صد صد دمندان را دوا

جود و جمالش آیتے　　حسن و سخایش غایتے　　مشتاق او ذو رایتے　　محتاج او اہل بوا

از خون دل دادن لبن　　جان دادش بجان و تن　　فارغ نزد یکدم زدن　　در خدمتش صبح و مسا

دندانش چون شد دانه خا　　کردم ز شیر او را جدا　　ہر چیز کم داده غذا　　مصروف کردم در غذا

چون دید کردم پرورش　　نادیدہا دادم خورش　　مندیل زرین بر سرش　　نعلین سیمین زیر پا

پوشاک آن پاکیزه تن　　مشروع اطلس گلبدن　　زربفت چین خز ختن　　دیبا با علام طلا

بودم بر دیش شادمان　　داخل بسلک بغیان　　یادم نه در روز و شبان　　جز شغل آن راحت فزا

چون شد بقوت بال او　　حیران جہان بر حال او　　شیر ژیان پامال او　　ہمدست شد با اژدہا

گفتم بدل از بہر او　　بنیم رخ فرزند او　　دادم از ان پیوند او　　با خاندان ذو العلا

رسم شگون شد ساخته　　اسباب شد پرداخته　　قصر سرور افراخته　　کردم بر آتش را بنا

گشته برات او روان　　با کر و فر خسروان　　الات شادی درمیان　　دف و دہل قرنا و نا

دادم بسے ہمراه را　　یکسر گدا و شاه را　　چون قطع کردم راه را　　آسودم از رنج و عنا

آن طرف ثانی یکطرف　　درہا کشادند از صدف　　دادند سیم و زر بکف　　کردند مہمان را عطا

کردند حاضر اطعمه　　شیرین شورین ہمه　　شاہی کباب قورمه　　حلوائے چین رومی پلا

شیرین برنج انبارہا　　حلوا و نان خلوارہا　　بادام و شکر بارہا　　خمہا ز آچار ابا

در ده جہاز از فوق القیاس　　زیور فزون آوند زر　　صد نافهٔ مشک تتر　　صد شیغه ثوب صفا

اسپان [illegible]　　استر شترہا بارکش　　واہان غلام ماه وش　　دیگر نفائس بے بہا

چونکه بزہره شد قرین　　در ساعت نیکوترین　　گشتیم ز انجا رہگزین　　با صد ہوس با صد بجا

در کشتی این بحر خون　　آمد برات از بخت دون　　کشتی چو گرد دون شگون　　شد غرق طوفان فنا

نوشه عروس و ہمرہان　　در طرفة العین ناگہان　　گشتند در دریا نہان　　گویا نبوده کا بقا

یک من بماندم زان ہمه　　ہیئے نشان از　　درد زبانم ہر دمه　　ہیہات و وا ویلا و دا

زین زندگی در دو زخم　　از بار غم شد پشت خم　　ہر دم شود افزون نه کم　　سوز و گداز و جانگزا

شد سالہا اثنا عشر　　کافتاده در غم من شرر　　روز و شبم در شور و شر　　یکدم نیم از غم جدا

آن شاه که حکمش بود کن ۔ در گوش کرد این سخن ۔ از قصهٔ زالِ کهن ۔ زد جوش دریائے عطا
گفتا کہ اے غمخوارہ ۔ در دشت غم آوارہ ۔ سازم برایت چارہ ۔ خواہم زحق بہرت دعا
تا زنده گردد پور تو ۔ ظاہر شود مستور تو ۔ آسان شود معسور تو ۔ از قدرت رب السما
پس پیر پیران صفا ۔ در سجده شد پیش خدا ۔ با عجز زاری و بکا ۔ شد ہمتش مشکلکشا
یارب مر آن اموات را ۔ در جوف حوت اقوات را ۔ ہر جز جز اشتات را ۔ از فضل خود زنده نما
سر بد بسجده ہمچنان ۔ کز جائے غرق آمد فغان ۔ کشتی پر از مردان زنان ۔ پیدا شده بر روئے ما
شد اہل کشتی راگذر ۔ سالم بساحل بیخطر ۔ در غرق مردن بیخطر ۔ با آن جلو با آن جلا
نوشه با آن تاج و کمر ۔ در دست او تیغ و سپر ۔ با نوشته حجله در ۔ بنشس پرستاران بپا
قوال و مطرب بذله گو ۔ نقال در نقل نکو ۔ خمار می ریز از سبو ۔ یاران بدید در ہوہا
مادر پدر شد مجتمع ۔ غمہا ز دل شد منقطع ۔ این قصه را شد مستمع ۔ ہرکس ز ذکران و نسا
ظاہر چو شد این طرفه سر ۔ بسیار منکر شد مقر ۔ گشتند کافر منکسر ۔ شد مومنان را اعتلا
چون این کرامت شد مبین ۔ شد خلق را راسخ یقین ۔ بر وعده رب العلمین ۔ بر حشر و نشر و بر جزا
اے محی دین عالیقدر ۔ روئے قبله جن و بشر ۔ سوئے غلام خود نگر ۔ از راه الطاف و عطا
غرقم بدریائے بدی ۔ حرقم بنیران خودی ۔ یا ملتجائی خذ یدی ۔ اخرج من امواج الہوا
شیطان نموده اشتلم ۔ از راه نیکی کرده گم ۔ از غفلتم نوشانده خم ۔ کردست سرمست و خطا
نفس است اندر سرکشی ۔ در بخل و حرص زرکشی ۔ دارد بغیر حق خوشی ۔ دائم بدام ماسوا
اے صاحب از شاد من ۔ در گوش کن فریاد من ۔ میخواه از ایشان داد من ۔ درد مرا درمان نما
ہستم قصوری در لقب ۔ سازم حضوری با ادب
از فیض شاہان کے عجب ۔ بخشش بمسکین و گدا

بعض مرده دل اس کرامت پر قسما قسم کے خدشات پیش کرتے ہیں۔ کہ اتنی مدت مدید کے بعد برات کا نکلنا دور از عقل ہے۔ بیخبر اس سے کہ خلاق عالم

قادر حشر و نشر کے آگے یہ امر کیا مشکل ہے۔ یہ نہین سمجھتے۔ کہ اس سے ایمان بالجزا
مین بھی فرق آتا ہے۔ معجزات اور کرامات درحقیقت فعل اللہ مانا ہوا ہے۔ دنیا
مین بھی قصہ حوت و یونسؑ خود قرآن کریم مین مذکور ہے۔ پھر تعجب یعنی چہ۔ حضرت
غوث صمدانی رح فتوح الغیب مین فرماتے ہین۔ ثم یرد اللّٰہ التکوین فیکون ما
یحتاج الیہ باذن اللّٰہ۔ یعنی بعد حصول فنا اتم جو کہ غایت احوال ابدال واقطاب
ہے۔ کبھی عارف کو تکوین کی قدرت دی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے
کل ما یحتاج الیہ کو موجود کر لیتا ہے۔
بہجۃ الاسرار مین حضرت غوث صمدانی کا مقولہ ذکر کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔
انا حجۃ اللّٰہ علیکم انا نائب رسول اللّٰہ و وارثہ فی الارض یقال لی یا عبدالقادر
تکلم یسمع منك۔ یعنی مین زمین مین نائب و وارث سرور عالم ہون۔ مجھے فرمایا
جاتا ہے۔ کہ اے عبدالقادر جو مانگنا ہو مانگ۔ وہ قبول ہوگا۔
شیخ عبدالحق دہلوی فتوح الغیب مین حضرت غوث صمدانی رح کے مقولہ تکوین
کے نیچے باین کلمات قلم فرسائی کی ہے۔ کہ پستر بعد از رسیدن بمرتبہ فنا و لایت
و بدلیت گاہی رد کردہ میشود۔ و سپردہ میشود بوے پیدا کردن اشیا و تصرف در
اکوان کہ عبارت از خرق عادت و کرامت است۔ پس یافتہ میشود تمامہ آنچہ احتیاج
کردہ میشود بسوے او بدستوری خدا و قدرت وے عزوجل یعنی درحقیقت فعل حق است
کہ بردست ولی ظہور یافتہ چنانچہ معجزہ بردست نبی۔ پھر آگے چلکر لکھا ہے۔ کہ این رد و
تکوین واعطا، تصرف در کائنات ثابت و مذکور است بقول حق سبحانہ و تعالیٰ در بعض
کتابہائے وے کہ بر پیغمبران خود فرستاد ایفرزند آدم قسم خدا نسبت خدا جز من
میگویم چیزے را پیدا اشو پس پیدا میشود آن چیز اطاعت و فرمانبرداری کن مرا
میگویی تو مر چیز را پیدا اشو پس پیدا میشود اطعنی تقول للشیئ کن فیکون انتہی سید
صدیق حسن خان غیر مقلد بھی اسکے مقر ہین وہ اپنی کتاب مقالات الاحسان
مین لکھتے ہین۔ پھر کبھی طرف اس بندہ کے بعد پہنچنے کے مرتبہ فنا و لایت و بدلیت

کے امر تکوین کو رد کرتے ہیں۔ کہ عبارت ہے۔ خرق عادات وکرامات سے اب جس چیز کی اسکو حاجت ہوتی ہے۔ وہ سب باذن خدا موجود ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ حقیقت میں جن کا فعل ہے۔ جو ہاتھ پر ولی کے ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے معجزہ ہاتھ پر پیغمبر کے۔ انتہے۔

قید لفظ کبھی سے یہ ثابت ہوا۔ کہ ظہور کرامات وخرق عادات کا لازم وشرط مقام ولایت نہیں ہے۔ یہ بات ہوتی ہے۔ اور نہیں بھی ہوتی۔ اگر ہوتی ہے۔ تو واسطے مصلحت ارشاد یا تحصیل یقین مریدین کے ہوتی ہے۔ یا واسطے مزید یقین وتثبیت ولی کے۔ اور اگر نہیں ہوتی ہے۔ تو اسلئے کہ کوئی کسی ولی کو متصرف اور مختار (مطلق) یہ سمجھ لے کہ جو چاہے سو کرے اور کسی کو (بغیر مرضی خدا) نفع نقصان پہونچائے۔ مطلب اس رد تکوین کا طرف اسکے وہی ہے جو بعض کتب آسمانی میں آیا ہے۔ ابن آدم انا اللہ لا الہ الا انا اقول للشئ کن فیکون اطعنی تقول للشئ کن فیکون۔ بھید اس میں یہ ہے۔ کہ جب بندہ نے حق کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور اپنے اختیار سے باہر ہوا۔ اور ظلمات صفات بشریت سے فانی وخالی ہوگیا۔ اور ہر فنا کے لئے بقا۔ اور ہر خلا کے ملا وعادت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ غرضکہ بندہ جب اپنی عادت سے خارج ہوتا ہے۔ تو حق بھی اپنی عادت کا خرق کرتا ہے۔ اور بندہ جب تک مضیق عادات میں مقید وگرفتار رہتا ہے۔ تب تک حق سبحانہ وتعالےٰ بھی اپنی عادت پر برقرار رہتا ہے۔ ؎

تو کز سرائے طبیعت نمی روی بیرون
کجا بکوئے حقیقت گذر توانے کرد

باقی رہی اس کرامت کشتی کے متعلق وہ کلمات جو بعض رسایل میں مسطور اور السنہ پر مشہور ہیں۔ کہ حضرت غوث صمدانی نے بجناب الٰہی یہ کہا۔ کہ میرے کہنے پر دیر کیوں ہوئی۔ اور روٹھ گئے۔ لم یثبت کے قبیل سے ہے۔ برتقدیر ثبوت ہوسکتا ہے۔ کہ یہ مقام ادلال وناز میں ہو۔ موسیٰ کے ادلال وناز کا پتہ قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ کما لایخفی العلماء۔ اور یہ ہمنے پہلے بیان کردیا ہوا ہے۔ کہ حضرت غوث صمدانی ہ خدا تعالیٰ کے لاڈلے ولی تھے۔ ؎

اے ترا با ہر دلی رازِ دِگر ہر گدا را بر درت نا زِ دِگر
در رباب عشق تاری بیش نیست ہست ہر جا نغمۂ و سازے دِگر

آپ کا لباس نہایت نفیس ترین ہوتا۔ صفائی اور پاکیزگی پسند تھے۔ گران قیمت پوشاک ہوا کرتی۔ کسی موہم نے ایک دفعہ خیال کیا۔ کہ تقوےٰ اور تقدس اور یہ پوشاک۔ فرمایا نہین۔ جب تک ماذون من الرسول نہین ہوتا۔ کوئی لباس نہین پہنتا۔ قلائدالجواہر۔ آپ کا **حُلیہ** یہ تہا۔ لاغر بدن۔ میانہ قامت۔ عریض الصدر۔ عریضۃ اللحیہ۔ طویل المحاسن۔ گندم گون۔ پیوستہ ابرو۔ بلند آواز۔ نیکو روش۔ گرامی قدر

آپ کی **ازواج** کا تفصیلی حال میری نگاہ مین نہین آیا۔ قلائدالجواہر مین عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سے نقل کیا ہے۔ کہ آپ کی چار بیبیان تہین۔ حضرت غوث صمدانی کے القاب بکثرت ہین۔ منہا غوث الاعظم۔ غوث الثقلین۔ قطب الاقطاب محی الدین شیخ الاسلام نائب رسول اللہ۔ غوث صمدانی۔ قطب ربانی۔ اور مخصوص لقب محبوب سبحانی ہے۔

چونکہ ہم اب اولادِ محبوب سبحانی قدس سرہ کا ذکر کرینگے۔ اسلئے مکرر بتلانا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ سادات کل سادات اور واجب التعظیم اور قابل احترام واکرام ہین۔ لیکن آپس مین ان کا بھی کچھ نیچے اوپر معاملہ ہوتا ہے۔ اس اولاد کی فوقیت مین کلام نہین ہو سکتی جسکی اصل بعید ابا و اما حسنی و حسینی ہو۔ اور اصل قریب بھی وہ ہو۔ جسکا تقدس و اتقا مشہور عالم ہو۔ بلاریب حضرت غوث صمدانی کی اولاد اپنے دوسرے ابناء جنس پر بوجوہ مذکورہ افضل اور اشرف ہوگی۔ سید نواب صدیق حسن خان غیر مقلد بھی اس بات کا معترف ہے۔ اپنے رسالہ قضاء الارب فی تحقیق مسئلۃ النسب مین لکھتے ہین۔ لمن الناس من فاق علے ابناء جنسہ فی کلا الامرین (کہ وہ رسول اللہ کی اولاد بھی ہون اور شیخ کامل کی بھی) کاولاد الغوث الاعظم محی الدین عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہم فانہم سادات ولہم ایضاً شرف ولادت ذالک الشیخ العظیم اسی طرح لکہا ہے ابن خلدون مین شاہ عبدالعزیز نے بہی اسکی صراحت کی ہے اور دیگر علماء نے بہی۔

اخیر عمر میں تو ترقی مدارج کی غایت کا یہ معراج ہوا۔ کہ فنا فی الرسول کا مرتبہ بدرجہ اتم آپ کی ذات بابرکات میں ہویدا تھا۔ حتے کہ پاخانہ زمین نگل جاتی۔ مگس کی مجال نہیں کہ بدن مبارک پر بیٹھ سکے۔ اور یہ بھی کہ پسینہ مبارک کی خوشبو مشک و عنبر کی خوشبو کو گرد کرتی۔ آپکے صاحبزادہ سید عبد الجبار نے امور متذکرہ کے معائنہ سے بانیوجہ تعجب کیا۔ کہ اسفار اسلامیہ میں ان امور کو خاصۃ الرسول لکھا ہے۔ اور حضرت والد صاحب قدس سرہٗ گو بزرگترین مقامات عالیہ طے کر چکے ہیں۔ لیکن یہ تو سچ ہے۔ کہ آپ رسول و نبیؐ نہیں۔ پھر خصوصیات رسولؐ کا غیر رسولؐ میں پایا جانا حیرت انگیز ہے۔ آخر رہ نہ سکے۔ موقعہ پاکر با ادب التماس کی۔ کہ ان النبی المختار کان اذا قضےٰ حاجتہ تبتلع الارض ما برز منہ و یفوح عرقہ کالعطر ولا یقع علیہ الذباب وھذہ خاصۃ النبیؐ و نری ھذہ الخاصۃ من حضرتکم۔ یعنی سرور عالم جب قضا حاجت کرتے۔ تو زمین فضلات کو نگل جاتی۔ اور حضور کا پسینہ معطر تہا۔ مکھی آپکے بدن مبارک پر نہ بیٹھی۔ اور یہ خصوصیات نبیؐ ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ تمام امور جناب والد میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت غوث صمدانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ اے میرے پیارے فرزند ان عبد القادر فانیا و باقیا فی ذات جدہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ تاللہ ھذا وجود جدی لا وجود عبد القادر۔ یعنی عبد القادر کا وجود فنا ہو کر اپنے جد امجد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات پاک کے وجود سے باقی ہے۔ (پھر اس کی تائید میں حلفیہ فرمایا) کہ خدا کی قسم یہ میرا وجود میرے جد اقدس کا وجود ہے۔ نہ عبد القادر کا وجود۔ صاحبزادہ نے انکشاف تام کے لئے عرض کی کہ حضور! اگر معاملہ ایسا ہے۔ اور ضرور ہے۔ تو پھر یہ بھی ہوتا۔ کہ نبیؐ کی طرح آپ پر بدلی کا سایہ ہوا کرتا۔ کیونکہ اُس کا بھی کوئی مانع نہیں۔ فقال الغوث ترکتہ عمدا والا یظنوا انی نبیؐ۔ حضرت غوث الاعظم نے فرمایا۔ ہاں بات تو ٹھیک ہے۔ لیکن میں نے اس امر کو عمدًا ترک کیا ہوا ہے۔ کہ مجھے لوگ نبیؐ ہی نہ کہنے لگ جائیں۔ واللہ اس میں دریغ کیا تہا۔ نقلہ فی حجۃ البیضاء عن تفریح الخاطر۔ چونکہ کتاب میں اجمال مطلوب ہے۔ ورنہ تمام روایات

نقل کئے جاتے۔ جن مین یہ امر کالشمس فی النہار ثابت ہوجاتا۔ کہ آپ کو جسقدر عشق ومحبت اطاعت سرور عالم تہا۔ وہ خود اس کا مقتضے تہا۔ کہ آپ مین تمام وہ انوار جلوہ گر ہون۔ جو حضور مین تھے۔ میان لوہا بہی اگر آگ کی مجالست کرے تو آخر ہمرنگ نار ہوکر خصوصیات نار پیدا کر لیتا ہے۔ چہ جائے کہ نورٌ علی نور ہو۔ مزے کی یکرنگی تو یہی ہے لیکن علے المراتب۔ باایںہمہ خشیت یہ ہتی۔ کہ جب حضرت غوث صمدانی یہ مدینہ عالیہ مین بجسد عنصری ہوئے۔ تو روزہ منورہ پر باادب یہ اشعار نیازیہ کہے۔ ؎

ذنوبی کموج البحر بل ھی اکبر　　کمثل الجبال الشم بل ھی اکبر

ولکنا عند الکریم اذا عفا　　جناح من البعوض بل ھی اصغر

یعنی میرے گناہ سمندر کی جہاگ سے بھی زائد اور بلند پہاڑ سے بھی بڑے ہین لیکن اگر رحیم کریم معاف کرے۔ تو پشہ کے پر سے بھی خوردتر ہین۔ اور پہر حجرہ شریفہ کے قریب ہوکر یون مناجات کی۔ ؎

فی حالۃ البعد روحی ارسلہا　　تقبل الارض عنی وھی نائبتے

وھذہ نوبۃ الاشباح قد حضرت　　فامدد یمینک کے تحظی بہا شفتے

فاظہرت یدیہ نصافہما وقبلہما ووضعہا علی راسہ

یعنی ہمیشہ تو میری روح نیابتا۔ زمین بوسی کیا کرتی ہے اب کی دفعہ بجسد عنصری حاضر خدمت ہؤاہون۔ ازراہ کرم گستری دست کرم پھیلائے۔ کہ رحمت خسروانہ ونوال شاہانہ حاصل کرون۔ پس بمجرد اس مقولہ کے حضور سرورِ عالم کے دونو دست کرم ظاہر ہوئے۔ حضرت غوث صمدانی نے دونو ہاتھ پھیلا کر مصافحہ کیا۔ اور چوما اور سر پر رکھا۔ علامہ عبدالجلیل نے اس واقعہ کا نہایت صحیح ترجمہ لفظی نظم مین زیب قلم کیاہے۔ اور وہ یہ ہے۔ ؎

لہ یہ کلمات طیبات اس مناجات کے مشابہ ہین۔ جو صحیفہ کاملہ مین امام زین العابدین سے منقول ہین۔ فتم الوفاق ۱۲۔

روزی کہ غوث اعظم مادر مدینہ شد | می گفت زد مرقد سلطان انبیار
یا سید البشر چہ بدم من بملک خویش | روحی فرستمت کہ بود نائبی زما
او می رسید و بوسہ بداد زجانم | بر ارض مرقدت کہ بود بہتر از سمار
این نوبت است آنکہ رسیدم بدن خسید | بر حضرت شریف تو اے شاہ اصفیار
خواہم دہی دو دست مبارک کہ بوسمش | گیرم نصیب خویش ز الطاف و از عطار
بر عرض او رسول خدا ہر دو دست خویش | کردہ دراز سوئے شہنشاہ اولیار
بوسید و یافت گوہر نعمت ازان دو کف | زان روز شد براہ ہدا مرجع ہدار
عبد الجلیل بندہ محتاج فیض اوست | امیدوار لطف ز آغاز و انتہار

حضرت غوث صمدانی قدس سرہ کی اولاد کا مختصر تذکرہ

یہ امر کہا جا چکا ہے کہ حضرت آنجہانی غوث صمدانی سید لاثانی شیخ عبد القادر جیلانی کی چار زوجات تھین۔ آپ کی کل اولاد کی تعداد مین گونہ اختلاف ہے۔ لیکن ابن نجار کی تاریخ سے صاحب قلائد الجواہر نے نقل کیا ہے کہ کل اولاد انچاس[1] تھی۔ ذکور ۲۷ - اناث ۲۲ - اسی طرح تفریح الخاطر مین لکھا ہے۔ ابن النجار نے تصریح کی ہے۔ کہ یہ مجھے خود سید عبد الرزاق فرزند حضرت غوث صمدانی رض سے مسموع ہوا ہے۔ اس باب مین قریب قریب اتفاق کے ہے۔ کہ حضرت غوث صمدانی رح کی وفات کے وقت دس صاحبزادے اور ایک صاحبزادی موجود تھی۔

سید عطا حسین مؤلف کنز الانساب اور صاحب تفریح الخاطر نے گیارہ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی کا نام لیا ہے۔ مؤخر الذکر نے بعض کتب معتبرہ سے زیادہ تعداد بھی صاحبزادون کی بیان کی ہے۔ مگر سید سعد اللہ قادری بن سید عبد الرحمن صفی الدین حسنی الموسوی رضوی رح نے بحر السرائر مین بڑی شد و مد سے

[1] حافظ عبد الغنی حضرت غوث صمدانی رح کا ترجمہ کرتے ہوئے انچاس مولود کا ہونا مانتے ہیں۔ لکھتے ہین ہوکان (الغوث الاعظم) امام زمانہ و قطب

لکہاہے۔ کہ بہجۃ الاسرار۔ نزہۃ الخاطر۔ کنزالاسرار وغیرہا گیارہ معتبر کتب مین جو قریب العہد حضور ممدوح کے لکہی گئین۔ بروایات معتبرہ اتفاقاً لکہتے ہین۔ کہ حضور کے دس صاحبزادگان۔ اور ایک صاحبزادی تہی۔ پہر لکہاہے کہ اصح قول یہی ہے۔ شیخ ابوالمعالی نے تحفۃ القادریہ مین ۹ صاحبزادگان تحریر کئے ہین۔ صاحب بحر فرماتے ہین۔ کہ یہ انکا سہو ہے عافاہ اللہ۔ بعد مین لکہاہے کہ مین نے فن انساب کی ۳۲ کتابین جو معتبر اور قریب العہد حضرت ممدوح لکہی گئی تہین۔ جمع کین۔ اور غایت درجہ تحقیق و تفتیش کی۔ لیکن سب کے سب اسپر متفق ہوئے۔ کہ جناب غوث صمدانی رہ کے دس فرزند۔ اور ایک صاحبزادی بوقت وصال حضور ممدوح موجود تہے یہ بہی مخفی نہ ہوگا۔ کہ ہر ایک صاحبزادہ بلند اقبال الولد سر لابیہ کا پورا مصداق تہا۔ ان کے نام نامی و اسمار گرامی یہ ہین۔ حضرت سیدنا سید عبدالوہاب سیدنا سید شرف الدین عیسے۔ سیدنا سید عبدالعزیز۔ سیدنا سید عبدالجبار۔ سیدنا سید عبدالرزاق۔ سیدنا سید ابراہیم۔ سیدنا سید محمد۔ سیدنا سید عبداللہ سیدنا سید یحیے۔ سیدنا سید موسیٰ۔ سیدتنا سیدۃ امۃ الجبار فاطمہ قدس اللہ اسرارہم۔ یہ بیان کرنا بہی ضروری معلوم ہوتاہے۔ کہ ہم نے یہ فہرست اسمار گرامی مطابق بہجۃ الاسرار وغیرہ لکہی ہے۔ اس مین ترتیب یا عدم ترتیب کا اس وقت لحاظ نہین رکہا گیا۔ ہم کو بہجۃ وغیرہ کے سرسری دیکہنے سے صرف اسقدر معلوم ہواہے۔ کہ حضرت سیدنا سید عبداللہ جو نمبر ۸ پر مکتوب ہین۔ ان کے حق مین لکہاہے کہ ہو اصغر اولادہ۔ باقی واللہ اعلم۔

انساب کا جتلانا بہی ضروری معلوم ہوتاہے۔ کہ حضرت غوث صمدانی رہ کے فرزندون سے حضرت سیدنا عبدالوہاب اور حضرت سیدنا عبدالرزاق کی اولاد تو باتفاق نسابین بکثرت ہوئی۔ اور ہے ہی۔ اور انشاراللہ ہوتی رہیگی۔ دو فرزند دیگر بہی صاحب اولاد ہوئے۔ لیکن زمانہ کے بعد ان کی نسل منقطع ہوگئی۔ کما فی کنزالسرائر۔ کنزالانساب مین ۳ حضرات کی اولاد ہونا تاہنوز بتلایاہے مذکورہ

دو حضرات اور سیدنا سید عبد العزیز۔ چنانچہ جیلانی سادات کے نسبتا ۳ نام ہین رزاقیہ۔ وہابیہ۔ عزیزیہ۔ ہم سے اگر ہو سکا۔ توانشاء اللہ ہر ایک بزرگ کے تذکرہ مین دکہلائینگے۔ کہ ذی اولادون کی اولاد فے الجملہ کہان کہان ہے۔ اور کس کس صاحب کیطرف مصنوعی نسبت بیان کیجاتی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

تنبیہہ۔ یہ بہی بتلا دینا ضروری ہے۔ کہ تمام سادات ذریت محبوب خدا اکرم و معظم ہے۔ ان کی محبت فخر ایمان اور زیب ایقان ہے۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی۔ آیہ قرآن ہے۔ سچ پوچھو تو مومن و منافق کے درمیان تفریق کرنیوالی الصمدانی صورت اہل بیت النبوۃ کا فرمان ہے۔ فرمودہ سرور عالم بحق ابوالحسنین داماد سید الثقلین امیر المومنین علی المرتضی بعل الزہرا اسلام اللہ علے نبینا وعلیہ۔ کہ لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق صحیح فرمان ہے یہ ہی سچ ہے۔ کہ جس نے اہلبیت نبوی سے چہڑا راندۂ درگاہ ہوا۔ جسنے ان کی ابتری چاہی۔ وہ خود تباہ ہوا۔ ان شانئک ہو الابتر۔ اعلے ترین مضبوط دلیل ہے۔ دشمن اہلبیت دنیا مین توہم دیکہ رہے ہین۔ کہ ملعون ہے ذلیل ہے۔ پہر آخرت مین اس کی خاک کوئی سبیل ہے۔ اسی طرح ذریت اہل بیت النبوۃ والفتوۃ بہی واجب التکریم ہے۔ انسے بہی جسنے چہڑا ہلاک ہوا۔ اگر ڈیٹہ گی بہی کی۔ تو خاک ہوا۔ یا مرمٹا۔ کہ جہنیا بہی اسپر تہا۔ شاق ہوا۔ اس میں کوئی خصوصیت نہین۔ تمام سادات بنی فاطمہؓ کی یہی شان ہے۔ عرب مین ہون یا عجم مین۔ دشت مین ہون یا یم مین۔ کابل مین ہون یا خراسان۔ چین مین ہون یا سیستان۔ لاہور ہون یا ملتان۔ بغداد ہون یا طوس۔ روم ہون یا روس سفید ہون یا کالے۔ نیلوفری ہون یا گل لالے۔ غنی ہون یا خوش باش مفلس ہون یا قلاش بحیثیت سیادت سب کا درجہ ایک ہے۔ گو بحسب مدارج تقوی ایک سے بڑہکر ایک ہے۔ لیکن ذریت غوث صمدانی محبوب سبحانی سیدنا سید شیخ عبد القادر جیلانے قدس اللہ سرہ العزیز کی اور بہی نرالی شان ہے۔ کیونکہ قدمی علی رقبۃ

کل ولی اللہ"۔ ان کی جدامجد کا صحیح فرمان ہے۔ جو ان سے بگڑا خراب ہوا۔
قلاید الجواہر مین لکھا ہے۔ کہ ذریت حضرت غوث صمدانی رہ کی ہر ایک بلاد و امصار
مین تعظیم و تکریم کی جاتی ہے۔ کسی نے ان مین سے کسی کو اذیت نہین پہونچائی۔ مگر
یہ کہ خود اُسکی اولاد نے منہ کی کہائی۔ پہر لکہا۔ کہ ہم نے بچشم خود دیکہا ہے۔ کہ
حماد جو نصوح کے نام سے مشہور تہا۔ جو ایک پارسا گیلانی سید کو ناحق چہیڑا۔
اور تکلیف پہونچائی۔ آخر انجام یہ ہوا۔ کہ تہوڑے ہی عرصہ مین اس کی بنیاد اُکہڑ
گئی۔ اس کی اولاد سے کوئی بہی نہ رہا۔ اور آیہ کریم صادق آئی۔ کہ فہل تری لہم من
باقیہ۔ پہر فرماتے ہین۔ ایسا کیون نہ ہوتا کہ اسکے جدامجد کا قول ہے۔ ؎

وعجنی لمن قد ساء ناسم قاتل　　فمن لم یصدق فلیجرب ویعتدی

جو ہمین تکلیف دی ہم اسکے لئے زہر ہلاہل ہین۔ جسے اسپر یقین نہ ہو۔ وہ موذی ہوکر
تجربہ کرلے۔ پہر بعض کی زبانی یہ بیان کیا ہے۔ کہ ابن یونس وزیر ناصرالدین نے
سیدنا غوث صمدانی رہ کی اولاد کو انواع اقسام کی اذیتین پہونچائین۔ حتے کہ بغداد
سے نکال کر جلاوطن کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے اسکے خاندان کو بہی برباد کر دیا۔ اور
وہ خود بہی بُری موت سے ہلاک ہوا۔ اللہم انا نسئلک حبک وحب من یحبک۔

مولانا نور اللہ نے انوار الرحمان مین جو سیدنا شاہ عبدالرحمن المخاطب بمقبول النبیؐ
مین رسول آخرالزمان کے ملفوظات کے صفحہ ۲۶ پر بزبانی شاہ محمد غوث فارسی
مین بیان کیا گیا ہے۔ کہ کسی شخص نے مولنا مقبول النبیؐ سے سوال کیا۔ کہ حسنین ؑ
شریفین مین سے افضل امام حسنؑ ہین۔ یا امام حسینؑ۔ کہ امام یازدہم تک جملہ امام انہین
کی اولاد سے ظہور مین آئے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ دونو حضرات پیغمبرؐ کے نور عینین
ہین۔ لیکن امام حسنؑ کی بزرگی۔ وفضیلت امام حسینؑ پر ویسی ہے۔ جیسی سرور عالم
کی تمام انبیاء بنی اسرائیل پر۔ پہر لکہا ہے کہ فضایل و کرامات حضرت اسحاقؑ اپنی
اولاد پر کہ اکثر اُن کے نبی تہے منقسم ہوئے۔ اور فضایل ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ ایک
ہی ذات مین جلوہ گر ہوئے۔ کہ پیغمبر عالم محمد رسول اللہ ہین اسطرح

امامین شریفین کی اولاد کی حالت ہے۔ کہ فضائل و کمالات حسینی تمام اولاد میں جو ان سے منقسم ہوئے۔ اور امام حسن کے فضائل و کمالات بجہۃ ابوت اور ایک حصہ فضائل حسینی از جہۃ ام جمع ہو کر قدسی صفات حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی قدس سرہٗ کی ذات میں جلوہ افگن ہوئے۔ اس صفحہ میں یہ لکھا ہے۔ کہ کسی نے پوچھا۔ کہ محبوبیت آلہی کا ایک ہی مرتبہ ہے۔ یا متفاوت۔ ارشاد ہوا۔ کہ متفاوت چنانچہ غوث الاعظم قدس سرہ از ابتدائے تولد محبوب تھے۔ بخلاف اولیاء دیگر کہ جنہنے یہ رتبہ پایا۔ اخیر میں پایا۔ صفحہ ۹۶ میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ کسی نے سوال کیا۔ کہ حضرت میر میران غوث الاعظم کے ارشاد "قدمی علی رقبۃ کل ولی اللہ" سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ آپ تمام اولیائے امت پر فضیلت رکھتے ہیں۔ حالانکہ غوث و قطب اور بھی ہوئے ہیں۔ فرمایا ہاں ہے تو ایسا۔ بات یہ ہے۔ کہ ہر ایک ولی ایک ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے۔ حضرت غوث صمدانی پیغمبر آخر الزمان کے قدم پر تھے۔ چونکہ نبی آخر الزمان افضل الانبیاء ہیں۔ تو لامحالہ غوث الاعظم بھی افضل الاولیاء ٹھیرے ؎

وکل ولی لہ قدم وانی ... علی قدم النبی بدر الکمال

مختصر تذکرہ

سیدنا سید نا عیسیٰ شرف الدین بن غوث صمدانی محبوب سبحانی سیدنا عبد القادر الجیلانی قدس اسرارہما

بہجۃ الاسرار میں مکتوب ہے۔ کہ سیدنا حضرت عیسیٰ کا لقب شرف الاسلام۔ جمال العلماء۔ سراج العراق و مصر تہا۔ آپ اعلیٰ درجہ کے عالم و فاضل تھے۔ فارسی و عربی دونو زبانوں میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ بایں جہت آپ کو ذو اللسانین بھی لکھتے ہیں۔ علماء کی جان زہاد کی حرز جان تھے۔ اپنے علوم کی سند اپنے والد قدس سرہ و دیگر مشائخ اجلہ سے حاصل کی۔ علوم معارف میں یدطولےٰ رکھتے تھے۔ معارف صوفیہ میں کتاب جواہر الاسرار و لطائف الانوار وغیرہ تصنیف کیں۔ بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے۔ کہ حقائق و دقائق

کا کتب مذکورہ مین دریا بہا دیا ہے۔ اور دُرر آبدار ایسے طور پر نمودار کردیے ہین کہ آپ ہی کا حصہ تہا۔ فصاحت و بلاغت ایسی کوٹ کوٹ کر بہری ہے۔ کہ ماشاء اللہ وعظ مین یکتا۔ درس حدیث مین یگانہ۔ فتویٰ نویسی مین بے نظیر۔ اور باقی علوم مین استاد اکمل مانے جاتے تھے۔ محدث ربیعہ بن حسن صنعانی۔ مسافر بن یعمر مصری۔ حامد بن احمد ارتاجی محمد بن محمد فقیہ محدث۔ عبدالخالق مصری وغیرہ نے آپ سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ آپ فقیہ بھی تھے۔ محدث بہی۔ ادیب اور لغوی بھی تھے۔

بہجۃ مین لکہا ہے۔ واسع العلم عزیز الفضل۔ کامل العقل متواضع مع جلالۃ قدرہ وعلو منزلتہ واقبالہ علے امر الآخرۃ۔ آپ کی شان ہتی۔ ابن النجار مؤرخ سے منقول ہے۔ کہ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد ملک شام مین گئے۔ اور دمشق مین جاکر علی بن مہدی سے حدیث سنی۔ اور اپنے والد کی سند سے حدیث بیان کی۔ پہر مصر کو چلے گئے۔ وہان درس و وعظ کیا۔ قبولیت عامہ حاصل کی۔ اور ۵۷۳ھ مین داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے قرافہ مصر مین پردہ پوش ہوگئے۔ سن ولادت کا تصریحی طور پر ذکر میری نظر سے نہین گذرا۔ قلائد۔ بہجۃ۔ تفریح۔ بحر خزینہ ہی اس باب مین خاموش ہین۔ جناب غوث صمدانی رہ کو ان سے نہایت پیار تہا۔ فتوح الغیب انہین کی خاطر لکہی گئی ہتی۔ خزینۃ الاصفیاء مین ایک قطعہ تاریخ وفات مین لکہا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

شیخ شرف الدین چو رفت اندر جنان | صال وصل آن شہے عز و کمال
گن رقم مسعود سید پیشوا ۵۴۳ | متقیٔ پاک ہم سال وصال
ذات پاکش بود میر عاقبت | عاقبت شد عاقبت تاریخ سال ۵۴۳

بحر السرائر مین لکہا ہے۔ کہ اہل الروایات سلف خلف متفق ہین۔ کہ شرف الدین حضرۃ علیہ رحمۃ نے بلا ترویج وفات پائی۔ معدن الانساب سے منقول ہے۔ کہ جو شخص آپ کی اولاد ہونے کا دعویٰ کریگا۔ وہ عند اللہ و عند الرسول کذاب ہوگا۔ زبدۃ المواہب ماخوذ من معارج المرایا للسید حمد عالم اسرار ربانی حضرت مخدوم جہانیان جہانگشت

قدس سرہ مین علامہ احمد معین سیاہ پوش علوی تحریر کرتے ہین۔ کہ سید موسیٰ و یحییٰ و محمد و عیسےٰ نیست ایشانرا اولاد و احفاد ہر کہ خود را از اولاد و احفاد این چہار تن گوید کاذ ست عنداللہ و عند رسولہ زیرا کہ عبدالجبار رعیسےٰ و محمد و یحییٰ و موسیٰ غیر از تزوج ہم وفات کردند و از ایشان نسل واقعہ نشدہ۔ کما فی رسالہ دلیل المتحیرین مؤلفہ عالیجناب بارکات سید راجن شاہ گیلانی وائز پریذیڈنٹ دام اجلالہ شہر ملتان وھی مفیدۃ جداً ولیطالعہ ۔ وفیہا عجائبات اُخر۔ اس سے ظاہر ہوگیا۔ کہ حلب مین جو لوگ اپنے آپ کو حضرت عیسےٰ کی اولاد بیان کرتے ہین۔ وہ غلطی پر ہین۔ اسی طرح غوث بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس اللہ سرہ العزیز کا بھی بی بی فاطمہ دختر حضرت عیسےٰ کے بطن مبارک سے ہونا بنا فاسد علی الفاسد کے قبیل سے ہے۔ جیساکہ دلیل المتحیرین مین بالتفصیل درج ہے

مختصر تذکرہ

حضرت سیدنا سید عبدالعزیز فرزند دلبند حضرت غوث صمدانی قدس اللہ سرہما

حضرت ممدوح کی کنیت ابو محمد و ابوبکر ایضاً لقب جمال العراق اور فخر العلماء ہے۔ آپکی ولادت ۲۸ شوال ۵۳۲ھ ہے۔ آپ نہایت حسین۔ وافر العقل۔ عزیز العلم۔ متواضع۔ سخی۔ کریم الاخلاق تھے۔ اپنے والد ماجد و دیگر مشائخین سے علوم پڑھے۔ اعلے درجہ کے محدث۔ واعظ مدرس تھے۔ دائم الفکر۔ کثیر الصمت۔ زاہد۔ محب الفضلا و العلماء آپ کی وصف تھی بیان ہے کہ تیس سال بطرف آسمان سر بلند نہ کیا۔ وعظ کیا اور درس کیا۔ بہت بڑی بھاری جماعت علما۔ وفضلا کی آپ سے مستفید ہوئی۔ ہزارون افراد کو راہ راست پر لائے۔ پھر بغداد سے چلکر سنجار تشریف لیگئے۔ اور اس مقام کو وطن بنا لیا۔ ۶۰۲ھ مین وفات پائی رضی اللہ عنہ۔ آپ کے پس ماندہ اولاد چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیان تہین۔ جن کے اسماء متبرکہ یہ ہین۔ سید نصر۔ سید عبدالرحیم سید اسمٰعیل۔ سید فضل اللہ۔ سیدہ شعادۃ۔ سیدہ عائشہ۔ یہ مذکورہ اولاد آپ

مین حسینی بھائی بہنین تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ امۃ الکریم تاج النساء تھی۔ یہ بھی بڑی علامہ تھین۔ اپنے والد فضایل بن علی اور اپنے شوہر حضرت ممدوح سے علم حاصل کیا صاحبزادہ ابو صالح نصر علوم ظاہری و باطنی مین کمال رکھتے تھے۔ تعلیم اپنے والد اور چچا سیدنا عبد الوہاب سے حاصل کی۔ قاضی القضات کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ یہ زمانہ ظاہر باللہ عباسی کا تھا۔ پھر مخلوق خدا کو وعظ۔ تدریس۔ افتا سے فیضیاب کیا۔ بہت بڑا عالم زاہد عزیز العلم۔ متواضع۔ صدوق تھے۔ سنہ ۶۳۲ھ مین وفات پائی ان کے تین فرزند ہوئے۔ محمد۔ احمد۔ یحییٰ۔ یہ تینون صاحبزادگان صاحب جمال و کمال تھے۔ اور فن حدیث و فتوی نویسی مین یکتائے دہر سمجھے جاتے تھے۔ ان کی اولاد مختلف بلاد مین رہی۔ اما پسر ثانی سیدنا و مولانا عبید الرحیم ان کا لقب فخر الفضلا تھا۔ نہایت جمیل و جلیل متواضع تھے۔ یہ بغداد مین سنہ ۶۰۶ھ مین شہر خموشان کو لاولد ہو کر جا بسایا۔ عقبش مقطوع۔ اما پسر ثالث سیدنا عبد العزیز رد۔ یہ صاحبزادہ تمام کمالات حاصل کر کے ۳ محرم سنہ ۶۹۰ھ مین لاولد فوت ہوئے اور بغداد شریف مقبرہ امام احمد حنبلؒ مین مدفون ہوئے۔ پسر چہارم سیدنا عبد العزیز جنکا نام فضل اللہ ہے یہ بھی ہر کمالے موصوف ہو کر سنہ ۶۵۶ھ مین واصل باللہ ہوئے۔ یہ بھی لاولد جہان فانی کو خیرباد کہتے ہوئے۔ بغداد خالی کر گئے۔ اما صاحبزادیا مسمات سعادت بی بی بڑی صالح اور صدوقہ تھین۔ حدیث بھی سنی اور علوم بھی حاصل کیے۔ علی بن محمد عارف عالم کامل سے انکی تزویج ہوئی۔ یہ بزرگ بغداد مین تاتار کے فتنہ و فساد مین سنہ ۶۵۶ھ مین شہید ہوئے۔ اور حضرت سعادت بی بی سنہ ۶۴۳ھ مین جان بجان آفرین پہلے سپرد کچکی تھین۔ لیکن سیدہ بی بی عائشہ نے علوم مین کمال حاصل کیا تھا۔ علوم مین بڑی باخبر اور زہد مین یکتائے زمانہ تھین۔ سنہ ۶۲۸ھ مین بلا تزویج بارگاہ الٰہی مین پہونچین۔ رضی اللہ عنہم۔ بحر السرائر و زبدۃ المو الیدین مین تحریر کیا لکھا ہے۔ کہ حضرت ممدوح کا سلسلہ نسب شروع ہوا۔ لیکن اخیر مین آکر منقطع ہو گیا پس حضرت غوث صمدانی محبوب سبحانی قدس اللہ کی اولاد تا ہنوز دو صاحبزادون

حضرت عبدالوہاب و حضرت عبدالرزاق قدس اللہ سرہما سے متواتراً جاری رہی۔ اللہم زد فزد۔ واللہ اعلم۔

مختصر تذکرہ

سیدنا سید عبدالجبار بن حضرت سید غوث صمدانی قدس سرہ العزیز

بہجۃ الاسرار اور بحر السرائر میں لکھا ہے۔ کہ آپ بھی بڑے عالم و زاہد تھے۔ مفتی العراق اور سراج العلماء آپ کا لقب تھا۔ ابو عبدالرحمن کنیت تھی۔ علوم کا استفادہ آپنے اپنے والد قدس سرہ سے اور علامہ محمد بن عبداللہ زعفرانی۔ ابی الوقت شجری۔ عبدالرحمن قزاز سے بھی سماع کیا۔ خوبصورت۔ خوب سیرت تھے۔ واعظ بنظیر محدث بعدیل۔ مدرس بے مثیل تھے۔

بہجۃ الاسرار کے صفحہ ۱۰۲ پر صاحبزادہ ممدوح کی زبانی لکھا ہے۔ کہ میری والدہ اگر کسی تاریک مکان میں تشریف لے جاتیں۔ تو قدرت سے ایک شمعہ (لیمپ) انکے سامنے نمودار ہوجاتا۔ جو نہایت روشن اور روشنائی بخش ہوتا۔ ایک دن میرے والد ماجد ایسے وقت میں جلوہ افروز ہوئے۔ کہ میری والدہ کے سامنے وہی قدرتی لیمپ روشن تھا۔ آپ کے داخل ہوتے ہی وہ لیمپ دھیما اور بے نور ہونے لگ گیا۔ میری والدہ نے آپ کی طرف دیکھکر بطور حال اس کا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ شیطانی حرکت تھی۔ اور خود یہ شیطان تو رنگہ میری خدمت رہتا تھا۔ لیکن میں نے اسے بدلا دیا ہے۔ بجائے اسکے آئندہ رحمانی نور کا لیمپ آپ کے سامنے ہوا کریگا۔ اور میں نے شیطانی حرکت کو جو رحمانی ترقی سے باز رکھنے والا ہے۔ اس کو بھی دور کر دیا ہے۔ اور میں ہر ایک اس شخص کو جو میری طرف منتسب ہے یا میری اسپر عنایت ہوتی ہے۔ شیطانی خداعت سے نکالکر رحمانی کامل بنادیتا ہوں۔ صاحبزادہ ممدوح فرماتے ہیں کہ اسکے بعد جب میرے والد کسی اندھیرے

مکان پر جاتین۔ تو نور مہتاب کی مثل ایک شمع انکے سامنے ہوتی۔ اور اس مکان کو ہر جوانب روشن کر دیتی۔

زبدۃ المواليد و بحر السرائر مین لکہا ہے۔ کہ آپ نے بلا تزویج وفات پائی۔ جو شخص ان کے طرف منتسب ہونے کا دعوے کرتا ہوگا۔ وہ خدا تعالےٰ اور اسکے رسول کے نزدیک کاذب ہوگا۔ تفریح الخاطر مین لکہا ہے۔ کہ آپ کی وفات ۵۷۳ھ مین ہوئی۔ ۱۲ برس اپنے والد قدس سرہ کی وفات کے بعد مخلوق خدا کو علمی سمندر سے سیراب کرتے ہوئے۔ بغداد شریف کے محلہ حلبہ مین اپنے والد ماجد کے مسافر خانہ مین مدفون ہوئے۔ قلاید الجواہر مین لکہا ہے۔ کہ آپ باہمہ کمالات اعلےٰ درجہ کے خوشنویس بہی تھے۔ آپ کو بچپن ہی مین ارباب قلوب کی ہم صحبت رہنے کا شوق و ذوق تہا۔ اپنے بہائی سید عبد الرزاق سے بھی حدیث شریف کی تعلیم کا استفادہ کیا تہا۔ ابھی عین جوانی مین تھے۔ کہ جان بجان آفرین سپرد کی۔ رضی اللہ عنہ

مختصر تذکرہ

صاحبزادہ جلیل القدر حضرت سیدنا عبد الرزاق بن حضرت غوث صمدانی قدس اللہ سرہما

بہجۃ الاسرار مین لکہا ہے۔ کہ امام اوحد۔ تاج الدین۔ سراج العراق۔ جمال الائمہ فخر الحفاظ۔ شرف الاسلام۔ قدوۃ الاولیا حضرت ممدوح کے القاب ہین۔ ابو بکر کنیت ہے۔ آپ ذو القعدہ ۵۲۸ھ مین متولد ہوئے۔ اپنے والد ماجد سے بہرہ یاب ہوئے۔ فقہ و حدیث جس طرح اپنے والد ماجد سے سُنی اسی طرح دوسرے کاملین مشائخ سے بہی شرفیاب ہوئے۔ علوم حدیث شریف مین آپ کو خاص دلچسپی تہی۔ تدریس کا . . . . انوکہا طرز انداز تہا۔ فتوے نویسی کے بڑے ماہر تھے۔ خلقت اور اخلاق مین اجمل الناس تھے۔ علم اور عقل مین لایق اور فائق تھے۔ دائم الفکر اور کثیر الصمت

زاہد صادق آپ کا شان تہا۔ محب العلماء مکرم لاہل العلم آپ کی صنعت بہی فعال اقوال پسندیدہ اور موزون تھے۔ حیاء من اللہ نگاہ نیچے رہتی۔ بہجۃ وغیرہ مین لکہا ہے۔ کہ مجاہد اور دائم الفکر۔ خاشع من اللہ یہانتک تھے۔ کہ تیس برس برابر آسمان کیطرف سر بلند نہ کیا۔ کثیر المناقب وفیر الفضائل تھے۔ جس مجلس مین آپ ہوتے وہ مجلس پر انوار ہوتی۔ اہل مجلس مستفیض ہوتے۔ وعظ بہی فرماتے۔ علو مرتبت وسمو درجت آپ کے ہر ایک فقرہ سے عیان تہا۔ مفتی العراق تہے۔ حضرت غوث الاعظم غوث صمدانی کا یہ مقولہ کہ طامع حروف طمع کی طرح خالی رہتا ہے۔ ہمیشہ پیش نظر تہا۔ سفینہ) قلائد الجواہر مین لکہا ہے۔ کہ حافظ ذہبی نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام مین بیان کیا ہے۔ کہ شیخ عبدالرزاق جیلی ثم البغدادی الحنبلی المحدث الحافظ الثقۃ الزاہد نے حسب اشارہ اپنے والد ماجد کے جماعت کثیرہ سے حدیث سنی۔ اور بطور خود بہی اکثر مشائخ سے سماع کیا۔ اجزائے حدیث نبوی تلاش کئے۔ آپ جلبی مشہور تھے۔ منسوب بجلبہ جو کہ بغداد کے ناحیہ شرقیہ مین ایک مشہور محلہ کا نام ہے۔ حافظ ابن نجار نے اپنی تاریخ مین لکہا ہے۔ کہ آپ کی ثقاہت صداقت تواضع صبر شکر۔ اور آپکے اخلاق حسنہ اور عفت مشہور ہر خاص وعام تہی۔ آپ عموماً لوگون سے کنارہ کش رہتے۔ اور ضروریات دینی کے سوا باہر نہ نکلتے تہی سخی بہی تھے ایثار پسند بہی تھے۔ طالبعلمون سے نہایت انسیت رکھتے تھے۔ ۶۰۳ھ وفات ہوئی۔ ابن نجار نے لکہا ہے۔ کہ ان کے جنازہ پر مخلوقات کا ہجوم تہا۔ بیرون شہر جنازہ پڑہا گیا۔ اور کئی دفعہ پڑہا گیا۔

خزینہ مین لکہا ہے۔ کہ آپ ولایت وامانت مین مقامات ومدارج عالیہ رکہتے تھے۔ کتاب جلاء الخواطر ملفوظ حضرت غوث صمدانی رح کو آپ ہی نے جمع کیا تہا۔ فرماتے ایک دن مین مع دو برادران حضرت غوث صمدانی قدس سرہ کے ہمراہ جمعہ کی نماز کو جارہا تھا۔ کہ یکایک شراب بجانوروں پر لدا ہوا نظر آیا۔ جو خلیفہ وقت کے لئے جارہا تھا حضرت

والدم غوث صمدانی قدس سرہ نے محافظین سے فرمایا۔ ٹھیرو۔ کیا لے جارہے ہو۔ وہ اس لئے کہ راز فاش نہو۔ تیز روی اختیار کی۔ حضور نے دواب سے خطاب کرکے کھڑا ہونے کا ارشاد فرمایا۔ وہ یکدم ٹھہر گئے۔ سرہنگان نے جسقدر مار پیٹ کرکے چلانا چاہا۔ لیکن وہ وہین ڈٹے رہے۔ جب سرہنگان کا جور وجفا بنسبت بے زبانان حد سے گذرنے لگا۔ تو غیظ غوثیہ جوش زن ہوا۔ اور قہری نظر ان پر پڑتے ہی قولنج کی صورت مین رونما ہوئی۔ اور تمام سرہنگان لوٹ پوٹ زمین پر گرکر غلطان وپیچان ہونے لگے۔ فریادے بر آوردند۔ کہ ہم نے توبہ کی۔ کہ پہر کبھی حضور کے فرمان سے سرپیچی نہ کرینگے۔ حضرت نے ان کی معذرت پذیرا فرماکر معافی دی۔ بفضلہ تعالے شفایاب ہوکر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور خلیفہ وقت تک یہ ماجرا بیان ہوا۔ خلیفہ بھی بمجرد مسموع حالات خدمت عالیہ مین باریاب ہوکر تائب ہوا۔ فللّٰہ الحمد۔

مفتی غلام سرور نے بروایت شیخ ابوالعالی صاحب تحفہ قادریہ کتاب انیس القادریہ سے آپ کے ۵ فرزند کہلائے ہین۔ لیکن پانچوان شیخ ابوالقاسم سید جمال اللہ نام بتلایا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ یہ صاحبزادہ خوبصورتی شکل وشمایل مین حضرت غوث الاعظم رہ کے مشابہ تھے۔ اور حضرت کی ان سے بغایت درجہ محبت تھی۔ اور مرغوب خاطر تھے۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حضرت غوث صمدانی نے ان کے حق مین حیات جاودانی کی دعا بجناب خلاق عالم کی جو مستجاب ہوئی۔ چنانچہ وہ تا امروز زندہ ہین۔ اور حیات میر کے نام سے مشہور ہین۔ اکثر اوقات دیار سمرقند وغیرہ مین سکونت پذیر ہوا کرتے ہین۔ سید مقیم صاحب حجرہ وغیرہ اولیا کا گروہ کثیر ان کے مرید ہین۔ وفات کا ۵۹۵ھ لکھا ہے۔ وھو الصحیح کما مر۔

سید نصر بن سید عبدالرزاق بن غوث صمدانی قدس اللہ

اسرارہم۔ بڑے متقی۔ زاہد عالم تھے۔ اپنے والد ماجد وچچا سید عبدالوہاب سے علوم حاصل کئے۔ ترکی الطبع۔ دقیقہ رس۔ نکتہ شناس تھے۔ علم حدیث مین

بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ظاہر باللہ کی خلافت میں قاضی القضات کے عہدہ جلیلہ پر مامور تھے۔ آپ کی وفات مستنصر باللہ خلیفہ عباسی کے عہد میں ہوئی۔ جبکہ تتاریون میں ظلم عالم گیر ہو رہا تھا۔ تاریخ خمیس میں آپ کی وفات بایں الفاظ لکھی ہے۔ وفیہا مات قاضی القضاۃ بغداد عماد الدین ابو صالح نصر بن عبد الرزاق ابن الشیخ عبد القادر الجیلی الحنبلی وله سبعون سنة وکان من خیار القضاۃ دینا وتواضعا وعلما۔ (فخر علمائے قوم سیدی وسندی پیر مہر علیشاہ گولڑوے گیلانی جو اپنے زمانہ کے بے مثیل عارف وعالم ہیں۔ انہیں کیطرف منسوب ہیں۔)

حضرت ممدوح صاحب اوصاف جلیلہ تھے۔ وفات کا سن ۱۶ شوال ۶۳۳ھ ہے ان کے ۳ فرزند ارجمند تھے۔ محمد۔ احمد۔ یحییٰ یہ تینوں ذی علم صاحب فتوے اور کثیر الاولاد تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اما فرزند ثانی حضرت عبد الرحیم بن سید عبد الرزاق خوبصورت۔ خوب خصال عالم فاضل یگانہ دہر تھے ۶۰۶ھ میں لاولد فوت ہوئے لاعقب لہ۔ سید اسمٰعیل یہ بھی تمام کمالات حاصل کرتے ہوئے بحالت تجرد خدا لایزال کی بارگاہ میں باریاب ہوئے۔ لاعقب لہ۔ سید فضل اللہ بھی تاتاریون کے ہاتھ سے لاولد شہید ہوئے لاعقب لہ۔ الحاصل سید نصر بن سید عبد الرزاق کا سلسلہ نسب تاہنوز چلا جا رہا ہے۔ مختلف بلاد وامصار میں آپ کی ذریت بکثرت موجود ہے اللہم زد فزد۔

زبدۃ المو الیسد میں لکھتے ہیں کہ ابو صالح نصر ایشان را عماد الدین نیز گویند۔ قاضی مدینہ سلیم بود۔ ایشان را اعقاب از سہ پسر وے ماندہ محمد واحمد ویحییٰ۔ سید عبد الرحیم وسید اسمٰعیل وسید فضل اللہ فرزندان سید عبد الرزاق را اولاد واحفاد نیست واللہ اعلم

قلائد الجواہر میں لکھا ہے کہ ۶۲۲ھ میں خلیفہ الظاہر باللہ نے جو دیانت دار حق پسند تھا۔ آپ کو قاضی القضات مقرر کیا۔ خلیفہ ظاہر باللہ کی نسبت ابن اثیر مورخ نے لکھا ہے۔ کہ عمر بن عبد العزیز کے بعد ایسا منصف مزاج عدل پسند بجز ظاہر باللہ کے کوئی نہیں ہوا۔ وہ ہر محکمہ میں وہ عہدہ دار رکھتا تھا۔ جو زیادہ تر لائق شریف امین ہوں۔ جب صاحبزادہ سید نصر کو مقرر کرنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں

اس شرط پر یہ عہدہ لینا چاہتا ہون - کہ ذوی الارحام کو بھی موافق شریعت حقہ وارث بناؤن گا. خلیفہ نے جواب دیا - کہ حکم مولے از ہمہ اولے - اعط کل ذی حق حقہ - اتق اللہ ولا تتق سواہ - اور آپ کی انصاف پسندی اور شرعی حمایت کو ملاحظہ کرکے یہ بھی کہدیا - کہ جس کسی کا حق بطریق شرعی ثابت ہو - آپ کیلیے بندون اسکا تدارک بھی فرمادیجئے گا - اور کوئی توقف نہ ہو - پھر ان کی حق شناسی کو دیکھکر ایک ہزار دینار بھیجدیئے - کہ بقدر مفلس قرضدار بوجہ قرض محبوس ہین - اس کا قرضہ اداکرکے رہا کردین - پھر ان کی بُردباری اور امانت داری اور ہشیاری معائنہ کرکے اوقاف عامہ مدارس جامع سلطان وغیرہ کی نظارت بھی انہین کے سپرد کردی - اور آپ کو اس مین ہرطرح کی ترمیم تنسیخ - بحالی - برطرفی کا کامل اختیار دیدیا - یہانتک کہ مدرسہ نظامیہ کی بحالی اور برطرفی بھی آپ ہی کے متعلق ہوگئی - آپ آثار سلف صالحین کے قدم بقدم چلتے اور نہایت سرگرمی واہتمام سے منصب قضا کو انجام دیا کرتے - اگر بوقت اجلاس اذان ہوجاتی - تو تمام حاضرین کو ساتھ لیکر نماز باجماعت ادا کرتے - مسجد جامع مین پیادہ پا تشریف لیجاتے - خلیفہ ظاہر باللہ کی وفات کے بعد مستنصر باللہ مسند خلافت پر بیٹھا - چونکہ یہ ظاہر باللہ کے طریق سے بہت گرا ہُوا تھا - شرعی خیالات کم تھے - ادہر حضرت سید نصر شریعت پر مستحکم تھے - اور حق گوئی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تہا - خلیفۂ وقت تک کی پرواہ نہ کرتے - آخر مستنصر باللہ نے اپنی تخت نشینی کے چار ماہ بعد منصب قضا سے انہین معزول کردیا - آپ اس بار گران سے سبکدوش ہوکر بہت خوش ہوئے - اور خلیفہ کے حق مین بجائے اسکے کہ ہجو کرتے - یہ شعر بنایا: شعر

حمدت اللہ عزوجل لما ۔۔۔ قضے لی بالخلاص من القضاء

وللمستنصر المنصور اشکر ۔۔۔ وادعوا فنوق معتاد الدعاء

حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہین - ہمین معلوم نہین کہ حنابلہ مین بجز آپکے کوئی قاضی القضاۃ کے عہدہ جلیلہ پر پہونچا ہو - معزولی کے بعد آپ مدرسہ حنابلہ مین درس

تدریس اور افتا کا کام کرنے لگے۔ فقہ مین آپ کی کتاب ارشاد المبتدی مشہور ہے آپ اعلیٰ درجہ کے تحقیق پسند۔ عارف حدیث۔ ثقہ۔ شیرین کلام۔ خوش طبع۔ متین تھے۔ فروعات مذہبیہ مین آپ کے معلومات وسیع تھے۔ قلائد الجواہر اور تاریخ خمیس ملاحظہ ہو۔

مختصر تذکرہ

حضرت سید ابراہیم بن غوث صمدانی قدس اللہ اسرارہما

صاحب نزادہ ممدوح کا زین الفقہا لقب تہا۔ بہجۃ الاسرار مین لکھا ہے۔ کہ اپنے والد ماجد اور شیخ سعید بن ابی غالب وغیرہ مشائخ سے تفقہ و علم حدیث سنا۔ پھر لکھتے ہین ثقہ۔ متواضع۔ کریم الاخلاق۔ مکرم اہل علم تھے۔ بعد تحصیل علوم شہر واسط مین چلے گئے۔ اور لوگون کو علمی سمندر سے سیراب کیا۔ بحر السرائر مین لکھا ہے۔ کہ محدث واعظ مدرس کامل تھے۔ علوم حدیث مین صاحب خبرت تھے۔ شہر واسط مین بالا ذبیح وفات پائی۔ لاعقب لہ۔ سن وفات بہجۃ مین ۵۹۲ھ مکتوب ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

مختصر تذکرہ سید محمد بن غوث صمدانی قدس اللہ اسرارہما

یہ بہی بڑے اعلیٰ درجہ کے عالم عارف باللہ۔ متعفف صاحب اوصاف جمیلہ تھے علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور دیگر اجلہ مشائخ سے حاصل کی۔ رئیس الاصحاب ان کا لقب تہا۔ بغداد شریف مین ۶۰۰ھ ذوالقعدہ کی ۲۵ تاریخ کو بہشت برین کو سدہارے۔ اور مقبرہ حلبہ مین دفن ہوئے۔ آپ بہی لاولد تھے لاعقب لہ بہجۃ اور بحر السرائر۔ رضی اللہ عنہ۔

مختصر تذکرہ

عبد اللہ بن غوث صمدانی قدس اللہ اسرارہما

بہجۃ الاسرار مین لکھا ہے۔ کہ آپ ۵۰۸ھ مین پیدا ہوئے۔ لڑکپن ہی مین آثار سعادت ان کی جبین مین ہویدا تھے۔ آپ ہی اس اولاد الغوث کے لقب سے ممتاز ہین۔ ان کی تعلیم پر حضرت غوث صمدانی رہ کو خاص توجہ تھی۔ بحر السرائر مین انہین کو فرزند اعظم خلف افہم فرمایا ہے۔ آپ اعلے درجہ کے فہیم وعلیم تھے۔ حدیث دانی کا ان کو خاص ملکہ تہا۔ انکے دو فرزند بہی ہوئے۔ سید عبد الرحمن وسید عبد القادر یہ دو نو بہی فخر العلماء کے لقب سے یاد کئے گئے۔ یہ حضرت بہی آخر الامر لاولد فوت ہوئے

مختصر تذکرہ سید یحیٰی بن غوث صمدانی قدس اللہ اسرارہما

بہجۃ الاسرار مین ولادت ۵۵۰ھ لکھا ہے۔ کہ یہ سب سے چہوٹے صاحبزادہ تھے۔ انہون نے بہی ہر علم مین کمال حاصل کیا۔ پہر مصر مین تشریف لائے۔ کان فقیہا۔ عالما رضی الاخلاق۔ بہی الوجہ۔ مقبلا علے العلم واہلہ۔ بحر السرائر مین لکھا ہے کہ از ہمہ فرزندان خرد ترین ایشان بودند از ایشان خلفے نماندہ بغداد مین آکر نصف شعبان سلسلہ مین وفات پائی۔ اور اپنے بہائی سید عبد الوہاب کے قریب مدفون ہوئے

مختصر تذکرہ سید موسیٰ بن غوث صمدانی قدس اللہ اسرارہما

بہجۃ الاسرار مین آپ کے القاب یہ لکھے ہین۔ الشیخ الامام ضیاء الدین۔ ابو النصر موسیٰ سراج الفقہاء۔ زین المحدثین۔ بقیۃ السلف۔ پہر لکہا ہے کہ علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔ اور دیگر مشائخ سے بہی۔ پہر مصر گئے۔ وہان خوب علم حدیث کا چرچا پہیلایا۔ پہر دمشق روانہ ہوئے۔ اور وہان تشریف لیجاکر اسکو وطن بنالیا۔ آپ بڑے ادیب۔ فاضل۔ مصنف تھے۔ دمشق ہی مین یکم جمادی الاول ۶۱۸ھ مین انتقال کیا۔ جبل قاسیون مین مدفون ہوئے۔ آپ کا مولد یکم ربیع الاول ۵۳۹ھ لکھا ہے۔ وھو اٰخر من مات من اولادۃ الغوث الصمدانی رضی اللہ عنہم۔ بحر السرائر مین لکھا ہے۔ کہ آپ نے تمام بہائیون کے بعد وفات پائی ہے۔ اور یہ بہی لکھا ہے کہ انکا نسل منقطع ہو لاعقب لہ واللہ اعلم

مختصر تذکرہ سیدنا سیف الدین عبد الوہاب خلف الرشید حضرت غوث صمدانی محبوب سبحانی رض جو داخل نسب ہین

بہجۃ الاسرار مین لکہا ہے کہ حضرت سید عبد الوہاب قدوۃ العلما فخر المتکلمین کی کنیت ابو عبد اللہ۔ لقب جمال الاسلام تہا۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ شعبان ۵۲۲ھ مین ہوئی۔ تاج المکلل مین سن ولادت ۵۴۲ھ لکہا ہے۔ قلائد الجواہر ۲۵ شعبان کی تصریح کی ہے۔ بحر السرائر مین لکہا ہے۔ کہ آپ تمام برادران پر فوقیت رکہتے تھے۔ بعد غوث الاعظم غوث صمدانی کم کوئی اس مرتبہ تک پہونچا ہوگا۔ ہر ایک علم مین دستگاہ رکہتے تھے۔ کرامات ظاہرہ اور مقامات فاخرہ کے ساتہ موصوف تھے۔ حقایق و دقایق کے سمندر کے شناور۔ قدوۃ السالکین حجۃ الصادقین۔ آپکا شان تہا۔ اپنے والد قدس سرہ سے علوم حاصل کئے۔ اور دیگر مشائخ سے بہی بڑے دور دراز سفر کرکے بلاد عجم مین استفاضہ کیا۔ علم حدیث، فقہ پہلے اپنے قبلہ و کعبہ کو سنائی۔ اور پہر محدث الوقت مولانا عبد الاول۔ محمد بن عمر۔ احمد بن حسن وغیرہ کیخدمت مین حاضر ہوئے۔ بیس سال کی عمر مین تمام علوم مین یکتا ہو کر بغداد شریف واپس تشریف لائے۔ اور اپنے والد شریف کی خدمت مین وعظ گوئی کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اور آپ کے سامنے مسند وعظ پر قدم رکہا۔ لیکن خود فرماتے ہین کہ گو مین علوم مین منتہی ہوچکا مگر آپکے سامنے آپ جیسی برکت میری وعظ مین کہان۔ چونکہ سامعین حضرت غوث صمدانی رح کے تعلیم یافتہ اور جواہر زواہر محبوب سبحانی کے دلدادہ تھے۔ انہون نے حضور کیخدمت مین التماس کی۔ کہ جناب ہی بذات خود مزین مسند ہوکر وعظ فرمائین مین اُتر آیا۔ اور آپ منبر پر جلوہ افروز ہوکر متکلم ہوئے۔ اور معارف کے وہ نکات بیان کئے۔ کہ مین دنگ ہوگیا۔ اور خلقت چیخ اُٹھی۔ جسوقت آپ وعظ سے فارغ ہوئے۔ تو مین نے استفسار کیا۔ یعنی مجہے کب یہ مدارج حاصل ہونگے۔ اور کلام مین تاثیر ہوگی۔ فرمایا۔ یا بنی بچے ابہی تو نے ارضی سفر طے کیا ہے۔ جب آسمانی سفر

کر گیا۔ تو پہر یہ مقام حاصل ہوگا۔ اور یہ بہی فرمایا۔ کہ مین جب کرسئ وعظ پر جلوس کرتا ہون۔ تو خدا تعالےٰ میرے قلب پر متجلی ہوتا ہے۔ جس بسط سے مجہے تعلیم کرتے۔ مین وہی کہتا ہون۔ ؎

گفتۂ من گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

بعد ازان سیدنا سید عبدالوہاب علوم باطنی و ریاضت کیطرف مشغول ہوئے تہوڑے عرصہ مین انہون نے وہ ید طولےٰ حاصل کیا۔ کہ معارف کے معراج پر پہونچے۔ اور ولایت مین قائم مقام والد ماجد سمجہے گئے۔ بہجۃ الاسرار مین لکہا ہے۔ کہ حضرت غوث صمدانی کی وفات کے بعد آپ اسی مدرسہ مین جہان غوث صمدانی نے درس فرمایا کرتے تھے مسند درس پر بیٹھے۔ اور خلق اللہ کو فیضیاب کیا۔ اور وعظ گوئی مین بہی وہ کمال حاصل کیا۔ کہ جو باید و شاید۔ قلائد الجواہر مین لکہا ہے۔ کہ آپ اعلےٰ درجہ کے فقیہ بہت بڑے فاضل۔ نہایت شیرین گفتار تھے۔ مسائل خلافیہ۔ وعظ گوئی۔ خوش بیانی مین ید طولےٰ رکہتے تہے۔ دلچسپ اور ظرافت آمیز فقرے آپکے زبان زد خلائق تھے آپ نہایت بامروت۔ کریم النفس۔ صاحب وسخا تھے۔ خلیفہ ناصر الدین نے ستم رسیدہ اور مظلومون کی معاونت اوران کی فریادرسی پر آپکو مقرر کیا تہا۔ علامہ ذہبی اور ابن خلیل سے منقول ہے۔ کہ آپنے حدیث بیان کی۔ وعظ کیا۔ فتوے دئے۔ دیوان شاہی سے بہی آپکے مراسلات آیا کرتے تھے۔ آپ اعلےٰ درجہ کے متین وادیب کامل تہے۔ علامہ ابن رجب سے بہی لکہا ہے۔ کہ آپ اعلےٰ درجہ کے فقیہ وزاہد اور بہت بڑے واعظ تھے۔ قبولیت عامہ آپ کو حاصل تہی۔ مظلوم وستم رسیدہ لوگون کی فریاد رسی پر آپ خلیفہ وقت کیطرف سے مامور تھے۔ نواب صدیق حسن خان سید قنوجی نے تاج المکلل مین لکہا ہے۔ کان عبدالوہاب بن الشیخ العارف عبدالقادر الجیلانی کیسا ظریفا و قرء الفقہ علے والدہ حتے برع فیہ و درس نیابۃ عن والدہ بمدرستہ وھو حی و قد نیف علے العشرین من عمرہ له لسان فصیح فی الوعظ و ایراد ملیح و کانت له مروۃ و سخاء۔

جناب ممدوح کی ولادت و وفات کے سنین مین بہت بڑا اختلاف ہے خزینہ کچھ لکھتا ہے اور قلاید کچھ۔ تاج کچھ تحریر کرتا ہے۔ اور بحر کچھ۔ لیکن یہ عاجز بہجۃ الاسرار کو سب سے مقدم سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ قریب العہد ہونے کے علاوہ معتبر اور ثقہ بھی ہے۔ کما فی التعرف۔

آپ کی وفات لیلۃ الخمیس ۵ شوال ۵۹۳ھ مین ہوئی۔ خمیس کے دن مقبرہ حلبہ مین یہ آفتاب اسلام چھپ گیا۔ رضی اللہ عنہ (بہجۃ الاسرار)

بحر السرائر مین لکھا ہے۔ کہ آپ کے دو صاحبزادگان سیدنا صفی الدین عبد السلام و ابو الفتح ضیاء الدین سلیمان اور ایک صاحبزادی مسمات عائشہ مسمی ام المومنین تہی۔ حضرت سیدہ عائشہ کی کنیت ام الحسنات تہی۔ کانت صالحۃ ولیۃ ذات الکرامۃ آپ کا نکاح سید مبارک بغدادی سے ہوا۔ جو بڑے زاہد اور پارسا تھے۔ اور پہر ان کی اولاد صالحین ہوتی رہی۔ حتی کہ اب بہی ان کی اولاد بغداد شریف مین موجود ہے۔ ابو الفتح ضیاء الدین سلیمان قدس اللہ سرہ العزیز۔ بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ سخاوت اور علم وحلم مین شہرہ آفاق تھے۔ بہجۃ۔ زین العراق ان کا لقب تہا۔ یہ تینون بہائی بہن آپس مین عینی اخوت کے تہے۔ ان کی والدہ کا نام تاج النساء بنت محمد دینوری تہا۔ ۶۴۸ھ مین آپ کا انتقال ہوا۔ اور اپنے والد ماجد کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ کا ایک صاحبزادہ سید داود ہوا۔ جو محدث عراق کہلایا گیا لیکن وہ بہی اس سن اور اس ماہ یعنی ربیع الاول ۶۴۸ھ مین لاولد فوت ہوئے۔ ناعقب۔ اما سید صفی الدین داخل النسب ہین۔ جنکا ترجمہ ذیل مین ہے۔

مختصر تذکرہ سید صفی الدین ابو نصر عبد السلام ان کا لقب جمال الفقہا۔ زین الصلحاء والمحدثین تہا۔ یہ حضرت بزمان حضرت غوث صمدانی قدس سرہ پیدا ہوئے تھے۔ شاگرد بہی انہین کے تھے۔ پہر اپنے والد سے بہرہ یاب ہوئے۔ بہجۃ الاسرار مین لکھا ہے۔ کہ بغداد کی ایک جماعت آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہین۔ آپ محدث تھے۔ مفتی تہے۔ مدرس تہے۔ اہل علم کی بڑی

عزت کرتے۔ چند مدات کے متولی تھے۔ ان کے اقوال وافعال سب شریعت ہی شریف تھے۔ خلیفہ ظاہر باللہ کو بھی جناب کی شاگردی کا فخر حاصل تہا۔ ۳ رجب ۵۹۶ھ مین وفات پائی۔ اور مقبرہ جیلیہ مین مدفون ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

بحر السرائر مین لکھا ہے۔ کہ آپ کے دو صاحبزادہ سید احمد و سید حسن اور ایک صاحبزادی مسمات حضرت فاطمہ تہین۔ حضرت فاطمہ کا کوئی فرزند نہین ہوا۔ لاعقب لہا۔ اسی طرح سید حسن بھی بلا تزویج فوت ہوئے۔ آپ کا لقب بدرالدین اور کنیت ابوالجبار رہی۔ لاعقب لہ۔ اما سید احمد کا مختصر تذکرہ ذیل مین لکھا جاتا ہے۔

ابوالمسعود سید احمد کا مختصر تذکرہ

سید موصوف کا لقب علم الدین شیخ شیوخ العالم تہا۔ ۵۵۴ھ مین تولد ہوا۔ اپنے والد ماجد سے علوم سیکھے۔ تکمیل علوم کے بعد مسند درس پر زینت بخش ہوئے۔ صاحب وقار تھے۔ مخلوق خدا کو تلقین و تربیت سے فیضیاب فرمایا۔ بعدازان بغداد شریف سے بوجہ فساد تتار روانہ ہوکر روم مین سکونت پذیر ہوئے۔ چونکہ وہان آب و ہوا مسرت بخش تہی۔ مصمم ارادہ کرلیا۔ کہ یہی دارالاقامت ہو۔ لیکن با نیوجہ متردد تہے۔ کہ اپنے والد وجد قدس اللہ اسرارہما سے بھی اگر استیذان ہو جاتا۔ تو پہر کوئی خدشہ وریب نہو تا۔ ہر وقت متوجہ الے اللہ ہوتے۔ کہ یہ خلجان رفع ہو۔ تقدس مآب تو تھے ہی۔ دو نو حضرات کی یقظتاً زیارت ہوئی جس مین اجازت کے شرف سے مجاز ہوکر شکر الٰہی کیا۔ اور بے کھٹکا وہان رہنے لگے۔ آپ کی ولایت عظمٰی و قطبیت کبرٰے کا شہر مین ڈنکا تہا۔ جوق جوق رومیان جمعیت مین داخل ہونے لگے۔ جم غفیر آپ سے بہرہ مند ہوکر طوق غلامی قبول کیا۔ آخر کار جب پیمانہ عمر لبریز ہوا۔ تو ۶۳۰ھ مین ہوا خواہون و مریدون پر داغ مفارقت رکھکر واصل باللہ ہوئے۔ آپ کو بڑہاپے مین اللہ تعالےٰ نے ایک ہی فرزند عطا فرمایا تہا۔ جسکا نام سید مسعود مشہور ہی۔ بجز اس صاحبزادہ کے اور کوئی اولاد ذکور و اناث نہ رہی رضی اللہ عنہ۔

ان کا مختصر تذکرہ ذیل میں بعنوان علیحدہ درج ہے۔

محی الدین سید مسعود کا مختصر تذکرہ

سید مسعود بلند اقبال کی "کنیت" ابوالبرکات اور لقب محی الدین مشہور ہے آپ نہایت فہیم اور صاحب اوصاف جمیلہ تھے۔ ان کی ولادت کا سنہ کاتب الحروف کو نہیں ملا۔ وفات سنہ ۲۶۲ھ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ آپ کو صرف ایک صاحبزادہ مسمی سید علی قدس سرہ خلاق عالم نے عطا کیا۔ جو وارث خاندان ہوا۔ اور انہیں سے یہ سلسلہ وہابیہ شروع ہو کر مزین عالم ہوا۔

حضرت سید علی کا مختصر تذکرہ

آپ کی کنیت ابوالحسن اور لقب ضیاء الدین تہا۔ آپ بڑے عالم متقی پرہیزگار تھے۔ انکا فرزند حضرت سید شاہ میر وارث خاندان رہا جن کا ذکر ذیل میں درج ہے۔ حضرت سید علی سنہ ۳۱۵ھ میں متوفی ہوئے۔

مختصر تذکرہ سید شاہ میر قدس سرہ

حضرت سید شاہ میر نہایت پارسا۔ جلیل القدر۔ ذی مراتب۔ عالی مناقب تھے آپ کی کنیت ابو محمد۔ لقب سلطان المشائخ۔ مخدوم الاولیا تہا۔ صاحب کرامات اور عالی مقامات تہے۔ انکا وصال سنہ ۳۵۵ھ میں ہوا۔ آپکا داخل النسب فرزند رشید سید شمس الدین نصر ہے۔ جنکا مختصر تذکرہ علیحدہ عنوان سے ذیل میں مکتوب ہے۔

مختصر تذکرہ سید محمد شمس الدین نصر قدس سرہٗ

حضرت ممدوح بڑے جلیل القدر صاحب شان و شوکت تھے۔ فساد ہلاکو خان کیوجہ سے حلب میں رہتے تھے۔ آپکے صاحبزادہ حضرت محمد غوث اول قدس اللہ سرہ العزیز

اُوچی کا تولد بھی وہین حلب مین ہوا۔ آپ حلب مین نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کے کمالات و کرامات کا شہرہ تھا۔ وفات کا سنہ ۱۴۳۱ء ہے حضرت مخدوم سید محمد غوث قدس اللہ سرہ العزیز داخل النسب ہین۔ انکا ترجمہ ذیل مین ملاحظہ ہو

مختصر تذکرہ مخدوم جہان و جہانیان قطب الاقطاب مستغنی عن الانس و اللوث سید مخدوم محمد غوث قدس سرہ

آپ کے حالات سنیہ و مقامات علیہ کے لئے ایک دفتر مستقل چاہئے. حضرت ممدوح بحر عرفان و لایت. گنجینہ اسرار ہدایت تھے۔ آپ کا لقب سلطان العارفین قدوۃ السالکین قطب الاولیا. غوث الاتقیا تھا۔ آپ کو مخدوم محمد غوث الحسنی الحسینی الجیلانی البغدادی[1] الرومی الخراسانی الیونانی الاوچی کہتے ہین۔

بحر السرائر مین لکھا ہے. کہ آپ صاحب عظمت و کرامت و شوکت و جلالت تھے۔ اسی طرح جامع علوم معقول و منقول. حاوی فروع و اصول مجمع فضایل حسبی و نسبی منبع کمالات وہبی و کسبی تھے۔ عرصہ تک روم مین رہے. پھر یونان تشریف لے گئے۔ وہان فیضان و عرفان سے بہرہ یاب کرتے ہوئے سنہ ۸۹۴ھ مین بعہد سلطان قطب الدین[2] لنگاہ جو کہ ملتان

---

[1] تذکرہ غوثیہ مین اخبار الاخیار سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت ممدوح روم سے خراسان اور خراسان سے ملتان پہونچے۔ اور پہر بلدہ اوچ مین اقامت اختیار فرمائی ۱۲

[2] جب بمضمون تلک الایام نداولہا بین الناس نانوین صدی مین سلطنت دہلی کا حال دگرگون ہوا۔ اور ملتان جو آماجگاہ لشکر غزنی۔ کابل. قندہار کا بنا تہا۔ آخرکار یہ نوبت پہنچی. کہ ملتان بغیر حاکم کے خالی ملتان ہی رہگیا۔ اہل الرائے ملتان نے یہ تجویز کی. کہ شیخ یوسف قریشی ملتانی کو حاکم بنالین. تاکہ رد ملک و شمانہو۔ یہ شیخ یوسف ذات کے قریشی متولی خانقاہ حضرت غوث بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس سرہ تھے۔ سنہ ۸۴۵ھ مین یہ انصرام و انجام ہوگیا. کہ ملتان. اوچ و حوالی مین منابر پر ان کے نام نامی کا ذکر کیا جائے۔ آپ نے بلوازم بزرگی تمام ساکنان کی خاطرداری کرکے تسلی کرتے رہے۔ رائے سہرہ نامی جو کہ سردار جماعت افغان لنگاہ تہا۔ اور قصبہ سوی مع اطراف اسکے متعلق تہا۔ بخدمت شیخ یوسف پیغام بہیجا. کہ چونکہ مجھے حضور کے ساتھ اخلاص و اعتقاد ہے۔ لہذا معروض کہ قوم لنگاہ کی دلدہی و دلداری کرکے ۔ م

و اپنے قبضہ مین رکہین اور لشکری بنالین کیونکہ دہلی کا نظام بگڑا ہوا ہے۔ سلطان بہلول لودہی نے خطبا اپنے نام کا جاری کرا دیا ہے۔ خدا نخواستہ اگر ملتان پر بہی کوئی غنیم حملہ کرنا چاہے۔ تو وہ جان دینے مین دریغ نہ کرین۔ اور اخیر مین یہ بہی تہا۔ کہ مین اپنی دختر بحضرت والا دیکر دامادی حضور کی قبول کرتا ہون۔ اگر قبول افتد زہے عز و شرف۔ شیخ یوسف اس پیغام سے نہایت مسرور ہوئے اور زمانہ کی دورنگی زیر نظر نہ رہی۔ منظور فرمالیا۔ رائے سہرہ نے برسم سلاطین عقد نکاح کر دیا۔ بانیطور اسکے آمد رفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ شیخ یوسف کو یہی خیال ہوا۔ کہ وہ نہ ہو کہ معاملہ دگرگون ہو یہ تجویز ہوئی۔ کہ جب رائے سہرہ لڑکی کو ملنے کے لیے آئین۔ تو بیرون شہر منزل مقرر ہو۔ اور اکیلے تنہا شہر مین داخل ہون۔ ایسا ہوتا رہا۔ رائے سہرہ مرد جہاندیدہ تہا اور اسکی غرض ہی یہ ہی۔ کہ کسی مکر و حیلہ سے حکومت ملتان حاصل ہو۔ ایک دفعہ بعد لشکر ملتان داخل ہوا۔ اور کہلا بہیجا کہ مین اس دفعہ تمام قوم لنگاہ کو ساتہہ لایا ہون۔ اس کا ملاحظہ فرما کر مدارات فرمائی جاوے۔ حضرت شیخ چونکہ باحیا اور افسون زمانہ سے غافل تھے۔ فرمایا بہت بہتر۔ رائے سہرہ اپنی جماعت سے مشورہ کر ایک آدمی کو ساتہہ لیتے ہوئے بملاقات دختر داخل محل ہوئے۔ ایک خدمتگار کو کہدیا تہا۔ کہ ایک بزغالہ ذبح کرکے اسکا گرم گرم خون فلان مقام پر لانا۔ وہ تعمیل کی گئی۔ شب کو رائے سہرہ نے درد شکم کی آہ فریاد کی۔ جزع فزع کا بازار گرم کر دیا۔ چونکہ وہ خون بزغالہ نوش جان کر چکے تہے۔ اس مین کوئی دوائی دست آور بہی ملائی ہوگی۔ قے بہی آئی اور اجابت بہی۔ دیکہا تو خون ہی خون ہے حاضرین دنگ و حیران ہوگئے۔ آخر کار رائے سہرہ نے نہایت نرم اور نحیف آواز سے کہا۔ کہ وقت نازک ہے۔ کہ میرے وکلاء کو حاضر کرو۔ تاکہ وصیت نامہ لکہا جائے۔ اور اپنے قرابتیون و خویشان کو بہی وداع کے لیے بلانا چاہا۔ چونکہ استفراغ دموی ہو چکا تہا۔ اسکی تعمیل مین مضائقہ نہ سمجہا گیا۔ القصہ جب وقت اکثر لشکریان اسکے قلعہ مین داخل ہوگئے۔ اس وقت ہوشیار ہو کر اٹھ بیٹھا۔ اور اپنے معتمدان کو ہر ایک دروازہ کی نگہبانی و حراست کے لیے نامزد کر دیا۔ کہ شیخ یوسف کے ملازمین اندر نہ آسکین۔ اور خود خلوت سرا مین جا کر شیخ یوسف کو گرفتار کر لیا۔ جب رائے سہرہ نے اس مکر سے یہ کامیابی کر لی۔ تو اعلان کر دیا گیا۔ کہ مین اب سلطان قطب الدین لنگاہ ہو گیا ہون۔ حاکم ملتان ہون۔ میرے ہی نام کا خطبہ و سکہ ہوگا۔ اور شیخ یوسف قریشی کو خانقاہ مبارک کے شمالی دروازہ سے نکالکر دہلی روانہ کر دیا۔ بایں ہیچ غداری سے حکومت حاصل کی۔ اور ۸۷۴ھ مین ۱۶ سال سلطنت کرنے کے بعد زیر خاک بستر لگایا۔ اجہویہ۔ اس خاندان کا یہ طریقہ تہا۔ کہ اپنی دختران کے نکاح اپنی برادری مین کم کرتے اکثر قاعدہ یہ تہا۔ کہ سادات کے ساتہہ توصل کرتے۔ چنانچہ قطب الدین کی دختر حضرت ممدوح سید مخدوم محمد مدنی کے نکاح مین تہی۔ سید محمود بن سید جلال الدین بخاری مخدوم کے عقد نکاح مین بہی سلطان حسین لنگاہ کی کی دختر ہی۔ جنکا نام بی بی تکنی تہا۔ سید رکن الدین بن سید حامد کبیر بن مخدوم جلال الدین کے نکاح مین

کا والی اور حاکم تہا۔ ملتان دار الامان مین قدوم میمنت لزوم ارزانی فرمایا۔ پہر اُوچہ
شریف تشریفبر ہو کر اس مبارک قطعہ مین توطن اختیار کیا۔ سیاحی کا شوق از حد تہا
لکھتے ہین۔ کہ اکثر حصہ روے زمین کی دو دفعہ سیاحت کی۔ ایک بار بحالت تجرید و
مسکنت۔ بار دوم شوکت و سطوت واللہ اعلم۔ جس زمانہ مین آپ نے بقعہ اوچ کو سرفراز
فرمایا۔ تو جوق جوق مردمان بعیت کر کے غلامی مین داخل ہوئے۔ بادشاہ وقت بہی حلقہ
ارادت مین شامل ہو کر نہایت اخلاص و اطاعت کی راہ و رسم کو مرعی رکہتا تہا۔ دلازمت
آن عالیجناب کو سرمایہ فخر سمجہکر حاضر خدمت رہتا۔ چونکہ اس زمانہ مین قحط الرجال
تہی۔ آپ کے وجود مسعود سے بہت لوگ مرتبہ سجالیت تک رسائی کر گئے۔ علماظواہر
اگرچہ ہمچو ما دگرے نیست نقارہ بجاتے تہے۔ لیکن بمقتضائے عزت ذاتی و علو فطرتی آن
ممدوح سب پست رہتے۔ حضرت عبد القادر ثانی اور سید حسن قدس اللہ اسرارہما سے
منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ بادشاہ عصر نے کسی مسئلہ کے لئے مجلس مباحثہ منعقد کرائی۔
اطراف و اکناف کے علما جمع ہوئے۔ حضرت ممدوح قدس اللہ کو بہی شمولیت جلسہ
کی درخواست کی گئی۔ آپ بہی تشریف لائے۔ مقدمات مناظرہ طے کرتے ہوئے
کارروائی شروع ہوئی۔ علماء ظواہر نے پوشیدہ یہ امر طے کر لیا۔ کہ حضرت مخدوم کو
اگر جل کر الزام کی صورت نکل آئی۔ تو پہر بول بالا ہے۔ ورنہ ان کی گرم بازاری ہماری
جاہ و عزت کو سرد کر دیگی۔ ہوتے ہوتے ایک پیچ در پیچ سوال آپکے پیش ہوا کہ اسکا
جواب بذمہ جناب ہے۔ چونکہ وقت تنگ ہو چکا تہا۔ اور مصلحت وقت بہی اسی کی مقتضی
تہی۔ آپنے فرمایا۔ کہ اس کا جواب کل پر رکہنا چاہیے۔ کہ تشفی تمام رونما ہوگی۔ مجلس
پراگندہ کر دی گئی۔ ہر ایک اپنے اپنے فرودگاہ پر پہونچا۔ حضرت ممدوح اُن کے بُرے
ارادہ پر مطلع تہے۔ اس فکر مین ہوئے۔ کہ کوئی ایسا دندان شکن جواب ہو۔ اس فکر
مین غنودگی ہونے لگی۔ ابہی یقظہ و نوم کی درمیانی حالت تہی۔ کہ یکایک باب مدینہ
علم حضرت علی المرتضے کرم اللہ وجہہ کی زیارت فیض بشارت حصول ہوئی۔ آپنے آتے
ہی فرمایا۔ اے فرزند اگر ایسا دندان شکن جواب کہ مستلزم الزام خصم ہو۔ میسر دست

موجود نہ تہا۔ تو وعدہ کیون کیا۔ منہ کہولو۔ اطاعت کی گئی۔ آپنے اپنا لعاب مبارک میرے منہ مین ڈالدیا۔ اور فرمایا۔ کہ جائیے۔ ویسا جواب ہوگا۔ فرماتے ہین مین نہایت بشاش ہوکر منتظر وقت رہا۔ وقت پر مجلس مباحثہ مین حاضر ہوا۔ اور ایسی فصاحت۔ بلاغت سے جواب کی تقریر کی۔ اور ایسے استدلال قائم کئے۔ کہ سب دنگ ہوگئے۔ اور یکزبان ہوکر کہا۔ کہ یہ آپ ہی کا حصہ تہا۔ ہمارے عقول کی معراج و علوم کی ترقی کا اس مقام تک پہونچنا دشوار ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

حضرت شیخ العالم مخدوم ثانی و حضرت سید حسن سے منقول ہے۔ کہ سلطان بہلول[ا] بادشاہ

[ا] سلطان بہلول لودہی متوفی ۸۹۴ھ اپنی قوم کا پہلا بادشاہ ہے۔ ۳۸ سال ۸ ماہ، یوم ۸ دن سلطنت کی۔ یہ قوم کا افغان تہا۔ لودہی افغانون کے ساتہہ ہندوستان مین بتقریب تجارت آیا جایا کرتا تہا۔ سلطان فیروزشاہ باربک کے زمانہ مین بہلول کا جد ملک بہرام اپنے بہائی سے ناراض ہوکر ملتان آیا اور حاکم ملتان کی ملازمت حاصل کی۔ اسکے پانچ فرزند تھے۔ یہ پانچون اپنے والد کی وفات کے بعد ملتان ہی رہے۔ جب خضر خان بفرمان سلطان فیروزشاہ ملتان کا حاکم ہوا۔ تو ملک بہرام کا فرزند اکبر ملک سلطان اسکے مقربان سے بعہدہ جلیلہ مقرر ہوا۔ جب اقبال خان نے ملتان پر دہاوا کیا تو ملک سلطان کو اس مقابلہ کے لئے نامزد کیا گیا۔ ملک سلطان نے اقبال خان کو شکست فاش دیکر قتل کردیا۔ بلیوجہ جد وجہد علیا پہنچکر خطاب اسلام خانی و حکومت سرہند حاصل کی۔ دوسرے چار بہائی بہی اس کی معیت مین تھے۔ پہر باداد ملک سلطان اس کا بہائی ملک کالا ایک پرگنہ کا حاکم کردیا گیا۔ ملک کالا کی بیوی اپنے چچہ کی لڑکی تہی۔ بفضل ایزدی سلطان بہلول سے بارور ہوئی۔ لیکن تقدیر نے اس مان کو جمال فرزند کا دیکہنا نامنظور لکہا تہا۔ قریب بوضع حمل روزہ مین مرگئی۔ اطبا وغیرہ کی استمزاج سے مرحومہ کا شکم چیر کر بچہ نکالا گیا۔ چونکہ آثار حیات اس مین موجود تہے۔ اور لوح محفوظ مین سلطانی فہرست مین اس کا نام نامی درج تہا۔ اسلئے مناسب طور پر اسکی حفاظت کا سامان مہیا کیا گیا۔ اور صاحبزادہ صاحب غیر معمولی نشوونما مین ترقی کرتے رہے۔ ملک کالا خان تو عرصہ کے بعد افغانون کی جنگ مین مقتول ہوگئے۔ سلطان بہلول چونکہ سن شعور مین پہنچ چکا تہا۔ سرہند مین اپنے چچا اسلام خانی کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور تعلیم و تربیت سے لایق فائق ہوگیا۔ چونکہ ایک واقعہ جنگ درپیش تہا۔ اس مین آثار شجاعت و شہامت اس سے نمودار ہوئے۔ چچا اسلام خان نے اپنی دختر نیک اختر کا نکاح اس ہونہار سے کردیا۔ اور محبت بجائے رسید کہ فوق آن متصور نگردد آتا ہی اسلام خان کی ہمدردی اور رحم

قوم پروری کا دہ شہرہ تہا۔ کہ بارہ ہزار پٹھان کہ اکثر اپنی برادری اور قوم کے تہے۔ اسکی ملازمت مین ہو گئے۔ آخر کار پیمانۂ اجل اسلام خان نہایت کو پہونچا۔ اسلام خان نے باوجود پسران رشید وصیت کی۔ کہ میرا قائم مقام اور ولی عہد سلطان بہلول ہونا چاہئے۔ اس وقت دہلی کا بادشاہ سلطان محمد شاہ مزین دیہیم و تاج تہا۔ اسلام خان کی وفات کے بعد تنازع ہوا۔ تین فریق ہو گئے۔ لیکن بہلول کا پلہ بہاری رہا۔ بہلول نے چالاکی کر کے بخدمت سلطان محمد شاہ یہ تحریک کی۔ کہ افغانون کے ہجوم و سرکشی سے قریب ہے۔ کہ ملک مین فتنہ و فساد قائم ہو اسکا تدارک فرمایا جائے۔ ضروری ہے۔ بیچارے افغان یہ خبر سنتے ہی فرار ہو کر روپوش ہو گئے۔ یہ حرکت اس پر حمل کی گئی۔ کہ غداری پیشہ انکے مطمح نظر ہے آخر کار باحسن حیل انکو بلا کر بعضون کو محبوس اور اکثر کو تہ تیغ کر دیا۔ ملک بہلول نے جب دیکہا۔ کہ کردنی خویش آمدنی پیش۔ اب اپنی ہی جانبری مشکل ہے۔ اپنے چچا فیروز خان کے اہل و عیال کو قلب مین لے گئے۔ اور شاہین خان ابن فیروز خان نے مقابلہ کیا۔ لیکن بتقدیر جبار بہت افغان مع شاہین خان مقتول ہوئے۔ اور بعض گرفتار کئے گئے۔ سلطان بہلول مفرور ہو کر روپوش ہو گیا۔ جب مقتولون کے سر سرہند مین جمع ہوئے۔ تو فیروز خان جو گرفتار کیا گیا تہا۔ اسکے سامنے ہر ایک سر کی شناخت کیلئے استفسار ہوتا رہا جس وقت اسکے پسر شاہین خان کا سر پیش ہوا۔ تو فیروز خان نے ناشناسی بیان کی۔ حاضرین نے کہا۔ کہ ہمین اتنا معلوم ہے۔ کہ یہ سب سے شجاع اور دلاور تہا۔ اور پورے جرأت کے ساتہ مقابلہ کرتا رہا۔ آخر بمشکل کیفر کردار کو پہونچا۔ اسوقت ملک فیروز سے رہا نہ گیا چیخکر رویا۔ پوچہا گیا۔ کہ کیا ہے۔ جواب دیا کہ یہ میرا نونہال لخت جگر ہے۔ پہلے مین باین شرم کہ شاید بزدلی کی ہو۔ نام نہین بتلایا تہا۔ اب چونکہ اس کی شہادت و جوانمردی کا یقین ہو گیا ہے۔ اسلئے نام ظاہر کر دیا اور ضبط نہ ہو سکا۔ تمام تجسس سے معلوم ہوا۔ کہ سلطان بہلول درمیان جنگ نہ تہا۔ آخر الامر گرفتار ہو کر دہلی بہیجدیا گیا۔ سلطان بہلول نے کہین جا کر افغان قوم کی جمعیت حاصل کر کے اتفاق کر لیا کہ جس طرح ہو سکے سرہند کو پہر قبضہ مین لانا چاہئے۔ اسطرف ملک فیروز بہی کسی حیلہ سے دہلی کے قید خانہ سے نکل آیا۔ اور قطب خان بہی شامل ہو گیا۔ خدا کی قدرت ایسی ہوئی کہ سرہند پر یہ قابض ہو گئے۔ سلطان محمد شاہ نے انکے سر پر حسام خان بجمعیت لشکر روانہ کیا۔ لیکن شکست نصیب ہوئی لکہا ہے کہ جب سلطان بہلول لودہی لڑکپن ہی مین اپنے چچا اسلام خان کی تفویض مین تہا۔ تو ایک دن سیر کرتے ہوئے کسی مجذوب سید فقیر کی زیارت سے مشرف ہو کر ادب سے دوزانو بیٹہ گیا۔ فقیر سید کی زبان سے نکلا۔ جو دو ہزار تنکہ کے بدلے دہلی کی سلطنت خریدے۔ بہلول کے قبضہ میں اس وقت ایک ہزار و صد تنکہ تہا۔ لاکر حاضر کر دیا۔ کہ اور ہے نہین۔ ورنہ دینے مین دریغ نہ کرتا۔ فقیر سید نے قبول فرما کر فرمایا بادشاہی تو مبارک باشد۔ سالکان راہ ہمت چو ارادت بینند۔ ملک کاؤس و فریدون بگدا [illegible] بخشند۔ [illegible] بہلول نے حسام خان کو شکست دینے کے بعد پائے تخت

دہلی نے اپنے شہزادہ کو ۹ ہزار جرار فوج کا سپہ سالار بناکر سلطان حسین لنگاہ والی ملتان پر دہاوا کرنیکے لئے بہیجا۔ رسالہ فیلان بہی ساتہ تہا۔ لکھاہے۔ کہ جمعیت سلطان لنگاہ اسوقت یہ تہی۔ کہ دسہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ اور بس سلطان حسین اس خبر کو سنکر مضطرب اور ششدر رہوا۔ چونکہ حضرت ممدوح کے ساتہ اسے عقیدت تہی۔ اور حلقہ غلامی مین تہا۔ اور ہر ایک مشکل امور مین بخدمت حضرت مخدوم حاضر ہوکر استصواب کیا کرتا تہا۔ اس وقت بہی ہراسان ہوکر مفصل کیفیت واقعہ کی پیش کی اشارہ ہوا۔ کہ مقابلہ ناگزیر ہے۔ سلطان حسین نے اپنے دل سے فرمان جاری کیا۔ کہ تمام فوج قلعہ سے نکل کر اپنی سرحد پر ڈیرے لگائے۔ دہلی کی فوج نعرے لگاتی منزل بمنزل کوچ کرتی سیاہ بادل کی طرح رزمگاہ پر آگرجی۔ دونون فوجون کے درمیان صرف پانچ چہہ میل کا فاصلہ رہگیا۔ سلطان حسین کو مخبرون نے خبر دی۔ کہ ٹڈی دل فوج جرار

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۰۔ دہلی قبضہ مین کر لیا۔ اور ایک خط بخدمت سلطان محمد شاہ لکھا۔ کہ اگر بادشاہ سلامت حسام خان کو قتل کر دین اور ایاے اسکے منصب وزارت حمید خان کی تفویض مین کر دیا جائے تو بندہ مطیع و منقاد ہوگا۔ سلطان محمد شاہ نے اسے منظور کر لیا۔ حسام خان قتل ہوا۔ اور وزارت پر حمید خان مختار فرمایا گیا۔ سلطان بہلول نے اطاعت کا پٹہ گردن مین لے لیا۔ سلطان محمد شاہ نے بہلول کے مقبوضات بطور جاگیر اسی کے سپرد کر دیئے۔ جس زمانہ سلطان محمود خلجی نے دہلی پر چڑہائی کی تو سلطان محمد شاہ نے بہلول سے معاونت طلب کی۔ بہلول نے ۲۰ ہزار دلاور مغلون کے ساتھ جواب دیا۔ اور کامیاب ہوکر خطاب خان خانانی حاصل کیا۔ بعد ازان اس کو اتنی قدرت و سکت ہوگئی۔ کہ لاہور۔ دیپالپور و دیگر پرگنہ پر متصرف ہوکر خود دہلی کا رُخ کیا۔ ہنوز دلی دور ہے کا مضمون زیر توجہ کرکے سنبہل چلا آیا۔ اور اپنا نام سلطان محمد رکہ لیا۔ اور خطبہ و سکہ تسخیر دہلی پر موقوف رکہا۔ اس وقت سلطان محمد شاہ کا پیمانہ اجل لبریز ہوگیا۔ اور یہ بادشاہ تخت سے تنزل کرکے زیر زمین چہپ گیا۔ علاء الدین تخت و تاج کا مالک ہوا۔ حمید خان وزیر تو بہلول کے قبور مین تہا۔ چند سال کے بعد اس کو موقعہ دیکہکر بلالیا۔ اور ۸۵۵ھ مین بادشاہ بن بیٹھا۔ اسی سال خطبہ و سکہ اسی کا ہوگیا۔ اور بعد ازان تسخیر کرتا ہوا لڑتا بھڑتا ۸۹۴ھ مین داعی اجل کو لبیک کرتا ہوا زیر خاک ہوا۔ علماء و مشائخ کا دلدادہ تہا۔ شریعت محمدیہ کا پاس تہا۔ ہمدرد قوم تہا۔ برادری کے سامنے احد من الناس تہا۔ تاریخ فرشتہ وغیرہ ملاحظہ ہو ۱۲

مع رسالہ و اسپان و فیلان کل صبح کو چڑہائی کریگا۔ سلطان حسین کے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے۔ اتنے مین حضرت ممدوح کا ایک فرستادہ پہونچا۔ اور یہ مژدہ تعذ ستماب کیطرف سے سنایا کہ غمگین مباش۔ کہ فردا انشاء اللہ تعالے فتح میسرست اس بشارت سے سلطان حسین کے ہوش مین ہوش آیا۔ اور اسی وقت دوڑتا ہوا آیا کہ یہ خبر فرحت اثر بلا وسیلہ حضرت مخدوم کی زبان فیض نشان سے مسموع ہوئی لابدی ہے۔ حاضر ہوتے ہی استفسار صورت حال کی التماس کی گئی۔ حضرت ممدوح نے فرمایا کہ مجھے حضرت غوث الثقلین قدس اللہ سرہ العزیز نے خود ارشاد فرمایا ہے۔ کہ سلطان حسین مرید کو تسلی دین۔ کہ کوئی فکر نہ کرے ہم لشکر دہلی کو خود منہزم کر دینگے۔ سلطان حسین کو یقین کامل ہوگیا۔ صبح ہوتے جنگ شروع ہوئی۔ محاربہ و مقاتلہ شدید ہوا۔ آخر کار بقدرت قادر ذوالجلال کم فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ کا مضمون ظاہر ہوا۔ لشکر دہلی منہزم ہوگیا۔ سلطان حسین خان کی فتح ہوئی۔ فتح وظفر کے ڈنکے بج گئے۔ سلطان حسین لنگاہ سجدہ شکر بجالایا۔ اور حضرت مخدوم کی پابوسی کا فخر حاصل کیا۔ حضرت ممدوح شعرگوئی مین بھی کمال رکھتے تھے۔ قادری تخلص تھا۔ اکثر اشعار در مدح مناقب غوث الثقلین ہوتے۔ آپ کی دو بیویان تھین ایک دختر سلطان قطب الدین لنگاہ۔ اس بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ دوسری بیوی دختر سید ابوالفتح حسینی تھین۔ جو سید صفی الدین بانی اوچ کے خاندان سے تھے۔ نام نامی اس معصومہ کا حضرت فاطمہ تہا۔ اس سیدہ کے بطن مبارک حضرت مخدوم کے چار فرزند ہوئے۔ سید عبدالقادر ثانی۔ سید عبداللہ ربانی۔ سید مبارک حقانی۔ سید محمد نورانی۔ اخیری صاحبزادہ سے اخبار الاخیار خاموش ہے۔ کیونکہ لاولد تھے۔ تذکرہ غوثیہ سید عبداللہ ربانی فضیلت و لطافت طبع مین بے نظیر تھے۔ انکے کمالات و فضایل مشہور عالم تھے۔ مولانا جامی کے ہمزمان تھے۔ عارف جامی نے ان کے اخیار کو سنکر قصاید مدحیہ لکھے۔ اور پیش کرائے۔ ان کا ایک فرزند مسمی سید اسمٰعیل جو کہ فضایل کسبی و شغل باطنی سے موصوف تہا۔ ان کے پہر دو فرزند سید

بہاء الدین و سید بدر الدین ہوئے۔ جو صاحب کمالات و کرامات تھے۔

حاجی سید محمد ہاشم جو کبرائے مشائخ قادریہ سے ہوئے۔ اُن کے جد اعلیٰ یہی ہیں۔ سید محمد ہاشم ۱۲ سال سیاحت میں رہکر بڑے بڑے اعلیٰ درجہ صوفیہ کرام سے مستفید ہوئے۔ اخیر لاہور میں قیام فرمایا۔ خلق کثیر ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے ۱۰۸۶ھ میں بعمر ۱۲۰ سال انتقال ہوا۔ مزار پُر انوار لاہور میں ہے۔ ریاست بہاول پور کے مضافات میں بعض سادات گیلانی حضرت سید عبد اللہ ربانی کی اولاد ہیں۔

سید مبارک حقانی عالی مقام اور شجاع تھے۔ ان کو ایک فرزند واہب العطایا نے عطا فرمایا۔ جنکا نام میر میراں مشہور ہے۔ نہایت متبرک و مسن اور صاحب کمالات تھے۔ ۷۰ سال کے ہو کر ۸۹۳ھ میں بمقام لاہور وفات پائی۔ ان کے پانچ صاحبزادے تھے سید علاء الدین۔ سید نظام الدین۔ سید حسن۔ سید عبد الرحمٰن۔ سید رحمت اللہ۔ سید حسن تو صغر سن وفات کر گئے۔ باقی صاحبزادگان ذی کمال صاحب منقبت ہوئے یہ سب لاہور میں تھے۔ اما سید عبد القادر ثانی صاحب سلسلہ ہیں۔ ان کا بیان علیحدہ ذیل میں درج ہوتا ہے۔

مختصر تذکرہ سید عبد القادر ثانی قدس اللہ سرہ العزیز

سید عبد القادر ثانی حسنی حسینی جیلانی۔ صاحب کرامات ظاہرہ و حالات باہرہ تھے۔ مقامات علیا و مناقب سنیا سے موصوف۔ کمال و جمال آپ کا فوق الخیال تھا۔ عنوان شباب میں تو وہی حالت تھی۔ جو لازمہ صاحبزادگی ہے۔ تنعم اور طرفہ میں بسر کرتے تغنی اور گانے بجانے کے دلدادہ تھے۔ سفر میں چند شتر آلات و تغنی۔ اسباب عیش و طرب کے سامان کے لئے مخصوص ہوتے۔ نقل ہے کہ ایک دفعہ مخمل کے تھان آپ کے والد ماجد کے حضور تحفتاً پیش ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ عبد القادر کو دیدو کہ پوستین وغیرہ بنا کر کام میں لائے۔ جب ملازم وہ تھان آپ کے پیش کئے۔ تو آپ نے اپنے ملازم کو فرمایا۔ کہ لے کر کُتّوں کی جلیں وغیرہ بنوالو۔ حضرت مخدوم محمد غوث قدس سرہ اسپر مطلع ہو کر غضبناک

ہوئے۔ اور بلا بھیجا۔ ان کے حاضر ہوتے ہی عتاب اور ملامت کی۔ آپ خاموش رہے۔ مجلس برخاست ہوئی۔ حضرت مخدوم محمد غوث بوقت شب بحالت مغمومی و غضبناکی سوئے۔ حضرت غوث صمدانی کی زیارت فیض بشارت حصول ہوئی۔ فرمانے لگے۔ کہ عبدالقادر میرا فرزند ہے۔ اسے میرے حوالہ کیجئے۔ اسکی مین خود تربیت کرونگا۔ آپ اپنے دوسرے فرزندونکو سنبھالیئے۔ عبدالقادر سے کوئی سروکار نہ رکھئے۔ اس واقعہ سے ادہر تسلی ہو گئی۔ ادہر جذبۂ الٰہی پیدا ہوا۔ پہر تو عبدالقادر وہ عبدالقادر ہوئے۔ کہ عبدالقادر ثانی کے خطاب کے قابل ہو گئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہین۔ کہ یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ غوث صمدانی محی الدین عبدالقادر جیلانی کا کوئی ثانی نہین ہو سکتا۔ لیکن چونکہ وارث حقیقی حضرت غوث الثقلین ہوئے۔ اور کمالات مین پورا تتبع آنجناب کیا لہذا آپ کو شیخ عبدالقادر ثانی و مخدوم ثانی کے اعزاز سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب سجادۂ مشیخت و مقام تربیت کی مسند پر اجلاس فرمایا۔ تو استماع تغنی و قعود و نمود سے بالکل اجتناب تہا۔ پہر یہ حالت ہوئی کہ ایک دن قوال خدمت مین پیش ہوا۔ آپنے فرمایا کہ توبہ کر۔ اور رباب کو توڑ۔ سر تراش و درویش باش۔ قوال بے توفیق کی ہمت پست ہو گئی۔ لنگاہون کا ایک امیر مجلس مین تہا۔ اس کے دل مین ان اشارات کا اثر ہوا۔ اُٹھ کہڑا ہوا۔ اور سر مُنڈا کر تائب ہوا۔ مجلس مین بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی رونا شروع کر دیا۔ اور کہا کہ گجرات مین میرا ایک بہائی اُسکا جنازہ اُٹھایا جا رہا ہے۔ اور وہ واقعہ بعینہ تہا۔ شیخ صاحب فرماتے ہین۔ کہ آپ کی برکت سے اس قلیل عرصہ مین کشف جلی اس کو حاصل ہوا۔

یہ بھی محدث دہلوی فرماتے ہین کہ بہت سے عصاۃ گنہگار اور کفار اشرار نے بمجرد مشاہدۂ جمال سعادت توبہ و ایمان حاصل کی چونکہ ابتدائے جوانی مین مع اپنے بہائیون کے مقربان بادشاہ عہد تہے۔ اور مناصب جلیلہ پر ممتاز تہے۔ اور پہر ملازمت شاہی کو ترک کر دیا تہا۔ تو بادشاہ کی طرف سے وظائف و مواجب معمولہ پیش ہوتے لیکن آپ واپس کر کے فرماتے۔ کہ مجھے ضرورت نہین رہی۔ بادشاہ کے چہرۂ اخلاص پر غبار

پیدا ہونے لگا۔ جب سپر چند سال گذرے۔ اور آپ کی توجہ ہرگز اس طرف مبذول نہ ہوئی۔ تو اغیار نے تکلیف دینا شروع کیا۔ مگر صبر شامل حال تہا۔ پردۂ نیست کا معاملہ ہوتا رہا۔ **نقل ہے**۔ کہ ایک دفعہ بادشاہ نے ان کے تقدس و اتقا کو پیش نظر کر کے اپنے حضور مین طلب کیا اور لکہا۔ کہ اگر ایک دفعہ ہماری مجلس مین حضور فائض النور جلوہ گر ہون۔ تو عین سعادت اور محض کرم ہوگا۔ اور پہر کسی کو یہ یارا نہ ہوگا۔ کہ آپ کے مقابلہ مین دعوی مشیخیت و بزرگی کر سکے۔ اور جسقدر تاخیرات و تقصیرات ظہور مین آئی ہین۔ معاف فرما کر متوجہ فرمائین۔ آپ نے اس کے جواب مین یہہ قطعہ لکہا[1]

ہیچ باب ازین باب روئے گشتن نیست ہر آنچہ بر سر ما میرود مبارکباد
کسیکہ خلعت سلطان عشق پوشیدست بجلہائے بہشتی کجا شود دلشاد

شاہ محدث دہلوی لکہتے ہین۔ کہ یہ جواب مشابہ اس جواب کے ہے۔ جو حضرت غوث صمدانی رحہ نے شاہ سنجر کو دیا تہا۔ نعم الوفاق۔ خود فرماتے تہے۔ کہ مجہے اللہ تعالیٰ نے وہ برکت عطا کی ہے۔ کہ مرض جس قسم کی مہلک ہو۔ میرے ہاتھ رکھنے سے دور ہو جاتی ہے۔ محدث دہلوی لکہتے ہین۔ کہ یہ ہی ہموزن اس قول کے ہے کہ بعض اولیا نے فرمایا ہے۔ ان الشیخ عبدالقادر یبرء الاکمہ والابرص ویحیی الموتے باذن اللہ۔

نقل ہے۔ کہ ملتان مین بزمانہ جناب طاعون نمودار ہوا۔ لوگون نے رجوع بجناب کیا۔ تو ارشاد فرمایا کہ میرے وضو کے پانی سے جو سبزہ اُگا ہوا ہے۔ اسے لیجاؤ۔ اور مقام علت پر مل دو۔ شفا ہوگی۔ ویسا ہوا۔ ولہ مناقب و فضایل۔ آپ کی کرامات بکثرت ہین۔

---

[1] یہ اشارہ اس امر کی طرف تہا۔ کہ جب آپ حسب الارشاد روحانی حضرت غوث صمدانی قدس سرہ بخطاب عبدالقادر ثانی مخاطب ہوئے اور بعد وفات والد ماجد سجادہ نشین قرار پائے تو بادشاہون رئیسون امیرون کی صحبت سے بالکلیہ انقطاع کر لیا اسلئے بادشاہ دہلی اون سے رنجیدہ ہو کر چاہا۔ کہ سجادہ نشین ان کا بہائی ہو نہ یہ ہنوز یہ تجویز عمل مین نہ آئی تہی۔ آپ نے خود بخود تمام فرامین جاگیرات و وظائف وغیرہ جو متعلق خانقاہ تہے بادشاہ کے پاس بہیجدیے۔ اور لکہا۔ کہ ہم کو ان کی ضرورت نہین۔ جس کو آپ سجادہ نشین بنائین اس کو دیدین۔ ہمارے لئے خزانہ غیبی کافی ہے۔ ۱۲

تذییل

سید ابوالفتح جو حضرت سید صفی الدین کی اولاد سے تھے۔ اور بقعہ اوچ انہین کا بسایا ہوا تہا۔ ان کی چار صاحبزادیان تھین۔ یہ بھی معلوم رہے کہ آپ کے جد مادری۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے۔ کہ سید صفی الدین کے پیر طریقت شیخ ابواسحاق گاذرونی تھے۔
جب انہون نے خلافت کے عطیہ سے سید صفی الدینؒ کو منتخب کیا۔ تو فرمایا۔ کہ اونٹ پر سوار ہو کر زمام چھوڑ دے۔ جسجگہ جا کر اونٹ بیٹھ جائے۔ وہین مقام کرے اور وطن بنائے۔ وہ اونٹ چلتا ہوا بمقام اوچ شریف بیٹھ گیا۔ حضرت سید صفی الدین نے موافق فرمودۂ پیشوا اس بقعہ کو آباد کیا۔ اور رہنے لگے۔ آخرالامر سید عبدالفتح کے ہاتھ لگیگی۔ اور انہون نے یہ تمام جایداد اپنی چارون صاحبزادیون کے نام تقسیم کردین۔ حضرت ممدوح کی والدہ کے نام وہ حصہ معین ہوا۔ جو اوچ گیلانیون کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی عمر شریف کا اندازہ ۸۷ سال لکھا ہے۔ وفات ۱۸ ربیع الاول ۹۴۰ھ ہے مقبرہ شریفہ بمقام اوچ شریف ہے۔ یزار ویتبرک آپکے مرید بکثرت تھے۔ اور بڑے بڑے کامل تھے۔
بحرالسرائر مین لکھا ہے۔ کہ آپ کے ۸ صاحبزادہ تھے۔ سید عبدالرزاق۔ سید فتوح اللہ لاولد۔ سید جلال لاولد۔ سید حسن لاولد۔ سید جعفر لاولد۔ سید حسین لاولد۔ سید زین العابدین۔ اخیری صاحبزادہ اپنے والد کے سامنے فوت ہوئے۔ انکی والدہ قوم کی لنگاہ تہین۔ محدث دہلوی لکھتے ہین۔ کہ از صالحات وقانتات بود۔ سید زین العابدین کا ایک صاحبزادہ میر سید محمد غوث نامی تہا۔ جو بغایت درجہ حضرت مخدوم عبدالقادر ثانی کا پیارا تہا۔ ۵۵ سال کی عمر مین بمقام صدگہرا مدفون ہوئے۔ مزار پرانوار وہین ہے یزار ویتبرک۔ محدث دہلوی فرماتے ہین۔
سید محمد غوث سے ۳ صاحبزادہ ہوئے۔ سید عبدالقادر۔ سید بڈہا۔ سید احمد بخش۔ اول صاحبزادہ۔ عبادت۔ اوراد۔ وظائف مین مشغول رہتے۔ والی عصر نے انہین کہ معظمہ حج کے لئے بہیجا۔ آپ کچھہ اسباب تجارت بہی لیکر حجاز کو روانہ ہوئے

حرمین شریفین کی زیارت سے بہرہ یاب ہوکر اسباب تجارت فروخت کیا۔ اور وہانسے پہر سامان تجارتی خرید کرکے تشریف لائے۔ اور بڑے بہاری تاجر سمجھے گئے۔ صاحب املاک واسباب تھے۔ صاحبزادہ ثانی درحالت عنفوانی لاولد ہوکر بہشت برین کو سدہارے۔ صاحبزادہ ثالث اخلاق حمیدہ وصفات برگزیدہ مین شہرہ آفاق تہے۔ ۹۹۴ھ مین بنگالہ تشریف لے گئے۔ اور وہین وفات پائی۔ انکی اولاد واحفاد لاہور مین ہے۔ سید فتوح الملک وسید جلال وسید حسن ان تینون صاحبزادون کی والدہ سیدانی دختر سید محمد بخاری تہین۔ جو حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری اُوچی کی اولاد امجاد سے تھے۔ سید عبدالرزاق کا تذکرہ ذیل کی علیحدہ سرخی مین دیکہو۔

مختصر تذکرہ سید عبدالرزاق بن سید عبدالقادر ثانی قدس سرہم

حضرت ممدوح۔ مخدوم سید عبدالقادر ثانی رہ کے بڑے صاحبزادہ تھے جلیل القدر۔ صاحب علم ذی وقار تہے۔ آپ کی والدہ قوم کی لنگاہ تہین۔ خوبصورتی مین یوسفی حصہ ملا ہوا تہا۔ بڑے زاہد۔ متقی۔ پارسا تھے۔ ارباب دنیا سے بے نیازی شیوہ تہا۔ عالی ہمتی کوٹ کوٹ کر بہری تہی۔ فضائل ومناقب آپکے بکثرت ہین۔ بعض مقتضیات کے باعث ناگور تشریف بر ہوئے۔ حاکم ناگور نے اس غنیمت کبریٰ کے قدوم میمنت لزوم کو اپنی خوش قسمتی سمجھکر عبودیت وارادت کی سلک مین منسلک ہوا۔ اور خدمات بندگی بجا لاکر جاگیر زرخیز عطا کی۔ کہ خرچ خانقاہ وفقرا کا مصرف ہو۔ حضرت مخدوم ثانی والد ماجد کی وفات کے وقت آپ ناگور تھے۔ دل مین قلق تہا۔ کہ اگر بوقت رحلت حضرت مخدوم قدس سرہ حاضر ہوتا۔ تو یقین ہے۔ کہ نعمائے عظمےٰ سے مالامال ہوجاتا اور اجازت مسند نشینی وغیرہ سے بہی مجاز ہوکر فیضیاب ہوتا۔ اور فیض پاش بہی ہوتا۔ کہ اجازت را دخلے است۔ بحرالسرائر۔ اخبار الاخیار دونون مین مکتوب ہے۔ کہ ایک دن مجلس آراستہ تہی فرمانے لگے۔ کہ حضرت والد ماجد مخدوم ثانی رہ نے ہجے یاد فرمایا ہے اور تاکیداً اپنے حضور مین طلب کیا ہے۔ دیکھئے کیا اسرار درپیش آتے ہین۔ دوسرے دن پہر فرمایا۔ کہ شب

دروازہ پر آکر آواز دی۔ کہ جلد آیئے۔ آپ حسب الفرمان حضرت مخدوم روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچکر یہ عقدہ کھلا۔ کہ حضرت مخدوم موصوف بوقت ارتحال وصیت کرگئے تھے۔ کہ صاحبزادہ عبدالرزاق چونکہ ناگور ہے۔ جسوقت یہاں پہونچے۔ تو یہ خرقہ بھی ان کو پہنانا اور اجازت خلافت ونعمت مشیخیت بھی انہیں کے سپرد کرنا۔ چنانچہ حسب الوصیت تعمیل کی گئی۔ مدت تک فیض پاشی کرتے رہے۔ اور اُن کی ذات بابرکات سے عجائب و غرائب کرامات نمودار ہوتے رہے۔ آخر کار ۹۴۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے واصل باللہ ہوئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ مزار مبارک اوچ میں زیارتگاہ ہے۔

حضرت ممدوح کے تین فرزند تھے۔ سید مخدوم شیخ حامد۔ شیخ سید غلام علی۔ سید شیخ شریف۔ ہر دو اوّین بقضاء الٰہی لاولد راہی جنت ہوئے۔ اما شیخ مخدوم سید حامد جہان بخش داخل النسب ہیں۔ انکا ترجمہ ذیل میں ملاحظہ ہو۔

مختصر تذکرہ مخدوم سید حامد جہان بخش قدس سرہٗ

حضرت مخدوم سید حامد بن مخدوم عبدالرزاق قدس اللہ اسرارہما۔ حضرت غوث صمدانی محی الدین جیلانی قدس سرہ کے خلیفہ مطلق وصاحب سجادہ برحق تھے۔ بزرگ۔ عالیشان۔ رفیع المکان۔ مظہر کبریا وجلال۔ صاحب تصرف وحال۔ کرامت عظمت جلالت سے موصوف تھے۔ سلیمانی جاہ وجلال تھا۔ دین ودنیا کے بادشاہ عالیجاہ تھے۔ جس طرح صاحب کرامات جلیہ وخوارقات سنیہ تھے۔ اسی طرح متاع دنیوی جس قسم کا کہ ہو۔ اور وجود میں آسکے۔ سب موجود تھا۔ لیکن باایں ہمہ ایسے وسیع القلب سخی تھے۔ کہ مالک نصاب نامی جو کہ وجوب زکوٰۃ کے لئے شرط ہے۔ ہرگز نہ ہوسکے۔ اسلئے ان کا لقب جہان بخش مشہور ہے اپنے جد امجد حضرت مخدوم ثانی کے مرید تھے۔ قطب الوقت۔ فرد الاحباب وتر الاقطاب سے ملقب تھے۔ آپ کی کنیت ابوالفیض وابوموسیٰ لقب جہان بخش ہے۔ جیسے مریدکے خلافت کے عطیہ سے ممتاز فرماتے۔ تو یہ بھی فرمادیتے۔ کہ تجھے دو نوجہانونکی

سلطنت کا مالک کر دیا۔ قبولیت نامہ رکھتے تھے۔ اگر کوئی آپ کی مخالفت کرتا۔ تو مخالفت
کرنے سے پہلے خوار و ذلیل ہو جاتا آپ کی والدہ سیدہ جیلانیہ اپنے ہی خاندان کی تھین
آپ کے مناقب و مناصب و فضایل بکثرت ہین۔

حضرت موسیٰ پاک شہید فرزند دلبند صاحب ممدوح سے منقول
ہے کہ ساکنان ملتان سے جو جوار حضرت ممدوح مین تھے۔ سرکشی و تکبری مین آکر
آزردہ دلی کے موجب ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ سب کچھ دریا کی مستی پر کرتے ہین۔
قدرت الٰہی سے دریا خشک ہو گیا۔ اور دور تر ہو گیا۔ منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ خشک سالی
نمودار ہوئی۔ لوگ تنگ آکر درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ اور نہایت انکسار و الحاح سے
دعا طلبی کا التماس کیا۔ کہ جتنے ذرائع بازان طلبی کے تھے۔ کر چکے ہین۔ قبول نہین
ہوتے۔ دستگیری فرمائین۔ ورنہ مخلوق خدا ہلاک ہو جائیگی۔ اسی اثنا مین ایک قوال
بھی حاضر ہوا۔ فرمایا اچھا ملہار کا راگ کوئی گاؤ۔ قوال نے کوئی غزل ملہار مین گائی
آپ وجد اور ذوق مین فرمانے لگے۔ کہ ہرج تو ہمارا۔ استسقا ہی ہے۔ بمجرد اس کہنے
کے ایسی بارش برسی۔ کہ تھوڑی دیر مین شکایت مسموع ہوئی۔ کہ مکانات گر گئے۔

یہ بھی حضرت موسیٰ پاک شہید سے منقول ہے۔ کہ یہ زمانہ مغلیہ شاہان سے ہمایوں کا
تھا۔ جوق در جوق مریدان خدمت شریفہ مین حاضر تھے۔ کہ حضرت جہان بخش کی زبان
حق ترجمان سے یہ کلمات ظاہر ہوئے۔ کہ بارگاہ قدس مین گھوڑون کی فریاد و زاری
بابدائے داغ وادن قبول و منظور ہوئی۔ فرمان جاری ہوا ہے۔ کہ افغانیہ طبقہ
منصب سلطنت ہندوستان مسلوب ہو۔ اس کی تھوڑی مدت بعد معاملہ دگرگون
ہوا۔ لکھا ہے کہ آپ کے مریدون کی تعداد جو بلا وسیلہ فیضیاب اور جو خلفائے حضرت
سے بہرہ اندوز ہوئے۔ ایک لاکھ تک منتہی ہوتی ہے۔ آپ کے خلفا تمام اہل کمال تھے
لیکن حضرت شیخ داؤد عالی مدارج پر ممتاز تھے۔ حضرت شیخ داؤد بڑے زاہد
مشتاق صاحب حال صحیح و کشف صریح تھے۔ ان کی مزار پر انوار شیرگڑھ مین ہے۔

جو پنجاب کا مشہور بقعہ ہے۔ وفات کا ۹۸۲ھ لکہا ہے۔ حضرت مخدوم سید حامد گنج بخش صاحب ممدوح باوجود امتعہ واکمنہ تکلف پسند نہ تہے۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ شب خوابی کے لباس تہجد سے فراغت حاصل کرکے بنماز بامداد مشغول ہوئے ادائے نماز کے بعد اسی وقت خواجہ جہان یکے از وزرائے عالی تبار بمعہ خلعت فاخرہ حاضر ہوا۔ کہ بادشاہ وقت زیارت ودُعا طلبی کے لئے حاضر ہوتے ہین۔ مکان کی مناسب آراستگی کراکے یہ خلعت زیب بدن فرمالین۔ جناب نے جواب دیا۔ کہ بادشاہ مجازی کی ہمنشینی کے لئے وہ لباس جو معبود حقیقی کی عبادت سے مزین ہوچکا ہے۔ نہین بدلا جاسکتا۔ اسی لباس مین بادشاہ کے ملاقی ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ مجہے ان لوگون پر حیرت اور تعجب آتا ہے۔ کہ وہ مخلوق کے لئے اس طرحکے کارنامہ پیش کرتے ہین۔ کہ وہ مخلوق کے سامنے با اعتبار ثابت ہون۔ لیکن کار با خلاق است۔ با خلق چہ کار۔ وحدت وجود کا مسئلہ پیش نظر رہتا۔ فرماتے سالک اعمال ظاہر را بر شریعت نماید۔ اما وصول بحق کار باطن است وآن بگفت وشنید راست نمی آید فقہا کے اس قول کو۔ کہ الغنا رینبت النفاق تعجب سے دیکہتے۔ فرماتے۔ غنا اور نفاق مین کیا مناسبت جو شخص اپنی ہستی سے بیخبر ہوجاتا ہے نفاق وسماع کی کیا خبر ہان اس گروہ کے ساتہ اگر مخصوص ہو۔ جو ریاکار تابع شہوات ہین۔ تو اور بات ہے۔

حضرت موسےٰ پاک شہیدؒ فرماتے ہین۔ کہ میرے ساتہ حضور کو خاص محبت تہی۔ مجہے اکثر اوقات فرماتے تہے۔ بابا مجہے تیرے ساتہ محبت نسبت ابنیت وابوت ایک اور محبت ہی ہے۔ جو اس سے بڑہکر ہے۔ وہ محبت الٰہی وعنایت لایزالی ہے اخیر عمر مین خشیت الٰہی کا یہ حال تہا۔ کہ بہت گریہ وزاری کرتے اور فرماتے۔ کہ جب خدا تعالےٰ کی کبریائی وغنا پر نظر ہوتی ہے تو تمام طاعات ومعرفت برباد ہوجاتی ہے۔ کیا معلوم کہ اخیری انجام کیا ہوگا۔ ترسان ولرزان ہوجاتے۔ قریب رحلت اتنا گریہ وقلق تہا۔ کہ لوگ دیکہکر بے ہوش ہوجاتے۔

حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ فرماتے ہین۔ کہ حضور نے اپنی حیات ہی مین مجہے

ولی عہد اپنا تقرر فرمایا تھا۔ اور امر خلافت و سجادہ نشینی میرے سپرد کر دی تھی۔ یہ سب معاملہ باشارہ روحانی حضرت غوث صمدانی انجام پذیر ہوا۔
حضرت موسیٰ پاک شہید فرماتے ہین۔ کہ مرض الموت مین مجھے یاد فرمایا۔ میرا بڑا بھائی سید عبدالقادر نہ چاہتا تھا۔ کہ مین آؤن۔ آخرکار احسن الحیل سے اُسے علیحدہ کرکے مجھے رقعہ لکھکر بلایا۔ اور رونے لگے۔ مین یہ حالت دیکھکر سخت رویا۔ پھر آپ نے مجھے گلے لگالیا۔ اور کہا کہ بابا تیرے ساتھ خلوت مین کوئی ضروری باتین کرنی مین یہ دوپہر کا وقت تھا۔ مین آپ کی حالت کو دیکھکر بیہوش ہو ہو جاتا۔ آپ مراقبہ مین سر نگون تھے۔ حاضرین سے کسی نے عرض کی۔ کہ صاحبزادہ گھبلا جاتا ہے۔ آپنے سر بلند کرکے مجھے دیکھا۔ اور فرمایا۔ بابا خیر ہے۔ دلجمعی چاہئے۔ میری حالت نسبتاً اچھی ہے۔ ایک تکیہ مجھے عنایت فرمایا۔ کہ ذرا نیند کرلو۔ وہ نہ ہو کہ بوجہ تکان کہ دور سے آئے ہو۔ معاملہ دگرگون ہو جائے۔ جو میری دلخراشی کا باعث ہو۔ مین آپ کے اصرار پر سو تو گیا۔ لیکن اضطراب مجھے کب چھوڑتا تھا۔ مین پھر اُٹھ بیٹھا۔ نصائح و وصایا سے مشرف ہوتا رہا۔ وفات سے دو یوم اول تمام کنبہ بلایا۔ اور اپنے سامنے میری والدہ اور ماسی اور میرے بھائی بہنون کی طرف علیحدہ علیحدہ نگاہ کرکے مہربانی کی پھر فرمایا کہ جاؤ مین نے تمہین خدا تعالےٰ کے سپرد کیا۔ تم بھی مجھے اللہ تعالےٰ کے سپرد کرو۔ حضرت **شیخ سید موسیٰ پاک شہید** فرماتے ہین۔ کہ اخیری شب کو میرا ہاتھ پکڑا۔ اور صبح تک پکڑے رہے اور بعض وقت مجھے دیکھ بھی لیتے۔ کلمہ اللہ ورد زبان تھا۔ گھبراہٹ تمام تھی۔ قرار نہ تھا۔ نماز کے وقت بالکل سکون ہو جاتا۔ آخرالامر شنبہ کی شب کو بعد المغرب کہ سُرخی افق پر ابھی موجود تھی۔ باواز بلند اللہ کہتے ہوئے پاؤن دراز کیا اور جان بجان آفرین سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ **وفات** کی تاریخ ۱۰ ذیقعدہ ۹۴۰ھ ہے آپ کے خلفاء کی تعداد کثیر ہے۔ منہم داؤد کرمانی۔ جن کی مزار شیر گڑھ مین ہے۔ ومنہم حضرت شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کا روضہ متبرکہ ملتان کی غربی طرف ۹ میل پر زیارتگاہ خلق رہا۔ اب تھوڑے

عرصہ سے بوجہ طغیانی دریا منہدم ہوگیا ہے۔ قطعہ تاریخ یہ ہے۔ ؎

شیخ حامد گنج بخش دوجہان ۔ شد بملک خلد زاین خانی سرا

شیخ محبوب است سال وصل او ۔ نیز حامد شاہ سید مقتدا ۹۷۸

آپ صاحب کرامات شہیرہ تھے۔ ہمایون کو جب شیر شاہ نے شکست دی۔ اور ہندوستان چھڑا دیا۔ تو اُس نے شاہ طہماسپ والیٔ ایران کے پاس جاکر امداد طلب کی۔ اور ساتھہ ہی یہ خیال ہوا۔ کہ جب تک کسی کامل مکمل کی بدرگاہ ذوالجلال لب جنبانی نہ ہوگی۔ مشکل کشائی مشکل ہے۔ بایں وجہ حضرت ممدوح کی خدمت مین دعاطلبی کے لئے حاضر ہوکر التماس کیا۔ آپ نے ایک دوپٹہ اسکے سر پر اسوقت بہند دایا جسکے ۷ پیچ ہوئے۔ فرمایا کہ سات پشت تک تو سلطنت تیرے خاندان مین رہے گی۔ چنانچہ جاتے ہی فتح ہوئی۔ اور سات پشت تک سلطنت چلتی رہی۔ ان کے فرزند رشید حضرت موسیٰ پاک شہید داخل النسب ہین۔ ان کا ترجمہ ذیل مین ثبت کیا جاتا ہے۔

مختصر تذکرہ

حضرت موسیٰ پاک شہید جیلانی اوچی ثم الملتانی رضی اللہ عنہ

حضور ممدوح کی ولادت باسعادت ۹۵۲ھ۔ ابوالفضائل۔ تاریخی مادہ ہے۔ سلطان المحققین۔ عمدۃ الواصلین۔ قطب العالم۔ سلطان الشہداء زمان۔ جمال الاسلام القاب ہین۔ ابوالحسن کنیت ہے۔ آپ کو اپنے والد ماجد نے مسند آرائی اور خلافت کے لئے نامزد فرمایا تھا۔ اسی وجہ سے بعد الوفات والد قدس اللہ سرہ صاحب سجادہ اور قایم مقام آپ منتخب کئے گئے۔ آپ لڑکپن ہی سے زاہد و مرتاض تھے۔ علوم ظاہری سے بھی بے بہرہ نہ تھے۔ علم صرف ختم کرکے نحو مین توجہ فرمائی رسایل کو ایسی تحقیق سے پڑہے۔ کہ جیسے باید و شاید۔ کتاب قافیہ کا بحث مرفوعات ختم کیا تھا کہ انشراح صدر ہوگیا۔ علوم احادیث۔ فقہ۔ تصوف مین خاصی لیاقت

حاصل کرلی۔ اوراد اور وظائف کے دلدادہ تھے۔ خوشنویسی کے لیے اکثر رات کوشش کرتے۔ خود روایت فرماتے تھے۔ کہ میری والدہ کو جو میری شب بیداری و شوق نویسندگی معلوم ہوا۔ تو شب کو بار بار مجھے دیکھ لیتین اور خود آکر مجھے سلا جاتین۔ مین حسب فرمودہ سو جاتا۔ پھر تھوڑے دیر کے بعد اپنا شوق پورا کرتا۔ اگر مجھے معلوم ہو جاتا۔ کہ آتی ہین۔ تو مین جلد سے سو جاتا۔ اکثر دفعہ یہ بھی ہوا کہ مجھے خود نیند نے تنگ کیا۔ مین نمک آنکھون مین ڈالدیتا۔ خود فرماتے تھے۔ کہ مجھے اپنے جد امجد سے پہلے فیض حاصل ہوا۔ اور بعد ازان والد ماجد سے۔ مین ہر وقت والد صاحب کی خدمت مین حاضر رہتا۔ طفولیت مین ہی مجھے یہ شوق تھا۔ کہ جہان تک ہو سکے یاد مولیٰ از ہمہ اولٰے ہے مجھے یاد ہے۔ کہ میرے والد قدس سرہ میری یہ کیفیت اور ریاضت معائنہ کرتے ہوئے فرماتے۔ کہ بابا زود شود۔ کہ از دوستان حق شوی فرماتے اگرچہ استاد کے پاس مین نے کافیہ تک تعلیم حاصل کی۔ لیکن تائید غیبی نے مجھے وہ کتب فہمی کرائی۔ کہ تحصیل ختم کیے ہوئون کو وہ کم نصیب ہوگی۔ تلاوت قرآن شریف و ذکر طیبہ شوق سے کرتا۔ ذکر کی یہ حالت تھی۔ کہ کھانا کھانے مین تساہل کرتا میری والدہ شریفہ بعض اوقات میرے والد ماجد سے شاکی ہوتین۔ کہ ذکر خدا مین کھانے تک کی پرواہ نہین کرتا۔ کھانا سرد ہو جاتا ہے۔ مجھے والد صاحب فرماتے۔ کہ بابا نفس کے آرام کے لئے بھی کچھ ہونا چاہئے۔ ابھی ریاضت کا وقت بہت پڑا ہوا ہے۔ صبح کی نماز کے بعد والد ماجد مجھے اپنے سامنے بٹھا کر وظایف پڑھواتے اور ذکر جہر بطور بکہ قاعدہ سلسلہ قادریہ ہی کراتے۔ مین بعمر ۹ سال تھا۔ کہ آپ نے مجھے بعض اسماء الٰہی اوراد عیۂ مسنون کی تلقین کی۔ اب میری عمر ۵۲ سال کی ہے مجھے یاد نہین۔ کہ مین نے کبھی وہ وظیفہ ترک کیا ہو۔ مجھے جب معلوم ہوا۔ کہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ فرمان الٰہی ہے۔ یہ شوق دامنگیر ہوا۔ کہ چونکہ وسیلہ پکڑنا شرط سالک ہے۔ ضرور ہوا۔ کہ یہ دولت سرمدی حاصل ہو۔ عرصہ تک اسی خیال مین مضطرب رہا۔ آخر کار خلاق عالم نے میری عقدہ کشائی کی۔ کہ مجھے میرے والد نے ایک دن بحالت ذوق فرمایا۔ کہ بابا بیا۔

کہ جو فیض مجھے دست بدست حضرت جد اعلے حضرت غوث صمدانی قدس سرہ سے پہونچا ہے۔ وہ لے۔ ہاتھ دراز کر۔ مین نے نہایت مسرت سے اپنے ارادہ کا ہاتھ حضور کے دست تصرف مین دیا۔ اور بمرتبہ ید اللہ فوق ایدیہم کے شاہ راہ کا معائنہ ہوا۔ بوقت دستگیری فرمودند۔ جو کچھ کروگے وہ نقد بنقد حاصل ہوگا۔ شریعت و تقے کو ملحوظ خاطر رکھکر حقیقت کے درجہ قصوے پر پہونچنا۔ اول پرسش شریعت ہے۔ اگر شریعت نے کسی کی تکفیر کی۔ تو پھر مشکل ہے۔ اور یہ بھی فرمایا۔ فخذ ما اتیتك وكن من الشاكرين بعد ازان خاص خرقہ مبارک و سجادہ اور تسبیح عطا فرمائی۔ اور ایک انگوٹھی بھی جو اس وقت آپ پہنے ہوئے تھے مرحمت کی۔ فرامین اوقات لنگر۔ و سندات و جاگیرات وظائف بھی میرے سپرد کئے۔ اور فرمایا۔ کہ "بروکار کن و این نعمت را بہر کہ خواہد اظہار کن"۔ اس سعادت کے حاصل کرنے مین جو اس بے نوا کو بہجت و شادمانی ہوئی۔ اس کا اندازہ خبیر علیم ہی جانتا ہے۔ والحمد للہ علے ذلك

صاحب بحر السرائر فرماتے ہین اس سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ سیدی و سندی و شیخی مشکات مصباح الاحدیہ۔ مرآۃ الجمال محقیقۃ المحمدیہ النور الاظہر والسر الاطہر سید جمال الدین ابوالحسن سمنی لکلیم سید موسے شہید قدس سرہ نے کسقدر کمالات علیہ و استعدادات علیہ حاصل کر لئے تھے۔ اور کس اندازہ پر قابلیت و استحقاق۔ آپکے جوہر نفسیہ مین مندرج تھے تمام فیوضات مع لوازم و توابع سجادگی و مشیخت۔ اور اسی طرح طریق اشغال ظاہر و باطن سب آپ کی تفویض مین کردئے۔ اور مجاز فرمادیا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کہ جنکے علم و کمال کا شہرہ مستغنے عن الذکر ہے لکھتے مین۔ کہ حضرت سلطان المشائخ قطب الدین سید الہی شیخ موسیٰ پاک شہید قدس سرہ خلق و خُلق دونون مین دارث محبوب خدا سرور عالم محمد مصطفےٰ خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ سجادہ راستین سلسلہ عالیہ قادریہ حضرت ممدوح کو ایک عجیب

طرز کی محبت ونسبت وانسیت ساتہہ حضرت غوث صمدانی۔ جدا علے حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانے قدس سرہ تہی۔ بارہا بشرف رویت حضرت غوث صمدانے باریاب ہوکر فیوضات حاصل کئے۔ اور بطریق کشف قبور حضرت مخدوم عبدالقادر ثانی کی بیعت کا شرف بہی حاصل کیا۔ شجاعت۔ سخاوت۔ علم۔ حلم ہرایک مین وراثت باب علم علی المرتضے شیر خدا اصلوات علی نبینا وعلیہ سے حاصل تہی۔ حسن صورت وزین سیرت میں لب لباب ائمہ اثنا عشر تہے۔ حدیث شریف مین جو وارد ہے۔ کہ کانت فی عینی موسی ملاحۃ من رائے احبہ یعنی موسی علیہ السلام کی آنکہون مین ایسی ملاحت دلکش تہی۔ کہ جو شخص دیکہہ لیتا بشیدائی ہوجاتا۔ یہ آپ پر بہی موزون تہا۔ انک لعلے خلق عظیم۔ بمتابعت صاحب خلق عظیم۔ صاحب خلق عظیم تہے۔

حضرت ممدوح قدس سرہ کی زبانی منقول ہے۔ کہ باایںہمہ فیوضات جوکہ اس بندہ پر خدا تعالے نے بوسیلہ جلیلہ حضرت والد ماجد صاحب عطا فرمائے۔ یہ تمنا تہی کہ خود سرور عالم سید الاولین والآخرین مورث حقیقی بشیر ونذیر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب مین اگر باریاب ہوکر اجازت ارشاد حاصل ہو۔ تو نور علے نور کا پورا مصداق ہوگا چونکہ مین سمجہتا تہا۔ کہ یہ بندہ شرمندہ اور زیارت فیض بشارت نبی الانبیا۔ کجا اسمان اور کجا ریسمان کا معاملہ ہے۔ ؎

من و وصال تو ہیہات بس عجب ہوس است | ہمین کہ نام تو ام بر زبان رود نہ بس است
اگر تو وعدۂ وصلم دہی بہ بیداری | حرام باد سر خود اگر بخواب آرم
دگر بخواب تماشائی جمال خود یکدم | بروز حشر نخواہم کہ سر زخواب آرم

لیکن یہ سعادت ازلی قسام ازل نے میرے نام ہی ثبت فرمائی تہی۔ کہ یکایک باب رحمت کہلا۔ حجاب عمل وپندار نیست ونابود ہوا۔ خلاق عالم نے اپنے فضل وکرم سے اس ناچیز کو شکستہ نواز۔ غریب پرور۔ رحمۃ للعالمین۔ سید الثقلین کے جمال باکمال کی شرف رویت کا اعزاز بخشا۔ اس وقت جس مسرت وسرور کا انداز تہا

فائدہ چند افراد پر محدود ہوگا۔ عام لوگ بے بہرہ رہ جائینگے۔ بنا بران اس عبارت
کو اُردو کا تنگ جامہ پہناکر جلوہ گر کرتا ہون۔ فرماتے ہین۔ کہ میرے والد ماجد ضعیفی
و پیری کے زمانہ مین مجھ ہی سے مشغول خاطر تھے۔ مین ۳ یا ۴ سال کا تھا۔ کہ ان کو
بوجہ مرور جوانی و فقدان یاران غمگسار سخت مرض لاحق ہوئی۔ اس مرض مین رفع تکلیف
اور دفع دلگیری و گھبراہٹ کا مین ہی علاج تھا۔ مجھے اپنی جوار رحمت وکنار عنایت سے
جدا نہ کرتے۔ اور تربیت فرمایا کرتے۔ مجھے یاد ہے۔ کہ اُسی لڑکپن کے زمانہ مین ملفوظات
بزرگان طریق میری حلق جان مین ڈال کر تربیت باطنی کو ضمیمہ شفقت ظاہری بناتے طرز
طریق۔ تفہیم کا وہ انداز تھا۔ کہ سبحان اللہ۔ مین بھی بحکم فطرت اور مقتضی جبلت
ان کلمات ہدایت سمات کا شیدائی و دلدادہ ہوجاتا۔ آپ بوجہ ضعف وکمزوری خاموش
ہوجاتے۔ تو مین اپنی پستی کو فراموش کرکے بڑے خبرداروں کی طرح التماس اعادہ
اس افادہ کا کرتا۔ وہ بعض کلمات جن سے خصوصیات وقت بھی تھی۔ میرے خزانہ
خیال مین ابتک محفوظ ہین اس سے زیادہ تعجب انگیز وہ حکایت باحلاوت دودھ
چھڑانے کی ہے۔ جو مجھے اس وقت ایسی یاد ہے۔ کہ گویا اسی روز کا واقعہ ہے۔ فرماتے
ہین۔ مین جس زمانہ مین تحصیل علوم مین سرگرم و کوشان تھا۔ شب و روز علم کا تذکرہ
اور بحث و تکرار تھا۔ والد ماجد نے یہ وظیفہ کرلیا تھا۔ کہ شب کو اپنے پاس رکھتے
اور اپنی ہمکلامی مین قبول فرماکر محظوظ ہوتے۔ مین نے بھی رفتہ رفتہ علوم مین
دستگاہ حاصل کرلی تھی۔ آپ مسائل مشکلہ علم توحید و تحقیق مسئلہ وحدت وجود کی
تلقین کرتے۔ اگر گاہی بمقتضی مقید علم کسی کوئی شبہ یا اشکال پیدا ہوتا۔ تو
فرماتے۔ کہ اس قسم کے شکوک و شبہات ابتدا مین رونما ہوا کرتے ہین لیکن
رفتہ رفتہ یہ تمام پردے کھل جاتے ہین اور جمال یقین خود بخود متجلی ہوجاتا ہے
یہ ضرور ہے۔ کہ علے الدوام اس خیال مین رہے۔ اور جسقدر رسائی ہوسکے اس
مین کوشش و سعی کرتا رہے۔ اور یہ شعر پڑھتے۔ ؎

جزاہم اللہ تعالیٰ عن المسلمین خیر الجزاء وافاض علیہم رحمۃ السماء انتہے۔ مختصراً۔
شرح فتوح الغیب کے اخیر مین صدیق حسن خان سید بخاری لکھتے ہین کہ ترجمہ
حضرت شارح یعنی شیخ عبد الحق رہ دہلوی رحمۃ اللہ کا کتاب مآثر الکرام واتحاف النبلا مین
لکھا گیا ہے۔ اور کمال شہرت مستغنی عن الذکر ہے۔ اسواسطے ان کا ترجمہ بھی نہین لکھا۔
اسکی اطلاع دینا تاریخ ولادت وفات پر کفایت کرتا ہے۔ شارح ذو المجد والعلا
جناب شیخ عبد الحق دہلوی قدس اللہ روحہ وافاض علینا فتوحہ سوانکے فضایل علمی
وعملی بھی اتنے ہین کہ واصف ان کی وصف سے قاصر ہے۔ انکی ساری تصانیف
ایک سے ایک بہتر وسود مند تر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو ایسی زبان شیرین اور
سخن نمکین عطا فرمایا۔ جسکا لطف اصحاب دل جانتے ہین۔ یہ اپنی طرز بیان وحسن
تقریر مین جوہر فرد زمانہ تھے۔ عالم باعمل۔ حافظ کتاب اللہ۔ فقیہ۔ متفق۔ محدث زمن
حاج بیت اللہ۔ زائر رسول اللہ۔ مدرس بے نظیر۔ مفتی خوش تقریر۔ احد الصلحاء۔
واحد العلماء۔ فخر ہندوستان۔ نازش اہل ایمان تھے۔ انکا اسم شیخ عبد الحق بن
سیف الدین بن سعد اللہ الترک الدہلوی البخاری ہے۔ انہون نے اپنا ترجمہ خود اپنی
کتاب اخبار الاخیار کے خاتمہ مین زیب قلم فرمایا ہے۔ یہ طریقہ مین مرید سید موسےٰ رح
ممدوح قدس سرہ کے تھے۔ یہ سید موسیٰ اولاد حضرت ناتن حضرت غوث صمدانی رح
مین تھے۔ ان کی کنیت ابو المجد تھی۔ ۲۲ سال کی عمر مین سارے علوم کی فضیلت سے
فارغ ہوکر مسند افادہ پر بیٹھے تھے۔ عنفوان جوانی مین حرمین شریفین کا سفر کیا
اور اولیاء کبار وصلحاء نامدار کی صحبت پائی۔ اور تکمیل فن حدیث فرمائی۔ ۵۲ برس
تک جمعیت ظاہر وباطن کے ساتھ متمکن رہے۔ اور نشر علوم مین اوقات عزیز کو
صرف کیا۔ ان کی جملہ تالیف صغیر وکبیر ۱۰۰ مجلد ہے اور بحسب شمار ابیات......۵

۵ شیخ موصوف کے جد اعلےٰ آغا محمد ترک سلطان محمد علاء الدین خلجی کے عہد مین دہلی تشریف لائے تھے اور مقرب سلطان مذکور رہے۔ علائے زمانہ کے بعد عہد دولت قطب الدین وتغلق شاہ بہر ممتاز وسرفراز رہے۔ اخیر مین بوجہ موت اولاد کثیرہ جاہ واحتشام کو چھوڑ کر سیاہ لباس پہنکر خانقاہ شیخ صلاح الدین کے معتکف ہوگئے۔ ۱۲

پانچ لاکھ تک ہو گئی ہے۔ ۹۵۸ھ ماہ محرم مین پیدا ہوے۔ اور ۱۰۵۲ھ مین تمام آگہی وکشادہ پیشانی کے ساتھ وفات پائی۔ تاریخ ولادت۔ "شیخ اولیا" ہے اور تاریخ رحلت "فخر العالم"۔ قبر شریف دہلی مین جو کنار حوض شمسی پر واقع ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ان کے معاصرین ان سے کچھ باہم نقار ا گیا تہا۔ لیکن انجام صفائی قلب ہو گئی۔ اور پردہ بشریت وغشاوہ جبلت درمیان سے اُٹھ گیا۔ وھکذا شان اھل اللہ تعالیٰ فی کل زمان ومکان۔ یہ بہی کچھ ترجمہ جناب موصوف کا نہین ہے۔ بلکہ ایک قطرہ ہے بحر محیط سے یا ایک ذرہ ہے صحرا بسیط سے ہر چند یہ مقید مذہب حنفی تہے۔ اور اپنی کتب فقہ مین تائید حنفیہ بہت کی ہے لیکن نفس الامر مین بغایت درجہ منصف تہے۔ ان کو ایک محبت خاص اور فریفتگی مخصوص تہی۔ ساتھ حضرت مائن (حضرت غوث صمدانی) رضی اللہ عنہ سے۔ جسکے آثار انکی کتاب اخبار الاخیار وغیرہ تالیفات سے ظاہر ہے۔ اسی طرح ایک عجیب غلبہ الفت وشیفتگی کا ساتھ جناب سرور انبیاء صلعم کے تہا جس طرح کتاب مدارج النبوت اور جذب القلوب سے ثابت ہوتا ہے۔ انتہے لفظا۔

کاتب حروف نے بہی آپ کی مرقد شریف کی زیارت سے فیضیابی حاصل کی اور کشش عجیب اور دلبستگی غریب اس بقعہ شریفہ مین معلوم ہوئی رحمۃ اللہ علیہ وعلے اولادہ ووالدیہ بحرمۃ النبی وسبطیہ۔ چونکہ حضرت شیخ محدث ہند کی بیعت کا تذکرہ متعلق حضرت ممدوح ہے۔ اسلئے ہم اس کا ذکر خود زبانی حضرت محدث الہند کرتے ہین۔ جس سے ان کے ترجمہ پر بہی روشنی پڑیگی۔ اور یہ بہی معلوم ہوگا۔ کہ کس ہما پایہ ظل النبی کے سایہ مین چتر سعادت حاصل کیا۔ اور کس طریق سے کیا۔ کتاب اخبار الاخیار کے خاتمے مین بزبان فارسی جن کلمات طیبہ مین انہون نے اس مبارک مضمون کو ادا کیا ہے۔ ترجمہ بلکہ حاصل ترجمہ مین وہ لذت کہان۔ خیال تو یہی تہا کہ بعینہ اسکو نقل کیا جائے۔ لیکن بعض احبا نے اصرار کیا۔ کہ گو واقعی بات تو یہی ہے۔ مگر زمانہ نے فارسی کو نابود نہین۔ تو قریب قریب معدوم کے کردیا۔ پہر اسکا

فائدہ چند افراد پر محدود ہوگا۔ عام لوگ بے بہرہ رہ جائینگے۔ بنا بران اس عبارت کو اُردو کا تنگ جامہ پہنا کر جلوہ گر کرتا ہون۔ فرماتے ہین۔ کہ میرے والد ماجد ضعیفی دپیری کے زمانہ مین مجھہ ہی سے مشغول خاطر تھے۔ مین ۳ یا ۴ سال کا تھا۔ کہ ان کو بوجہ مرور جوانی و فقدان یاران غمگسار سخت مرض لاحق ہوئی۔ اس مرض مین رفع تکلیف اور دفع دلگیری و گھبراہٹ کا مین ہی علاج تھا۔ مجھے اپنی جوار رحمت و کنار عنایت سے جدا نہ کرتے۔ اور تربیت فرمایا کرتے۔ مجھے یاد ہے۔ کہ اسی لڑکپن کے زمانہ مین ملفوظات بزرگان طریق میری حلق جان مین ڈال کر تربیت باطنی کو ضمیمہ شفقت ظاہری بناتے طرز طریق۔ تفہیم کا وہ انداز تھا۔ کہ سبحان اللہ۔ مین بھی بحکم فطرت اور مقتضی جبلت ان کلمات ہدایت سمات کا شیدائی و دلدادہ ہوجاتا۔ آپ بوجہ ضعف و کمزوری خاموش ہوجاتے۔ تو مین اپنی پستی کو فراموش کرکے بڑے خبر دارون کی طرح التماس اعادہ اس افادہ کا کرتا۔ وہ بعض کلمات جن سے خصوصیات وقت بھی تھے۔ میرے خزانہ خیال مین ابتک محفوظ ہین اس سے زیادہ تعجب انگیز وہ حکایت باحلاوت دودھ چھڑانے کی ہے۔ جو مجھے اس وقت ایسی یاد ہے۔ کہ گویا اسی روز کا واقعہ ہے۔ فرماتے ہین۔ مین جس زمانہ مین تحصیل علوم مین سرگرم و کوشان تھا۔ شب و روز علم کا تذکرہ اور بحث و تکرار تھا۔ والد ماجد نے یہ وظیفہ کر لیا تھا۔ کہ شب کو اپنے پاس رکھتے۔ اور اپنی ہمکلامی مین قبول فرما کر محظوظ ہوتے۔ مین نے بھی رفتہ رفتہ علوم مین دستگاہ حاصل کر لی تھی۔ آپ مسائل مشکلہ علم توحید و تحقیق مسئلہ وحدت وجود کی تلقین کرتے۔ اگر گاہی بمقتضی مقید علم کسی کوئی شبہ یا اشکال پیدا ہوتا۔ تو فرماتے۔ کہ اس قسم کے شکوک و شبہات ابتدا مین رونما ہوا کرتے ہین لیکن رفتہ رفتہ یہ تمام پردے کھل جاتے ہین اور جمال یقین خود بخود متجلی ہوجاتا ہے۔ یہ ضرور ہے۔ کہ علے الدوام اس خیال مین رہے۔ اور جسقدر رسائی ہوسکے اس مین کوشش و سعی کرتا رہے۔ اور یہ شعر پڑہتے۔ ؎

لنگ و لوک و خفتہ شکل و بے ادب سوئے او می خیز او را می طلب

پھر ابتدائے حال کیطرف توجہ فرماتے ہین۔ کہ مین نے والد ہی کی خدمت مین دو تین ماہ مین قرآن شریف ختم کر لیا۔ خدا تعالٰے نے میرے والد ماجد مین وہ عنایت اور توجہ۔ اثر اور خاصیت رکھی تہی۔ کہ مجھے لکھنے کی مشق کی طرف توجہ دلائی۔ خدا جہوٹ نہ کہلائے۔ ایک ہی ماہ مین مجھے قدرت کتابت و سلیقہ انشار بفضل ایزدی حاصل ہو گیا۔ پہر مجھے نظم شروع کرائی۔ چند اجزا بوستان و گلستان۔ دیوان حافظ مین نے پڑھ لئے۔ حفظ قرآن شریف کے بعد میزان الصرف یاد کرائی۔ مصباح اور کافیہ تک خود پڑہایا۔ میری طبع زود رس پر فرماتے۔ کہ انشاء اللہ تو بہت جلد دانشمند ہوگا۔ فرماتے خدا وہ دن کرے۔ کہ تو عالم و فاضل ہو کر درس و افادہ پر بیٹھے۔ اور مین و سادہ پیری پر تکیہ لگا کر بیٹھون گاہ گاہ کتب کی تعداد بیان کر کے فرماتے کہ اتنی کتابین جب تو پڑھ لے گا اور ہر ایک علم کی ایک ایک مختصر یاد کر لیگا۔ تو پہر برکت و سعادت کے دروازے تجہپر کہل جائینگے۔ اور تمام علوم بے تکلف حاصل ہونگے۔ ان کی دعا کی برکت اور پاک یقین نے یہ اثر کیا۔ کہ مین تحصیل علوم مین وہ سرعت حاصل کی۔ کہ جسکو طی الزمان لا امکان کے ہمشکل بنا دیا۔ کافیہ۔ لب۔ ارشاد کی تو ایک ایک جزو یومیہ یاد کر لیتا۔ اگر صحیح اور محشی کتاب میرے ہاتھ آجاتی۔ تو پہر یہ حاجت نہ ہوتی۔ کہ اُسے اُستاد کے سامنے دُہرایا جائے۔ معلوم نہین اس زمانہ مین کیا عقل و فہمید تہی۔ کہ کسی علم کی کتاب مغلق کیون نہ ہو۔ اس کا اول یا آخر ضرور تا عبور کئے بغیر نہ چہوڑتا۔ بارہ تیرہ سال کے سن مین شرح عقاید و شرح شمسیہ کا سبق شروع تہا۔ ۱۵-۱۶ سال کا مین تہا۔ کہ مختصر و مطول ختم کر دیگئی۔ ایک سال کے بعد باقی علوم عقلی و نقلی جو ضروری تہے۔ وہ بہی تمام کر لئے۔ بعد ازان ماوراء النہر کا گشت لگا کر بعضے دانشمندون کے درس مین حاضر ہوا۔ اور نہایت جان فشانی سے شب و روز محنت کر کے وہ کمال حاصل کیا کہ بے خود تعجب آتا ہے۔ کہ کیونکر حاصل ہوا۔

اگر مین اس نعمت علمی کا سو سال ہی شکریہ ادا کرتا ہون۔ تو بھی ادا نہ ہوگا۔ طبع خداداد کی وہ تیزی تہی۔ کہ بعض اوقات بحث کے موقعون پر ایسے مفید سخن طبعزاد برامد ہوتے کہ خود استادون کو مجبوراً یہ کہنا پڑتا۔ کہ عبدالحق! ہم تجہہ سے مستفید ہوتے ہین۔ جو کچھ ہم نے تجھے پڑہایا ہے۔ وہ اس قابل نہین۔ کہ مارا بر تو منتے باشد۔ اخیر عمر مین فرمایا کرتے۔ کہ جسقدر شوق و ذوق وطلب علوم ظاہری کے لئے تہا۔ اگر در طلب مولی وریافت باطن کیطرف ہوتا۔ تو کچھ اور ہی ترقی وعروج حاصل ہوتا۔

ایک دفعہ کا ذکر کرتے ہین۔ کہ چند طلبۃ العلم باہم گر یہ سوال کر رہے تہے کہ تحصیل علم مین ہماری کیا نیت ہے۔ کسی نے تکلفا و تصنعا یہ کہدیا۔ کہ مقصود معرفت الٰہی ہے۔ کسی نے سادگی اور راستی سے حطام دنیوی کا نام لیا۔ پھر مجھ سے بھی سوال کیا۔ کہ تیری کیا نیت ہے مین نے جواب دیا۔ کہ یہ تو مجھے معلوم نہین۔ کہ میرے علم کا گل کیا رنگ بو پیدا کرے گا۔ لیکن فی الحال تو یہ خیال ہے۔ کہ گذشتہ علماء و صلحاء نے کشف حقیقت معلومات مین کیا دُر افشانی کی ہے۔ فرماتے۔ ہی ابتدائے طفولیت سے مجھے یہ معلوم نہین کہ کھیل کسے کہتے ہین۔ نیند کیا ہے۔ مصاحبت کس چیز کا نام ہے۔ آرام و آسایش کا کیا مفہوم ہے۔ سیر و سیاحت کون بلا ہے۔ مجھے یاد نہین۔ کہ بوجہ شوق تحصیل علوم کبھی وقت پر کہانا کہایا ہو۔ اور با وقت ضبط نیند کی ہو۔ مین سردی گرمی کی پرواہ نہ کرکے مدرسہ دہلی مین حاضر ہوتا۔ جو میرے گہر سے دو میل کے فاصلہ پر تہا۔ اور لطف یہ کہ صبح سے پہلے مدرسے پہنچ جاتا۔ اور چراغ جلاکر ایک جزدیا کم بیش کا مطالعہ ہی کرلیتا۔ گاہ ایسا اتفاق بہی ہوتا۔ کہ شروح سے بعض حواشی پیچیدہ لکھ ہی لیتا۔ مجھے والدین بعض وقت کہیلنے کے لئے فرماتے۔ کہ دل بہلالو۔ مین جواب دیتا۔ کہ کہیلنے سے خوشدلی مقصود ہوتی ہے۔ اور میرا دل علمی کتب کے دیکھنے سے مسرور رہتا ہے۔ پہر فرماتے ہین۔ کہ باایںہمہ شوق و ذوق علمی یہ بہی تہا۔ کہ اوراد و شب خیزی۔ کثرت نوافل۔ مناجات بحدے تہی۔ کہ مردم حیران ہے۔ خدا تعالٰی کا شکر ہے کہ

اب تک وہی حالت ہے۔ کہ تعلیم وافادہ پر کمر چست اور محنت ریاضت پر مشاق ہوں۔ چونکہ والد بزرگوار نے یہ بار بار فرمایا تھا۔ کہ بابا ملائی خشک ناہموار نباشے دائما دہ پیش نظر رہتا ہی عشق محبت الٰہی کے غبار کا طلبگار رہتا ہوں یہ دیکھا ہوا تھا۔ کہ سالک بجز دست پیر ناتک ہے۔ وسوسہ شیطانی سدراہ ہو جاتا۔ کہ با این ہمہ علم ودانش دست بدگری دادن موجب ذلت ہے۔ کبھی کوئی خیال پیش ہوتا۔ کبھی کوئی ریب رونما ہوتا۔ آخرالامر بمشورہ ہمنشینان بھی بیکار رہا۔ جز استخارہ حق کوئی صورت نرہی۔ بعد استخارہ مین اپنی عقل سے علیحدہ ہوکر دیوانگی کی طرف دوڑا سہ

زین خرد بیگانہ می باید شدن دست در دیوانگی باید زدن

خدا کے فضل نامتناہی سے میرے وسواس زائل ہو گئے۔ حرمان اور یاس رفو چکر۔ حصول راحت ہمدم۔ پس مین نے تمام تعلقات سے دست شوئی کر لی۔ اور اغیار سے قطع کر کے دل کے دروازہ پر نشست کر لی۔ کہ دیکھئے کونسا دروازہ کہلتا ہے۔ اور کیا راہ نمودار ہوتی ہے۔ ناگاہ بحکم ماخاب من اناب جو اللہ کیطرف رجوع کرتا ہے۔ وہ خائب خاسر نہین ہوتا۔ مجھے ہادی گم گشتگان۔ چارہ گر بیچارگان نے اپنے طرف کہینچا۔ اور اس بینوا کی گردن مین سلسلہ شوق ڈال کر کشان کشان اپنے بیت مین لیجا کر منزل مراد یعنی بدرگاہ حبیب خود صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مین مقیم کر دیا۔ الحمد للہ کہ اس حریم مرحمت وعنایت سے محروم واپس نکیا۔ اور مجھے اس خبیر بشیر نذیر کی جناب سے اشارتے وبشارتے حاصل ہوئی۔ کہ مین اس کا شمہ بھی بیان نہین کر سکتا۔ مجھے یقین ہو گیا۔ کہ گو ہر مراد حصول ہے۔ اور وصول مقصد مجول۔ یہ خیال واثق ہو گیا۔ کہ اب مین سفینہ نوح مین سوار ہون۔ بساحل نجات پہونچا کہ پہونچا۔ اور یہ القا ہوا۔ کہ دامن حضرت غوث صمدانی محبوب ربانی سیدی سندی شیخ عبدالقادر جیلانی مضبوط ومربوط ہو۔ لکھتے ہین میرا اعتقاد بصاحب قدم ہے۔ جو مالک رقاب اولیا ہے۔ کوئی سالک منزل مراد کو نہین پہونچتا جب تک اپنا سر اس جناب کے پاؤن کے نیچے نہ کرے۔ وہی سر با سعادت ہے۔ جو

اس جناب عالی کا پائمال ہے۔ جو کچھ کہ اس عالی طلائی سلسلہ کے پدران نے حضرت محمد مصطفےٰ وعلی مرتضیٰ سے وراثتاً حاصل کیا۔ وہ سب یکجا ہو کر حضرت غوث صمدانی قدس سرہ کے حصہ مین آیا۔ مال کا حصہ تو برابر بٹتا ہے۔ لیکن فیوضات حالی مین برابری چہ برادری نہین۔ پس وارث بہت ہوئے۔ لیکن بات یہ اگر دوسرے قطب ہین۔ تو یہ قطب الاقطاب ہین۔ اگر دوسرے سلطان ہوئے۔ آپ سلطان السلاطین ہین۔ کیون نہ ہو۔ محی الدین ہین۔ احیاء دین حی قیوم جل جلالہ سے ہوا۔ زندگی دین بفضلہ تعالےٰ ان سے کرائی گئی۔ غوث الثقلین بھی انکا شان ہے کہ جن وانس بوے پناہ جو ہین۔ محدث دہلوی فرماتے ہین۔ مین بیکس بھی۔ انہین کی پناہ مین ہون۔ اور اسے درگاہ پر پڑا ہوا ہون۔ وہی مجھ بے کس کے کس ہین۔ اور انہین کا لطف فریادرس ہے

غوث اعظم دلیل راہ یقین ۔۔۔ بیقین رہبر اکابر دین است
شیخ دارین ہادی ثقلین ۔۔۔ زبدہ آل سید کونین است
بادشاہ ممالک قربت ۔۔۔ رہ نورد مسالک قربت
اوست درجملہ اولیا ممتاز ۔۔۔ چون پیمبر درانبیا ممتاز
اولیا بندہاش ازدل وجان ۔۔۔ قدم او بگردن ایشان است
وصف تعریف زمن نہ نکوست ۔۔۔ خود کرامات او معرف اوست
من کہ پروردہ نوال ویم ۔۔۔ عاجز از مدحت کمال ویم
ہمہ دم غرق بحر احسانم ۔۔۔ اے فدائے درش دل وجانم
در دو عالم باوست امیدم ۔۔۔ ہست بابوئے امید جاویدم

مین امید کرتا ہون۔ کہ اگر بیراہ ہوجاؤنگا۔ وہ رہبری فرمائینگے۔ اگر عاجز و اپاہج ہوجاؤنگا۔ دستگیری کرینگے۔ حضرت غوث صمدانی کی ان بشارتون کے مضمون سے جو انہون نے اپنے محبون کو فرمائین۔ دنیا وآخرت کی سعادت ہے۔ ایک یہ ہے۔ کہ حضرت غوث صمدانی رہ نے فرمایا۔ کہ قاضی الحاجات نے

مجھے ایک پروانہ عطا فرمایا۔ جس مین میرے مریدون کے نام مکتوب ہین۔ جو قیامت تک ہوتے رہینگے۔ اور اُن سب کو میری طفیل بخشدیا۔ اور ان کے تمام جرائم معاف کردئے۔ شیخ دہلویؒ لکھتے ہین۔ کہ اگر میرا نام بہی اس فہرست مین مکتوب ہے۔ تو پہر مجھے کیا غم ہے۔ پہر تو حسب مدعا مطلب برآری ہوئی۔ پہر لکہتے ہین۔ کہ مین نامراد بہی انہین کا مرید ہون۔ لیکن قبول کرنا یا رد انہین کے ہاتھ ہے۔ مین تو ان کا خواہان ہون۔ لیکن اُن کی خواہش انہین کی تفویض مین ہے۔ پہر لکہتے ہین۔ کہ نسبت تو کردم وپناہ بدرگاہِ او بردہ۔ لیکن یہ یقین ہے۔ کہ جب یہ سعادت ازل سے میرے نصیب تہی۔ کہ مین شیفتہ ودالا اس درگاہ کا ہون۔ تو ضرور ابد تک یہ سعادت ونعمت میرے شاملِ حال رہیگی۔ جبکہ مجھے اپنی بیہوشی نہ تہی۔ تب بہی انکا نام نامی واسمِ گرامی میری لوحِ دل پر کندہ تہا۔ ؎

ما بعشق تونہ امروز گرفتار شدیم   کہ گرفتاریٔ ما با توزروزِ ازل است

حضرت کی جاذبہ محبت مجھے خود بخود کہینچتی تہی۔ مگر ابہی مقدور نہ تہا۔ ان کا کرشمہ عنایت بلاتا۔ لیکن مجھے شعور نہ تہا۔ خلاصتہ المرام یہ کہ حضرت غوث صمدانی قدس سرہ کا لطف ہمیشہ ظاہر وباطن میرے شامل رہا۔ چونکہ میرا والد ماجد اس بارگاہ عالی کے دروازہ کی خاک تہا۔ مجھے بارہا فرمایا۔ کہ نسبت وارادت ویقین بآنجناب مضبوط ومربوط ہو۔ لیکن افسوس کہ عمر کا اکثر حصہ بے توسل بجناب بادشاہِ عالم پناہ فنا کردیا۔ جسطرف قدم رکہا۔ محروم رہا۔ چند دفعہ اشارات۔ بشارات غیبی وابتغوا الیہ الوسیلہ مسموع ہوئے۔ اور مین اس فضیلت کی طلب مین جویان دپویان رہا۔ لیکن کوئی ایسا عالی ہمت صاحب مکرمت نگاہ مین نہ آیا۔ کہ جس سے اطمینان قلبی حاصل ہوتا۔ میرا یہ پختہ مصمم عزم بالجزم تہا۔ کہ واہب العطیات کوئی ایسا شہباز راہ عطا کرے۔ کہ جسے بسرورِ عالم دینی اور طینی دونون کمال حاصل ہون۔ قرابت جسمانی با قرب روحانی کا پورا مصداق ہو۔ ہاتھ مین ہاتھ ملانے سے جو مطلب ومقصد ہے۔ پوری کامیابی کے ساتھہ میسر ہو۔ پہر تو ہاتھہ دونگا۔ اور پاؤن

پکڑ لونگا۔ بلکہ تا زیست روندا جاؤنگا۔ دم بھی اگر نکلے۔ تو تحت قدم نکلے۔ اسی تمنا مین تہا۔ کہ آخر بری صدق نیت کا پودا نمودار ہوا۔ اور اخلاص کا شجر بار ور۔ یرزقہ من حیث لا یحتسب کا مضمون جلوہ گر ہوا۔ کہ میرے سر پر عیسے نفس پہونچا کہ ہر نفس اس کا اسمان معرفت کا مائدہ نازل۔ اور ہر کرشمہ اسکا عید اور سرور اواخر واوائل تہا۔ موسی مقام کہ شعشعان جمال اس کا شجرہ وحدت سے طالع اور نور اس کا حقیقت طور سے لامع۔ خلیل مثال کہ اس کا خوبصورت رخسارہ بوستان خلت اور گلستان دین وملت تہا۔ مصطفے جمال کہ اس کا دہن نمکدان خوان انا املح اور اسکی زبان تبیان قرآن کہ انا افصح کی نقارہ زن تہی۔ مرتضے کمال کہ اس کا سینہ بے کینہ باب مدینہ علم وفتوح اور اس کا دل ابواب اسرار کشف مفتوح۔ حسن سیرت وارث مرتبہ وانك لعلے خلق عظیم ونائب منصب بالمومنین رؤف الرحیم۔ حسین سیرت۔ کہ مصدوق ویطہرکم تطہیرا کا اور مصداق الا المودۃ فے القربے کا۔ اوصاف مین زین العابدین امام الصادقین۔ السید النقی التقے والعلوی العلی المہدی ہمنام کلیم اللہ محبوب حبیب اللہ ؎

احمد خوئے کہ عالم بندۂ اوست یوسف روئے کہ ماہ شرمندۂ اوست
عیسیٰ نفسی کہ جان و دل زندۂ اوست موسیٰ کہ لقائے دوست خواہندۂ اوست

جسقدر مناقب وکلام حضرت کلیم اللہ کے حق مین وارد ہوئی۔ اس پاکباز پر صادق اور اسکے حال پر موافق ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید قلب موسیٰ پر اس کو پیدا کیا۔ یہ منقبت افزون ہے۔ کہ یہ جگر گوشۂ محمد ہے صلے اللہ علیہ واولادہ۔ اگرچہ وہ مقتدائے اولیا۔ عالی مرتبت رسول اور پیغمبر ہے۔ ؎

اے دیدہ بیا لقائے منظور ببین آن جبہ و آن جمال آن نور بہ بین
در وادی ایمن محبت بگذر موسےٰ دہم درخت وہم طور ببین

وہ ایسا حمیدہ صفات۔ جانشین حامد۔ وارث مقام محمود واقع ہوا۔ کہ اگر بڑے سے بڑا ثناخوان اُنکے محامد اوصاف کو شمار کرنا چاہے۔ تو گنتے گنتے بے اختیار

ہو کر کہہ اُٹھیگا۔ کہ میرے احاطہ سے باہر ہے۔ الحاصل جب یہ آفتاب دین و دولت طلوع ہوا۔ تو مین نے یقین کر لیا۔ کہ میرا طالع زور ون پر ہے۔ مین نے بمجرد اس کے کہ میری آنکھین اُن کے جمال سے روشن۔ میرا دل نورانی اور جان مسرور ہو گئی۔ بمجرد نظر اول میرا دل بے اختیار ہو گیا۔ مین حضور کے پائے عزت کو بوسہ دے کر یہ شعر پڑہا۔

دلے بود کہ مشتاق لقایت بودم　　لاجرم روئے ترا دیدم واز جا رفتم

بعد ازان مین نے اپنی جست و جو کی گفت گوئے سے زبان کہولی۔ اور عرض حال کی مقال مین مشغول ہوا۔ لیکن وہ بصفائی باطن میرا ظاہر و باطن سب جانتے تھے۔ اور مقصد و مقصود سب سمجھے ہوئے تھے۔ میری سچی پیاس کی تحقیق و تفتیش کے امتحان کے مرحلہ پر فرمایا۔ کہ اے تشنہ کام۔ ہم سب ایک نہر کی جداول ہین۔ اور ایک سمندر کی نہرین۔ مجھے یقین ہے کہ تو اس بحر کا طالب ہے۔ جو سیراب کنندہ عالم ہے۔ لیکن مین نے جس سمندر کا حصہ لیا ہے۔ جسکا تو آکر طلبگار ہوا۔ اسی طرح وہ لوگ جو ہماری شرکت جو ہین۔ اور اپنے آپ کو اس بحر کی نہر کہتے ہین۔ ان کے پاس بہی جا کر اپنی تشنہ کامی دکہلا۔ بعد ازان جس نہر کا پانی شیرین تر ہو۔ اُسے نوش جان کر۔ اگر یہ نہ ہو سکے۔ یا نہ کر سکے۔ تو بہر یہ کر کہ خود اسی بحر کیطرف دوڑ اور توجہ کر۔ جسجانب بلاوے یا جہان پہونچاوے بہتر ہوگا۔ شیخ دہلوی لکھتے ہین۔ مین یہ سنکر چیخا۔ اور فریاد کی۔ کہ ہائے مین تو سراب تخیل کے چٹیل میدان پر حیران اور تحیر کے کنارہ پر ہراسان ہون مجھے بحر سے کیا قربت کہ میری آواز وہان تک پہونچے اور میری کیا شناسائی کہ وہ میری خروش پر گوش رکہے۔ مین تو حضور کے قدمون تک پہونچا ہون۔ جہان چاہین پہونچائین۔ ورنہ میری کیا ہستی۔ اور کیا بساط۔ اسپر جناب نے لب کشائی کی۔ اور فرمایا خبردار ناامید نہ ہو۔ تجھے اس بحر سے اشنائی ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ہے۔ اگر نہین ہے۔ تو وہ بحر رحمت سب پر محیط ہے۔ مرکب ہو یا بسیط۔ ہر شخص کو شامل ہے ناقص

ہو یا کامل حاشا کہ حاجت کے وقت فریاد کو نہ پہونچے۔ اور درماندگی پر دستگیری نہ کرے۔ لاچار حسب گفتار آن ولد سید الابرار اٹھ کھڑا ہوا۔ دل مضطرب و بیقرار تھا۔ کہ دیکھیئے کیا ہوتا ہے۔ شب کو توجہ تجدید اکرکے سویا۔ نیند کیا تھی۔ بخت بیداری تھی۔ اسی پہلی رات بشارت ہوئی۔ کہ باب مقصود یہی ہے۔ اور در مطلوب بھی۔ پس عنان اختیار ہاتھ سے جاتی رہی بے توقف حاضر ہو کر اپنا ہاتھ حضور کے ہاتھ مین دیکر بے اختیار پاؤن پر پڑ گیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ یہ سعادت و شرف شوال کی چھٹی تاریخ وقت صبح ۹۸۵ھ کو حاصل ہوا۔ اللھم لاتجعل الدنیا اکبر ھمنا ولامبلغ علمنا ولاتسلط علینا من لایرحمنا۔

القصہ شان حضرت سید جمال الدین موسیٰ پاک شہید سو منزلتے وارد شیخ عبدالحق محدث دہلوی ملتان بھی زیارت کے لئے آتے۔ چنانچہ اُنکے مکتوبات سے معلوم ہے۔ خزینۃ الاصفیا مین لکھا ہے۔ کہ حضرت سید موسےٰ پاک شہید عالیمقام ہادی خاص و عام۔ ہدایت وارشاد کی صفات سے موصوف اور زہد و ریاضت مین معروف تھے۔ خلق اور خلق مین وارث شاہ رسالت اور سجادگی غوثیت کے زیب و زین تھے۔ اپنے وقت مین لاثانی تھے۔ ممالک ہند مین کوئی انکا مثیل نہ تھا۔ آپ نسبت اولادی کے ماسوا حضرت غوث صمدانی سے اور نسبت بھی تھی۔ جو اہل خصوص کو ہوتی ہے۔ بارہا بزیارت سرور عالم باریاب ہوئے۔ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کی زیارت کا شرف تو خواب اور بیداری دونو مین ہوتا۔ حضرت سید عبدالقادر ثانی رہ سے بھی بطریق کشف قبور مشرف ہوئے۔ اور فیضان حاصل کیا۔ بلکہ بشرف بیعت بھی ممتاز ہوئے۔ بحر السرائر مین آپکی زبانی لکھا ہے۔ کہ جب میرا والد ماجد بملک جاودانی رحلت کر گئے۔ دنیا و مافیہا ہم پر تاریک ہو گئی قلیل عرصہ کے بعد میرے برادر بزرگ سید عبدالقادر نے مجھ سے اس معاملہ مین نزاع پیدا کی۔ کہ خلافت و سجادگی میراحق ہے اور اس امر کو سلطان وقت تک پہونچایا جسپر علماؤ قضات راؤ سا کو تفتیش اور تحقیق پر مقرر کیا گیا

رائے نے میرا حق ہونا ثابت کیا۔ لیکن ابھی کوئی فیصلہ نہین ہوا تھا۔ کہ میرے بھائی
نے ایک قرآن شریف اور مجموعہ اوراد اور کچھ دوسرے تبرکات بھی لاکر پیش کئے۔
کہ اگر یہ ولیعہد ہوتے۔ تو یہ اشیا انکے پاس ہوتے۔ یہ کافی دلیل ہے کہ مستحق
سجادگی مین ہون نہ یہ۔ مجھسے جواب دریافت ہوا۔ مین نے کہا۔ ان سے پوچھ
لو۔ کہ یہ تبرکات کب اور کیونکر ان کے قبضہ مین آئے۔ اس پر بڑی بحثین ہوتی
رہین۔ آخرالامر یہ قرار پایا کہ خود قرآن شریف سے مشورہ لیا جائے۔ قرآن شریف
کہولا گیا۔ پہلے پہل یہ آیت مکتوب تہی۔ فخرج منها خائفا یترقب قال رب نجنی
من القوم الظالمین۔ چونکہ آیہ کریمہ مین مقولہ حضرت موسیٰ تہا۔ اور متضمن مطلوب
مین و بطلان شق ثانی تمام حاضرین حیران ہوئے۔ اور یقین واثق ہوگیا۔ کہ جو کچھ
مین کہتا ہون وہی حق ہے۔ یہ فیصلہ حکومت تک پہونچایا گیا۔ اور وہان سے یہ
نوشتہ آیا۔ کہ طریقت شعار کمال آثار کمال الدین شیخ موسیٰ رہ کے ساتھ جو بڑے
بھائی نظام الدین شیخ عبدالقادر کا مدت سے نزاع و مناقشہ بابت خلافت و سجادگی
چلا آیا ہے۔ ہم اسکی نسبت بعد تحقیقات حکم دیتے ہین۔ کہ جس قدر معاش مقرر ہوگی
وہ سب بھائی حصہ رسدی متصرف ہونگے۔ لنگر کے ⅔ حصص بڑے بھائی کے
نام اور ⅓ حصہ چھوٹے بھائی کے مقرر ہونگے اور مقام اوچ بنام شیخ موسےٰ
ہوگا۔ شیخ عبدالقادر حامدپور مین مقیم ہونگے۔ تمام حکام و جاگیرداران و کروڑیان
و عاملان حال و استقبال کو معلوم ہوگا۔ کہ مقام اوچ بغیر کسی کی شراکت کے
شیخ موسےٰ کے تصرف و قبضہ مین رہیگا۔ اور وہ بطریق ابا و اجداد مشغول ہوکر
فارغ البالی سے بدعائے قیام دولت اقتدام کرینگے۔ اور کسی کو مقام مذکور
مین دخل نہ کرتے دینگے سب کو چاہیے۔ کہ حسب الحکم تعمیل کرین۔ ۲۲ ربیع الاول
سنہ ۹۸۵ھ۔

اس فیصلہ کے بعد حضرت سید عبدالقادر و حضرت ممدوح دونون کو اپنے دربار و لشکر کا خاصہ و سردار بنا کر عزت افزائی کرتا رہا۔ لیکن یہ دونو بزرگان دین مصلح قوم ظاہری مناصب کے عہدہ جلیلہ کے وسیلہ سے منصب باطنی کی انجام وہی مین سرگرمی سے کام لیتے رہے۔ جب دیکہا کہ سلطنت کے ارکان ہی ناشائستہ ہین اور

لہ مولانا عبدالقادر بدایونی جو کہ اکبر بادشاہ کے متعینین علما سے تہے۔ اور انہون نے اپنے چشم دید حالات لکہے ہین۔ وہ اپنی کتاب منتخب التواریخ مین حضرت ممدوح اور ان کے بہائی سید عبدالقادر کے مرافعہ کا فوٹو بایں عنوان کہینچا ہے کہ سید عبدالقادر خلف الرشید مخدوم سید حامد جہان بخش و برادرش سید موسیٰ پاک شہید سکنائے حامد پور من مضافات ملتان۔ یہ حامد پور لنگے ہٹے کے نام سے مشہور ہے لکہا ہے کہ مخدوم سید حامد جہان بخش کی وفات کے بعد دونو بہائیون کا بابت مسند نشینی تنازع ہوا۔ اور طول پکڑتا ہوا مغلیہ خاندان کے تیسرے تاجدار سلطان اکبر المتولد ۱۵۴۲ء جو کہ ۱۴ برس کی عمر مین تخت نشین ہوا تہا۔ اسکے دربار تک پہونچا۔ بیرم خان نے جو کہ قوم کا ترک مذہب کا شیعہ ہمایون بادشاہ کا جرنل۔ اکبر بادشاہ کا اتالیق مخاطب بخان بابا۔ نائب السلطنت تہا۔ ان دونو بہائیون کو فتحپور سیکری مین جو آگرہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے طلب کیا۔ چونکہ اس سفر مین ان کو سخت تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ اور معلوم ہوا۔ کہ بیرم خان انکے حق مین بوجہ تخالف مذہب سوء الارادہ ہے۔ دونون بندگان رنجیدہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ اگر اکبری انجمن کی کل مین یہ گہرا نہ ہوتا۔ تو بہتر تہا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ آخرکار ارکان سلطنت نے اسکے غرور و نخوت۔ کبر و رفعت سے تنگ ہو کر سلطان اکبر کو اپنے اڈے پر چڑہا لیا۔ بیرم خان نے توجہ شاہی کی برگشتگی معائنہ کرکے ہیچ و دگرے نیست کا نقارہ بجا کر بغاوت اختیار کی۔ لیکن مقابلہ مین چہکے چہوٹ گئے۔ شکست فاش کہا کر منہ دکہلانے کے قابل نہ رہا۔ چونکہ وہان رہنا مشکل و ضرر رسان تہا اسلئے معافی طلب کرتا ہوا عازم حجاز ہوا۔ اور رستہ ہی مین بمقام گجرات مارا گیا۔ الغرض یہ دونو برادران دربار مین پہنچے۔ اکبر نے ان دونو بزرگان دین کا اعزاز کیا۔ اور جاگیرین بہی عطا کین اور سید عبدالقادرؒ کو خاص درباری اور سید ممدوح حضرت موسیٰ گیلانی کو فوج افسر بنا دیا۔ چونکہ اکبر کے خیالات خراب تہے۔ اور شرع کا پابند نہ تہا۔ منشیات کا بہی خوگیر تہا۔ ایک دن پوست نوشی کے وقت سید عبدالقادرؒ کو بہی طلب کر کے پوست نوشی کی تکلیف دی آپنے صاف انکار کیا۔ کہ یہ نہ ہوگا۔ جب آپنے اکبر کو علانیہ فسق و فجور کرتے دیکہا۔ تو یہ خیال ہوا۔ کہ یہان رہنا اچہا نہین۔ موقع کی تاڑ مین رہے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا۔ کہ آپ حسب معمول دربار مین نوافل ادا کر رہے تہے۔ اکبر نے روکا کہ یہ دربار ہے۔ آپنے فرمایا کیا مضائقہ۔ اور اسی وقت جاگیرات و منصب کی پرواہ نہ کرکے واپس چلے آئے۔ حضرت موسیٰ پاک شہید کی نسبت لکہا ہے کہ اکبر کو ان کی نسبت غایت درجہ کی خوش اعتقادی تہی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ اکبر نے آپ کو طلب کیا۔ وہ حسب الحکم تحائف لیکر حاضر ہوئے نہایت اکرام سے پیش آیا اور پنج صدی کا منصب بہی عطا کیا اور جاگیرات مع بہی اضافہ کردیے جتنے دن آپ وہان رہے ان کے پیچھے باجماعت نمازین پڑہتا رہا۔ لیکن آپ بہی وہان نہ رہے۔ فیصلہ وہی ہوا۔ جو ذکر ہو چکا۔ منتخب وغیرہ۔ وہ تمام جاگیرات مع سکہون کے عہد تک ان کے پسماندگان حضرات کے قبضہ مین رہین ۱۲۔

قساوت قلبی ان کی مایۂ خمیر ہو گئی ہے۔ اور سلطانی انجن ضلالت کی آگ سے خوب گرمادیا ہے۔ اسلئے یکسوئی اختیار کر کے وطن مالوفہ کو واپس آگئے۔ القصہ بعد از فیصلہ و امتداد زمان بعض حاسدین از قوم لنگاہان بد اعتقاد حضرت ممدوح کی شہرہ و پارسائی و کثرت مریدین پر جل بھنکر در پئے ایذا ہوئے۔ لیکن حضرت ممدوح فرماتے ہین۔ کہ خلاق عالم نے اپنے انعام و اکرام سے مجھے وہ شوق کا شراب پلایا۔ کہ غیر اللہ سے مدہوش کر دیا۔ مصاحبت خلق سے تنفر و اختلاط اغیار سے بیگانگی پیدا ہو گئی۔ ؎ مرا بیگانگی از خلق با حق آشنا کردست۔ بفضلہ تعالےٰ مجھے ایسا غنا قلبی نصیب ہوا۔ کہ کسی اپنے پرائے کی پرواہ نہ رہی۔ یاد الٰہی کا وظیفہ حرز جان اور قوت ایقان تہا۔ ابنائے روزگار جنکا شعار ہی ضرر رسانی ہی۔ وہ باز نہ آئے۔ وہ میری خلوت نشینی سے اور بہڑک اٹھے۔ پے بے مکر احتیال سے حکومت کو اکسایا۔ لوگون مین بے چینی پیدا کی۔ بہتان و اتہام کا بازار گرم کیا۔ ؎

شرح این ہجران و این خون جگر　　این زمان بگذار تا وقت دگر

مگر خدا کا فضل شامل حال رہا۔ مین دیکہتا تہا۔ کہ میرے قلب پر ان کے حملات سے کوئی صدمہ نہ پہنچتا تہا۔ وہ خود نادم و بدنام ہوئے تھے۔

کتاب تیسیر الشاغلین کی ترتیب و تالیف پیش نظر ہی۔ تمام وہ اوراد و دعوات آبا و اجداد سے معمول تھے۔ اس مین یکجا جمع کئے۔ ؎

بحمد للہ ہر آن چیز کہ خاطر میخواست　　آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

بحر السرائر مین لکہا ہے۔ کہ حضرت سلطان الشہدا شیخ موسیٰ پاک شہید را اوراد سے است۔ جامع حافل۔ شامل اذکار و دعوات کہ از آبا و اجداد کرام خود کہ ایشان تالیف کردہ اند بے نظیر و عدیم المثیل است ہیچ مجموعہ اولیا کہ باین نہایت و فصاحت و بلاغت و اسرع الاجابت و جامعیت باشد دیدہ نمی شود بڑی خوبی اس مین یہ بھی ہے۔ کہ بعض کلام کرامت انتظام حضرت غوث الثقلین قدس سرہ

نقل کرکے اس کی شرح لکھی ہے جس سے زیادتی شوق وظہور انوار اسرار ہوتا ہے۔ اگر طالب صادق اسپر مداومت کرے۔ تو یقین ہے کہ بفضل الٰہی و کرم رسالت پناہی و امداد غوث الثقلین بمقصود دارین پہونچے گا۔ خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ وہ مجموعہ تیسیر الشاغلین مطبع صدیقی فیروزپور مین طبع ہو کر شائع ہوچکا ہے لیکن افسوس ہے کہ کاپی نویس غلط نویس تہا۔ یا نسخہ صحیحہ اسے دستیاب نہین ہوسکا آخرالامر نوبت باینجا رسید کہ چند دیہات جو کہ لنگرخانہ پر وقف تہے۔ وہان تشریف لے گئے۔ اور اپنے خدام و اہل اعتقاد کو اپنے دیدار فیض آثار سے جلوہ نمائی کرتے ہوئے۔ ایک بستی مین قیام فرمایا۔ لنگاہان نابہنجار نے اس بستی پر غارت کا ہاتہ پہیلایا فریاد و فغان کا شور و شغب آپکی سمع مبارک تک پہونچا دریافت کیا۔ کہ کیا واقعہ ہے۔ لوگون نے عرض کی۔ کہ لنگاہان غارت پر تُلے ہوئے ہین۔ آپنے فرمایا۔ اشارہ صحیح ہوا۔ بس زمان رحلت قریب ہے۔ آپ بسواری فیل نہایت اجلال و شوکت کے ساتہہ بمعہ چند ہمراہیان اُن کی طرف گئے۔ لنگاہ آپ کی سواری دیکہتے ہی فرار ہوگئے۔ لیکن سلطان لنگاہ نے چہپ کر ایک تیر حضرت پیر کو تاک کر مارا۔ جو حضور کے وجود کرامت آمود کے پہلو پر پہونچا۔ چونکہ یہ شقاوت سلطان الاشرار کے ناصیہ پر کندہ تہی۔ آپ اس تیر کے صدمہ سے شہید ہوگئے۔ وکان ذالک ثلث وعشرین من شعبان سنہ ۱۰۰۰ھ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بحرالسرائر مین لکہا ہے کہ وہ شیطان لنگاہ ایسی مرض مین مبتلا ہوا۔ کہ اس کی زبان کتے کی مانند نکلی ہوئی تہی۔ آماس شدہ ہو کر بدبودار ہوگیا۔ ہاتہ پاؤن مین برص نمودار ہوئی۔ آخر کار بمضمون اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ کا مصداق ہو کر مردار ہوا۔ اور جو اسکے ہمراہی تہے۔ وہ بہی گوناگون کی امراض مین مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔

حضرت پاک شہید بروز چہارشنبہ پہر دن کے بعد بمقام آچ پائین والد ماجد

خود مدفون کئے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے والد ماجد نے کسی صالح کو خواب مین فرمایا۔ کہ فرزندم قطب زمان ہے۔ اسے ہماری پایان سے نکال کر کسی دوسری جگہ رکھنا بہتر ہے۔ کیونکہ بوجہ ادب ہم پاؤن سنگیڑے ہوئے ہین۔ بموجب ارشاد خیرالعباد وہان سے مہنگے ہٹی لائے گئے اور وہین خانقاہ بنائی گئی۔ اب تک وہ موجود ہے۔ اور متبرک آستان سمجھا جاتا ہے۔ اور بطور یادگار مجمع ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت کے صاحبزادہ حضرت شیخ حامد گنج بخش ملتان رہتے تھے۔ اور قوم رندان آپکے مرید تھے۔ اور بہت سی زمین بطریق نیاز پیش کی ہوئی تھی۔ انہین اشارتاً و بشارتاً یہ معلوم ہوا۔ کہ آپ حضرت پاک شہید قدس سرہ ملتان مین دفن ہونا پسند کرتے ہین۔ بانیوجہ حسب الاشارہ گہوڑا اسجا کر مرقد شریف پر لائے۔ اور صندوق نکالکر سوار کردیا۔

بحرالسرائر مین لکہا ہے کہ بمجرد سوار کرنیکے گہوڑے کی باگ پکڑلی۔ اور ملتان کا رستہ لیا۔ باوجود اسکے کہ مہنگی ہٹی مین ۱۵ سال مدفون رہکر برآمد ہوئے تھے لیکن آپ کا وجود مسعود بالکل متغیر نہ تہا۔ عالم حیران تہا۔ کہ یہ عجیب ماجرا ہے اسی بقعہ شریفہ مین جہان اب روضہ منورہ ہے۔ دفن کئے گئے۔ یہ روضہ عجیب و دلکش بنا ہوا ہے مزار مقدس سے انوار الٰہی نمودار ہوتے ہین۔ مخلوق خدا کا جمگہٹا رہتا ہے۔ استجابت دعا کیلئے بابرکت مقام ہے۔ کثرت سے شہر و مضافات گرد و نواح کے لوگ بوجہ زیارت و مقام استجابت سمجھکر باریاب ہوتے ہین اور مستجاب الدعوات ہونے کا شرف حاصل کرتے ہین۔ شب جمعہ کی کثرت زائرین خصوصیت دارد۔ ملتان دارالامان اگرچہ بزرگون کے وجود مسعود سے نہایت بابرکت سمجھا جاتا ہے۔ اور اس بقعہ مبارکہ مین کثرت سے تقدس مآب حضرات مدفون ہین۔ لیکن جسقدر انوار۔ تجلیات۔ لمعات۔ اس مقدس بارگاہ پر جلوہ گر ہین۔ اور جسقدر زائرین کا انبوہ اس درگاہ پر ہوتا ہے۔ وہ صاحب روضہ کی امتیاز و علوشان کی کافی دلیل ہے۔ یہ درگاہ شہر ملتان کے بیچون بیچ سے کسی قدر جنوب

کیطرف برستہ پاک دروازہ لب بازار واقعہ ہے۔ کہتے ہیں چونکہ موسیٰ پاک شہید قدس اللہ سرہ العزیز کی سواری بعد الوفات منگھی ہٹی سے اسی دروازہ سے نمودار ہوئی تھی۔ اسلئے اس دروازہ کا نام بوجہ مرور پاک شہید پاک دروازہ ہوا۔ اسی طرح چونکہ حضرت مستورات وحرم محترم کا ورود اسی دروازہ سے ہوا۔ جو پاک دروازہ سے غربی طرف ہے۔ اسلئے وہ دروازہ بحرام دروازہ مشہور ہوا۔

حضرت ممدوح قدس سرہ کے ورودِ اجلال سے باشارات وبشارات آج تک یہ رسم قایم ہے۔ کہ خوش اعتقادانِ اہلِ اسلام جنازہ کے لئے تفاؤلا اس مقدس بارگاہ کے سامنے دُعاخیر کہتے ہوئے پاک دروازہ سے گذرتے ہین۔ چونکہ بعض موقعوں پر حضور ممدوح کے بعض غیر اسلام شیدائیوں کو بوجہ برکت ہم صحبتی و خوش اعتقادی مرتے ہوئے اسلام نصیب ہوا۔ اوران کے پس ماندون نے اس کے جنازہ کو بوجہ وصیت اس درگاہ کے سامنے سے گذران کر بموجب رسم آبائی جلانے کے لئے مردہ سوخت مقام مین لیجاکر جلانا چاہا۔ تو آگ نہ لگی۔ آخر معلوم ہوا۔ کہ یہ اس دُعا کا اثر ہے جو حضرت سمی کلیم اللہ حضرت موسیٰ پاک شہید کے پاک دہن سے نکلی تھی۔ کہ اسے آگ سے بچانا۔ اوریہ بھی خیال ہوا۔ کہ شاید روضہ مقدسہ کے سامنے سے گذرنے کا یہ اثر ہو۔ متعصبین غیر اسلام نے اب یہ التزام کیا ہوا ہے۔ کہ حتی الامکان اپنے مردہ کو اس درگاہ عالیجاہ کے رستہ سے نہین لاتے بعض لامذہب مسلمان بھی انکے ہمصفیر ہین۔ واللہ ہو الہادی۔

اس روضہ منورہ کی شمال کیطرف ایک مسجد عالیشان پُر فضا سہ گنبدی قدیم سے بنی ہوئی ہے اس مین ایک پتھر یلا مصلا مانند تخت پوش صاحب روضہ کے

سلہ علامہ جامی نے نفحات المقدس ابو نصر سراج طوسی قدس سرہ کے ترجمہ مین لکھا ہے۔ کہ ان کا لقب طاؤس الفقرا ہے انہون نے ایک دفعہ فرمایا۔ کہ ہر جنازہ کہ پیش تماک من بگذرد اللہ مغفور بود۔ پھر لکھتے ہیں کہ بحکم این خبر وت اہل طوس جنازہا را پیش خاک وے آوروندے وزمانے بداشتندے آنگاہ ببیر دندے ۱۲

تبرکات سے موجود ہے۔ اس مسجد مین پانچون وقت کی نمازین بجماعت کثیرادا ہوتی ہے۔ عشا کی جماعت کے لئے ایک حافظ مخصوص ہے۔ جو جماعت کراتے ہین۔ ایک عالم موجود رہتا ہے۔ جو درس دیا کرتا ہے۔ طلبہ کے لئے حجرہ بھی موجود ہے۔ جو مسجد شریف کے مشرق کی طرف ہے۔ رمضان شریف کی راتون مین خصوصاً عشرہ اخیرہ مین مصلیان اور شب بیدارون کا عجیب چہل پہل نظارہ ہوتا ہے۔ اس روضہ منورہ کی غربی طرف وسیع میدان مین ایک حوض ہشت گوشہ دہ دردہ کوئین کے قریب ہے۔ جو مصلیان وزائرین کے وضو کے لئے بھرا رہتا ہے۔ اور اس حوض کے کسیقدر فاصلہ پر سجادہ کی نشست گاہ ہے۔ جو عجیب طرز کی ساخت سے سجی ہوئی ہے۔ اس نشست گاہ کی شمال کیطرف لنگرخانہ اور اصطبل ہے۔ **المختصر** اس روضہ کا وجود مسعود ایک بڑے وسیع میدان مین جلوہ نما ہے۔ جس مین مذکورہ مقامات اپنے اپنے موقعہ پر ہین۔ اس **روضہ** مین داخل وخارج ہونے کے دو دروازہ ہین ایک تو شرق کیطرف لب بازار واقع ہے۔ اسکے آگے پچاس ساٹھہ فقیر موجود رہتے ہین۔ جنکا گذارہ زائرین کی خیرات یا لنگر سے بخوبی ہوجاتا ہے۔ اور ایک دروازہ روضہ مبارکہ کے غربی طرف ہے۔ روضہ مقدسہ گنبد دار ہے۔ اسکے اندر ایک خاص چبوترہ ہے۔ جسپر تین مزارات بارتیب علے السویہ ہین۔ ان پر ایک علیحدہ سقف مزین سایہ افگن ہے۔ یہ مزارات فیض بشارات۔ حضرت ممدوح جناب سید موسیٰ پاک شہید اور انکے فرزند عالیجاہ سید مخدوم حامد اور ان کے صاحبزادہ حضرت سید جانعلی قدس اللہ اسرارہم کی باینطور واقع ہین۔ کہ حضرت ممدوح کی مزار وسط مین ہے۔ اور مخدوم سید حامد کی مزار شرق مین اور سید جانعلی نبیرۂ پاک شہید کی مزار غرب مین اور باقی مزارات کثیرہ سادات گیلانے ومخادیم کی روضہ کے اندر ہین۔ جن کی تعداد

اس روضہ مقدسہ کا ایک حصّہ غربی دیوار ڈال کو علیحدہ کیا ہوا ہے جس مین وہ مستورات مدفون ہین۔ جو آپ کے ساتھ ملتان داخل ہوئی تھین۔

روضہ کے آگے شرقی طرف دروازہ داخلی وخارجی زائرین پر ایک دالانچہ ہے۔ جس مین مجاورین کی نشست ہوتی ہے۔ پھر اس دالانچہ کے آگے ایک صحن ہے۔ اس صحن کے دائین بائین قبور سادات وغیرہ ہین۔ اس صحن کے شمالی حصہ مین ایک درخت املی ہی ہے۔ جو حضور کے زمانہ کی یادگار ہے۔ المختصر اس روضہ کے تین دروازہ اور ایک پنجرہ ہے۔ دو دروازہ اور ایک پنجرہ بطرف شمال واقع ہین۔ پنجرہ وسط مین ہے۔ جو خاص حضرت ممدوح قدس اللہ سرہ کی مزار مطہر کے محاذ مین ہے اور دروازہ جو اس سے غرب کی طرف ہے وہ مستورات روضہ کے حصہ ہے۔ جو مسدود رہتا ہے۔ اور جو دروازہ غرب کی طرف ہے۔ وہ محرم اور عیدین کو مفتوح ہوتا ہے ملتان واطراف کے باشندگان بایوجہ داخلی کے فیضیاب ہوتے ہین۔ کہ بزرگان سادات گیلانی وغیرہ کا مشاہدہ ہے۔ کہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی کا بارہا اسی دروازہ کے رستہ سے روضہ منورہ مین قدوم میمنت لزوم جلوہ افگن ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے اسکو باب النبی اور بہشتی دروازہ کہتے ہین۔ اور ایک شرقی دروازہ زائرین کی آمدورفت کا ہے۔

حضرت ممدوح قدس سرہ کا سن وفات ۱۵۹۳ء ہے۔ بحر السرائرین سید سعد اللہ موسوی رضوی زیب قلم فرماتے ہین۔ کہ عالیجاہ سید جمال الدین حضرت موسیٰ پاک شہید قدس اللہ سرہ العزیز کے چار صاحبزادگان تھے۔ شیخ سید حامد گنج بخش سید جان محمد۔ سید عیسیٰ۔ سید یحییٰ۔ لیکن حضرت ممدوح نے اپنے حین حیات مین صاحبزادہ اول کی پارسائی۔ عفت خشیت۔ تقویٰ۔ عبادت زہد ملاحظہ فرماکر اپنے خلافت وسجادگی بمعہ جمیع لوازمات وتوابعات اُن کی تفویض مین کردی تھی۔ ان کا تذکرہ بعنوان علیحدہ ہدیہ ناظرین ہوگا۔ صاحبزادہ ثانی سید جان محمد بڑے متقی پرہیزگار صاحب علم وحلم تھے۔ ان کا سلسلہ نسب کچھ عرصہ تک چلکر منقطع ہوگیا صاحبزادہ ثالث سید عیسیٰ قدس سرہ بڑے پاکباز۔ صاحب مقامات۔ عارف

ربانی۔ محبوب یزدانی تھے۔ ان کے دو فرزند صاحب کرامات۔ عالم باعمل سید عنایت شاہ۔ و سید ولایت شاہ قدس اللہ سرارہما تھے۔ جنکا روضہ منورہ ملتان شہر اندرون حرم دروازہ برلب شہر پناہ نہایت دلکش اور خوبصورت واقع ہوا ہے۔ یزار و یتبرک سنہ ۱۱۲۲ء وفات ہوئی۔ بعد مین سلسلہ اولاد انکا منقطع ہو گیا۔ آغا سید یحییٰ قدس سرہ بہ نہایت متقی۔ پارسا صاحب شان و شوکت تھے۔ شہنشاہان جہانگیر اور شاہجہان والیان ہند کے زمانہ مین علی التواتر صوبہ دار ملتان مقرر ہوئے۔ نواب کا خطاب بھی انکے نام کا جزو قرار دیا گیا۔ آپ غایت درجہ کے راست بازی سے صوبہ داری کے عہدہ فرائض انجام دیتے رہے۔ باایں ہمہ دل باخدا تہا۔ عبادت۔ ریاضت مین یکتائے زمانہ تھے۔ انکا روضہ ملتان شہر بین حرم دروازہ دپاک دروازہ واقع ہے۔ یزار و یتبرک۔ سخاوت مین چونکہ بے مثل تھے۔ اسلئے نواب سخی کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی اولاد مضافات ملتان و مظفر گڑھ و ڈیرہ غازیخان مین ہے۔

سید جان محمد ملتان سے دہلی چلے گئے۔ وہان انکے مریدون کی کثرت ہوگئی۔ انکا مزار دہلی مین متصل قلعہ فیروز شاہ بیرون دہلی دروازہ واقع ہے۔ بعض کہلانی سادات آگرہ بہی انہین کی اولاد کہلاتے ہین۔ چونکہ مخدوم سید حامد گنج بخش داخل داخل النسب ہین۔ انکا تذکرہ بعنوان مستقل ذیل مین مندرج ہے۔

مختصر تذکرہ شیخ شیوخ العالم سید حامد گنج بخش قدس سرہٗ

آپ برگزیدہ عالم۔ اوتاد الاعظم تھے۔ کنیت ابوالفیض۔ نام سید حامد لقب گنج بخش تہا۔ آپ کی والدہ ماجدہ حسینی سیدہ تہین۔ انکا نام نامی سیدۃ النسا امۃ القوی صحت خاتون تہا۔ آپ زاہد۔ مرتاض صاحب مقامات جلیلہ و اوصاف جمیلہ تہے۔ آپ کی پارسائی اور خدا یادی کا شہرہ از حد فزون تہا۔ مریدون کی تعداد

کثیر تھی۔ سخاوت مین شہرۂ آفاق تھے۔ باوجودیکہ آمدنی جاگیرات اور نذر و نیاز از حد و حد بیرون ہوتی۔ لیکن وجہ کریم النفسی سب فی سبیل اللہ خرچ کردیتے۔ ختے کہ بحر السرائر مین لکھاہے۔ کہ آپ بوجہ کثرت سخا کبھی مالک نصاب نہوئے۔ غربا، علما، طلبا، علم پر خاص توجہ ہوتی۔ بلکہ بعض اوقات علما و طلبا کو اسقدر انعام فرماتے۔ کہ اُنکے چند پشتون تک وہ عطیہ کافی ووافی ہوتا۔ معرفت حقیقت کا وہ کمال حاصل کیا ہوا تہا۔ کہ زمانہ مین اپنے ثانی آپ ہی تھے۔ تفہیم و تعلیم ایسی تھی۔ کہ آپ ہی کا حصّہ تہا۔ جس مرید پر توجہ ہوتی۔ فرماتے۔ جا تجھے گنج معرفت نصیب ہوگا۔ پھر مجرد اس فرمودہ کے اسکی وہ ترقی ہوتی۔ اور برکات و کرامات کا صدور ہوتا۔ کہ وہ کامل مکمل ہوجاتا۔ لقب کی وجہ تسمیہ یہی بیان کی گئی ہے۔ المختصر دینی دنیوی سخاوت و شجاعت و ولایت مین اپنی مورث سے پوری وراثت کے وارث تھے۔ آپکے خوارق عادات بیشمار ہین۔ استقامت علے الحق آپ کا اصلی مقصد تہا۔ قل اللہ ثم ذرہم آپ کا معمول تہا۔ آپ کی ولادت ۱۵۵۳ء سنہ اور وفات سنہ ۹۰۸ مین ہوئی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

آپ کی مزار پُرانوار بلافصل مرقد امجد والد ماجد خود بطرف شرق روضہ مقدسہ مین ہے۔ یزار و یتبرک۔

آپکے بھی چار فرزند تھے۔ سید فتح علی موسیٰ۔ سید جان علی۔ سید یار علی سید دولت علی۔ نمبر ۲ و ۳۔ خردسالی مین فوت ہوئے۔ سید جان علی قدس سرہٗ کی مزار پرانوار بھی متصل بمزار فیض آثار جد بزرگوار غربی طرف واقع ہے۔ پھر اسکے متصل غربی طرف سے سید یار علی مدفون ہین۔ صاحبزادہ چہارم کے حالات نظر قاصر سے نہین گذرے۔ صاحبزادہ عالی جاہ سید فتحعلی موسیٰ پاکدین چونکہ داخل النسب ہین۔ ذیل مین بعنوان مستقل زیب قلم ہوتا ہے۔

مختصر تذکرہ سید فتح علی المعروف سید نواب موسیٰ پاک دین قدس اللہ سرہ العزیز

آپ کا نام نامی سید فتحعلی۔ کنیت ابو العنایت۔ لقب سید الاتقیا شیخ الاسلام موسے پاک دین ہے۔ آپ کی لیاقت۔ صداقت۔ پرہیزگاری۔ ریاضت پر توجہ فرما کر آپکے والد ماجد سید حامد گنج بخش قدس سرہ اپنی موجودگی مین امر خلافت وسجادگی انکے سپرد کر دیا تہا۔ اشغال باطن واوضاع ظاہر سب کچہہ تعلیم وتفہیم کر کے خلوت اختیار کر لی تہی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بہی سادات حسینی سے ہے۔ انکا نام نامی امتہ الرزاق فاطمہ ہے۔ حضرت ممدوح سے پیدا ہوتے ہی عجیب حالات رونما ہونے لگے۔ مفتی الانام مولانا محمد بقا فاروقی ملتانی جنکے مستورات کی اس خاندان شرافت بنیان مین آمد ورفت تہے۔ وہ بیان کرتے ہین۔ کہ حضرت ممدوح کو جب والدہ مہد مین لٹا کر نماز مین مشغول ہوتین۔ تو جب تک نماز سے فارغ ہو لیتین گہوارہ خود بخود ہلا کرتا۔ آپ کی والدہ خود بھی و دیگر حاضرات بہی تعجب کرتے جوانی کے وقت یہ عقدہ کہلا۔ کہ ایک مجذوبہ زمان بہران نام کے یہ کام عن الملک العلام سپرد ہوا تہا۔ کہ بوقت نماز والدہ شان یہ گہوارہ ہلایا کرے۔ چنانچہ وہ مجذوبہ لاہور رہکر اس کام کو انجام دیتی۔ روایت ہے۔ کہ جس زمانہ مین حضرت ممدوح کی لیاقت علمی و صداقت عملی کا چرچا ہوا۔ تو آپ والی ملک کیطرف سے صوبہ دار دیوانی لاہور مقرر ہوئے مولانا مولوی محمد بقا فرماتے۔ کہ ایک دن حضور ممدوح سوار ہوئے۔ مین بہی اور دیگر معززان بہی آپکے ہمراہ تہے۔ ایک مجذوبہ عورت نے آپ کے گہوارے کی باگ پکڑ لی۔ اور کہا۔ کہ مجہے پہچانتے ہو۔ کہ مین آپ کی بوقت طفولیت خدمتگارہ تہی جب آپ کی والدہ بوجہ ادائے نماز آپ کو مہد مین سلاتین۔ تو مین ہی اس گہوارہ کے

ہلانے پر مامور تھی - اور وہین سے خبردار ہوکر آپکا گہوارہ ہلایا کرتی - اسوقت ایک خاصہ مجمع ہو گیا تہا حضور نے فرمایا - کہ میرا خود خیال تہا - کہ مین تیرے اس کام کا دوستون اور عزیزون سے تذکرہ کردن - لیکن اچہا ہوا - کہ تو نے خود یہ بیان کر دیا - فللہ الحمد - آپ شکل وشباہت مین ہم مثل حضرت غوث صمدانی جد اعلے قدس سرہ تہے - نقل ہے - کہ زمانہ صوبہ داری مین بعض معاندین نے اس نونہال جیلان کو مٹانا چاہا - اور یہ سوذیہ کی ایسی معجون بنا کردی کہ کہاتے ہی حبس بول ہو اور معاملہ طے ہو جائے - لیکن خدا کی شان کہ آپ کو اُلٹا برخلاف اُنکے خیال کے ایسا جریان ہوا - کہ تعجب تہا - اشرار کی مراد پوری نہ ہوئی - شیخ عبدالحق رح محدث دہلوی نے لکہا ہے - کہ انہون نے ایک دفعہ جمال باکمال حضرت غوث صمدانی اعلے اللہ مقامہ سے شرفیاب ہوئے - تو فرماتے مین نے اس وقت حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کو یہ فرماتے سنا - کہ چونکہ فرزندم حضرت موسٰی پاکدین میرے مشابہ ہے - جو شخص انکا ادب وعزت نگاہ رکہیگا - مین اسپر خوشنود رہونگا - اسی طرح شیخ عبدالقادر بان رح سے منقول ہے کہتے ہین - کہ مین ایک شب حضرت غوث صمدانی رح کی زیارت سے مشرف ہوا - کیا دیکہتا ہون - کہ حضرت موسٰی پاکدین بہی حضور کے پاس ہین - اور حضرت غوث صمدانی حضرت موسے پاکدین کے منہ کے ساتھ مُنہ لاکے فرماتے ہین - کہ یہ تو بعینہ میرے رُخ اور صورت کے مشابہ ہے - لکہا ہے کہ جس طرح صورت مین ہم مثل تہے - اسی طرح کمالات مین بہی پورا اتباع تھا - بحر السرائر مین لکہا ہے - کہ مولانا محمد بقا ملتانی بیان کرتے ہین - کہ ایک دن مین حضرت کی محفل فیض منزل بارباب تہا - کہ حضرت ممدوح نے فرمایا - کہ جب اندازہ یہی ہے - تو پہر اسی طرح ہونا تہا - آپکی صولت وہیبت سے کسی کو یہ طاقت نہ ہوئی کہ دریافت کرے کہ یہ کیا کلمات تہے - مین نے یہ جرأت اور گستاخی کی - کہ حضرت ان کلمات کا کیا مطلب ہے ہمارے فہم مین تو کچہہ بہی نہین آیا - مجہے خطاب کرکے

فرمایا۔ کہ بابا داراشکوہ جو والد کی طرف سے بلند اقبال تہا۔ خدا تعالیٰ کیطرف سے
بلند ادبار ہوگیا۔ اورنگ زیب سے شکست کہا گیا۔ عالمگیر سلطنت کا مالک
ہوگیا۔ پندرہ یوم کے بعد معلوم ہوا۔ کہ اسی تاریخ عالمگیر نے فتحیاب ہوکر تخت شاہی
پر جلوس کیا۔ لیکن باایں ہمہ ابہی لوگ شک مین ہتے۔ کہ سکہ تو مراد بخش کا
جاری رہے۔ سلطنت کیسے چلے گی۔ آخرالامر چند یوم کے بعد مراد بخش کے قید ہونے
کی خبر مسموع ہوئی۔ اور شاہجہان بادشاہ محاصرہ مین آگیا۔ شیخ علامہ محمد بقا ابن
عبد الملک ملتانی نے سے منقول ہے۔ کہ ایک دن نصارا کا بڑا راہب یا دری حضور
ممدوح کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کی۔ کہ کیا آپ بتلا سکتے ہین۔ کہ مین کیون
حاضر خدمت ہوا۔ حضور ممدوح نے فرمایا۔ کہ ہان تم حضرت عیسےٰ روح اللہ سے مامور
ہوکر حاضر ہوے ہو۔ راہب نے زمین خدمت کو بوسہ دیکر فرمایا۔ ابا الحق۔ مجھے
عرصہ سے مسلمان ہونیکا شوق۔ لیکن یہ تمنا تہی۔ کہ کسی نیک خلق وخلق کے ہاتھ پر
اسلام ظاہر کیا جائے۔ امشب حضرت عیسےٰ کی خواب مین زیارت حاصل ہوئی۔
انہون نے فرمایا۔ کہ حضرت موسیٰ پاکدین سے کون افضل ہوگا۔ جسکا خلق وخلق اعلےٰ
درجہ پر ہے۔ اسلام سے مشرف ہوکر سلسلہ مریدی مین منسلک ہوا۔ اور جتنی کتابیں
نصرانیت کی اسکے پاس تہین۔ وہ سب دریا مین بہا دین۔ یہ بہی علامہ مذکور سے
مروی ہے۔ کہ ایک روز مقربان بادشاہ سے کسی امیر نے معلوم نہین۔ کس ارادہ پر
حضور ممدوح کی دعوت کی۔ حضور ممدوح نے اسکے ملتمس کو قبول فرمایا۔ شکار کہیلتے
ہوئے بوقت موعود امیر کے مکان پر پہونچے۔ بعد لوازمات قدوم میمنت لزوم دسترخوان
پر الوان واقسام کے اطعمہ وغیرہ مرتب کئے گئے۔ اور بسم اللہ کی التماس کیگئی۔
حضور نے طعام مشکوک ومشتبہ سمجھکر اپنے شکاری کتون کے آگے اس سے کچھ
اٹھواکر ڈلوا دیا۔ کتون نے باوجود گرسنہ ہونے کے اس کو نہ کہایا۔ اسکے بعد
حضور نے امیر سے فرمایا۔ کہ اس مشتبہ طعام کو میرے کتے ہی کہانا پسند نہین
کرتے۔ مین بزرگون کی اولاد ہوکر کس طرح کہا سکتا ہون۔ امیر نادم ہوا۔ المختصر

آپ کے خوارق عادات و کرامات بکثرت ہین۔ اس مختصر مین ان سب کی گنجایش نہین ہوسکتی۔ کسی نے کیا اچھا لکھا ہے۔ ؎ با آل علیؑ ہر کہ درافتاد برافتاد۔ لکھا ہی کہ باوجود خلق عظیم آپ کا جلال۔ عظمت۔ مہابت ایسی تہی۔ کہ کوئی کیون نہ ہو کسی قسم کی جرأت حضور مین نہین کرسکتا تہا۔ بلکہ مجال دم زدن مشکل تھا۔ آپکی مجلس اور دربار مین جسقدر شریف یا معمولی حیثیت کے لوگ حاضر ہوتے۔ آپکے الطاف و سلوک سب پر افشان ہوتے۔ اور ہر ایک کے ساتھ بقدر فہم و ادراک تلطف فرماتے قدس اللہ اسرارا سلافہم واخلافہم آخر۔ بکار حکم ؎ چو ختم انبیا ہم رفت دیگر کیست کوماند۔ پیمانہ عمر لبریز ہوگیا۔ سنہ ۱۱۳۲ھ مین بمضمون۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ واصل باللہ ہوگئے۔ رباعی ؎

چو آن شیخ زمان کاواز قدسی بعد زین دنیا — بملک قدس رحلت یافت گردون کرد تقدیسش
من از پیر خرد تاریخ سال رحلتش جستم — خرد ز الہام قدسی گفت شیخ قدس تاریخش

مکتوب ہے۔ کہ جب تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کرکے جنازہ گاہ مین بجہت نماز جنازہ لائے گئے۔ تو میدان جنازہ خوانون سے بہر گیا۔ ہجوم بحدے تہا۔ کہ تل رکھنے کو جگہ نہ ملتی۔ اندازہ شناسان ایک لاکہہ سے متجاوز کا مجمع بتلاتے تہے۔ جسوقت نماز جنازہ شروع ہوا۔ اور آوازین یک لخت بند ہوگئین۔ سناٹا سا چھا گیا۔ تو حضور ممدوح کے سینہ بے کینہ سے **ھو ھو** کی آواز سنائی دیتی ہی۔ گویا جسم مردہ تہا۔ قلب زندہ بکذا شان اولیاء اللہ۔ تمام حاضرین یہ آواز سنکر متحیر تہے۔ کہ یہ عجیب کرامت ہے۔ اشارتاً مذکورہ بالا بیان مین آپ کی صوبہ داری کا ذکر ہوچکا ہے۔ چونکہ حضور ممدوح محمد داراشکوہ کیطرف سے صوبہ دار بہی رہ چکے تہے۔ اسلئے اسکا مختص بیان یہان قلم بند کیاجاتا ہے۔

مغلیہ خاندان کا شاہجہان بادشاہ غفرانہٗ جو مشہور و معروف ہی۔ اس کا خیال یہ تہا۔ کہ میرے بعد سلطنت کا مالک و تخت نشین میرا بیٹا محمد داراشکوہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہوا ہی۔ لیکن اسکے بہائی اورنگ زیب کو یہ منظور نہ تہا۔ داراشکوہ بادشاہ

صورت - درویش سیرت تہا۔ اورنگزیب جوشیلا اور تیز طینت تھا۔ لیکن یہ دونوں حضرت ممدوح قدس سرہ کے معتقد و خوش اعتقاد تھے۔ دارا شکوہ تو اس جناب کا دلدادہ تہا۔ مگر اورنگ زیب بھی خالی نہ تہا۔ عالمگیر نامہ کی ورق گردانی کرنیوالے پر مخفی نہ ہوگا کہ جب شاہ اورنگ زیب ملتان دارالامان مین بحصول زیارات شرفیاب ہونے کے باعث تشریف فرما ہوا تو ہر ایک درگاہ کے سجادہ نشینان کیخدمت مین خلعت وغیرہ پیش کرکے دعا طلبی کی۔ اسی طرح کبہی ایک موقعہ پر حضرت ممدوح کی خدمت مین بہی یہ سعادت حاصل کی۔ ایک گہوڑا شاہی وخلعت و دیگر اشیا پیش کرکے بہرہ یاب ہوا۔ عالمگیر نامہ کی اپنی عبارت یہ ہے۔ کہ شیخ موسیٰ گیلانی واسد کا شے ہر یک را بعنایت اسپ و بسیاری از بندہائے عقبہ خلاف بعطائے خلعت سرفرازی اندوختند صفحہ ۴۲۸ - محمد دارا شکوہ علامہ وقت نیک بخت مالک تاج وتخت حضرت شیخ حق آگاہ حضرت ملا شاہ قادری کے خلیفہ اور مرید تھے۔ حضرت میان میر سے بہی مستفید ہوئے تھے۔ فقر مین عالی رتبہ حاصل کیا ہوا تہا۔ سفینہ۔ سکینہ حق نما وغیرہ انہین کے مصنفات سے ہین۔ ویدون کے خلاصون کا فارسی ترجمہ بہی آپ کی یادگار ہے۔ یہ ترجمہ کاتب الحروف کے محسن جناب سید ناصر دین شاہ گردیزی مورخ دام اعزازہ کے کتب خانہ مین موجود ہے۔ اطال اللہ عمرہ وجلالہ۔

الغرض جب محمد دارا شکوہ کے بہائی اورنگ زیب اسپر فتحیاب ہوا تو اس کا یہ خیال ہوا۔ کہ دارا شکوہ کا مطلع صاف کردیا جائے۔ دارا شکوہ مغرور ہوکر بہاگا بہاگا پہرتا رہا۔ لیکن اورنگ زیب بہی تعاقب مین رہا۔ دارا شکوہ ملتان آکر بخدمت حضرت موسیٰ پاک دین ممدوح کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ الامان۔ آپنے تسلی کی۔ کہ اگر تو یہان میرے پاس رہا۔ تو پہر کسی کو طاقت نہین کہ تجہے لے جاسکے۔ بلکہ یہ بہی فرمایا۔ کہ اگر یہ ریش خون فشان ہوجائے۔ تو ہوجائے۔ مگر تیرا بال بھی بیکا نہ ہوگا چونکہ وہ اُن دنون ہراسان پریشان تہا۔ اورنگزیب کا تعاقب اس طرف سنکر حیران وششدر ہوگیا۔ اُسے حضرت ممدوح کا فرمودہ بہی یاد نہ رہا۔ سراسیمہ ہوکر بہاگ گیا

گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اورنگ زیب ملتان داخل ہو کر حضور ممدوح سے کرخت لہجہ میں دریافت کیا۔ کہ دارا شکوہ کجا رفت آپ نے بلا تامل فرمایا۔ کہ دارا شکوہ در این بارگاہ باریاب شدہ بود۔ ولیکن بیدستوری رفت رفت۔ شاہ اورنگ زیب باین ہمہ تزک و احتشام خاموش ہو کر چلا گیا۔ آخر کار دارا پر قابو پا کر یکم محرم ۱۰۷۰ھ میں بوجہ غرور شاہی وطمع مستقل فرمانروائی اس مظلوم اور لائق برادر کو قتل کرا دیا۔ لکھا ہے کہ جب داراشکوہ شہادت کے مرتبہ پر ترقی کر کے سرخرو ہوا۔ تو اس شہید کا خرد سال لڑکا جسکی عمر تخمیناً ۹ سال سے متجاوز نہ تھی۔ بادشاہ عالمگیر نے اس لڑکے یعنی بھتیجے سے دریافت کیا۔ کہ اے پسر چگونہ وحالت چیست اسنے فی البدیہہ یہ شعر پیش کیا۔ ؎

ہجر دارا بر دلِ من کمتر از یعقوب نیست — او پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردہ ام

اورنگ زیب اس شعر کو سنکر آگ بگولا ہو گیا۔ اور کہا سچ ہے۔ بھیڑیا کو قتل کرنا اور اسکے بچہ کو محفوظ رکھنا عقلمندی کے خلاف ہے۔ حکم دیدیا۔ کہ اسے بھی خنجر آبدار سے لعل بدخشان بنا دیں۔ جلاد نامراد نے خنجر جواہر دار کو کھینچا۔ شہزادہ کی زبان حال سے یہ شعر مسموع ہوا۔ ؎

یہ ہم نے مانا اری ستمگر ہمیں اگلو ہی نہیں رہیگا — ہمیشہ ظالم کی تو کمر پر ترا ذخنجر نہیں رہیگا

لیکن دیر کیا تھی۔ آن کی آن میں اس دریتیم شاہی کو ستمگر نے خنجر قہر کے نیچے لا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ المختصر مزار حضرت داراشکوہ[۱] روضہ گنبد ہمایون میں ہے۔ شاہ دین شہید عالم علم گیر۔ اور شاہ اسلام بادشاہ سعید کے لکیر دار کلمات میں مادہ تاریخ شہادت ہے۔ واللہ اعلم۔ القصہ حضرت ممدوح سید فتح علی المعروف سید موسے پاکدین کے تین صاحبزادگان موجود تھے۔ شیخ سید عبدالقادر۔ سید حامد اور عبداللہ بھی کہتے۔ سید حسین پہلے دو صاحبزادگان عینی بھائی ہیں۔ ان کی والدہ زبدۃ المخدرات۔ خیر النسا۔ امۃ الاول سیدہ گیلانیہ ہزاقیہ ہے۔ اور ہیں سید حسین کی

[۱] اس میں شک نہیں کہ داراشکوہ وعالمگیر دونوں لیاقت اور علم کے دلدادہ تھے روشن، الغرض۔ گو دارا برجونیت کا پرتو تھا شانی بہی کم مرتبہ نہ تہا رقعات عالمگیر سے بخوبی اسکی سلیت کا انداز ہو سکتا ہے فتاوی عالمگیر کے منتظم بہی یہی تھے

والدہ قوم کی راجپوت ہے۔ سید حسین نہایت خوبصورت۔ نازک اندام ماہ جبین تھے۔ اپنے زمانہ کے گویا یوسف ثانی تھے۔ شاعر وقت نے آپکے جمال وکمال کو دیکھکر بالمواجہ کہا

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ ؏ شنیدہ کے بود مانند دیدہ

حدیث شریف انا املح کا فرزندی حصہ پورا لیا ہوا تھا۔ لوگ دیکھکر صل علیٰ کہتے تھے آپ بعہد شباب ایک فرزند سید خضر علی نام کہ صورت وسیرت مین آپ ہی کے مشابہ تھا۔ جانشین و یادگار چھوڑ کر فردوس برین کیطرف سفر کیا۔ سید خضر علی بھی بتقدیر ایزدی لاولد ۱۱۶۶ء مین جہان فنا کو خیرآباد کہتے ہوئے باقی باللہ ہوئے۔ اما سید[1] حامد قدس سرہ نہایت مرتاض اور خدایاد تھے۔ شجاعت وسخاوت مین ضرب المثل۔ اذکار۔ افکار۔ اشغال تربیت۔ فقر۔ طریقت مین اپنے برادر یعنی حضرت سید عبدالقادر ثالث کے فیض یافتہ تھے۔ خلیفہ وقت کی طرف سے بعہدہ منصب صد و پنجاہ بھی ممتاز تھے۔ لیکن دل با خدا رہتا۔ جب پیمانہ عمر لبریز ہوا۔ تو مرض الموت نمودار ہوئی۔ وقت وفات قریب ہوا۔ تو اس وقت حضرت سید عبدالقادر قدس سرہ انکے سرہانے

---

[1] انہین کی یادگار سے آج سید پیڑے شاہ و سید احمد بخش شاہ صاحبان موجود ہین۔ ثانی الذکر بڑے فہیم اور ملنسار۔ باخبر افراد سے ہین۔ لیکن غیر متزوج ہین۔ اول الذکر سید پیڑے شاہ صاحب باخبرت بزرگان کے تشرع پابند صوم وصلوٰۃ۔ شائستہ۔ خوشخو سا اہل سنت والجماعۃ صاحب اولاد ہین۔ آپکی ذریات نرینہ سید زین العابدین شاہ۔ سید سیف الدین شاہ و سید جلال الدین شاہ ہے اول الذکر المتولد سنہ بڑے ذکی الطبع خوبصورت نوجوان۔ اچھے خاصے لائق۔ روشن دماغ کریم الاخلاق ہین۔ انٹرینس تک تعلیم ہے۔ فارسی مین بھی دستگاہ رکھتے ہین۔ تاریخی کتب کے مطالعہ کے ازحد شائق ہین۔ لیکن ان کی دقت نظری۔ بلند خیالی۔ باریک بینی۔ موشگافی اس مرتبہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ کہ اکتسابی امور حاصل کردہ سے یہ نتیجہ خیزی نہین ہوسکتی۔ جب تک کہ قدرتی ذہانت۔ ملکہ خداداد۔ دستگیر نہو۔ ویسے تو لوگ اسے شاید مبالغہ سمجھینگے۔ لیکن جن حضرات کو انکی ہمکلامی اور کسی واقعہ تمدنی یا ترقی خیالات کی دقیق بحثین سننے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ وہ یقیناً بے تکلف اس بات کے کہنے پر مجبور ہونگے۔ کہ واقعی ان کے ہر کلمہ سے قابلیت کے جوہر نظر آتے ہین۔ آزاد خیال۔ فصیح البیان۔ عذب اللسان ہین۔ آج کل گورنمنٹ برطانیہ عظمےٰ کیطرف سے بعہدہ قانون گوئی ممتاز ہین اسلام کے سچے شیفتہ اور ہمدرد ہین۔ مین دعا کرتا ہون کہ بلحاظ روحانیت وعملیات بھی انہین وہ اعزاز و امتیاز حاصل ہو۔ جو کہ ان کے اسلاف عالیہ کا مایہ فخر تھا۔ ثانی الذکر صاحبزادہ بھی قابل تعریف خوشخو تعلیم یافتہ خوشخصال ہونہار نوجوان ہے ثالث الذکر صاحبزادہ جذب الٰہی کے رنگ مین رنگے ہوئے باثر افراد سے معلوم ہوتے ہین ۱۲

تشریف فرماتھے۔ اور سید محمد یوسف رابع گردیزی واسطی قدس سرہ بھی موجود تھے۔ سید عبدالقادر ثالث نے اپنے بھائی سید حامد سے خطاب کرکے فرمایا۔ کیون بھائی محبت فقرا کام آئی۔ سید حامد نے جواب دیا۔ کہ حضور کے وجود مسعود کی برکت سے بندہ کو عشاق شہدار کی صف کی لڑی مین منسلک فرمایا گیا ہے۔ اسی اثنا مین سید محمد یوسف رابع گردیزی نے بھی چگونگی مزاج کا سوال کیا۔ فرمایا خوش حالت ہے۔ ؎ گر شود جامہ بدل شخص مبدل نہ شود۔ اسکے بعد بذکر ہو مشغول ہوئے۔ تا خروج روح یہی حالت رہی۔ ۱۰۲۱ھ مین عرش آشیان ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالے ان کی مزار پر انوار جد امجد کے روضہ مین ہے۔ جنوبی لین کی غربی طرف مین پہلی مزار ہے۔ ان کے سات صاحبزادگان تھے۔ جنکا پورا احوال مرأت البصائر الحسنیہ فی اصل القادریہ مین مندرج ہے۔ ان سب مین سید عبدالرزاق مشہور چراغ لاہورے مشہور ہین۔ علوم ظاہری و باطنی دونون مین ماہر تھے۔ شرافت۔ نجابت۔ سیادت شجاعت مین بے بدل تھے۔ اپنے والد ماجد سے خلافت حاصل کی ہوئی تھی۔ اپنے جد امجد کی موجودگی مین متولد ہوئے تھے۔ جد امجد نے انہین دیکھکر فرمایا۔ کہ یہ خدا تعالےٰ نے ہمارے خاندان مین چراغ پیدا کیا ہے۔ اس سے خاندان منور ہوگا۔ پس یہی وجہ خطاب چراغ شاہ مشہور ہوا۔ حرمین شریفین کی باریابی حاصل کی روز اس سفر مین مشائخ کملا سے بھی بارور ہوتے رہے۔ شاہجہان بادشاہ بقلب صمیم آپ کا معتقد تھا۔ ایک دفعہ درخواست پیش کی تھی۔ کہ اگر اپنے فرزندون مین سے ایک کے لئے میری بھی دختر کا عقد نکاح منظور ہو تو۔ زہے سعادت لیکن منظور نہ ہوئی۔ وفات آن صاحب کمالات ۲۲ ذیقعد ۱۰۸۷ھ مین ہوئی۔ اور لاہور مین بمقبرہ سادات بجوار جد و پدر مدفون ہوئے۔ شاہجہان بادشاہ نے آپ کی مزار پرانوار پر روضہ تعمیر کرایا جو مشہور و معروف ہے۔ پھر ان کی اولاد بھی کمالات مین مشہور ہے۔ ان کا فرزند مصطفےٰ شاہ صاحب کرامات مشہور ہین رضی اللہ عنہم چونکہ سید عبدالقادر ثالث داخل النسب ہین اسلئے انکا ذکر بعنوان علیحدہ ذیل مین قلمبند کیا جاتا ہے +

مختصر تذکرہ حضرت قطب العالم عبد القادر ثالث پان قدس اللہ تربتہ و رفع اللہ رتبتہ

آپ کا نام عبد القادر ۔ لقب مخدوم ثالث و پان ۔ کنیت ابو الخیر ۔ کریم الطرفین نجیب الدین بھی کہتے ہین ۔ جناب کی والدہ ماجدہ کا لقب خیر النسا نام امۃ الاول تہا ۔ یہ سادات گیلان کی رزاقی سیدہ تھین ۔ انکی صلاحیت اور خدا ترسی کا شہرہ تھا عابدہ ۔ صالحہ تھین ۔ ریاضت و زہد مین یکتا زمانہ مانی جاتی تھین ۔ کشف قلوب اور معارف کا پورا حصہ لیا ہوا تھا ۔ ان کے خوارق عادات بکثرت منقول ہین ۔ ایکدن کا ذکر ہے ۔ کہ آپ مراقبہ سے فراغت حاصل کرکے فرمانے لگین ۔ کہ میرا بہائی سید ہدایت اللہ وفات کر گئے ۔ رسوم تعزیت ادا ہونی چاہئین ۔ ایک ماہ کے بعد خبر وفات کا خط جہان آباد سے ملتان پہنچا حساب لگایا گیا ۔ تو وہی دن اور وہی وقت وفات کا مکتوب تہا جس مین آپ نے خبر دی تہی ۔ یہ بہی لکہا ہے ۔ کہ ہر شب جمعہ کو بجمال حضرت بنت الرسول ملقب بالبتول جناب سیدہ ام الحسنین فاطمۃ الزہرا شرفیاب ہوتین ۔ حضرت ممدوح کی ولادت باسعادت ۱۲ ذیقعد ۱۰۲۶ھ مین ہوئی جناب کی والدہ سے منقول ہے ۔ کہ جب مین باین مولود مسعود حاملہ تھی ۔ اور بعد نفخ روح یہ حالت تہی ۔ کہ مین وضو کرکے جب حسب معمول تلاوت قرآن شریف کرتی تو حسب عادت مالوفہ میرے شکم مین جنبش پیدا ہوتی ۔ اگر پڑہتی ہوئی مین رُک جاتی تو جنبش بہی رُک جاتی جب متولد ہوئے ۔ تو گیارہ ان یوم برابر دودھ نہ پیا ۔ غیب سے سیری حاصل ہوتی ۔ آپ کے والد ماجد سے منقول ہے ۔ کہ ایک شب حضرت غوث صمدانی قدس سرہ کی زیارت سے شرفیاب ہوا تو جناب عالی نے اس مولود مسعود کو مجہے دکہا کر فرمایا ۔ کہ میری رضا جوئی مطلوب ہے ۔ تو اسکی

نگاہداشت وادب کا پاس رکھنا کیونکہ یہ اپنے وقت کا قطب ہوگا۔ لکھا ہے کہ اندرین اثنا حضرت ممدوح والد کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ تو آپ دو پا کھڑے ہوگئے اور فرمایا۔ اگر ہمارے اسلاف سے کسی نے بھی اپنے فرزند کے ہاتھ پر بیعت کی ہوتی تو مین دریغ نہ کرتا۔ تجھے وہ مرتبہ عطا ہوا ہے کہ جسکا تقاضے مشیت ایزدی یختص من یشاء۔ افقہ الفقہا شیخ محمد نقا سے منقول ہے۔ کہ مین حضرت سید موسیٰ پاکدین کے زمانہ مین گھر مین تھا۔ آپ سلطان العارفین سید شاہ محمود جو غوث وقت تھے اُن کی ملاقات کے لئے تشریف فرما ہوئے۔ اتفاقاً سید شاہ محمود اسوقت مجذوبانہ حالت مین رقص کنان تھے۔ سید موسیٰ پاک دین کو خیال گذرا۔ کہ اگر شاہ محمود اس حالت مین میری طرف متوجہ ہوتے۔ اور دُعا کرتے تو بہتر ہوتا۔ بمجرد اس خطور کے شاہ محمود نے لب کشائی کی۔ کہ اے موسیٰ جس مرتبہ پر تو نے ترقی کی ہے۔ وہ تو تجھپر ظاہر ہے۔ لیکن تیرے گھر ایک فرزند ہوگا۔ کہ اس کا مرتبہ عظیم ہوگا۔ عمدۃ الفضلا مولانا شیر محمد بن تاج المدرسین شیخ ابوالفتح ملتانی سے منقول ہے۔ کہ حضرت ممدوح کو میرا والد شیخ ابوالفتح املی کے درخت کے نیچے پڑھا رہے تھے۔ اور بادل گھرا ہوا تھا۔ اثنا سبق خوانی مین بارش شروع ہوئی۔ مین نے دیکھا۔ کہ مخدوم ثالث نے سبق پڑھتے ہوئے۔ ہاتھ بلند کرکے اشارہ کیا۔ کہ بس بارش بند ہوگئی۔ منقول ہے۔ کہ حضرت شیخ عبدالحق رح کی اولاد سے ایک شخص ملازمت کے ہاتھ کہلا بھیجا۔ کہ فلان خادم بوجہ حصول ملازمت حاضر ہے۔ آپنے فرما بھیجا۔ کہ کھانا کھاکر چلا جائے۔ اس نے واپس جواب بھیجا۔ کہ گھر مین ہی آپکی دولت کے تصدق کھایا کرتا ہون۔ آپنے پھر دوبارہ فرمان بھیجا۔ کہ اُسے کہدو بیٹھے۔ اور کھانا کھاکر جا اسنے پھر بھی عذر کیا۔ آپ پھر سہ بارہ کہلا بھیجا۔ کہ کھانا کھا کر جائے۔ اُس نے پھر معذرت کی۔ اور رخصت طلبی بھی۔ حضور ممدوح نے فرمایا اسکے اختیار ہے آخر کار اٹھکر چلا گیا۔ حضرت ممدوح نے فرمایا۔ اس کا رزق بند ہو چکا ہے۔ ہم نے چاہا تھا

کہ وہ کچھہ عرصہ اور بہی زندہ رہے۔ لیکن اُس نے خود نہ چاہا۔ بس گہر جاتے ہی مرگیا۔
منقول ہے کہ آپ کے زمانہ مین آپکے ہم عصر ایک باکمال سیّد شاہ نظام تھے۔
اُن کو شب خوابی مین حضرات پنجتن سلام اللہ علیہم کی زیارت ہوئی۔ اور حضرت
مخدوم ثالث کا تخت پوش دکہلا کر فرمایا۔ کہ اسپر سونا چاہیئے۔ شاہ نظام نے عرض
کی کہ یہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ صبح کو حضرت مخدوم ثالث نے وہ تخت بہجوادیا۔
کہ یہ آپ لے لیجیئے۔ شاہ نظام نے وہ واپس کردیا۔ کہ اس مین شک نہین جو مین
نے خواب مین دیکہا ہے۔ آپ نے بیداری مین حاصل کیا۔ لیکن مین نے اسوقت بہی
معذرت کی تہی۔ اور اب بہی معافی کا خواستگار ہون۔ عبدالرحیم صباغ ملتانی سے
منقول ہے۔ کہ یہ بندہ ایک شب بجمال سرور عالم مشرف ہوُا۔ حضرت مخدوم ثالث
آپ کی بغل مین ہین۔ اور سرور عالم انکے سر و پیشانی کو چومتے ہین۔ مین صبح بعد فراغت
ضروریات حضرت مخدوم قدس سرہ کیخدمت مین حاضر ہوُا۔ چاہتا تہا۔ کہ شبینہ تذکرہ
کرون۔ لیکن میرے کہنے سے پہلے آپ کی زبان فیض ترجمان سے یہ درر آبدار ظاہر
ہوئے۔ کہ سچ ہے نااہل کو محرم اسرار نہ کرنا چاہیئے۔ مین سمجہ گیا۔ کہ مطلب عدم
اظہار ہے۔ پس مین قدمبوس ہوکر رخصت ہوُا۔ اور دل مین کہا کہ بہلا مین کیون
اسرار کے اظہار کے درپے ہون۔ آپنے باآواز بلند فرمایا۔ شاباش۔ اس راہ مین
ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ المختصر آپ بڑے زاہد۔ عارف ربانی تہے۔ آپ کی وفات
سنہ ۱۶۷۲ء مین ہوئی۔ بتقدیر ایزدی آپکے فرزندان آپ کی زندگانی ہی مین فردوس
برین کو سدہارے تھے۔ اسلئے آپکا پوتا شیخ محمد غوث ثانی جو سر لابیہ کا مصداق
صاحب کمال تہا۔ آپ کا وارث و جانشین قایم ہوُا۔ جسکا ترجمہ موجزہ ذیل مین بوجہ
افضل النسب ہونیکے حسب معمول درج ہوتا ہے۔

مختصر تذکرہ حضرت مخدوم سید محمد غوث ثانی قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت مخدوم سید محمد غوث یکتا۔ اہل زمان۔ صاحب عرفان تھے۔ علم و عمل دونو
مین لاثانی۔ مظہر انوار صفات رب المشرقین مسند نشین جادہ غوث الثقلین۔ اورنگ
جلیس وسادۂ قطب الکونین۔ مصداق تخلقوا باخلاق اللہ متصف باخلاق رسول اللہ
مخدوم العالم۔ زبدۂ مستبصران عمدہ اہل عرفان۔ محب المساکین خصایل۔ شمایل
مین برگزیدۂ زمان تھے۔ نام سید محمد غوث۔ کنیت ابوالحسن۔ لقب جمال الدین
تہا۔ متاخرین سادات گیلانی سے اعلی درجہ پر ممتاز تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حسینی
سادات سے تہین۔ نام نامی آن سیدہ بی بی بیگم خاتون دختر میر علی اکبر بن میر
اسماعیل ہروی تہا۔ حضرت ممدوح کا سن ولادت باسعادت ۲۹ جمادی الاول
۱۰۷۸ھ ہے۔ بحر السرائر مین ان الفاظ سے آپ کی شان دکھلائی ہے ماہتاب
جمال الٰہی۔ آفتاب جلال نامتناہی۔ مخزن اذکار ربانی۔ گنجینہ اسرار سبحانی ہے
آئینہ تجلیات ذات مظہر انوار صفات حضرت ممدوح کے بعض اوصاف ہین ۱۱۲۵ھ
مین خلد آشیان ہوئے۔ ان کی مزار پُر انوار روضہ کے اندر ہے:

محمد شاہ رنگیلا و شاہ عالم شاہان دہلی دونو حضرت ممدوح کے ساتھ خلوص عقیدت
رکہتے تھے۔ موخرالذکر جاگیرات کثیرہ و نقدیات وغیرہ کے علاوہ پچاس ہزار درہم
سالانہ لنگرخانہ مین بہیجا کرتا۔ مذکورہ بالا بیان کی تصدیق کے لئے سندات
شاہی خاندان گیلان کے سربرآوردہ بزرگ کے پاس موجود ہین۔ لیاقت خداداد
سے اپنے زمانہ کے روشنضمیر اور باکمال تھے۔ ابتدا مین بوقت سجادہ نشینی سید
فتح محمد شاہ صاحب (جو کہ حضرت ممدوح کے سامنے رحلت گزین ہوئے تھی) کی اولاد
نے کش مکش کی لیکن بوجہ اتفاق، و روشن دماغی حضرت ممدوح کا انتخاب وقوع مین
آیا۔ بحر السرائر جناب ہی کے عہد سعادت عہد مین تالیف ہوئی۔ آپکے تین پسر تہے۔

سید فتح محمد شاہ۔ سید دین محمد شاہ۔ سید گل محمد شاہ۔ اول الذکر صاحبزادہ صاحب باکمال صاحب اجلال تھے۔ سادات پیر جال والہ انہین کی اولاد سے ہین ڈیرہ غازیخان مین بہی جناب کے اخلاف رشید موجود ہین۔ سید فتح محمد شاہ صاحب اپنے والد کی حین حیات ہی مین واصل باللہ ہوگئے۔ ان کی مزار فیض آثار۔ روضہ حضرت پاک شہید کے اندر ہے۔ قدس اللہ سرہ العزیز۔

ثالث الذکر سید گل محمد شاہ صاحب یہ بہی اپنے بہائی کی طرح نہایت پارسا متقی صاحب کمالات تھے۔ انکی اولاد بہی مختلف مقامات پر جلوہ افگن ہے سید ذوالفقار شاہ صاحب گیلانی جو کہ خان بہادر نواب سیف اللہ خان[1] رئیس اعظم ضلع مظفر گڈھ و آنریری مجسٹریٹ پراونشل درباری سکنہ خانگڈہ دام عزہٗ کے بہنوئی ہین۔ انہین کی اولاد امجاد سے ہین۔ سید گل محمد شاہ مذکور کی مرقد امجد روضہ پاک شہیدؒ کے بیرونی احاطہ مین ہے۔ روح اللہ روحہ۔ سید دین محمد شاہ قدس سرہ چونکہ داخل النسب ہین۔ انکا ذکر ذیل مین بعنوان مستقل مسطور ہے۔

مخدوم سید دین محمد شاہ ملقب مخدوم شیخ حامد گنج بخش ثالثؒ

۱۱۹۶ھ مین یہ آفتاب جہانتاب طالع ہوا۔ انکے پرتو زہد و توکل نے جہان کو منور کر دیا۔ ان کے اوصاف حمیدہ نے لوگون کو والہ و شیدائی بنا دیا تہا۔ ۲۹ برس کی عمر مین جلوہ آرا مسند ہوئے۔ مریدونکا ہر وقت جمگہٹا رہتا تہا۔ نواب شجاعخان حاکم ملتان جناب کا مخلص معتقد تہا۔ جاگیرات مین چند دیہات پیش کئے۔ اور اپنی دختر نیک اختر بہی اس خاندان کے ایک معزز ممبر کے ازدواج مین دی ہندو مسلمان دونو آپ کو باقتدار بزرگ مانتے تھے۔ حضرت ممدوح کے دو صاحبزادے تھے

[1] نواب صاحب بڑے متقی پرہیزگار پرست راست گو۔ خوش اعتقاد۔ کریم النفس تہذیب و متانت کی مجسم تصویر پراونشل درباری مجسٹریٹ۔ باانصاف علما و سادات کے قدردان۔ حقوق الملوک کے محافظ۔ عامہ خلوق کے بہی خواہ عمائد اور باثروت جلیل المراتب اہل سنت والجماعۃ ہین دام اقبالہٗ

کمال الدین۔ جمال الدین۔ کمال الدین چونکہ بڑے تھے۔ ایکدن سیر کرتے ہوئے اس خیال مین تھے۔ کہ مخدومیت و سجادیت کی ایک دن میری طرف بازگشت ہوگی۔ اتفاقاً ایک مجذوب فقیر جو آپ کے قریب جا رہا تھا۔ اسپر یہ خطور منکشف ہو گیا مستانہ وار یہ کہتا ہوا بہا گا۔ کہ اندر جمال باہر جمال۔ کبھی نہ دیکھا کمال ہر کمالے را زوال۔ اسکے چند یوم بعد حضرت کمال الدین صاحب کا انتقال ہوا۔ بعد مین حضرت ممدوح قدس سرہ کا پیمانہ ہی لبریز ہو گیا۔ اور یہ آفتاب صداقت تاب ۱۱۷۹ء مین زیر زمین غروب ہو گیا۔ پس ماندگان و مریدان پر جو غم و الم ہوا وہ اسکا اندازہ علیم و خبیر جانتا ہے۔ سید جمال الدین شاہ ہی یادگار حضرت ممدوح اسوقت تھے۔ جنکا ترجمہ ذیل مین مندرج ہے۔

مختصر تذکرہ جناب مخدوم جمال الدین شیخ سید عبد القادر چہارم

جناب کی ولادت باسعادت کا ۱۱۵۸ء ہے۔ آثار صداقت بچپن ہی سے ان کی جبین سے ہویدا تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ مین علوم رسمیہ سے واقفیت حاصل کر لی۔ علوم باطن کی تعلیم موروثی اپنے والد سے حصول کی۔ اپنے زمانہ کے مقدس سربرآوردہ بزرگان کے انتخاب سمجھے جاتے تھے۔ جماعات کثیرہ فیضیاب تھین۔ رشد اور ہدایت کا باب مفتوح تھا۔ امراء و رؤسا بھی فیض حاصل کرنے کے لئے بارگاہ مین حاضر ہوتے۔ اور مطالب یابی سے بہرہ ور ہوتے۔ نواب مظفر خان حاکم ملتان جسکی مزار خانقاہ حضرت بہاء الدین ملتانی قدس سرہ کے بیرونی احاطہ مین ہے۔ جو ۱۸۱۸ء مین ہنگامہ ملتان مین سکھون کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ تہہ دل سے حضرت ممدوح کے مخلص معتقدین سے تھے۔ آپ کا زمانہ مخدومیت تخمیناً ۳ سال تھا۔ لیکن اس قلیل زمانہ مین ہدایت و ارشاد کا ایسا دریا بہا دیا تھا۔ کہ زمانہ کی کثیر جماعت کی قلبی کشت زار کو سیراب کر کے خدا بینی کے ثمرات سے لہلہا دیا تھا۔ آخر کار بحکم کل نفس ذائقۃ الموت ۱۸۱۳ء میں جان بجان آفرین سپرد کر کے قفس قالب سے سبکدوشی حاصل کی اور طائر روح کنگرہ

عرش بر آشیان ساز ہوا۔ روح اللہ روحہ۔ سید احمد شاہ موجودہ گیلانی جو ایک داستگو اور ذی مراتب افراد سے ہین۔ انکے شجرہ نسب کی نونہال ہین +

حضرت ممدوح کا صاحبزادہ سید شیر شاہ بعمر صغر سنی مین فوت ہو چکا تہا۔ بوقت وصال صرف سید صدر الدین شاہ صاحبزادہ تہا۔ جو مالک و وارث بازگشت سمجہا گیا۔ جبکا ترجمہ موجزہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

مختصر تذکرہ حضرت مخدوم سید صدر الدین شاہ الملقب شیخ محمد غوث ثالث طاب ثراہ

حضرت ممدوح کا سن ولادت ۱۲۴۳ھ ہے۔ یہ ایک بڑے باکمال۔ ذی استعداد۔ صاحب خلق عظیم۔ زندہ دل۔ علم و عمل کے زیورات سے محلے و مجلے تھے۔ فیوضات باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کرکے عرفان کی معراج پر ترقی کی اپنے زمانہ کے ذی اقتدار اور روحانی پیشوا مانے جاتے تہے۔ شاہ شجاع درانی بادشاہ کابل ذی اخلاص معتقدین سے تہا۔ جب کبہی استفادہ یا التماس کی غرض سے خطوط نویسی کی نوبت ہوتی تو بلفظ عریضہ تحریر کرتا۔ لنگر خانہ مین ہزار روپیہ سے کم نہ بہیجتا۔ اور قبولیت کو باعث فخر و خیر و برکت سمجہتا۔ اسکے دستخطی سندات صاحب سند کے پاس موجود ہین۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب باوجود غیر مسلم اور متصلب ہونیکے انکا لوہا مانتا تہا۔ اور نہایت معتقد تہا۔ سابقہ جاگیرات جو اس خاندان کی تفویض مین خلفا بعد خلف چلی آتی تہین۔ انکے علاوہ مبلغ ما ۵۰۰ نقد اور ایک بیش قیمت مشکی گہوڑا نذرانہ پیش کیا۔ جسکی سند محفوظ ہے۔ مریدون کی تعداد بکثرت ہے جو مختلف بلاد مین پہیلی ہوئی ہے۔

حضرت ممدوح ہی کے زمانہ مین انگریزی حکومت کا آغاز ہوا۔ اس سے پہلے حکومت سکہان۔ اور اس سے پہلے چند سال کا زمانہ سلطنت افغانان بہی ملاحظ فرمایا تہا

حقوق الرعایا والملوک کا بھی حفظان تحت نظر رہتا۔ زمانہ اخیر مین جبکہ انگریزی سلطنت کا اقتدار قایم ہوا۔ اور سکھا شاہی رفوچکر ہوگئی۔ تو آپنے نمایان خدمات مناسبہ عمل مین لاکر سندات حاصل کین۔ جو توشہ خانہ مین اب تک محفوظ ہین۔ ملتان کی مختلف جنگون مین ممدوح قدس اللہ سرہ العزیز نے سرداران سرحدی کو جو آپ کے معتقدین تھے۔ انکو ہدایت کی کہ گورنمنٹ انگریزی کے برخلاف کارروائی کرنے سے فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ اور سکھون کے زمانہ کی رہی سہی عزت بھی جاتی رہیگی۔ خواہ مخواہ جھوکون مین پڑوگے۔ مناسب وقت یہ ہے۔ کہ مخالفت سے یکسوئی کرکے امداد دو کہ فریقین کی بہبودی اس مین نمایان ہے۔ اور خود بھی مناسب مواقعات پر نہایت قیمتی اوقات ملکی وجنگی خدمات انجام دین جن سے میجر ہربرٹ ایڈورڈ کمانڈر انچیف افواج انگلشیہ ودیگر برٹش افسرون نے دلی شکریہ ادا کئے۔ اور سندات عطا کین اور جاگیرات سابقہ عطا شدہ شاہان پیشینہ کو بدستور قایم رکھا۔ چونکہ حضرت ممدوح اس وقت کے آنے کے منتظر تھے۔ کہ جہان واہل جہان سے جو فنا اور مقام فنا ہے علیحدہ ہوکر جہان آفرین کے ساتھہ بقا کا شرف وافتخار حاصل ہو۔ آخر مین باین وجہ گوشہ نشینی اختیار کرکے اور کمال حاصل کرلیا۔ اچانک پیک اجل نے حاضر ہوکر بشارت دی۔ کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

سنہ ۱۸۵۳ء مین لبیك کہتے ہوئے باقی باللہ ہوئے۔ اعلی اللہ مقامہ اہالی ملتان اس آفتاب کے چھپ جانے سے مغموم ومہموم تھے۔ آہ بکا کا شور وشین تھا۔ ہر ایک طبقہ ومذہب کا آدمی بیچین شہر مین ہٹ تال کردی گئی۔ اور تمام شہری ماتم زدہ جنازے مین شریک ہوئے۔ اور انا للہ پڑھتے ہوئے امانت بذی امانت سپرد کی۔ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔ جناب ممدوح کے تین صاحبزادگان تھے۔ پیر نور شاہ۔ سید محمد غوث بخش۔ سید محسن شاہ جو برگزیدہ روزگار تھے۔ چونکہ اول الذکر ہر پہلو سے ثانی وثالث پر سبقت رکھتے تھے اس لئے باتفاق

برادری واہل الرائے سجادہ نشینی کے مستحق قرار دیئے گئے۔ جنکا مختصر ترجمہ ذیل
مین درج ہے۔

مخدوم پیر نور شاہ ملقب بمخدوم شیخ حامد گنج بخش چہارم قدس سرہٗ

اس نونہال شجرہ ریاض گیلان کی ولادت باشہامت ۱۸۰۸ء مین واقع ہوئی۔ زمانہ
طفولیت مین آثار سعادت اطوار حضرت ممدوح کے ناصیہ مین ہویدا تھے۔ تعلیم رسمیہ کے
حاصل کرتے ہوئے۔ یہ کیفیت نمودار ہوئی۔ کہ دانشمندان قوم کو یہ اعتقاد ہوا۔ کہ یہ ہونہار
مخلوقات کے مردہ دلون کی کہیت کو فیض غوث صمدانی رح کے چشمہ سے سیراب کریگا۔
اور یقیناً معزز و خوش نصیب ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ آپ بہی اپنے بزرگون
کی طرح مشہور ولی مانے گئے۔ آپکا فیض عام تہا۔ ہر فرقہ وملت کے افراد آپ کی
روحانی بزرگی کے قایل تہے۔ خرق عادات مین یدطولےٰ رکھتے تھے۔ تسخیر قلوب
کا یہانتک اثر تہا۔ کہ مسلمان بجائے خود۔ ہنود بہی جان فدائی کو فخر سمجھتے تھے۔
آپ کی سواری بوجہ انبوہ خلائق زیارت کنان وازدحام فیض یافتگان نہایت
دقت سے شہر سے گذرتی۔ سرحدی سرداران وعامہ خلائق مریدی کا قلادہ گردنون
مین ڈالے ہوئے تھے۔ ہزہائنس نواب بہاولپور اور نوابان دیرہ جات جناب
والا کے مخلص معتقدین سے تھے۔ کرات مرات فیضیابی کے لئے حاضر ہوئے۔
گورنمنٹ انگریزی مین بہی صاحب اعزاز اور ذی مراتب سمجھے جاتے تھے۔ فتوحات
ملتان مین برٹش گورنمنٹ کی جنگی خدمات مین بہی کافی حصہ لیا۔ فرو شورش کے فتنہ
کے دبانے اور فرو کرنے مین نہایت تدبر کے ساتھ کام لیا۔ حسب اقتضائے وقت
اور مصلحت لیڈنگ پارٹ اور سرحدی سردارونکو جو انہین پیشوا اور زمانہ کے نشیب
فرازکے سمجھنے کا پورا واقف سمجھتے تہے۔ برٹش گورنمنٹ کی ملکی خیر خواہی اور امداد
پر ابہارا۔ چنانچہ آنریبل چیف کمشنر پنجاب و دیگر افسران کیجانب سے سندات

خوشنودی شاہد ہین۔ جو توشہ خانہ مین موجود ہین۔ اخیر عمر مین صبغۃ اللہ کے رنگ سے ایسے مصبوغ ہوئے۔ کہ ماسوی اللہ سے فارغ ہوکر باخدا ہونیکا پورا تمغہ حاصل کیا۔ اور کمال کے معراج کو طے کرتے ہوئے ۱۸۶۸ء مین قالب انسانی سے ہی تجرد اختیار کرکے عرش آشیانی ہوکر قرب الٰہی کے سمندر مین غوطہ زن ہوئے۔ روح اللہ روحہ۔ آپ کی جدائی کے قلق اور واقعات اضطراب اقربائے ومریدان کے بیان سے کلیجہ شق اور قرطاس کا رنگ فق ہوتا ہے۔ القصہ بعد ادائے رسوم اسلامیہ یہ آفتاب عالمتاب جہ[illegible]یا۔ اسوقت جناب کے صاحبزادگان تین موجود تھے۔ پیر ولایت شاہ۔ [illegible] شادی شاہ۔ سید پیر شاہ۔ موخرالذکر حضرت کی اولاد سید محمد شاہ وسید مٹھہ شاہ۔ سید چراغشاہ۔ سید امام شاہ۔ سید جہان شاہ موجود ہے۔ اور پیر ولایت شاہ کا مختصر تذکرہ بعنوان علیحدہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

پیر مخدوم ولائیت شاہ المعروف مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی قدس سرہٗ

۱۸۳۸ء مین حضرت ممدوح کا طلوع ہوا۔ آپ کی ولادت پر غیر معمولی خوشیان منائی گئین۔ یہ مولود مسعود نرالی اداؤن اور انوکھی کرشمات سے دلربائی کرتا۔ ان کی شکل وشباحت سے پتہ چلتا تہا۔ کہ اس نے زمانہ کو اپنا گرویدہ ومطیع بنانا ہے۔ ایام طفولیت مین وہ جلوہ آرائی تہی۔ کہ سبحان اللہ آخر امیرزادہ رئیس تھے۔ دنیا کی چہل پہل ہی ہم جلیس ہوکر دام تزویر مین پہسانا چاہتی مگر ایسے شہباز کب مقید ہوا کرتے ہین۔ قلیل عرصہ مین علوم رسمیہ حاصل کرکے فطانت اور ملکہ پیدا کر لیا۔ اچہے خاصے مستعد سمجہے گئے۔ دلیری اور شجاعت مین فرد کامل تہے۔ مخلوقات عامہ کی بہی خواہی باعث فخر تہا۔ حاکم ومحکوم دونون کے حقوق کی نگہداشت کا پورا خیال تہا۔ ۱۸۶۸ء مین بعمر ۳۰ سال مسند سجادگی

پر جلوہ آرا ہوئے۔ ذکاوت و ذہانت۔ فراست و لیاقت بحد ہی تھی۔ کہ ۱۸۸۵ء میں جب گورنمنٹ نے مجسٹریٹی بنچ کا افتتاح کرنا چاہا۔ تو اس عہدہ حکومت کے انتخاب کے قابل حضرت ممدوح ہی سمجھے گئے۔ اور نہایت خوبی سے اسے انجام دیتے رہے۔ پراونشل درباری کا اعزاز بھی انہین کی ذات بابرکات پر قائم ہوا۔ جری و بہادر ایسے تھے کہ قبل از مسند نشینی بایما ر والد ماجد غدر ۱۸۵۷ء کے موقعہ پر شورش جلی ضلع منٹگمری مین بذاتہ بمعیت ۳۰۰ سواران وہان جا کے اور امداد گورنمنٹ کی دیگر جوہر شجاعت کا بین ثبوت دیا۔ نیز بر سر موقعہ جنگ ۔ علم وہبی حاصل کر کے کہ تقدیر حکومت کا قرعہ بنام گورنمنٹ قائم کر چکی ہے۔ سر[illegible] ران سرحدی کو اسپر آگاہ کر کے اس بات کیطرف توجہ دلائے کہ مقاومت بیہودہ ہے۔ موافقت سے کام لے کر اپنا اقتدار بڑھاؤ۔ بعد از مسند نشینی سجادگی کے مناصب نہایت سنجیدگی سے ادا کرتے رہے مریدون کی ہر قسم کی بہی خواہی انکا شیوہ تھا۔ عدل گستری و انصاف پسندی کا یہ حال تھا۔ کہ نیک دل انکے فیصلہ کی اپیل کرنا [illegible] خلاف انصاف سمجھتے تھے۔ مخدومیت کے لوازمات کو اس طرز و طریق سے نبھایا۔ کہ مسلمان غریب و امیر بلکہ ہنود بھی پا بوسی کو فخر سمجھتے تھے۔ لیکن نہایت گہری نظر سے اس امر کی تہ تک پہونچنا صرف مسرت آمیز نہین۔ بلکہ عبرت انگیز ہوگا۔ کہ ایک با اقتدار حاکم مسٹر اے براندرتھ صاحب کمشنر بہادر انگریز کو بار بار کہنا پڑتا۔ کہ ملتان مین مخادیم تو بکثرت ہین۔ مگر پیر آپ ہی ہین[1]۔ حضرت ممدوح کے عہد سجادگی مین نہ صرف رئیس نہ امیر اور غریب و فقیر سلامی تھے۔ بلکہ ہز مجسٹی شاہ کوکان (ترکستان) خان کلات۔ مہاراجہ پٹیالہ۔ نواب بہاولپور۔ نواب صاحب [illegible] محمد خان۔ راجہ فریدکوٹ۔ ہز اکسی لینسی گورنر احاطہ بمبئی بھی مختلف اوقات [illegible] خانقاہ اور حضرت سجادہ کی زیارت سے شرف اندوز ہوئے۔

[illegible] حضہ الکلام جسقدر ضروری اوصاف کا ایک با حیثیت مخدوم مین ہونا ضروری

[1] [illegible] مین گورنمنٹ نے حضرت ممدوح کو سادات گیلان کا سردار مقرر کیا تھا

ہے۔ وہ آپ کی ذات مین موجود تہے۔

یہ ایک امر مسلمہ ہے۔ کہ جتنا کوئی مقرب درگاہ ہوتا ہے۔ اتنا ہی وہ محسود خلایق بہی ہوتا ہے۔ جہان اگرچہ اسکے قدمون کے نیچے آنکھون کو بچہانا فخر سمجہتا ہے۔ لیکن ساتہہ ہی چند ایسے اشخاص بہی ہوتے ہین۔ کہ وہ بجائے آنکہون کے کانٹون کا فرش بچہاتے ہین۔ جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین سے اس کا پورا پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح حضرت ممدوح بہی مصاب ہوئے۔ لیکن جس طرح زرخالص کورہ سے مجلی ہوجاتی ہے۔ اسی طرح آپ کی کیفیت ہوئی۔ اور یہ آفتاب مصائب کی گہٹا سے نکلکر منور عالم ہوا۔ اور پہلے سے بہی زیادہ عالم کی نظر مین پیارا اور بہلا معلوم ہونے لگا۔ ہکذا شان الصلحاء۔ اخیر عمر مین قطع علائق وخلائق کرکے خلاق عالم کی درگاہ مین جبین سمین کو زمین پر رکہکر سربسجود ہونا اختیار کیا۔ رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم کا ورد کرلیا۔ اور یہ تمنا ظاہر کی کہ اے رب العالمین مجہے اپنے بزرگون کی طرح معزز فرماکر اسی سلک مروارید مین منسلک فرما دیجئے۔ اچانک ۱۸۷۸ء مین پیک اجل نے حاضر ہوکر بشارت دی۔ ابشروا با الجنۃ اللتی کنتم توعدون۔ بس یہ سنتے ہی جان بجان آفرین سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکے مریدون کی تعداد بکثرت ہے۔ اس کا صحیح اندازہ علام الغیوب کو معلوم ہے۔ مختلف بلاد وامصار ودیار وجہات واکناف مین پہیلے ہوئے ہین۔

آپ کی مزار پر انوار۔ روضہ پیر موسے پاک شہید قدس سرہ اللہ مجید مین ہے۔ یزار ویتبرک۔

حضرت ممدوح قدس اللہ سرہ کے صاحبزادگان عالی وقار تین ہین مخدوم

سید محمد صدرالدین شاہ۔ سید شیر شاہ۔ سید راجن شاہ

۔ اول الذکر حضرت مخدوم وارث سجادگیت کا ذکر خیر و برکت علیحدہ عنوان مین زیب کتاب ہوگا۔

انا سید شیر شاہ صاحب عالی وقار۔ تہذیب ولیاقت کی مجسم تصویر ابرار احرار سے ہین۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۷۳ء مین واقع ہوئی۔ چند سال کے بعد تعلیم کا سلسلہ جو لازمہ شرافت ہے شروع ہوا۔ قرآن شریف اور معمولی کتب رسمیہ کو تھوڑے عرصہ مین حاصل کر لیا۔ چونکہ زمانہ ہمیشہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے۔ اسلئے ہر زمانہ کے بااقتدار افراد کو اسکے اقتضاآت کے مطابق مناسب علوم کا حاصل کرنا ہی من قبیل الضروریات ہوجاتا ہے۔ اسلئے ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ قرآن شریف اور ضروری مسایل کے رسایل کی تعلیم کے بعد علوم مروجہ کی طرف عنان توجہ منعطف ہو۔ چنانچہ جناب ممدوح نے تعلیم انگریزی مین مع لوازمات انٹرنیس پاس کیا۔ اور بفضلہ تعالیٰ پہلے پہل بعہدہ منصفی مقرر کئے گئے اور بعد ازان ترقی کرتے ہوے بعہدہ افسر مال ممتاز ہوئے۔ آج ۱۹۱۵ء مین بمقام گوجرخان ضلع راولپنڈی مین حکمران ہین۔ یہ ہونہار نوجوان شکل شمایل۔ عادات وخصائل عبادت وریاضت مین منتخبین روزگار سے ہین۔ حاکم ومحکوم کے حقوق کو اپنے اپنے مرتبہ پر سمجھنا اور ان پر پابند ہونا ہمیشہ ملحوظ خاطر رہتا ہے۔ علماء دین کے اعزاز اور صلحاء کی پایہ شناسی سے خاص دلچسپی ہے۔ تکبر ونخوت سے کوسون دور ہین اپنے برادر معظم حضرت مخدوم صاحب دام ظلہ سے خاص عقیدت ہے۔ تواضع۔ انکسار اپنے اپنے موقعہ پر عجیب کرشمہ نمائی کرتی ہے۔ فخر وتعلی سے گریز ہے۔ باوجود حکومت وجوانی تمام رزایل ومعائب ونقایص سے بفضلہ تعالیٰ مبرا ہین۔

شریعت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام من خالق البریہ کے اتباع مین خاصہ حصہ رکھتے ہین۔ پابند صوم وصلوٰۃ وظائف ومناجات سے عجیب دلچسپی ہے۔ اگر

بلحاظ حکومت دیکھا جائے۔ تو باوجود سادگی پسندی وہ رعب ہے۔ کہ العزۃ للہ۔
شب رو۔ بدباطن نام سے لرزتے ہیں۔ جناب کی داد گستری۔ انصاف پسندی کا
وہ شہرہ ہے۔ کہ نوشیروان کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ محکوم پروری۔ رفق باخلائق
اس پایہ کا ہے۔ کہ اس زمانہ میں عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ اگر بلحاظ تقدس وصلاحیت
دیکھا جائے۔ تو اوصاف زہد۔ تواضع۔ راستی۔ حق پرستی۔ صبر۔ شکر سے موصوف
ہوکر اچھے خاصے شبلی وقت کہے جانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ الغرض پاکیزہ اخلاق
میں شہرہ آفاق ہیں۔ ذہین ہیں۔ نکتہ رس ہیں۔ از روئے عقاید حضرت سرور عالم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جان نثار و مطیع صحابہ اخیار۔ و اہل بیت اطہار
کے دلدادہ۔ غوث پاک کے شیدائی۔ محب الفقرا۔ اہل سنت والجماعت ہیں۔
شکل وشباحت میں ماشاءاللہ حسین ہیں۔ لباس پاکیزہ و نفیس ہوتا ہے۔
کھانا لذیذ و لطیف پسند خاطر ہے۔ بارک اللہ فی عمرہ واخلاقہ آپ کی اولاد ذکور
صرف اکلوتا بیٹا مسمی سید غلام محبوب سبحانی ہے جو ۱۹۰۱ء میں واہب العطایا
نے عطا فرمایا۔ یہ نونہال بعد ختم قرآن شریف اب آٹھویں جماعت مڈل میں
تعلیم پاتا ہے۔ عجیب ملکہ رکھتا ہے جو پڑھتا ہے۔ سمجھتا ہے۔ باوجود صغر سنی پارسائی
کا ٹھکا لگا ہوا ہے۔ عادات رذیلہ سے متنفر و خصایل حمیدہ کا راغب ہے۔ کیوں
نہ ہو۔ غلام محبوب سبحانی ہے۔ اللھم اجعلہ لمکولاہ

سید راجن شاہ یہ بزرگ ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ مناسب عمر میں درس قرآن
شریف میں داخل ہوئے۔ ختم کرنے کے بعد سکول میں
تعلیم مروجہ حاصل کی۔ بعد میں مولانا مولوی نظام الدین استاد یم صاحب مغفور
ومرحوم جمیر نگی جو بڑے پایہ کے فاضل اور شیریں بیان پرتاثیر واعظ تھے۔ ان کی

ملہ آپ کی انصاف پسندی دیانت امانت نہ صرف رعایا پر روشن ہے۔ بلکہ حکام وقت وافسران عالیہ
پر بھی مبرہن ہے۔ یہی خوا ان نہایت مسرت وشگفتگی سے سنیں گے کہ کمشنر صاحب بہادر منٹگمری
نے اپنی ۱۹۱۴ء کی رپورٹ میں خصوصیت کے ساتھ یہ نوٹ درج کیا ہے۔ کہ سید شیر شاہ صاحب
(دام عزہ) انصاف۔ امانت۔ دیانت کے لحاظ سے اول نمبر پر ممتاز ہیں ۱۲

خدمت مین تعلیم دینیات کے لئے حاضر ہوئے۔ تقریباً دو سال مین اچھی خاصی لیاقت حاصل کرلی۔ ذہانت و فطانت خداداد سے بڑے لایق و پایہ شناس ہین۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہین۔ وظائف معمولیہ کو باوقت ادا کرتے ہین۔ رعب داب اور سیاست انکے چہرہ سے ٹپکتی ہے۔ بااین سادگی پسند ہین۔ تکلف و بناوٹ سے متنفر ہین۔ پاکیزہ اخلاق صاحب تدبیر ہین۔ عقائد مین مثل برادران اہل سنت وجماعت ہین۔ شکل وشمایل زیبا۔ خوش پوشاک مصفا وضعدار انسان ہین رنگ گندم گون ملیح ہے۔ تقریر شائستہ صاف گو۔ طبیعت کی جری۔ اور سادہ خو ہین۔ سنہ ۱۹۰۴ء مین میونسپل کمشنری پر ممتاز ہوئے سنہ ۱۹۱۱ مین بمنصب وائز پریذیڈنٹی فائز ہوئے جس دلیری اور انصاف سے مفوضہ کام کا انجام و انصرام کرتے ہین وہ انہین کا حصہ ہے۔ گورنمنٹ کے قانون کے پابندی اور مخلوقات کی بہی خواہی نصب العین رہتی ہے۔ بڑے باحمیت اور صاحب عزت ہین۔ اخلاق ذمیمہ بدگوئی۔ ہواپرستی۔ آوارہ گردی۔ وغیرہ وغیرہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ یہ اس زمانہ مین تعجب کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل ہے۔ کہ تینون برادران بزرگان ہر ایک منشیات حتے کہ حقہ ونا سوار وعیاشی سے بالکل متنفر اور مجتنب ہین۔ اسوقت آپ کی نرینہ اولاد دو صاحبزادگان ہین۔ غلام محی الدین شاہ و غلام نبی شاہ۔ اول الذکر سنہ ۱۹۰۴ء مین متولد ہوا۔ اس وقت مڈل کی ساتوین جماعت مین تعلیم پاتا ہے۔ اور ثانی الذکر سنہ ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوا۔ قرآن شریف پڑہتا ہے اللہم احفظہما بلطفک آمین۔

مختصر تذکرہ سیادت مآب سعادت انتساب مہر سپہر ولایت کبرٰی کوکب دری اوج ہدایت عظمٰی اہل السنۃ والجماعت سلالہ اہلبیت رسالت بقیۃ السلف من سادات الجیلان فخیر الخلف من افشار الگیلان مخدوم الانس و الجان در ثمین المخدوم محمد صدر الدین شاہ الملقب مخدوم محمد غوث رابع دام ظلہ علی المسترشدین بحرمۃ النبی الامین سید العالمین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ اجمعین الطیبین الطاہرین

حضرت ممدوح کی ولادت باسعادت ۱۸۶۸ء بلدۂ ملتان وقاہ اللہ عن الشرور والطغیان مین واقع ہوئی۔ آثار صلاح وفلاح پیشانی نورانی مین لمعان ودرخشان تھے ؎

بالائے سرش زہوشمندی   می تافت ستارۂ بلندی

صغر سن ہی مین اوایئل خوشنما کرشمہ جان فزا نمایان تھے۔ جب سن شعور کو پہونچے تو خانگی درسگاہ مین قرآن شریف اور ابتدائی تعلیم مین بٹھلائے گئے اس تکمیل کے بعد سکول بہیجے گئے۔ اور خاصی لیاقت حاصل کی۔ ۱۸۷۸ء مین وفات والد مکرم مخدوم معظم کا حادثہ ہوش ربا پیش آیا۔ اور واقعہ جان فرسا وقوع مین آیا۔ غم والم کا ہجوم تہا۔ زبان حال سے اس شعر کا مضمون مشعر تہا۔ ؎

زین ماتم عظیم بود بر بسیط خاک
گیسوئے شام باز و گریبان صبح چاک

آخر کار ملجا فا ورانت لیاقت و دیانت حسب معمول پیشینیان ذی صداقت ۱۸۷۹ء؁ مین بمنصب مخدومی و سجادگی متعین ہوکر بموجودگی اعزہ و احباب و حکام وقت[1] مسند آرا ہوئے۔ چونکہ یہ خاندان قدیم سے ذیشان اور عرصہ دراز سے اعاظم فضلا و مشائخ الکملا ملتان سے مانا جاتا تھا۔ اور خلائق اطراف و اکناف۔ غریب و امیر برنا و پیر بغرض استفادہ بارگاہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور خلاق عالم نے حضرت ممدوح مین سیادت و نجابت کے ساتھ شمایل زیبا و خصائل علیا باطہارت سیرت و سریرت بھی جمع کردئے تھے۔ ارشاد عباد و اصلاح فساد کے انجام و انصرام کا انتظام مد نظر رکھکر توجہ کی اور پورا حصہ لیا۔ اور لے رہے ہین۔ بعدین یہ شوق بھی دامنگیر ہوا۔ کہ علوم عربیہ مین بھی حسب مضمون ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کچھ حصہ لینا چاہیئے۔ قلیل عرصہ مین اس شوق کو بھی پورا کیا۔ لیکن چونکہ نتیجہ و غرض علم اعمال صالح۔ اوراد و ماثورہ ہین۔ اور حضرت ممدوح خصوصیت کے ساتھ انکے دلدادہ تھے۔ اور عربیت نے بھی لباس فارسی و اردو اس زمانہ مین زیب تن کیا ہوا تھا۔ اور ارشادات بزرگان سلف جو صدری چلے آتے تھے حصول تھے۔ باین وجوہ عملی پایہ مین وہ پایہ حاصل کیا۔ کہ جس کی نظیر زمانہ حال مین ماحول اگر ناممکن و ناپید

[1] اس موقعہ پر گورنمنٹ برطانیہ کی جانب سے کرنیل گری صاحب بہادر کمشنر ملتان خود شامل ہونے والے تھے لیکن بوجہ کسی تعویق کے نہ آسکے اور کرنیل لانگ صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ملتان اور مسٹر ہیرس صاحب و لالہ حکم چند صاحب افسر مال۔ ڈپٹی شاہداس صاحب کو شمولیت کے لئے روانہ کیا۔ بعدین بڑے بڑے معزز افراد دربار حضرت ممدوح پر آتے رہے۔ اور آتے ہین لیکن ذیل کے چند عالی وقار خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین ہر آنر سر چارلس صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر صوبہ پنجاب مع مس صاحبہ و مسٹر مینارڈ صاحب بہادر کمشنر ملتان ۱۹۱۰ء؁ کو اسی طرح آنریبل سر آرتھر ریڈ صاحب بہادر چیف جج چیف کورٹ ۱۹۱۰ء؁ کو تشریف فرما ہوئے۔ یہ بتلانا بھی موزون ہوگا۔ کہ حضرت ممدوح سلمہ المدوح چند سال کے عرصہ تک گورنمنٹ عالیہ کیطرف سے ڈسٹرکٹ جیل ملتان کے معائین رہنے۔ ۱۹۰۷ء؁ اور ۱۹۱۰ء؁ سے امداد عشرہ محرم کے اعلے ممبر سمجھے جاتے ہین۔ ۱۹۰۸ء؁ مین امداد قحط زدگان کی فراہمی چندہ کے لئے نمایان سعی سے ممتاز ہوئے۔ اور اسی سال انجمن رؤسا پنجاب کے ممبر بھی منتخب ہوئے ۱۲

ہین - تو کیا ب ضرور ہے - آپ مشرباً قادری ہین - مذہباً اہل سنت والجماعت اشد جا ہلد کے مصداق - سید العالمین رحمۃ للعالمین کے شیدائی خلفاء راشدین کے دالدادہ - اہلبیت کے فدائی حضرت محبوب سبحانی جداعلے کے والہ وسودائی ہین فرائض پنجگانہ باجماعت مسجد مین ادا کرتے ہین - شب بیداری لازمی طریقہ ہے - رمضان شریف صیام کا خاص طور پر انتظام ہوتا ہے - ختم تراویح نہایت صحیح خوان باقاعدہ حافظ عبد الحکیم صاحب ہے جو اپنے زمانہ کا بے نظیر ہین - اور مولانا مولوی علی مردان صاحب قدس سرہ کی خانقاہ پر درس قرآن شریف فرمایا کرتے ہین - جو شہر ملتان بیرون حرم دروازہ واقع ہے - جماعت مین کہڑے ہوکر با احترام سننے ہی نوافل واذکار کی طویل داستان ہے - جسکا خلاصہ یہ ہے - کہ آٹھ پہر مین تقریباً ۴ یا ۵ گھنٹہ استراحت کرتے ہین - باقی تمام اوقات ضروری حاجات کے سوا یا نوافل ہوتے مین یا اذکار - قرآن شریف کی تلاوت ظہر اور عصر کے درمیان ہوتی ہے - پنجسوزہ شبینہ وظیفہ معمول ہے - سحور سے لیکر ۹ یا ۱۰ بجے تک علی اختلاف الزمان وظیفہ مستمرہ خلوتی ہوتا ہے - ضریح اقدس حضرت موسیٰ پاک شہید روح اللہ روحہ کی زیارت غالباً دو وقت فرماتے ہین - مریدون و مستفیدون کا اکثر اوقات تانتا لگا رہتا ہے - زائرین وملاقاتیون کی بہی آمدورفت رہتی ہے ہر ایک سے علی المراتب وضرورت ہمکلام ہوتے ہین - بیعت بطریق بزرگان قادریہ کرتے ہین - مریدونکی کثیر جماعت کا شمار علام الخبیر کو معلوم ہے - تمام اضلاع پنجاب اور بعض حصہ خراسان - کابل - غزنی - اسی طرح بعض مواضعات سندھ مین پہیلی ہوئی ہے - کثرہم اللہ تعالے - آپکا حلیہ نورانی معتقدین صفوت نہاد مریدان با اعتقاد کے سرور اور انبساط کے لئے ہی بیان کرتا ہون - اور ساتہہ ہی مکارم اخلاق کا علے الاختصار ذکر ہوگا - تاکہ مستفیدین صادقین وارادتمندان واثقین لکے اکتساب سعادت کا ذریعہ ہو - لیکن ایسے کارنامون کے لئے قلم طوبیٰ بہشت - اور کاغذ

قدسی سرشت۔ اور کاتب فرشتہ منش ہونا چاہئے۔ چونکہ حصول ان امور کا دشوار ہے۔ اسلئے بجناب باریتعالی ملتجی ہون۔ کہ یہ قلم اور یہ قرطاس اور یہ محرر ضعیف ناشناس۔ اور حضرت ممدوح وہ صاحب جمال اور ذی کمال سے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اے پروردگار عالم! بحرمت صاحب لولاک وغوث پاک اپنی توفیق غیبی وتائید لاریبی سے میرے قلم کو اعزاز طوبے جنان اور قرطاس کو مرتبہ ریاض رضوان عطا فرماکر اس کاتب ذلیل کو شدید القوے مثیل ملک اہل فلک کردے۔ ع

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی ۔۔۔ گرچہ جوئے خون بود نیلش کنی

نوبہار احسن گل دہ خار را ۔۔۔ زینت طاؤس دہ این مار را

دست گیر و رہنما توفیق دہ ۔۔۔ جرم بخش وعفو کن بکشا گرہ

حلیہ مبارکہ۔ حضرت مخدوم حسین جمیل۔ اور از روئے خلقت تمامی اعضا کمال اعتدال پر بے نظیر و بے عدیل ہین۔

قامت سراپا کرامت۔ نہ قصیر نہ طویل۔ چہرہ مبارک مدور مانند قمر۔ رنگت گندم گون صبیح ملیح۔ پیشانی لاثانی۔ مصداق سیماھم من اثر السجود۔ آنکھین سرگین جن مین خوشنمائی لامع۔ ابرو مقوس جن مین زیبائی ساطع۔ ناک مبارک متوسط المقدار۔ رخسارہ۔ سرخ ہموار۔ دہانش نہ بسیار فراخ نہ تنگ تر۔ لیکن شیرین گفتاری مین بہتر از شہد وشکر۔ زبان حقائق بیان دور از فضول والطغیان۔ دونون ہونٹ سرخی مایل بلکہ حمرت مین بہ برگ گل مقابل۔ دانت موتیون کی لڑی کی طرح آمیختہ لیکن اس عمر مین چند دُر دانہ ریختہ از سر نو آمیختہ۔ کلام مین پھول کے ہار جھڑتے ہین۔ تبسم وخندہ مین حاضرین کو شکار کرتے ہین۔ ریش مبارک نہ انبوہ دار نہ خفیف۔ سر کے بال نرم بل لطیف۔ سینہ بے کینہ کشادہ۔ شکم پُر از حکم قدرسے ہمہ دی آمادہ ہر دو کلائیان ملایم۔ ہتھلیان عجیبہ۔ انگلیان نرم آریخ غریب ساق پر گوشت۔ قدم شریف زیبا۔ نہ چھوٹا نہ بڑا خوبصورت بے ہمتا۔

انگشت پا نزاکت۔ مفاصل اور جوڑ بمناسبت۔ جسم مقدس نہ بہت فربہ اور نہ لاغر۔ رفتار کی بہار مثل شاطر۔ الغرض بفضل اللہ استعمال از ہر عیب معرا واز ہر نقصان مبرا ہین۔ کیون نہ ہو آپ مہ جبین سرور کائنات علیہ وعلی آلہ السلام والصلوۃ کے فرزند دلپسند ہین۔ جنکی منقبت وصفت مین علامہ جامی لکھتے ہین ؎

اے چہرۂ زیبا تو رشک بتان آذری — ہرچند وصف میکنم در حسن ازان بالاتری
ہرگز نیاید در نظر نقشے ز رویت خوبتر — شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ و یا مشتری
تا نقش می بندد فلک کس را نداده این نمک — حوری ندانم یا ملک فرزند آدم یا پری
آفاقہا گردیده ام مہر بتان ورزیده ام — بسیار خوبان دیده ام اما تو چیزی دیگری

ذکر مکارم اخلاق حضرت محمد صبح دام بقاءہ

حلم استقلال۔ شجاعت۔ وقار دلیری۔ آزادی۔ حیا۔ صبر پرہیزگاری۔ لطیف مزاجی خوش طبعی۔ سخاوت۔ عفت۔ غرض ہر ایک صفت محمودہ سے بہرہ یاب ہین۔ خَلق۔ خُلق۔ قریب المعنے ہمشکل الفاظ ہین۔ جو غالبا باہمدگر استعمال ہوا کرتے ہین۔ مثلا کہا جاتا ہے کہ فلان شخص کا خَلق اور خُلق دونون اچھا ہے یعنی اس کا ظاہر بھی اچھا ہے۔ اور باطن بھی۔ انسان دو چیزونکا نام ہے جسم اور روح[1]

[1] روح۔ بعض آزاد خیالون کا تو یہ مقولہ ہے۔ کہ روح ایک وجدانی امر ہے۔ حقیقت مین بذات خود کوئی چیز نہین۔ حیوانات کی ترکیب ہی سے یہ ایک کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ جس طرح کلون کی ترکیب سے عجیب غریب حرکتین ظاہر ہوتی ہین۔ ارغنون سے بوجہ ترکیب دلکش و مؤثر نغمے پیدا ہوتے ہین۔ حالانکہ روح کو مستقل کوئی چیز ماننے والے بھی کلون وارغنون مین روح کے قایل نہین ہین۔ یہی صورت حیوانی روح کی سمجھنی چاہئے۔ لیکن یہ انکی خیرہ چشمی یا تنگ خیالی ہے۔ روح ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس سے ترکیب حیوانی قایم رہتی نہ کہ ترکیب حیوانی سے یہ پیدا ہوتی ہے۔ کما لایخفے علی البصیر۔ علاوہ یہ کہ مادی چیزون کی ترکیب سے (جیسے کلین وارغنون) جو حرکتین یا نغمات ظاہر ہوتے ہین۔ وہ خود بھی بیجان اور لایعقل ہوتے ہین۔ ورنہ انکا اثر مادی اجزاء ترکیب سے ہوتا ہے کہ وہ کچھ درایت وفطانت کا کام دے سکین اور نہ صرف مادہ بھی ایسی چیز ہے۔ کہ اس سے دقیق خیالات اور علوم وفنون انجام پاسکین۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ کوئی اور جوہر لطیف ہے۔ جس سے یہ کرشمے صادر ہوتے ہین۔ اور اسی کا نام روح ہے۔ روح کو جوہر کہا جاتا ہے۔ نہ جسم جوہر ہونیکی دلیل

یہ ہے۔ کہ روح اشیا کا ادراک کرتی ہے۔ اور ادراک عرض ہے یعنے ایک کیفیت کا نام ہے۔ اور یہ مسلم امر ہے۔ کہ عرض عرض کے ساتھ قایم نہیں ہوسکتا۔ اسلئے ثابت ہوا۔ کہ روح جوہر ہے ورنہ ادراک کا قیام اسکے ساتھ منتفی ہوگا۔ جسم اسلئے نہیں۔ کہ اُس کو طول وعرض لازم ہے جسکے اجزاء ہوسکینگے جب اجزاء ہوسکے۔ تو ممکن ہوگا۔ کہ ایک چیز ایک جزو مین ہو۔ اور ایک مین نہ ہو۔ مثلاً ایک پتھر جس کی ایک جزو سفید اور ایک سیاہ ہو۔ اسی بنا پر ممکن ہوگا۔ کہ روح کی ایک جزو مین خالد کا علم ہو۔ اور دوسرے مین نہ ہو۔ تو اس صورت مین روح ایک ہی زمانہ مین خالد کا واقف بھی ہو۔ اور ناواقف بھی۔ اور یہ باطل ہے۔ اب رہی یہ بات کہ قرآن مجید نے روح کی حقیقت بیان کرنے کو کیون ٹالدیا۔ یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دنیا مین انواع اقسام کے لوگ ہوتے ہین۔ عوام۔ اوسط۔ خاص۔ خاص الخاص۔ عوام تو ایسی چیزونکا تصور ہی نہین کرسکتے ان کے نزدیک جو چیز مجسم محسوس نہوگی۔ وہ سرے سے موجود ہی نہین ہوسکتی۔ جو اوسط درجہکے ذرا وسیع الخیال ہین۔ گو مجسم محسوس پر موجودات کو حصر نہین کرتے مگر با وجود چیز کو ذیجہت ہونا ضروری سمجھتے ہین۔ بایں وجوہات بعض خدا تعالے کو مجسم اور بعض ذو جہت مانتے ہین۔ تعالی اللہ ذالک علوا کبیرا۔ چونکہ یہ دونو گروہ اس دقیق مسئلہ کی تہ تک پہونچنے کی قوت نہین رکھتے۔ اور مکلف ہین کہ وہ ضرور اسکو حاصل کرکے دربار مین حاضر ہون۔ اسلئے سائلین یہود کو جو عوام کے درجہ مین تھے۔ ٹالا نہین۔ یہ کہلوا دیا گیا۔ کہ یہ ایک ربی امر ہے۔ جسکے سمجھنے کا تم علم نہین دئےگئے۔ اس کی ایسی مثال ہے۔ کہ ایک عامی گروہ اگر کسی فاضل سے جاکر سوال کرے کہ مولانا صبح کی دو اور شام کی تین اور باقی اوقات ثلثہ کی چار چار رکعتین کی تعیین مین کیا معنے ہے۔ تو وہ فاضل انکے عقل اور فہم کا موازنہ کرکے کہ یہ لمیات کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہین۔ یہ کہدے کہ میان شریعت کا یہی حکم ہے۔ تمہارے لئے یہی کافی۔ کیونکہ تم اس سے زیادہ نہین سمجھ سکتے۔ اگر ایسا جواب نہ دے۔ اور لمیات کو شروع ہوجائے۔ اور علل الشرائع کو حجۃ اللہ البالغہ اور احیاء سے بیان کرنے لگے۔ جنکے سمجھنے کا اسے شعور نہین۔ تو بجائے تعریف مذمت کے قابل ہوگا۔ کہ آئینہ بر روئے کور و جواہر پیش ناخردان نہادن ناخردانی ہی کا کام ہے۔ کلموا الناس علی قدر عقولہم۔

ورنہ آیت مین ٹالا نہین جواب بالتعلیق ہے۔ کہ روح میرے رب کا امر ہے۔ اور یہ معلوم ہے۔ کہ رب کا امر شریعت اور کلام مجید ہے۔ جو اس مین داخل ہوکر تفقہ کریگا۔ وہ روح کو بھی پہچان لیگا۔ حاصل جواب یہ ہوا کہ پہلے دین خدا مین داخل ہوکر علوم شریعت حاصل کرو۔ جو سراسر حکمت ہے (ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا) پھر تم عارف الروح ہوجاؤگے۔ ابھی تم علم قلیل دئے گئے ہو سمجھنے کے قابل نہین ہو۔ اسی لئے غزالی نے آیۃ کا حاصل یہ بیان کیا ہے۔ کہ رسول اللہ کو حکم ہوا۔ کہ جو شخص سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا ہو۔ اس پر سر الروح مکشوف نہ کرین بعض نادانون کا یہ خیال کہ خاص الخاص یا خواص انبیاء علیہم السلام یا اولیائے کرام بھی معرفت روح سے محروم تھے۔ یہ ان کی حماقت اور جہالت ہے۔ جن بزرگان دین کی چشم بصیرت کحل الشریعت سے کحول ہے۔ انہون نے صاف لکھدیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (دیکھو کشف

جسم کی جس طرح ایک شکل ہے۔ روح کی بھی ہے۔ پھر جس طرح جسمی صورت اچھی یا بری کہی جا سکتی ہے۔ اسی طرح روح کی بھی ظاہری صورت کے لحاظ سے انسان کو خوبصورت یا بدصورت کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح روحانی لحاظ سے اُسے خوش اخلاق یا بد اخلاق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہمارے ممدوح بفضلہ تعالےٰ جس طرح جسمی لحاظ سے شکیل وجمیل ہیں۔ اسی طرح روحانی وجہ سے خوش اخلاقی میں اپنے آپ ہی مثیل و عدیل ہیں۔ مکر۔ حیلہ سازی۔ نافہمی۔ ناعاقبت اندیشی۔ غرور۔ نخوت۔ خودبینی۔ ان سب عیوب سے مبرا الغرض بد اخلاقی کے تمام صفات سے معرا ہیں۔ حمیت دینی یہانتک کوٹ کوٹ بھری ہے۔ کہ بمجرد استماع ایسے اخبارات کے جو کہ خلاف احکام اسلام کسی سے صادر ہوئے ہوں۔ یا اہل اسلام پر گرانی غلہ وغیرہ کی تکلیف ہو۔ تو چہرہ مبارک پر آثار وحشت و گھبراہٹ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور حتی الامکن اسکی چارہ جوئی کو محبوب رکھتے ہیں اور کرنا پسند کرتے ہیں۔ بارک اللہ فی ہمتہ۔ منکسر المزاج ایسے ہیں۔ کہ اگر کوئی ملازم درگاہ بیمار ہو۔ تو اسکی تیمارداری میں خود بنفس نفیس حصہ لیتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۶) مدارج میں لکھتے ہیں۔ چگونہ جرأت کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین وامام العارفین کند و دادہ است او را حق سبحانہ تعالےٰ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ بروے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت وے قطرہ ایست از دریا و ذرہ ایست از بیدا۔ علامہ عینی شارح بخاری لکھتے ہیں۔ قالوا ان النبیؐ لم یکن عالما بالروح قلت جل منصب النبی وھو حبیب اللہ و سید خلقہ ان یکون غیر عالم کیف وقد من اللہ تعالےٰ علیہ بقولہ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما وقد قال اکثر العلماء لیس فی الآیۃ دلیل علی ان الروح لا یعلم ولا ان النبیؐ لم یکن یعلمھا الخ ابریز میں لکھا ہے۔ نعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من العرش الی الفرش ویطلع علی جمیع ما فیھما الخ۔ علامہ غزالی احیاء میں اور شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں باختلاف العبارہ لکھتے ہیں۔ ولا تظن ان ذالک لم یکن مکشوفا لرسول اللہ فان من لم یعرف الروح فکانہ لم یعرف نفسہ فکیف یعرف اللہ سبحانہ ولا یبعد ان یکون ذالک مکشوفا لبعض الاولیاء انتہی ما فی الاحیاء وفیہ روایات اخر کما یحلھا المقام ۱۲

ہین۔ اگر کوئی مرید یا معتقد بوجہ تبرک دعند حضور الصالحین تنزل بالرحمۃ اپنی کسی میت پر جنازہ خوانی کا التماس کرے تو تکلیف گوارا فرما کر انکا مدعا پورا کرتے ہین۔ غربا مریدون سے خاص الفت ہے۔ عفو اور حلم ایسا ہے۔ کہ بسا اوقات ملازمین کی عدم حاضری یا تعشہ کی نگہبانی کے تساہل وقوع مین آتے ہین۔ اور بعض اوقات حاضرین اکساتے بھی ہین۔ کہ خدام واتباع سر چڑھے ہوئے ہین۔ گوشمالی واجب ہونی چاہیئے۔ لکن انی ذالك اغماض ہوتا ہے۔ اگر بعض وقت چشم نمائی کی بھی تو استرضا رمناسب عمل مین لاتے ہین۔ علما سے خاص ضبط و ربط ہے۔ شرفا سے عجیب دلچسپی ہے۔ دونون کے اکرام مین کوئی دقیقہ فروگذاشت کرنا پسند نہین کرتے سخاوت مین قرآنی طرز عمل ہے۔ ولا تجعل یدك مغلولۃ الی عنقك ولا تبسطہا کل البسط الایۃ پیش نظر رہتی ہے۔ لباس نہایت نفیس پسند فرماتے ہین۔ اور بحیثیت مختلف الاحوال والمحال گوناگون اور بوقلمون ہوتا ہے۔ جاہ جلال۔ شوکت۔ وحشمت کا یہ حال ہے۔ کہ سلطنت کے انتظامی مہتم بالشان معاملات ان کی شرکت سے بسہولت انجام پاتے ہین۔ گذشتہ چند سالون کا ذکر ہے۔ کہ محرم کے عشرہ کے موقعہ پر یہ افواہین سخت گشت لگا رہی تھین۔ کہ اب کی دفعہ سخت بلوہ ہوگا۔ سکان ملتان سخت تشویش مین تھے۔ اور سرکار کے کان بھی ان افواہون سے ناآشنا نہ رہے وقت کے ڈپٹی کمشنر ملتان بہادر نے ایک چٹھی بھیجی۔ کہ آپ اس دفعہ ضرور تکلیف فرما کر اس اُٹھتے ہوئے طوفان کو مناسب طریقے سے روکنے کے لئے تعزیہ کی نگرانی کے ساتھ نگرانی کا حق ادا کرین۔ تو امید ہے۔ کہ آپ کی شرکت کی برکت سے۔ بدامنی نہ ہوگی۔ حضرت ممدوح تشریف لے گئے۔ تو رستہ مین۔ گو بعض شریر طبعون سے شر انگیزی کا مادہ متحرک بھی ہونے لگا۔ لیکن آپ نے احسن الحیل سے ایسا رعب ڈالا۔ کہ وہ شرارتی مادہ بالکل نیست و نابود ہوگیا۔ اور وہ دن نہایت امن امان سے گذرا۔ اور صاحب بہادر موصوف نے مسرت آمیز لہجہ مین بے ساختہ "تھینک یو" فرمایا۔ اسی دن کا ذکر ہے۔ کہ بوقت قبیل الظہر

کاتب الحروف کو بازار جانے کا اتفاق ہو۔ تو سبھی ولی محمد خان کے تغیر جلسہ ہندو آپس میں یہ تذکرہ کر رہے تھے۔ کہ آج کا دن تو بڑا مشوش تھا۔ اور بدافواہین بڑی تیزی سے چکر لگا رہی ہین۔ معلوم نہین کہ کس طرح بے اثر ہین۔ ایک بوڑھا ہندو۔ ان مین تھا۔ وہ ملتانی زبان مین بھڑک کر بولا۔ کہ "تہاکون کھبر نہین اُچ وڈے پیر دا مخدوم وچہ آ گیا ہائی۔ وت پھسا دکیون تھیندا۔ حضرت ممدوح کا اعزاز گورنمنٹ عالیہ مین جسقدر ہے۔ وہ اگرچہ محتاج بیان نہین۔ کہ آپ پراونشل درباری اور رئیس اعظم ملتان ہین۔ لیکن قابل فخر بات وہ یہ سمجھتے ہین۔ کہ اتباع شریعت مین ہر وقت مستعد رہین۔ اور اپنے آباء اجداد (جو بلحاظ ذات و اوصاف اماثل زمانہ رہے ہین) کے طریقہ انیقہ کو قایم رکھین۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اکثر اوقات ذکر اور فکر مین رہتے ہین۔ خدا تعالےٰ کی حکمت متقاضی ہے۔ کہ جب کوئی شخص خداوند کریم کی محبت کرتا ہے۔ تو زمانہ مین شہرہ ہو جاتی ہے۔ کہ فلانا محب اللہ ہے اِس کو محبوب رکھو۔ تعجب انگیز معاملہ ہے۔ کہ ۱۹۱۲ء مین جب دربار شاہی دہلی مین قائم ہونا قرار پایا۔ تو تاریخ مقررہ سے چند یوم پیشتر سارے ضلع ملتان سے صرف حضرت ممدوح کے نام ایک گورنمنٹی مراسلہ شرف صدور لایا۔ کہ جناب بحیثیت پراونشل درباری تو مدعو ہین ہی۔ لیکن تمام ضلع ملتان سے صرف آپ ہی کا انتخاب ہوا ہے کہ بحیثیت پارسائی و مخدومی یہ اعزاز آپ کو حاصل ہوگا۔ کہ جناب جارج پنجم دام ظلہ العالی کو خاص ملاقات مین دعاے خیر فرمائینگے۔

چونکہ اس خاندان عالیشان کے ہمیشہ پر گورنمنٹ کے ساتھ تعلقات دائمی رہے اور ہین۔ اور بدام معزز اور مکرم رہا اور ہے۔ یہ ایک طول طویل داستان ہے جو موضوع کتاب ہذا نہین۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک علیحدہ ضمیمہ انشاء اللہ تیار کیا جائیگا۔ جس سے آپ کے اس پہلو پر بھی تزک و احتشام کا آفتاب نور افگن ہوگا۔ یہاں صرف اس قدر لکھنے پر کفایت کیجاتی ہے۔ کہ حضرت ممدوح قانون کے اندر رہکر نہایت آزادانہ رائے سے سرکار و رعایا کے حقوق کے

متعلق کوئی فرو گذاشت کرنا پسند نہین کرتے۔ رعایا اور عوام کو فرائض حکام و اطاعت قانون کی ہدایت وحقوق مملکت سے خبردار اور احکام کو انکی استمالت ودلجوئی اور دفع تکلیفات کے ہماامکن مشیر ہوتے ہین۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ دربار ون مین باریاب ہوتے ہین۔ اور بے تعصب رعایا۔ اور سیدھے سادھے عوام ممدوح سلمہ اللہ تعالے کے ارادت مند اور حلقہ بگوش رہتے ہین۔ اپنی آزادی قائم رکھنے کیلئے بدووجہ کبھی یہ خواہش اور تمنا نہین کی۔ کہ خان بہادر وغیرہ خطابات یا مجسٹریٹی وغیرہ کے مناصب جلیلہ حاصل ہون۔ اول یہ کہ یہ سب کچھ بحصول اعزاز و امتیاز محبوب ہوتا ہے۔ سو بفضلہ تعالے وہ پہلے سے وہ احکم الحاکمین مالک السموات والارضین واہب العطایا کے خطاب سید۔ پیر عہدہ مخدومی سے ممتاز ہین جن کا اعزاز اکرام ہر مسلم ودانا پر لازمی ہے۔ اور وہ بکرمہ حاصل ہی ہے ثانی یہ کہ غالبا خطاب یافتہ افراد بوجوہ عدیدہ اپنی خطابات یا مناصب کے زوال کے خیال سے صداقت اظہاری اور قوم کی بہبودی۔ حکام و رعایا کی محمود وابستگی کے واقعات بیان کرنے اور نقائص طرفین یا مصالحت وقت کے اقتضاءات پیش کرنے مین جرأت نہین کرسکتے۔

الغرض حضرت ممدوح متجلے بالفضائل ومتخلی عن الرزائل ہین۔ اگرچہ بفضلہ تعالے ان کو امیرانہ جاہ وحشمت حاصل ہے۔ لیکن تزکیۂ اخلاق صلاحیت۔ تقوی۔ طہارت عبادت۔ ریاضت۔ یعنی اسلامی فضل وکمال آپ کا عالم مین مسلم ہوچکا ہی یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ انسان جب مرتبہ علیا پر ترقی کرتا ہے۔ تو اسکے ایسے حریف بھی پیدا ہوجاتے ہین۔ جو نکتہ چینی اور مخالفت کے درپے ہوتے ہین۔ ممدوح الصدر بھی نکتہ چینون کے جادو سے مستثنے نہین رہے۔ مگر بکرمہ تعالے وہ تمام جادو ان کا بے اثر ہوتا رہا۔ اللھم احفظنا۔ ہان بحکم ولنبلونکم بشئ الآیۃ۔ ایک واقعہ روح فرسا۔ ہوش ربا بتقدیر ایزدی رونما ہوا۔ جو نہایت

افسوس اور سوز جگری سے لکہا جاتا ہے کہ ۱۳۳۱ھ مین آپ کا چہیتا۔ لائق ہونہار فرزند لخت جگر بحالت عنفوان جوانی ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دیکر زیر زمین پردہ پوش ہوگیا۔ جنکے بعض اوصاف ذیل مین درج ہوتے ہین۔ جن کا نام نامی سید مجتبےٰ شاہ المعروف مختار حسین تہا۔ یہ بڑے زاہد۔ متقی۔ خلوت نشین۔ مشاق مرتاض تھے۔ ان مین قادریہ خاندان حضرت غوث بندگی جل جناب غوث الاعظم قدس اللہ اسرارہما کے انوار متجلی تھے۔ تاریخ ۱۸۹۱ء کو بلدہ ملتان اپنے آبائی قصر مین یہ مولود مسعود پیدا ہوا۔ انکی والدہ سادات گردیزی کے باثروت خاندان سید حامد شاہ گردیزی رئیس اعظم ملتان پراونشل درباری آنریری مجسٹریٹ متوفی سنہ کی دختر نیک اختر ہے۔ حضرت ممدوح کے بچپن ہی مین آثار سعادت پیشانی پر متجلی تھے۔ لہو لعب سے متنفر اپنے جد اعلےٰ سمی کلیم اللہ حضرت موسیٰ پاک شہید کی زیارت کے شیدائی اور روحی فیض گیری کے شائق تہے۔ صاحبزادگی زمانہ کے لوازمات سے بالکل مبرا۔ فضول کارروائیون سے قطعاً معرا تہے۔ قرآن شریف وابتدائی تعلیم کے بعد گورنمنٹ سکول ملتان داخل ہوئے چونکہ امتثال امر پدری لابدی تہا۔ طوعاً کرہاً بجالاتے۔ لیکن باین انداز کہ رستہ مین ادہر اودہر دیکہنا کیا نیم رو بستہ تشریف بر ہوتے۔ طبع خداداد۔ فہم ذکا ر ایسا تیز تہا۔ کہ باوجود کم سنی اور گونہ عدم توجہی بہی ۹ سال مین ۹ جماعتین پاس کرکے دسوین جماعت مین داخل ہوگئے۔ یہ جماعت اخیری منزل انٹرینس تہی خیال گذرا کہ اسکے بعد شاید حضرت والد صاحب بعہدہ مناسبہ کوشش فرماکر ملازمت کے شکنجہ مین جکڑوا دین۔ تو پہر وصول الی اللہ کی منزلین طے کرنا محال ہوگا۔ اور یہی مطمح نظر ہے۔ ؎

کب تک یہ ربط ضبط کہانتک چلینگے راہ	کب تک حصول حشمت کب تک یہ فکر جاہ
آتا ہے جی مین یہ کہ سب کچھ یہ چہوڑ دین	اک کونے مین بیٹھ کرکے کیجیے اللہ اللہ

احسن الحیل سے قبل از امتحان یکسوئی اختیار کرکے عرفان الٰہی کے امتحان کے تیاری پر کمر بستہ ہوئے۔ علوم متعارفہ اور عربی فارسی مین خاصی دستگاہ حاصل کر چکے تھے۔ صفائی قلب کا مصقلہ ہی شامل حال تھا۔ قلیل عرصہ مین شوق و ذوق ایزدی کا وہ انجذاب ہوا کہ تمام خلائق سے قطع کرکے تجرد کے مرتبہ پر فائز ہوئے والدین اور قریبی رشتہ دارون سے باادب استدعا کی۔ کہ مجھے جس معراج پر عروج کرنے کی خواہش و تمنا ہے۔ وہ بجز مکمل تبتل کے نہ ہو سکے گی۔ امید کہ آپ صاحبان مجھے معاف رکھینگے۔ کیونکہ اس کا بیان عسیر اللسان ہے۔ مین جنگل کو نہین جاتا۔ شعب الجبال مین نہین چھپتا۔ کہ آپ حضرات پر شاق ہو صرف ایک کوٹھری مین علیحدہ رہونگا۔ ہان ایک پارسا خوش اعتقاد انسان معین ہو جو شام کی شام آٹھ پہر مین ایک دفعہ خبر گیر رہا کرے۔ لیکن یہ اُسے سمجھا دیا جائے۔ کہ وہ کسی مقدار طعام کے لئے دق نہ کرے اور امین ہو۔ اور راز فاش نہ کرے۔ ورنہ یہ سلسلہ ہی بند کرنا مناسب ہوگا۔ سب نے معلوم کیا۔ کہ جو بزرگان سلف کے ریاضات و کمالات مسموع ہین یہ انہین کا دلدادہ ہے۔ آثار سعادت اس نوجوان مین لمعان و درخشان ہین۔ اسلئے خدا حافظ کہکر مختار بنا دیا صاحبزادہ ممدوح نے ریاضات شاقہ و مجاہدات فوق العادہ شروع کئے۔ چند یوم کے بعد ملبوسات نفیسہ یکدم قطع کرکے صرف ایک تہمد اور ایک چدر بھگوا زیب تن کی۔ اور صوم دہری کے خوگر ہوتے ہوئے۔ اخیر مین بوقت افطار صرف ایک گلاس تہینداتہ پر قناعت کرکے شب و روز یاد خدا مین مصروف رہتے۔ چونکہ اپنے خادم مرید جو ہر طرح سے وفاداری مین ثابت ہوا تہا۔ بعض اوقات اسے بعض اسرار بہی مطلع کرتے۔ فتوح الغیب جو زیر مطالعہ تہی۔ اسکے مشکل مقامات و رموزات اصطلاحیہ بہی اسے سمجہاتے۔ کشف قلوب کے منازل طے ہو چکے تہے۔ اس کے بعض کرشمات بہی بیان فرماتے۔ ناصر خان کا بیان ہے۔ کہ ایک فقیر کی نسبت فرمایا۔ کہ یہ چوتھے روز مر جائے گا۔ ویسا ہی ہوا۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ چند

طالب علم پرانے روشناس جو انٹرنس کے امتحان مین بیٹھ چکے تھے۔ ممدوح
کی درخلوت گاہ پر کھڑے ہوکر بوقت مغرب خادم خاص کی زبانی کہلا بھیجا۔ کہ بحق
رفاقت قدیمانہ اگر ہمین ملاقات کا اعزاز بخشا جائے۔ تو ساتھہ ہی دعا رکامیابی
کی بھی طلب کا موقعہ ہاتھہ آجائیگا۔ ؎ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔
خادم نے واپس آکر جواب دیا۔ کہ فرماتے ہین۔ ملاقات تو معاف فرمائے گا اور
دعا بجناب رب الارباب کر دیگئی ہے۔ امید کہ مستجاب ہوگی۔ عرصہ مقررہ کے
بعد معلوم ہوا۔ کہ وہ طالب جو آئے تھے۔ ان سب کا نام کامیابون مین مشتہر ہوا۔
لیکن ایک رہگیا ہے۔ وہ بیچارہ دوڑتا ہوا آیا اور حسب معمول عرض کرا بھیجی کہ اور
تو پاس ہوئے لیکن میرا نام کامیابون کی فہرست مین نہین ہے۔ آپنے فرما بھیجا۔ کہ تو
بھی پاس تو ہے۔ چند یوم کے بعد اس کا بھی نوشتہ آگیا کہ پاس ہے ایک
دن خادم سے فرمایا کہ ہم بھی قریب الارتحال ہین۔ خادم یہ سنکر ضبط نہ کرسکا بخدمت
حضرت مخدوم صاحب دام ظلہ گذارش کی۔ کہ اگرچہ مین مجاز نہین کہ صاحبزادہ
کے اسرار فاش کردن۔ مگر یہ خوف بھی دامنگیر ہے۔ کہ شاید معاملہ دگرگون
ہو جائے۔ اور مین عتاب مین آؤن۔ صاحبزادہ کی ہزالت اور حالت خطرناک
معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ان کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ الموت جسر یوصل
الحبیب الی الحبیب کی منزل طے کرنے والے ہین۔

حضور مخدوم صاحب دام مجدہ یہ سنکر تہرا گئے۔ کہ یہ خبر وحشت پیدا کرنیوالی ہی
اسی وقت صاحبزادہ صاحب کی ملاقات کو گئے۔ حالت کے معائنہ سے واقعی خطر
ناک آثار نمودار تھے۔ ہاتھہ لگانیسے حرارت محسوس ہوئی۔ کھانسی کی بھی شدت
زورون پر تھی۔ آبدیدہ ہوکر فرمایا۔ کہ اگر صلاح ہو تو سول سرجن کو ملاحظہ
کرایا جاوے۔ جواب دیا۔ کہ بابا این درد را دوائے دگر است۔ آپ جو چاہین
کرین۔ لیکن بہتر یہی ہوگا۔ کہ مجھے چھوڑ دین۔ اور اللہ کے سپرد فرما دین۔ انگریزی

ادویہ سے تو مجھے تنفر ہی ہے۔ کہا گیا۔ دوا نہ سہی۔ دکھلانے مین کیا حرج ہے آپ خاموش ہو گئے۔ سول سرجن و طبیبانِ حاذق بلائے گئے۔ سب سے پہلا علاج یہ پاس ہوا۔ کہ تبدیل مکان ضروری ہے یہ تنگ و تاریک مکان اسوقت سخت مضرِ صحت ہے۔ صاحبزادہ نے دبے منہ فرمایا۔ کہ مکان تو یہی مرغوب ہے لیکن واقعی تبدیل مکانی تو خود بخود درپیش ہے۔ اچہا والد صاحب جو فرمائین انکا خوش کرنا ہی واجبات سے ہے۔ لیکن پہر یہان آنا معلوم۔ اسی شب کو والدہ اور تمام رشتہ داران کی ملاقات و محاکات ہوئی۔ یہ ایک پُر درد داستان ہے جس سے کلیجہ شق ہوتا ہے۔ آخر کار مورخہ ۴ جمادی الاولےٰ ۱۳۳۱؁ بوقت ۱۱ بجے شب کو باپردہ فٹن پر بمعیت والد ماجد وغیرہ سوار ہوکر آ ماجگاہ موت کی طرف آپکا جلوس نکلا۔ والدہ پہلے ہی اس آ ماجگاہ پر با انتظام موجود تہین۔ یہ جلوس بہی عجیب کرشمہ دلفریب دکہاتا ہوا۔ نئے شہر کے قریب بنگلہ امیر بخش بہٹہ مرحوم پر پہونچا۔ اور صاحبزادہ صاحب ڈیرہ ڈالکر منتظر پیک الٰہی ہوئے۔ وصول الی اللہ کا شوق اور وعدۂ وصل بہی قریبا معلوم ہو چکا تہا۔ نہایت ہشاش بشاش تمام ہمراہیون سے آرام کرنیکو فرمایا۔ کہ صبح دیکہا جائیگا۔ یہ کسے معلوم تہا۔ کہ جان بجان آفرین سپرد ہونیوالی ہے۔ سب نے ان کی سروربانی اور راحت اسی مین متصور کرکے انتظام شب خوابی و حفاظت کے بعد مرخص ہوئے۔ والدہ کو بہی عرض کی۔ کہ آپ آرام کرین۔ وہ بہی علیحدہ قریب مکان مین گئین۔ خادم دیرینہ کو بہی سونے کو فرمایا۔ اور اس فکر مین ہوئے۔ کہ اب معاملہ فاش ہو گیا ہے۔ اس سے خدشہ ہوتا ہے۔ کہ کہین مشق دیرینہ مین خلل واقع نہ ہو۔ لہٰذا

مناجات شروع کی۔ اے دافع المہمات والبلیات۔ چونکہ یہ عاجز صرف تیرے ہی جمال کا مشتاق اور تیرے ہی وصال کا دلدادہ ہے۔ اور تیرے ہی لینے کے لئے مخلوقات سے یکسوئی اختیار کی۔ حتےٰ کہ خویش اقربا لباس و خوراک۔ دار و دیار کو خیرباد کہکر تجرد اختیار کیا۔ اے فیاض تیرے تجلیات اور

افاضات نے مجھے تیرا ایسا شیدائی کیا ہے۔ کہ دنیا و مافیہا میری آنکھہ مین ہیچ ہے

مرا کمال محبت ترا کمال جلال ... دی مبادکہ نقصان پذیرا این دو کمال

اے ذوالجلال میرے والدین اس دہن مین ہین۔ کہ یہ بیمار تندرست ہو۔ ڈاکٹر بلاتے ہین۔ طبیبان حذاق کو دکہاتے ہین نسخہ ہائے بوقلمون تجویز ہوتے ہین۔ لیکن میرے رگ و ریشہ سے یہ ندا منبعث ہوتی ہے۔ کہ ؎

از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب ... دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

بعض مجھے دیوانہ کہتے ہین کہ تمام آرام و آسائش۔ محلات و قصرات لباس فاخرہ و اطعمہ لذیذہ کو چہوڑ کر ایک بہگوے اور ایک تنگ حجرہ پر بیخواب و خور رہتا ہے۔ بہلا یہ کیا عقلمندی ہے۔ مگر اے خلاق عالم وہ اس سے بیخبر ہین۔ کہ ؎

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی ... دیوانۂ تو ہر دو جہان راچہ کند

اے مجیب الدعوات اب اس وقت کہ تجرد تام حاصل ہے۔ خویش آشنا سے پہلے سے اغماض۔ خواب و خور سے بہی احتراز۔ لباس نفیسہ سے بہی اعراض کاشانجات سے دل برداشتہ ایک حجرہ تنگ مین پلاس افراشتہ تہا۔ اب حجرہ سے بہی جدا۔ یار و غمگسار سے بہی تنہا دل چاہتا ہے۔ کہ اب قفس بدن سے بہی رہا کر کے مرغاب عرش بنا دیجیے۔ تاکہ جو تجلیات و انوارات خاصہ ہین کہ بوجہ قید کالبد محجوب ہین مکشوف و مشہود ہون۔ ؎

حجاب چہرۂ جان مے شود غبار تنم ... خوشا دمی کہ ازین چہرہ پردہ بر فگنم

اس تمنا کا اظہار تہا۔ کہ یکایک پیک اجل نے مژدۂ جان فزا آکر سنایا کہ یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ یار تو پہلے ہی تیار تہے۔ چشم زدن مین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے ہوئے۔ بتاریخ ۴ جمادی الاولے ۱۳۳۱ھ بوقت سحر الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب کے مرتبہ پر فائز ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون ط

حضرت اقدس جناب مخدوم صاحب والد ماجد صاحبزادہ قدس اللہ سرہ بہی اپنے

آکر اپنے بستر اکو گرم ہی نہ کر چکے تھے۔ کہ ملازم درگاہ نے زنجیر در کہٹکہٹایا۔ کہ یار بیار رسید۔ اب اس سے آگے نستعلم کو طاقت نہین۔ کہ وہ کچہہ کہہ سکے ہر شخص سمجہہ سکتا ہے۔ کہ ایسے نوجوان شہزادہ متقی پارسا کے فراق مین ان باپ کا جگر کس طرح پاش پاش ہوجاتا ہے۔ بہائی بندون کا کلیجہ کیسے پانی ہوجاتا ہے۔ تمام اقربا و احبا حضرت صاحبزادہ قدس سرہ کو دیکہہ دیکہہ کر روتے اور کہتے۔ ؎

رفتی و سیر ندیدہ رخ تو دیدہ ہنوز   گوش یک نکتہ زلبہائی تو نشنیدہ ہنوز

چید دست اجل اے غنچہ نو رستہ ترا   گلے از شاخ امل دست تو ناچیدہ ہنوز

القصہ جسد اطہر صاحبزادہ قدس سرہ کو باچشم گریان مکان پر لائے۔ تمام مستورات مخدرات مختار حسین بلکہ حسین حسین کرکے روئین۔ اور بیہوش اور مدہوش ہوہو جاتین۔ آخر کار حسب الزمان شرع شریف بطریق مسنون غسل دلوایا گیا اور آخری جوڑا کفن پہنا کر دولہا کو آراستہ کرکے جلوس جنازہ نکالا گیا۔ اس وقت کا نظارہ عجیب سمان دکہلا رہا تہا۔ انبوہ خلائق اس قدر تہا۔ کہ تل دہرنے کو جگہ نہ تہی۔ تمام حاضرین گریان و نالان کلمہ درود پڑھ پڑھ کر نچہاور کرتے۔ اور سرد آہین بہرتے۔ بوقت عصر جنازہ پڑہا گیا۔ لیکن مخلوق خدا پر خانقاہ کا میدان وسیع تنگ تہا۔ اور مخلوقات کی آمدورفت کا تانتا بندہا ہوا تہا۔ جوقون کے جوق بے شمولیت جنازہ رہگئے۔ ہر ایک کے دل مین یہ ارمان تہا۔ کہ ہائے افسوس جنازہ کی شمولیت کا اعزاز نصیب نہ ہوا۔ چونکہ جنازہ کی نماز ایک ہے۔ اسلیئے مجبور تہے۔ اچانک کسی کے منہ سے نکلا۔ کہ ہم نے مولویون سے سنا ہے۔ کہ حضرت امیر حمزہ کے چند در چند جنازہ ہوئے تھے۔ حضرت ممدوح سلمہ اللہ کو جسقدر اس قضیہ جانفرسا اور حادثہ کرب وبلا سے صدمہ ہوا۔ اس کا بیان از حد و عد فزون ہے۔ لیکن آفرین اس بزرگ مرد خدا پر کہ اپنے اجداد اعالی کے صبر کو بموجب آیہ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون کو ملحوظ رکہکر تحمل

وبرداشت کا پہاڑ بن گیا اور اولئك علیہم صلواۃ من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المھتدون کی سلک میں منسلک ہوا۔ ھکذا شان الصلحاء ؎

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات جناب سید غلام مجتبیٰ المعروف مختار حسین نور اللہ مرقدہٗ اقعہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ بروز جمعہ

آن سید سند کہ بزہد و عفاف خود | گوئے سعادت ازلی از جہان ربود
مختار با حسین گرامی است اسم او | مشغول ذکر و فکر ہمہ عمر خویش بود
رفت از جہان بہ مقعد صدق نزد حق | درد فراق و ہجر او باب الم کشود
تاریخ انتقال چو جستم ز فرط غم | آہے فلک کشید۔ فغانے ملک نمود ۱۳۳۱ھ

ایضاً

شہ والا قدر در زہد و تقوے | ہمیشہ مشتغل در ذکر رحمان
ولی اللہ مختار حسین آنکہ | دمے صادق زدے از عشق یزدان
بہ شیرش آمد و با جان رفت عشق | شہید ناز شد در حین ریعان
قد اہتزت لموتہ حملۃ العرش | زمین و آسمان شد زار نالان
بہ بست و چار از اول جمادی | بروز جمعہ شد در باغ رضوان
بجو سال وصال از لفظ شاغل ۱۳۳۱ | بگو تاریخ بعد از فوت غفران ۱۳۳۱ھ

ایضاً عیسوی

سید والا غلام مجتبےٰ | واصل حق گشت دنیا را ہشت
عیسےٰ از چارم فلک آواز داد | بے سر انکار۔ در باغ بہشت ۱۹۱۳ء

ایضاً

غلام مجتبےٰ جنت سدھارے | ہمیں اُنکی جدائی کا قلق ہے
فلک نے نیلگون پہنا ہے جامہ | بہاتی اشک خون غم سے شفق ہے

نہ خویش و اقربای جان بلب مین — الم سے سینۂ افلاک شق ہے
گیا اسلام کا سچا نمونہ — تحسر سے رخ اسلام فق ہے
پکارا از پئے تاریخ ہاتف — کہ کہدو وہ ہوا منظور حق ہے

سفر حج بیت اللہ کا عزم بالجزم

ماہ رمضان ۱۳۳۲ھ کو مصمم قصد کا اعلان فرمایا۔ کہ انشاء اللہ تعالے اوایل شوال ۱۳۳۲ھ مین سفر حجاز شروع ہوگا۔ جسوقت کاتب الحروف کے اہل محلہ کو جو عازمان حج تھے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضرت پیر دستگیر زبدۂ دودمان مصطفویہ عمدۂ خاندان مرتضویہ۔ زلالۂ غوث صمدانی۔ علالۂ سادات گیلانی سجادہ نشین درگاہ معلے سمی کلیم اللہ حضرت موسیٰ پاک شہید علیہ الرحمۃ الله المجید یعنی جناب مخدوم سید صدرالدین شاہ صاحب دام ظلہ سفر حجاز کا بہی عزم بالجزم کرچکے ہین۔ اسلئے اُن کو خیال ہوا۔ کہ اگر جناب موصوف الذکر کی معیت کا شرف اس سفر مین حاصل ہو تو پہر بفضلہ تعالے ہر ایک مجلس و منزل مین فتح و نصرت ہوگی۔ چونکہ جناب والا ہر ایک کام وکام مین شریعت غرا کو نصب العین رکھتے ہین۔ بانیوجہ ہم نابکارون کو بہی نماز و نیاز۔ اذکار۔ افکار کی بداومت مین استقامت ہوگی۔ لیکن پہر یہ بہی خیال ہوتا۔ کہ حضور ممدوح اگرچہ وحید زمان فرید آوان ہین۔ مگر امیر الامراء رئیس ملتان بر اونشل درباری صاحب تزک و احتشام ہی ممکن ہے کہ دامن مقصود و ذیل محمود کے استمساک سے دست تمنا کوتاہ ہو۔ اسی حیص بیص مین اوہام کا ہجوم جاذب ہموم و غموم تہا۔ کہ اچانک تائید غیبی و توفیق لاریبی سے کسی نے عجیب دلکش لہجہ مین حافظ شیرازی کا یہ مصرعہ الاپا۔ ؎ شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا
پس اس شعر کو موافق حال نیک فال سمجہکر میان جمعہ ولد حاجی سوہانرا سکنہ محلہ کندیگران تاجر شہر ملتان نے جو بلحاظ سوداگری و تجارت اچھا متمول ہے۔

اور بلحاظ خوش عقیدگی و ارادتمندی صاحب دل ہی ہے تبذیر و تقتیر سے نفور۔ غرور و تکبر سے بالکل دور ہے۔ لیکن خوش مزاجی و تیز لسانی سے مجبور ہے۔ احسان پسند سعادت مند صاحب سخا اور باحیا بھی ہے۔ اس راقم آثم کو ساتھ لیتا ہوا حضرت مخدوم دام مجدہ کیخدمت بابرکت مین حاضر ہوکر دولت پابوس آغوش مین لیتے ہوئے عرض کی کہ ہم اپنی خوش طالعی وبلند اقبالی پر نازان ہونگے۔ اگر جناب مستغنی عن الالقاب ہمین یہ اجازت دیتے کہ اس سفر حج مین حضور کی ملازمت کی سلک مین منسلک ہوکر باریابی کی عزت حاصل کرین۔ کیونکہ ہم اسیر ہوا و ہوس حقیر تر از مور و مگس ہین۔ اگر متمسک باہلبیت ہوئے۔ تو ہمین یقین ہے۔ کہ کشتی نوح نجات کا عمدہ ذریعہ ہے۔ من رکبہا نجا۔ نص صریحہ ہے ؎

سگ اصحاب کہف روزے چند   پائے نیکان گرفت مردم شد

بلبل شیراز کا سچا مقولہ ہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے۔ کہ کُتا نیکون کی پس روی سے انسان ہو۔ اور انسان صلحا اہلبیت کی دنبال روی مین ذیشان نہو۔ امید کہ ہمارا ملتمس مرتبہ قبولیت پر بلا پیش و پس منظور ہو۔ اور ہمین امید ہے کہ ایسا ہوگا۔ کیونکہ آپ اس سردار عالم فخر آدم کی ذریات سے ہین۔ جن کی شمایل و خصایل سے ایک یہ بھی ہے۔ ؎

نرفت لا بزبان مبارکش ہرگز   مگر باشہدان لا الٰہ الا اللہ

حضرت مخدوم دام عزہ نے ازراہ کرم و تلطف مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ کہ کیا مضایقہ لیکن ہمارا ارادہ سویز کی جانب سے جانیکا ہے۔ میان جمعہ نے عرض کی۔ کہ حضور جس سبیل کو پسند فرمائینگے۔ وہی بہتر ہے۔ جہان جناب کا قدم ہوگا وہان خدام کا سر ہوگا۔ چونکہ دول یورپ کے مقاتلہ و کارزار کی خبرین کثرت سے شایع ذایع ہو رہی تہین۔ کہ جرمن۔ روس۔ آسٹریا وغیرہ ہر ایک کے سر پر بھوت چڑہا تھا انکے تخالف و شقاق نے باقی بہی سلطنتون کو جو مطلقاً غیر جانبداری کے خیال

مین تہین۔ انہین ہی اپنی اپنی حدسرحد کی حفاظت کے لئے افواج کی نقل وحرکت کی تکلیف محسوس ہوئی۔ اور اخبارون نے علی الاعلان یہ مشتہر کردیا۔ کہ دول کا ایسا محاربہ زمانہ نے کم دیکھا ہوگا۔ یہ حرب نہ کسی خاص قطعہ مین محدود ہوگی۔ بلکہ اس کی چنگاریان اطراف عالم مین پہیلکر عالم گیر اشتعال پیدا کرینگی۔ باین وجوہ بسبیل سوئز تو جانا یقیناً خطرناک ثابت ہوا۔ لیکن سوئز کے رستہ کے شوق نے ابہی نائرہ تمنا کو بالکل بجہا نہین دیا تہا۔ اسلئے مسٹر جو اس معاملہ کے پایہ شناس تہے۔ ان سے استمزاج کیا۔ آپنے ان کی خاطر خاص طور پر مالکان جہاز سے خط وکتابت کی جس نے کہلے طور پر یقین دلوایا۔ کہ اس رستہ پر عبور کرنا من قبیل المشکلات بل ممتنعات سے ہے۔ بعض امرا وبہی خواہان بلکہ قریبی رشتہ داران نے نہایت شدو مد سے یہ مشورہ دیا۔ کہ امسال تشریف لیجانا قرین مصلحت نہ ہوگا جواباً فرماتے ؎

جانب عشق عزیز است فرومگذارید۔ یہ رستہ نہ سہی۔ جدہ کا قدیمی رستہ موجود ہے۔ ہم کو مقصود مطلوب ہے۔ نہ یہ کہ فلان راہ مذموم ہے۔ اور فلان محمود۔ مجہے یاد آتا ہے۔ کہ اسوقت کسی نے حضرت مخدوم دام لطفہٗ کیخدمت مین کہا۔ کہ حج عمری فرض ہے۔ مناسب ہوگا۔ کہ آئندہ سال تک صبر و قرار کرنا چاہیے۔ فرمایا ؎

قرار چیست صبوری کدام وخواب کجا۔ ہمیشہ کا معمول تہا۔ کہ ۱۱ بجے قیلولہ فرماتے لیکن جب سے یہ ولولہ پیدا ہوا۔ تو یہ پرواہ نہ ہوتی۔ کہ ۱۲ بجے ہین۔ یا ایک۔ حتے کہ بعض حاضرین عادت شناس عرض کرتے۔ کہ حضور قیلولہ کا وقت جاتا ہے۔ نماز ظہر قریب ہے۔ استراحت فرمایئے۔ اسوقت لسان الحال سے یہ مترشح ہوتا۔ کہ ؎

گفتی ام در خواب رو تا بینی او را در خیال   این سخن بیگانہ را گو آشنا را خواب نیست

آخرکار یہ افواہ مشتہر ہوئی۔ کہ جدہ کا رستہ بہی مسدود ہے۔ یہ سنتے ہی فرمایا۔ کہ ؎ کند ہر چہ خواہد بر و حکم نیست۔ چونکہ ہر ایک خبر محتمل صدق وکذب ہوتی ہے۔ اسلئے اپنے خادم خلیفہ حاجی غلام رسول ولد حافظ رکن دین کو میان جمعہ تاجر کی معرفت پندرہ سو روپیہ کی بمبئی کے ساہوکار کے نام چہٹی لکہوا کر ۱۵ ر رمضان

شریف سنہ ۱۳۳۲ مطابق ۸ اگست سنہ ۱۹۱۴ کو جدہ روانہ کر دیا۔ کہ وہان جا کر تحقیق کرکے اگر رستہ بند نہ ہو تو اطلاع دیکر ٹکٹ خرید کرکے تاریخ روانگی جہاز سے مطلع کرے۔ ۱۲ اگست سنہ ۱۹۱۴ء کو حاجی صاحب کا تار آیا۔ کہ ٹکٹ خرید کر لیئے ہین۔ ۲۰ شوال سنہ ۱۳۳۲ کو جہاز روانہ ہوگا۔ لیکن جس کام کی خصوصیت کے لئے وہ روانہ کئے گئے تھے۔ یعنی تحقیق کرکے یہ تبلانا کہ رستہ خطرناک ہے یا نہ اسکا ذکر تک نہ تھا۔ حضرت مخدوم دام ظلہ العالی نے بمشورہ دانشمندان حاجی قادر بخش سکنہ محلہ کندیگران کو جو تجربہ کار اور عربی زبان کا واقف تھا۔ مبلغ تین صد روپیہ کی ہنڈوی بھی لکھا کر حوالہ کی اور ۱۳ اگست سنہ ۱۹۱۴ کو روانہ کر دیا کہ ۵۰ر فی ٹکٹ کے حساب ۷ ٹکٹ تتق اور ایک ٹکٹ فسٹ باقی ۱۲۵ روپیہ کا۔ اور دو سکینڈ کے فی یکصد روپیہ خرید کر چکا ہے۔ ۴ ٹکٹ تتق کے تم بھی خرید کر لینے لیکن تمام امور سے مقدم تحقیق سبیل ہے۔ اس کی ابھی کوئی خبر نہین موصول ہوئی تھی۔ کہ مورخہ ۱۵ اگست سنہ ۱۴ کو بفرمان ڈپٹی کمشنر بہادر کوٹھی پر ملاقات کو گئے۔ صاحب موصوف نے مزاج پرسی کے بعد فرمایا۔ کہ آپکا امسال حج پر جانا قرین مصلحت نہ ہوگا۔ کیونکہ رستہ پرخطر ہے۔ جہازون کی بھی قلت ہے بلکہ میرے خیال مین آپ کو جہاز نہین مل سکے گا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ جہاز اکبری کی تو ہم ٹکٹ بھی خرید چکے ہین۔ اگر رستہ خطرناک ہوتا۔ تو مالکان جہاز کیون ایسا کرنے پر مستعد ہوتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جہاز بھی موجود ہے۔ اور رستہ بھی مشکوک نہین۔ صاحب بہادر نے فرمایا۔ کہ سرکاری کام کے لئے آپ کو رہنا ہوگا۔ ورنہ بصورت عدم تعمیل یہ ثابت ہوگا۔ کہ آپ دیدہ دانستہ وقت پر کنارہ کش ہوئے۔ حضرت مخدوم دام مجدہ نے باادب گذارش کی۔ کہ چونکہ میرے پاس حضور کا اجازت نامہ قبل از وقت موجود ہے۔ تو پھر مجھ پر یہ الزام عاید نہین ہو سکے گا۔ صاحب بہادر نے خوش مزاجی مین فرمایا۔ کہ کون گواہی دیگا۔ کہ آپ اجازت لے چکے ہین۔ مخدوم صاحب نے جواب دیا۔ کہ مجھے دوسرے گواہون کی کیا ضرورت

ہے۔ میرے گواہ آپ ہی کافی ہین۔ صاحب بہادر نے فرمایا۔ کہ آپ کو ٹھیرنا ہوگا
کیونکہ ضروری کام درپیش ہے۔ مخدوم صاحب نے جواب دیا۔ ؎ از جان
چہ عزیز است بگو آن تو بخشم۔ اگر حضور کا ایسا حکم ہے۔ تو مین حاضر ہون۔
لیکن یہ کہدینا بے موقع نہو گا۔ کہ مبلغ گیاران سو بچہتر کے ٹکٹ خرید کر لئے ہین
اور ہم ٹکٹ اور بھی خرید ہو چکے ہونگے۔ اور تیاری کا سامان بھی سب مہیا ہوکر
بند ہو چکا ہے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نے فرمایا۔ کہ ٹکٹ واپس ہو جائینگے۔
اگر نہ بھی ہوئے۔ تو یہ بھی امداد سرکار پر تصدق سمجھنے چاہیئے۔ مخدوم صاحب
دام عزہ نے کہا بہت خوب اگر سرکار دولتمدار کو میرے ٹھیرانے مین کچھ بھی فائدہ
تصور ہے تو مین بدل و جان حاضر ہون ؎

کرا مجال کہ از حکم یار سر پیچد نشستہ ایم کہ از اعتبار برخیزد

صاحب بہادر کو جب میری اطاعت و عدم سرپیچی کا یقین ہوا تو از راہ لطف
فرمایا کہ آپ کی روانگی کی تاریخ کیا ہے جواب دیا گیا کہ ۲۰ اگست سنہ ۱۹۱۴ء یوم خمیس
اس پر نہایت شگفتہ خاطری سے صاحب موصوف نے فرمایا مخدوم صاحب!
مین آپکے جانے یا نہ جانے کا اخیری فیصلہ ۱۹ اگست سنہ ۱۹۱۴ء کو سنا دونگا مخدوم
صاحب دامت برکاتہم بہت بہتر کہتے ہوئے مرخص ہوئے لکن جذبہ بیت الحرام و دولولہ
زیارت خیر الانام صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ الی یوم القیام بجدے تھا۔ کہ باچشم نم
زبان بایں مضمون گویا ہوئی ؎

کسی مباد چو من خستہ مبتلائے فراق کہ عمر من ہمہ بگذشت در بلائے فراق

۱۶ اگست حاجی قادر بخش کا تار موصول ہوا۔ کہ مین بھی بمبئی پہونچکر ہم ٹکٹ دوسو
چالیس روپیہ دیکر خرید لئے ہین جدّہ کا رستہ بند نہین حاجی سیف اللہ خان
خاکوانی جو ملتان کے معزز افراد سے ہین اور بارادہ حج شریف ملتان سے روانہ
ہوکر بمبئی تھے انہون نے بھی تسلی و اطمینان کا عریضہ لکھا کہ رستہ بالکل صاف
ہے کوئی خطرناکی نہیں آپ تو پہلے ہی تیار تھے اور شوق دامن گیر تھا ان امور نے

شوق سینہ پر آگ کا کام دیا۔ لیکن ملتان ایسی بے بنیاد افواہیں بے تکی اڑرہی ہیں۔ کہ خدا کی پناہ ادہر خدام کعبہ بہی یہی رائے ظاہر کر رہے تھے۔ کہ واقعی رستہ خطرناک ہے۔ چنانچہ انکا جواب منگایا گیا جسکا اقتباس حسب ذیل ہے۔ اس عالمگیر جنگ کیوجہ سے راستہ مخدوش ہے۔ کسی طرح اس وقت سفر کرنا مناسب نہیں اسلئے عام طور پر مسلمانان ہندوستان کو مشورہ دے رہا ہوں۔ کہ امسال حج بیت اللہ شریف کا ارادہ قطعی ملتوی کر دیں۔ دونو رستہ پورٹ سعید۔ جدہ خوفناک و پرخطر ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں یہی عرض کرونگا۔ کہ امسال حج بیت اللہ شریف کا قصد نہ کریں۔ ۱۹ ماہ اگست ۱۹۱۴ء ۲۲۴ (از انجمن خدام کعبہ دہلی از بمبئی الراقم شوکت)

یہ خط بعینہ موجود ہے۔

چونکہ حاجی سیف اللہ خان صاحب مذکور اور حاجی قادر بخش و حاجی غلام رسول صاحب خلیفہ درگاہ نے بمبئی سے بہایت اطمینان و خوش اسی کے خطوط سے تسلی دلائی تہی اور شوق بہی از حد تہا۔ اسلئے توکلاً علے اللہ کمر ہمت باندھ لی۔ کہ ضرور جانا ہے۔ زادراہ کا اسباب سب مہیا تہا۔ بستر بند ہوا بالکل لیس ہوکر حکومت وقت کے منتظر تھے۔ اللہ اللہ کرتے ہوئے ۱۵ اگست ۱۹۱۴ء کا آفتاب طلوع ہوا۔ تو وظیفہ سے فارغ ہونے تک تمام ہمراہیان وزائرین کا جمگہٹا ہو گیا۔ آپ کے تمام مراحل تیاری سفر کے انجام پاچکے تھے۔ فرمانے لگے۔ کہ میں ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کی خدمت میں جاتا ہوں۔ غالباً وہ رخصت فرمانیگے تب آتے ہی روانہ ہونگے سب تیار رہو۔ کہ اگر رخصت ہوگئی تو پہر دیر نہ ہوگی۔

جسوقت صاحب موصوف کی کوٹھی پر تشریف لیجا کر استفسار کیا۔ تو صاحب بہادر نے امتناعی الفاظ پیش کیئے۔ اس وقت آپ پر سناٹے کا عالم چہا گیا لیکن حکومت کے سامنے بجز اسکے کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے نہایت سلیس لہجہ میں التماس کی۔ کہ میرا قلب شوق حجاز سے لبریز ہے اسباب سب بندہ چکا ہے۔ ٹکٹ تمام خرید ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کر دیا گیا تہا

مذہبی فرض ہے۔ جس کا ادا کرنا لازم خصوصاجبکہ تیاری کا ہی اعلان ہوچکا ہو
دصاحب بہادر نے فرمایا۔ مخدوم صاحب! ممکن ہے کہ ہمکو آپ سے کسی کام کی
ضرورت محسوس ہو۔ مخدوم صاحب نے جواب مین گذارش کی۔ کہ جو کام ہوگا
اسکو میرے بہائی سید راجن شاہ صاحب بخوبی انجام دینگے حکم ہوا
کہ نہین۔ اخیر مین مخدوم صاحب نے التماس کی۔ کہ کیا حضور یہ فرمان تحریری
دے سکتے ہین۔ صاحب بہادر نے فرمایا۔ بڑی خوشی سے۔ اور یہ نوشتہ دیا۔
جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ڈیر مخدوم صاحب! بلحاظ موجودہ حالت یورپ کے ہمارے
خیال مین آپ کا ملتان مین ٹہیرنا فرض ہے۔ اور آپکے لئے اچہی مصلحت ہوگی۔
کہ آپ اپنا ارادہ سفر حج کا ملتوی کر دین۔ جب تک کہ جنگ ختم نہ ہو۔ تاکہ ہر
قسم کی مدد جو کہ آپ معمولی حالت مین دے سکتے ہین دیوین۔ ۱۹ اگست
سنہ ۱۹۱۴ء دستخط ایف برین صاحب ڈپٹی کمشنر **ملتان**۔

پس بوجہ مذکور سفر کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ اب یہ حالت ہے۔ کہ ؎
نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ مکہ معظمہ کے شوق اور مدینہ طیبہ کے عشق مین
غلطان پیچان ہو ہو کر بجناب باری عز اسمہ یہ مضمون ادا کرتے ہین ؎

از گدایانے توام شاہ بفرما مددی　　کہ چو مرغان حرم در حرمت جا گیرم

اب جنگ کے اختتام کی انتظار ہے۔ لیکن جنگ کی وہ حالت ہے۔ کہ اب جنگِ
فرنگ۔ یورپ ہی مین نہین رہی۔ وسیع دائرہ پر عالم گیر ہو چلی ہے۔ جس مین
لکہو کہہا جانین ضائع ہوچکین۔ ہزارون گرفتار بلا۔ کروڑون برسر پیکار
ہین۔ سلاطینون سے لیکر گدا ؤن تک تشویش مین ہین۔ جن کی پوری کیفیت
خدا علیم وخبیر کو ہے۔ ؎

بر دِ علم یک ذرہ پوشیدہ نیست　　کہ پیدا و پنہان بنزدش یکیست

لیکن قضا وقدر کے مسئلہ مین کسی کو دم مارنے کا یارا نہین - خدا تعالے کی شان یفعل اللہ ما یشاء ہے - ؎ کند ہرچہ خواہد بر و حکم نیست - حکم نو اسپر بے ریب نہین ہوسکتا - لیکن اس کی بارگاہ مین التماس ضرور ہوسکتی ہے لہذا باخلاص قلبی تہ دل سے دعا ہے - کہ یا رب العالمین بہت جلد جنگ کا خاتمہ بالخیر کردے - آمین یا رب العالمین -

المختصر حضرت ممدوح خصایل وشمایل محمودہ سے حسب حالات زمانہ بےنظیر ثابت ہوئے ہین - اسی طرح ذمائم اخلاق کی تلویث سے بےشبہ پاک وصاف ہین - مجاہدہ وریاضت سے بفضلہ تعالے تصفیہ قلب حاصل ہے باین وجہ فطانت اور دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی سے بہی موصوف ہین - مکاشفات اور روحانی ادراکات کے کرشمے بہی بکثرت ظاہر ہوتے ہین - لیکن ان کے اخفا مین آپ اتفاق پر محل تبلا کر چھپاتے ہین - باین وجہ راقم آثم ذکر کرامات بینات نہین کرسکا لیکن یہ منقبت توچھپ نہین سکتی کہ الاستقامت خیر من الکرامۃ جسکے آپ مجسم تصویر ہین - حضرت کا آفتاب اقبال بلندی پر ہے - اور امید واثق کیجاتی ہے کہ حسب فرمان غوث زمان قدس سرہ المنان ؎ افلت شموس الاولین وشمسنا ابدًا علے الافق العلے لا تغرب - کی وراثت قایم دایم رہیگی -

حضرت ممدوح سلمہ اللہ تعالے کے سلک ازدواج مین دو مستورات نیک ذات ہین - ایک بیوی اپنے خاندان سادات گیلان سے مسمی سید شادی شاہ صاحب گیلانی کی دختر نیک اختر ہے - اور دوسری خاتون سید حامد شاہ گردیزی رئیس ملتان پراونشل درباری مرحوم کی صاحبزادی ہے - اور تین صاحبزادگان مسمی غلام لیسین شاہ - مسمی غلام مصطفےٰ شاہ - سید محمد رضا شاہ ہین - اول الذکر پہلی خاتون کے بطن مبارک سے ہے - ثانی وثالث دوسری مستور کے شکم اطہر سے ہین زاد اللہ تعالے فی اجلالہم واکمالہم -

اول الذکر صاحبزادہ سید غلام لیسین شاہ المتولد ۱۸۹۴ء لائق نوجوان خوش خلق

ذی شان - سمجھدار انسان ہے - قرآن شریف ختم کرنے کے بعد مڈل تک تعلیم حاصل کی - اچھے خاصے ذی لیاقت سمجھے جاتے ہین - چند سال سے بعہدۂ آنریری رسائیلدار گورنمنٹ برطانیہ عظمے کی جانب سے فائز ہین - نہایت ہوشیاری سے باتعریف کام کر رہے ہین - خوش لباس - وضعدار - خوشخرام ہین - سلیقۂ ملاقات حکام سے بھی بےخبر نہین ہین - خوش اعتقاد مریدون سے اُنس اور محبت رکھتے ہین - طبیعت کے جری کسیقدر تیز مزاج ہین - صوم وصلوۃ - وظایف بھی کرتے ہین - عقیدت مین اہل سنت والجماعت ہین - علماء وصلحاء کو اچھی نظر سے دیکھتے ہین - باوجود دو نکاح کرنے کے اسوقت تک اولاد کے نہ ہونے کی وجہ سے مغموم مہموم کبیدہ خاطر رہتے ہین - دُعا ہے - کہ خلاق عالم واہب العطایا صاحبزادہ ممدوح کو اولاد نرینہ طویل الاعمار عطا فرماکر ممنون ومشکور فرمائے - آمین ثم آمین -

صاحبزادہ ثانی الذکر سید غلام مصطفےٰ شاہ المتولد ۱۲۸۶ھ عمیم الاشفاق پسندیدہ اخلاق - متواضع حلیم وسیع الخیالات دقیق النظر ہین قرآن خوانی کے بعد گورنمنٹ سکول مین تعلیم حاصل کرتے رہے پھر ۱۳۰۷ھ مین اچیسن کالج لاہور مین داخل ہوئے - ۱۳۰۹ھ مین امتحان ڈپلوما مین کامیاب ہوکر دوسرا نمبر حاصل کیا - اب گورنمنٹ برطانیہ عظمے کیطرف سے بعہدۂ جلیلہ منصفی ممتاز ہین - علم انساب سے خصوصیت کے ساتھ دلچسپی ہے - تاریخدانی مین بھی خاصہ مذاق ہے - عربے زباندانی کے شائق - خلاصۃ الکلام ہر پہلو سے شائستہ اور لائق ہین حضرت غوث اعظم قدس سرہ سے عجیب قسم کی عقیدت وگرویدگی ہے - نہایت خوش اعتقاد اہل سنت والجماعت ہین - سادات وعلماء کی قدردانی وپایہ شناسی مرکوز خاطر رہتی ہے فہم وذکا - نکتہ شناسی - دقیقہ سنجی - اعلے پیمانہ پر ہے - اسلامی جاہ وجلال بھی ان کا مسلم ہے - حکام کی نظرون مین بھی محترم ہین - خداداد ملکہ سے معاملہ فہمی مین ایک خاص قسم کی طبیعت رکھتے ہین - اگرچہ شب وروز مجاہدات وریاضات

مین بوجہ تعویقات تعلقات بسر نہین کر سکتے لیکن اس مشغلہ کو بالکلیہ ترک ہی نہین کیا ہوا۔ جس طرح ظاہری شان وشوکت جاہ وعظمت آپکے چہرہ سے ٹپکتی ہے۔ اسی طرح شریعت وحقیقت کے آثار۔ زہد۔ عبادت۔ تقوےٰ۔ وریاضت کے شعار ہی انکی سیما سے مترشح ہوتے ہین۔ آپ نہایت باعظمت ذی اقتدار صاحب تہذیب باوقار حسین نوجوان ہین۔ اسوقت آپکے دو صاحبزادگان (طال عمرہما) سید ولایت حسین شاہ المتولد سنہ ۱۹۰۹ء وسید حامد حسن شاہ المتولد سنہ ۱۹۱۳ء موجود ہین۔ اول الذکر تعلیم مین مشغول ہے۔

اما ثالث الذکر مخدوم زادہ سید غلام رضا شاہ صاحب بڑے پڑھیا۔ باادب۔ تہذیب کے مجسم فوٹو۔ حسن وجمال مین بے نظیر۔ قدوقامت وموزونیت اعضا مین اپنے آپ ہی عدیل ومثیل ہین۔ ان کی نشوونما ایک خاص حیثیت سے ہوئی تعلیم القرآن اورحرف شناسی کے بعد تعلیم مروجہ کا سلسلہ جاری ہوا۔ اب عرصہ سے ایچسن کالج لاہور مین زیر تعلیم ہین۔ امتحان ڈپلوما کا مرحلہ قریب ہے۔ علم وعمل خیر وبرکت کے دلدادہ ہین۔ صداقت لسانی نیک شعاری ان کا شیوہ ہے۔ حسن اخلاق شیرین کلامی۔ بلند خیالی۔ بایہ شناسی کا یہ انداز ہے کہ بڑے بڑے نوابون اور راجاؤن کے صاحبزادگان کو ان کی ہمنشینی پر ناز ہوتا ہے۔ والد ماجد دام عزہ کو ان سے ایک خاص محبت ہے۔ ذہن کی لطافت۔ طبیعت کی تیزی اور متانت کی عجیب کیفیت ہے۔ معاشناس۔ سخن فہمی۔ بلند خیالی عالی پیرایہ پر ہے۔

الغرض یہ ہونہار نوجوان۔ بحیثیت خَلق وخُلق عجیب سانچہ مین ڈہلا ہوا ہے جلوت مین خلوت ان کا طرز معاشرت ہے۔ علوم مروجہ کی تحصیل مین کوشان ہین۔ ولیکن وہ سمجھتے ہین کہ ؎ این راہ کہ تو میروی بمنزل نمی رود۔ اسلئے یہ ساتھ ہی اسکے تصفیہ قلب وتزکیۂ نفس کے اسباب ات کے ہی مشتاق رہتے ہین۔ سنہ ۱۳۱۳ھ مین اس ریحان گیلان کا پیوند نکاح اپنے حقیقی چچا مخدوم زادہ

سیّد شیر شاہ صاحب (جنکے ذکر خیر کا شمہ اوپر بیان ہو چکا ہے) کی دختر بلند اختر سے نہایت تزک واحتشام سے ہُوا۔ اعتقادات وخیالات مین ہمرنگ والد و بزرگان سالفۂ اہل سنت ہین۔ ارادت مین مطیع والدین ہین۔ علما، سادات، فقرا کو خاص نظر سے دیکھتے ہین۔ تمام رذایل سے متنفر ہین۔

دُعا ہے کہ ہمیشہ یہ خاندان قایم و مُوفق بالخیر رہے۔ یا الٰہ العالمین اس عاجز کاتب الحروف کو مع اولاد و احفاد و اقربا و احبا کے اپنی حفاظت مین رکھیو بحرمت النون والصّاد وآلہ الامجاد۔

برہمین ذکر ختم شد مقصود لِلّٰہ الحمد والعُلے والجود

واٰخر دعوینا ان الحمد للّٰہ ربّ العلمین والصّلوٰۃ والسّلام علےٰ رسُولہ محمّد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین ۃ

۱۰ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ مطابق

۲۷ مارچ ۱۹۱۵ء

سلسلہ نسبیہ قادریہ منظوم متضمن مناجات دافع البلیات

اے خداوند تو ذاتِ کبریا کیواسطے	رحم کر مجھپر محمد مصطفٰے کیواسطے
مین ہوا ہون سخت اس مصیبت مین اسیر	کھولدی مشکل علی المرتضٰے کیواسطے
یا خدا یا صدقۂ مادرِ شہید کربلا	کر کرم محترم خیر النسا کیواسطے
کر میرے دل کو منور نور قرآن سی خدا	سبطِ پیغمبر امام مجتبٰے کیواسطے
تابع سنت رسُول ہاشمی ہردم رہون	اے کریم حسن المثنٰے پرحیا کیواسطے
از طفیل محض عبداللہ خالص کر کرم	جَون موسیٰ سید اہل ہدےٰ کیواسطے
حضرت عبداللہ بن موسیٰ کیخاطر ذو المنن	نیز موسیٰ سید اہل صفا کیواسطے
بخشدے عصیان کبیرہ ہم صغیرہ یا غفور	حضرت داؤد سید پُرضیا کیواسطے
صدقہ سید محمد کردی محمود احمد	نیز یحیٰے زاہد قطب اتقیا کیواسطے

زبدۃ السادات عبد اللہ جد دستگیر ۔ دور کر رنج و الم اس پارسا کیواسطے

پھنس گیا ہوں بحر عصیاں کے بھنور میں پار کر ۔ سید السادات صالح مقتدا کیواسطے

دور کر ظلمت ضلالت سی بحرمت دستگیر ۔ شاہ جیلاں غوث اعظم پیشوا کیواسطے

اے میرے وہاب مطلق! خاتمہ بالخیر ہو ۔ عابد الوہاب سید رہنما کیواسطے

رکھہ سلامت دین و دنیا میں میرے مدام ۔ بونصر عبد السلام باحیا کیواسطے

سید احمد سید مسعود ہم سید علی ۔ شاد رکھیو یا خدا ان اصفیا کیواسطے

دل کو روشن کر بحرمت شاہ میر متقی ۔ نیر سید شمس دین اہل ضیا کیواسطے

حضرت مخدوم سید بندگی غوث جہاں ۔ شیخ عبد القادر ثانی ہدا کیواسطے

رزق میں بھی دے فراخی صدقہ عبد الرزاق ۔ سید حامد گنج بخش اسخیا کیواسطے

عمدۃ السادات موسیٰ سید پاک شہید ۔ شیخ عالم سید حامد خوش لقا کیواسطے

شیخ موسیٰ پاک دین و سید عبد القادری ۔ ثالث محمد غوث ثانی اتقیا کیواسطے

دین کمل ہو میرا صدقہ سی سید دین شاہ ۔ پیر مخدوم جمال دین صفا کیواسطے

مخدوم سید صدر دین سید محمد نور شاہ ۔ سید ولایت شاہ مخدوم ہدا کیواسطے

مخدوم سید صدر دین محبوب رب العلمین ۔ ہوں گل کے گل سب شافعین ہم کرم کیواسطے

یارب طفیل پنجتن سب دور ہوں رنج و محن

عابد ہوں فرزندان وزن تیری رضا کیواسطے

تمام شد

کار من نظام گشت

بفضل احمد ۱۷ شفیع روز قیامت احمد است

کتبہ محمد عالم گھوڑیالوی
عفی اللہ القوی

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

اور

تذکرہ مشائخ قادریہ (سادات) اُچ شریف

سید الاولیاء محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی کے سوانح پر
100 سو سالہ قدیم نایاب تصنیف

تصنیف:- امام العلماء شارح نبراس علی شرح العقائد النسفیہ

قاضی محمد برخودار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

محرک: علامہ قاری ظہور احمد اسد چشتی گولڑوی

زاویہ پبلشرز

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ